ہم خاک میں ملنے پہ ناپید نہ ہوں گے دنیا میں نہ ہوں گے تو کتابوں میں ملیں گے

حکیم ملت حضرت مولانا

عبدالحکیمؒ

(سابق ممبر قومی اسمبلی وسینیٹر، بانی جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی)

کی علمی، دینی وسیاسی خدمات پر مشتمل

سوانح حیات وخطبات



مکتبہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ


بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ

رب يسر ولا تعسر

رب تمم بالخير وبه العون

١٤٣٧

حکیم ملت حضرت مولانا

عبدالحکیمؒ

(سابق ممبر قومی اسمبلی و سینیٹر، بانی جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی)

کی علمی، دینی و سیاسی خدمات پر مشتمل

سوانح حیات و خطبات

تألیف

مولانا محمد موسیٰ شاکر

خطیب مکی جامع مسجد شفیلڈ یوکے

مکتبہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ

کوہاٹی بازار راولپنڈی پاکستان

نام کتاب

حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ
کی علمی، دینی وسیاسی خدمات پر مشتمل سوانح حیات وخطبات

تالیف ______ مولانا محمد موسیٰ شاکر

تاریخ اشاعت ______ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ۔مئی 2021ء

بار ______ اوّل

صفحات ______ 520

تعداد ______ 1100

قیمت ______

ناشر ______ مکتبہ: جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی

مطبع
ثوبان نعمان پرنٹنگ پریس، لاہور
0300-0997824

پاکستان میں ملنے کے پتے

1۔مکتبہ: جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی پاکستان

2۔مکتبہ ابوموسیٰ الاشعری، جامع مسجد ومدرسہ ابوموسیٰ الاشعری، شاکر آباد کوٹ میرا تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک
0312-9633089 / 0340-0019340

3۔کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی پاکستان 4۔مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

5۔اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی 6۔قرآن محل کمیٹی چوک 7۔بک لینڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

8۔مکتبہ قاسمیہ، A-14 غلام محمد آباد فیصل آباد 041-2694242

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

1-Moulana Mohammad Musa Shakir 49 Glen Road
Sheffield S7 1RA, Ph: 07794141715

2- Moulana Shabir Ahmad 66, Meadow St Rotherham S61 IEB. UK
Ph: 07388300694



فہرست مضامین

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر مؤلف ومصنف اپنی تألیف وتصنیف کو کسی نہ کسی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ بندۂ ناچیز اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہِ ربّ العالمین میں عرض قبولیت پیش کرتے ہوئے اپنے تمام مہربان اساتذۂ کرام کے نذر کرتا ہے، جنہوں نے بندہ کی تعلیم وتربیت میں شب وروز محنت فرمائی اور جن کی شفقت اور خصوصی توجہ کے سایۂ عاطفت تلے بندۂ ناچیز علوم نبوت کی پیاس بجھاتا رہا۔

اور اپنے مرحوم والدین رحمہا اللہ کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے علم دین کے راستے پر مجھے ڈالا، اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل بن سکا۔

اور ربّ العالمین کے حضور دعاء گو ہوں کہ ربّ العالمین میرے مرحوم والدین اور مرحوم اساتذۂ کرام کو غریق رحمت فرمائے۔ اوران کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔

اور جو زندہ ہیں اُن کا عظیم سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم دائم رکھے، اور اُن کو دین کی محنت کے لئے تا دیر تر و تازہ رکھے۔آمین یاربّ العالمین:

محتاجِ دعاء:

محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ:

شفیلڈ یوکے

پیش لفظ

•─•─•─•

جانشین حکیم ملّت حضرت **مولانا عبدالمجید ہزاروی** صاحب زید مجدہٗ

مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی: امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ اسلام آباد

میرے والد میرے آئیڈیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کے صوبہ سرحد کے پسماندہ ترین علاقہ بٹگرام (جو کہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بھی کئی سال بعد پاکستان میں شامل ہوا) کے ایک دور افتادہ گاؤں بھیڑ بالا میں ایک غریب زمین دار حاجی ولی محمد کے گھر میں تقریباً 1920ء میں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام ان کے والد نے عبدالحکیم رکھا۔ کس کو پتہ تھا کہ اس غریب کسان کے گھر میں پیدا ہونے والا یہ بچہ کل دنیا میں حکیم ملّت حضرت مولانا عبدالحکیم نوّر اللہ مرقدہٗ کے نام سے جانا اور پہچانا جائے گا۔ اور یہ پورے ہزارہ اور خصوصاً مانسہرہ، بٹگرام، کوہستان اور کشمیر کے غریبوں کے لئے ایک عہد ساز شخصیت کا روپ دھارے گا۔ اور اس بچے کے ذریعے سے کل اس پورے علاقے میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے گا، اور غریبوں کو بھی حرّیت اور آزادی کی راہ مل جائے گی۔

یوں تو تاریخ میں بے شمار عہد ساز اور عظیم شخصیات گزری ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں تاریخ رقم کی، اور جن میں سے بے شمار شخصیات اور خصوصاً اکابرین علماء دیوبند کہ جن کا میں مداح ہوں، ان میں میرا ایک آئیڈیل میرے والد گرامی حکیم ملّت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی ذات گرامی بھی ہے، جنہوں نے ایک ایسے ماحول اور حالات میں آنکھ کھولی کہ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایک طرف غربت تھی تو دوسری طرف جہالت، تیسری طرف پورے علاقہ میں خوانین کا ظلم اور بربریت۔ اور کیفیت یہ تھی کہ غریب کو تو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ایسے حالات میں والد صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی میں اپنی بستی کے قریب دوسری بستی میں جا کر حاصل کی۔ والد صاحبؒ خود سناتے تھے کہ جب وہ ناظرہ قرآن کریم پڑھ رہے تھے تو ان کے استادِ گرامی کی عادت تھی کہ جب اسباق سے چھٹی ہوتی تھی تو وہ تمام طلباء سے اجتماعی دعاء کراتے تھے۔ اور ایک دعاء وہ ہمیشہ کرواتے کہ: یا اللہ ہمیں حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرما۔

والد صاحب کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے استادِ محترم سے سوال کیا کہ حضرت آپ روزانہ یہ دعاء کرتے ہیں

کہ اللہ حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرما۔تو کہاں ہم غریب اور کہاں حرمین شریفین کی زیارت؟ تو فرمایا کہ میرے استاد محترم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے بہت ہی شفقت سے فرمایا کہ عبدالحکیم مانگنا ہمارا کام ہے، دینا اُس کا۔اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ والدمحترم نے اپنی زندگی میں تقریباً دس مرتبہ سفرحج فرمایا، اور عمروں کی تو کوئی تعداد ہی نہیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد والد صاحبؒ نے ابتدائی درجات ہری پور اور پھر حضرو میں پڑھے، اور پھر ہندوستان تکمیل کے لئے تشریف لے گئے۔ 1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو والد صاحبؒ ہندوستان کے شہر دہلی میں وہاں کی ایک جامع مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

جب حالات زیادہ خراب ہوئے تو والد صاحب نے اپنے ایک ساتھی مولانا محمود شاہ صاحب جو کہ بفہ کے رہنے والے تھے اور اُس وقت دھلی ہی میں والد صاحب کے قریب ہی ایک دوسری مسجد میں امام وخطیب تھے، اُن کے ساتھ پاکستان واپسی کا پروگرام بنایا۔اورفرماتے تھے کہ 1948ء میں جی، ایچ، کیو کی ٹرین آرہی تھی۔ہم بھی اس میں سوار ہو گئے، اور جب امرتسر پہنچے تو ہماری ٹرین پر سکھوں نے حملہ کر دیا، اور قتل عام شروع کر دیا۔مردوں، خواتین اور بچوں کو ذبح کیا، ہم نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔ بڑی مشکل سے میّتوں اور زخمیوں کو سنبھالا۔

فرماتے تھے کہ میں نے اس وقت سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، لیکن زخمیوں کو اٹھانے اور سنبھالنے کی وجہ سے پھر میرے کپڑوں پر مشکل سے کوئی سفید جگہ بچی تھی، اور سارے کپڑے خون آلود ہو گئے تھے۔ بڑی مشکل سے لاہور پہنچے، اور پھر وہاں سے اپنے ساتھی کے ساتھ مانسہرہ بفہ آ گئے۔بفّہ میں چونکہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے ہندوستان سے تعلق تھا۔حضرت ہزارویؒ ان سے سینئر تھے اور اُس وقت عملی میدان میں برسر پیکار تھے۔تو حضرت ہزاروی کے مشورے سے بفہ ہی میں قیام کا فیصلہ کیا، اور وہاں ایک مسجد میں امامت وخطابت شروع کر دی۔

یہاں ایک بات اور ذکر کرتا چلوں کہ بفہ میں قیام کے دوران حضرت ہزارویؒ کی معرفت ہی میرے والد صاحب کا نکاح ہوا۔بفہ میں میری والدہ مرحومہ کا گھر حضرت ہزارویؒ کی گلی کے قریب ہی واقع تھا۔شادی کے بعد والد صاحبؒ نے مسجد میں امامت کے ساتھ بفہ بازار میں ایک کریانہ کی دوکان بھی ڈال لی۔جس پر حضرت ہزاروی خوش نہیں تھے۔والد صاحب فرماتے تھے کہ ہزاروی صاحب جب بھی دوکان پر تشریف لاتے تو فرماتے عبدالحکیم یہ تم نے اپنے آپ کو کہاں مصروف کر دیا ہے۔کیا پندرہ سولہ سال جو تعلیم حاصل کی ہے اس کے بعد اب ساری زندگی ترازو چلاتے رہو گے؟ جب کہ اللہ پاک نے تم سے بڑا کام لینا ہے، اور اللہ نے تمہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ چھوڑو اس کام کو اور میدان عمل میں نکلو۔

والد صاحبؒ کو واقعی اللہ پاک نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔کمال کا حافظہ، کمال کی آواز، قوت استدلال،

کمال کی خطابت کہ جب مجمع میں بولتے تھے تو اپنی گفتگو کا سحر طاری فرما دیتے تھے۔ والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں حضرت ہزارویؒ کی بات ٹال جاتا اور عرض کرتا تھا کہ حضرت بس آپ دعاء فرمائیں۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ موسم برسات میں بارشیں شروع ہوئیں اور مسلسل ایک ہفتہ تک ہوتی رہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد جب جا کر دوکان کھولی تو اندر سب کچھ تباہ ہو چکا تھا، آٹا، چاول، چینی، پتی، دالیں سب کچھ چھت ٹپکنے کی وجہ سے خراب ہو گیا۔ اور 1950ء کے اُس دور میں تقریباً چھے ہزار (6000) روپے کا نقصان ہو گیا۔ جس کا بہت ہی افسوس ہوا۔ حضرت ہزاروی صاحبؒ کی خدمت میں جا کر سارا ماجرا سنایا تو حضرت ہزارویؒ نے تسلی دی، حوصلہ بڑھایا اور فرمایا کہ اسی میں تمہارے لئے خیر ہے۔ اللہ تم سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے۔

اور پھر حضرت ہزارویؒ کے مشورہ پر ہی بفہ سے راولپنڈی ہجرت کا پروگرام بنایا۔ اور 1951ء میں اپنے علاقے اور پرانے ساتھی مولانا محمد شریف صاحب جو کہ گنج منڈی میں کبوتروں والی مسجد میں امام اور خطیب تھے اُن کے پاس آ گئے۔ کچھ ہی دنوں میں بھابھڑا بازار والی مسجد میں امامت اور خطابت کی جگہ مل گئی، اور تقریباً دو سال تک یہاں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور پھر 1953ء میں جامع مسجد حنفیہ محلہ کرتار پورہ (مقبول پورہ) منتقل ہو گئے۔

جب 1953ء کی تحریک چلی تو والد صاحبؒ نے اس میں بھرپور کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے گرفتار ہوئے اور جیل جانا پڑا۔ والد صاحبؒ جیل ہی میں تھے کہ اس اثناء میں میرے بڑے بھائی عبدالرؤف کا انتقال ہو گیا۔ اہل محلہ، نمازیوں اور راولپنڈی کے علماء نے بہت کوشش کی کہ پے رول پر جنازہ میں شرکت کی اجازت مل جائے، لیکن حکام بالا نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح میرے بھائی عبدالرؤف صاحب کا جنازہ والد کی عدم موجودگی میں پڑھایا گیا، اور اہل محلہ کے نمازیوں نے ان کی عید گاہ والے قبرستان میں تدفین کر دی۔

تقریباً چھے ماہ بعد رہائی ملی۔ والد صاحب مرحوم چونکہ ایک زوردار خطیب تھے، بولنے کا ملکہ اللہ نے خوب عطا فرمایا تھا، اور پھر ہندوستان ایک طویل عرصہ گزارنے کی وجہ سے ڈھلی لہجہ میں نہایت ہی شستہ اردو بولتے تھے اس طرح کہ عام لوگوں کو گمان ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ کوئی اور زبان بولنے والے ہیں۔

جامع مسجد حنفیہ کرتار پورہ میں امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ پھر مسلم ہائی سکول میں اسلامیات کے ٹیچر رہے۔ اُس وقت راولپنڈی میں بریلوی مکتبہ فکر کا بہت زور تھا، دیوبندی علماء اور مساجد بہت کم تھیں۔ راولپنڈی میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ، قاری محمد امین صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ، حضرت مولانا محمد رمضان علویؒ، اور مولانا عبد الستار صاحب مرحوم جو اب سب دنیا سے جا چکے ہیں۔ ان اکابر کی معیت میں فکر دیوبند اور مزاج دیوبند کے تحت کام شروع کیا، اور حضرت ہزارویؒ کے مشورہ سے یہاں جمعیت علماء اسلام پاکستان کی بنیاد ڈالی اور اس کے لئے کام شروع کیا۔ اور

جمعیت کے پیغام کو نہ صرف پاکستان بلکہ آزاد کشمیر کے طول وعرض تک پہنچایا۔

گذشتہ دنوں میرا حضرت مولانا سعید یوسف صاحب کے چھوٹے بھائی کے انتقال پر تعزیت کے لئے آزاد کشمیر منگ جانا ہوا تو وہاں چند بزرگ علماء سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے والد ہر سال حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی دعوت پر منگ تشریف لاتے تھے، اور کیفیت یہ تھی کہ راولپنڈی سے عام سواریوں والی بس پر آتے تھے، اور کوہالہ سے کئی مرتبہ منگ تک پیدل سفر فرماتے تھے۔

میں حیران ہوں اور کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ ہمارے ان اکابر نے کن مشکلات ومصائب کے ساتھ دین کی خدمات سر انجام دیں ہیں۔ نہ ہی وسائل تھے اور نہ ہی حالات موافق تھے۔ لیکن اس کے باوجود ملک کے طول وعرض میں گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اللہ کے دین کا پیغام پہنچاتے تھے۔ ان ہی کی ان قربانیوں کے صدقے آج ہم سرسو یہ رونقیں دیکھ رہے ہیں۔

1962ء میں جب پاکستان میں الیکشن ہوئے تو حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ پہلی مرتبہ اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، اس وقت اسمبلی پنڈی میں تھی تو مفتی صاحبؒ نے ہمارے ہاں ہی قیام کا ارداہ فرمایا۔ اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ جمعیت علماء اسلام کا مرکز بنا۔ پورے ملک سے اکابر کی آمد رہتی حضرت ہزاروی صاحبؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ جامعہ میں ہی جلوہ افروز رہے۔ پھر حضرت مفتی صاحبؒ نے ہمارے محلے میں ہی ایک مکان کرایہ پر لیا۔ جہاں آپ نے سکونت اختیار فرمائی۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے بھی ابتدائی تعلیم جامعہ فرقانیہ ہی میں حاصل کی۔ اور خود مفتی صاحبؒ بھی جب اسمبلی کا اجلاس نہ ہوتا تو باقاعدہ مدرسہ میں اسباق پڑھاتے تھے۔

1970ء میں جب پاکستان میں الیکشن کا اعلان ہوا تو حضرت ہزاروی صاحبؒ اور جماعت کے مشورہ سے والد صاحبؒ کو اپنے آبائی حلقہ بٹگرام سے الیکشن میں حصہ لینے کا کہا گیا۔ والد صاحبؒ نے معذرت کی کہ میں یہ الیکشن نہیں لڑسکتا، کیونکہ اس وقت کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ خوانین کے مقابلے میں کوئی غریب مولوی الیکشن لڑے، لیکن پھر حضرت ہزارویؒ اور جماعت کے اصرار پر آپ تیار ہو گئے، اور الیکشن مہم کا آغاز فرمایا۔

اس وقت 1970ء میں قومی اسمبلی کی ایک سیٹ تھی، اُس کا ایریا بھی بہت بڑا تھا، آج اُس ایک نشست سے تین نشستیں بن گئی ہیں۔ جب بٹگرام کے خوانین کو پتہ چلا کہ ایک غریب مولوی ان کے مقابلہ میں الیکشن کے میدان میں آ گیا ہے تو پہلے تو انہوں نے اس کا مزاق اڑایا کہ ایک غریب کا بچہ اور مولوی کس طرح ان کا مقابلہ کرسکتا ہے؟

لیکن پھر جب الیکشن مہم چلی تو خوانین نے حسب عادت مختلف ذرائع سے ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ اور ایک موقعہ پر جب والد صاحبؒ بنسیر میں الیکشن مہم کے سلسلے میں گئے تھے تو میرے دادا جی مرحوم اپنے خاندان کے تقریباً 20، 25

معزز افراد کا جرگہ لے کر بنسیر آئے ، اور وہاں والد صاحبؒ کو سب نے مجبور کرنے کی کوشش کی کہ آپ الیکشن چھوڑ دیں ، اور اس میں حصہ نہ لیں ، کیونکہ خوانین کی طرف سے ہمیں جان سے مارنے اور گھروں کو جلانے کی دھمکیاں مل رہی ہیں ۔تو والد صاحبؒ نے دادا جی مرحوم اور ان کے ساتھ آنے والے پورے جرگے والوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ دعاء کریں اللہ پاک خیر کرے گا۔

بے سرو سامانی اور مشکل حالات میں الیکشن مہم چلائی گئی ۔ بلکہ خود والد صاحبؒ نے سنایا کہ الیکشن مہم کے دوران جب وہ آلائی کا دورہ کر رہے تھے تو ایک دن ایوب خان آف آلائی مرحوم سے سامنا ہوا تو ایوب خان نے طنز کرتے ہوئے والد صاحبؒ اور ان کے رفقاء علماء سے کہا کہ او مولوی کدھر پھر رہے ہو؟ تمہیں ووٹ وغیرہ تو کسی نے دینا نہیں ، اپنا وقت ضائع نہ کرو، اور جاؤ میرے حجرے میں خیرات لگی ہوئی ہے، جا کر خیرات کھاؤ۔

لیکن جب الیکشن ہوا تو الحمد للہ جمعیت علماء اسلام پورے ملک سے 7 نشستیں لینے میں کامیاب ہوئی جن میں سے ایک نشست بٹگرام سے والد رحمہ اللہ کی بھی تھی۔اور یہی وہ نقطہ آغاز تھا کہ اس پورے علاقے بٹگرام الائی کوہستان تورغر وغیرہ میں ایک بیداری پیدا ہوئی۔اور غریب کو حوصلہ اور جینے کا حق میسر ہوا۔والد صاحبؒ نے علاقے میں بیداری کے لئے اور غریبوں کو جینے کے حقوق دلوانے کے لئے بھر پور جدوجہد کی جس کا نتیجہ آج ہم الحمد للہ دیکھ رہے ہیں۔اب کسی خان ، وڈیرے کو کسی غریب پر ظلم کرنے سے پہلے سوچنا پڑتا ہے ۔ اور آج بھی الحمد للہ بٹگرام جمعیت کا گڑھ ہے، اور اُس وقت کی قربانیوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی الحمد للہ قاری محمد یوسف صاحب کی صورت میں ایک عام مولوی ان خوانین کی آنکھوں میں آنکھوں ڈال کر الیکشن لڑتا ہے، اور جیتتا ہے۔

71 سے 77 تک سیاسی زندگی میں جہاں والد صاحبؒ نے بٹگرام ، مانسہرہ، کوہستان میں حریت اور آزادی کی تحریک کو چلایا وہاں وہ پورے ملک میں غریب کی آواز بنے ۔ مجھے یاد ہے کہ جب والد صاحب اسمبلی کے ممبر تھے تو پورے ملک سے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے آتے تھے، اور والد صاحبؒ ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ختم نبوت کے عنوان سے جب یہ مسئلہ اسمبلی میں پیش ہوا تو مفتی صاحبؒ کی قیادت میں والد صاحبؒ نے ختم نبوت کے عنوان سے جو تقاریر کیں وہ آج بھی اسمبلی ریکارڈ میں موجود ہیں ۔اور جب قادیانیوں کی طرف سے ایک محضر نامہ پیش کیا گیا، تو اس کے جواب میں فرقانیہ ہی میں حضرت ہزاروی صاحبؒ کی رہنمائی میں جواب محضر نامہ تیار کیا گیا، اور مجھے یاد ہے کہ علماء پوری پوری رات بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتے اور حوالہ جات جمع کرتے تھے، اور پھر حضرت ہزاروی صاحبؒ اور والد صاحبؒ کو دکھاتے اور مواد جمع کرتے اس طرح جواب محضر نامہ تیار کیا گیا۔

اور پھر اللہ نے یہ اعزاز بھی والد صاحب کو دیا کہ حضرت ہزاروی صاحبؒ اور مفتی صاحبؒ کے کہنے پر مسلسل آٹھ گھنٹے کھڑے ہو کر وہ جواب پڑھ کر اسمبلی کے فلور پر سنایا۔

والد صاحبؒ کا مزاج تھا کہ وہ ہمیشہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمایا کرتے تھے، اور مدارس کے حوالے سے بہت حساس تھے، اور تمام علماء کو ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ اپنی مسجد میں مدرسہ ضرور کھولو، اور اپنے علاقے سے غریب بچوں کو لا کر ان کو تعلیم دو۔ اس طرح بیداری پیدا ہو گی۔

اور فرماتے تھے کہ جب میں پنڈی آیا تو میں ہر وقت اسی فکر میں رہتا تھا کہ اپنے علاقے میں کس طرح بیداری لائی جائے۔ اس وقت اسباب و وسائل کچھ نہ تھے، بالآخر میں اس نتیجہ پہ پہنچا کہ مدرسہ کا آغاز کیا جائے، اور علاقے سے بچوں کو لا کر ان کو تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔

اسی بنیاد پر 1959ء میں جامعہ فرقانیہ کی بنیاد رکھی، اور موجودہ ضلع مانسہرہ، ضلع بٹگرام، ضلع کوہستان، ضلع تورغر کے بچوں کا سب سے پہلا مسکن جامعہ فرقانیہ بنا۔ اس وقت چونکہ اس علاقے کا پنڈی میں یہ پہلا ادارہ تھا، لہٰذا اُس علاقے کے بکثرت بچے فرقانیہ ہی میں آتے تھے، اور یہاں سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔ آج ان مذکورہ اضلاع کے علماء، حفاظ، قراء، خطباء کی ایک بہت بڑی تعداد نہ صرف اسلام آباد، پنڈی بلکہ پورے ملک اور بیرون ملک میں نظر آ رہی ہے، اس کی وجہ بھی والد صاحبؒ کی وہ محنتیں اور کاوشیں ہیں جو انہوں نے ان علاقوں میں بیداری اور حریت پیدا کرنے کے لئے کیں، اور جس کے نتیجے میں بیداری پیدا ہوئی اور غریب کو اپنا حق لینے کا سلیقہ ملا۔ اگر چہ اب بھی خوانین اور وڈیروں کے مظالم وقتاً فوقتاً غریب عوام پر ہوتے ہیں لیکن وہ اندھیر نگری نہیں جو پہلے دیکھنے اور سننے میں آتی تھی۔

والد صاحبؒ نے سیاسی زندگی اور اس کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ مدارس اور مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادکاری کو بھی اپنی زندگی کا مشن بنائے رکھا، اور نوجوانوں کی خوب رہنمائی اور سرپرستی فرمائی۔ اور جب بھی کوئی نئی مسجد اور مدرسہ کے حوالے سے آتا تو خوب حوصلہ افزائی فرماتے اور دامے درمے ہر طرح مدد فرماتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج نہ صرف راولپنڈی، اسلام آباد بلکہ ملک کے طول و عرض میں ان کے ہاتھوں ہزاروں گلشن نبویؐ کے لگائے گئے باغ آج خوب ثمر آور بن چکے ہیں۔ جن سے ہر سال سینکڑوں طلباء، حفاظ، قراء اور علماء فارغ ہو کر ان کے لئے صدقہ جاریہ بن رہے ہیں۔

یہ 1998ء کی بات ہے کہ میں سفر حج پر گیا ہوا تھا، اور وہیں مکہ مکرمہ میں میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت بہت بڑا باغ ہے، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے، اور بڑے بڑے درخت ہیں۔ اور زمین پر جیسے گھاس کا کارپٹ بچھا ہوا ہے، باغ میں ایک خوبصورت تخت بچھا ہوا ہے۔ والد صاحبؒ اس تخت پر تشریف فرما ہیں۔ اور نہایت سفید

لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔اور بہت خوش اور ہشاش بشاش نظر آ رہے ہیں۔

میں ہوں اور میرے ساتھ ہمارے راولپنڈی کے معروف عالم دین مولانا ضیاء الحق حقانی ہیں،اور والد صاحبؒ مولانا ضیاء الحق صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ "جزل" والد صاحبؒ زندگی میں بھی ان کو پیار سے جزل کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ والد صاحبؒ مولانا ضیاء الحق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جزل دیکھو میں نہیں کہا کرتا تھا کہ مدرسہ قائم کرو، مدرسہ بناؤ۔آج دیکھو میں جو اس مزیدار زندگی میں ہوں تو یہ اُن مدرسوں کے طفیل ہے۔ مدارس کی سرپرستی ،نگرانی کی وجہ سے اللہ نے بڑا کرم والا معاملہ کر دیا۔

والد صاحبؒ کی زندگی پر جب نظر ڈالتا ہوں تو یقیناً والد صاحبؒ ایک فرد نہیں تھے، بلکہ وہ ایک تحریک تھے۔ایک مشن تھے،جنہیں اللہ پاک نے خصوصی طور پر ہزارہ ضلع مانسہرہ ،ضلع بٹگرام،ضلع تورغر،ضلع کوہستان،سوات اور چترال کے مظلوم مسلمانوں کی بیداری کے لئے پیدا فرمایا۔اور انہوں نے بھی اپنے اس مقصد حیات کا خوب حق ادا کیا۔

ان کی شروع کی ہوئی یہ بیداری اور حریت کی تحریک الحمد للہ آج بھی پورے زور وشور کے ساتھ جاری ہے، اور انشاء اللہ تا قیامت جاری وساری رہے گی۔

آخر میں دعاء ہے کہ اللہ پاک والد صاحبؒ کی لگائی ہوئی شمع اور بیداری وحریت کی اس تحریک کو آگے بڑھانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔والد صاحبؒ کی تمام دینی وملّی خدمات کو شرف قبولیت نصیب فرمائے۔آمین

(مولانا) **عبدالمجید ہزاروی** (مہتمم) جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی

☆☆☆☆☆☆☆

اظہار تشکّر و سپاس

جانشین حکیم ملّت، حضرت مولانا **عبدالمجید ہزاروی** صاحب مدّظلّہٗ

مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی: امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہت عرصہ سے زندگی کی یہ خواہش تھی کہ والد صاحبؒ کی سوانح عمری کو شائع کیا جائے۔اس کے لئے کئی مرتبہ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، کئی احباب کی ذمہ داریاں لگائی گئیں، لیکن بد قسمتی سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ میں خود چونکہ اس میدان کا فرد نہ تھا۔سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا جائے۔

آخر کار میرے برادر مکرّم حضرت مولانا محمد موسیٰ شاکر صاحب اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی۔اور اپنی گو نا گوں مصروفیات کے باوجود اُنہوں نے مواد جمع فرمایا، اور خود ہی اس کو کمپوز بھی کیا۔ اور گاہے بگاہے مجھے بھی متوجہ فرماتے رہے۔

اور آخر کار الحمد للہ وہ خواب جو کہ عرصۂ دراز سے میں دیکھ رہا تھا، اُن کی کوششوں، کاوشوں اور توجہات سے آج شرمندۂ تعبیر ہو گیا۔ **والحمد للہ علیٰ ذالك**

اللہ پاک برادر مکرم حضرت مولانا قاری محمد موسیٰ شاکر صاحب کو دنیا و آخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔اور اس کاوش کو نوجوانوں کے لئے زندگی میں کچھ کر گزر جانے کے لئے زادِ راہ بنائے۔آمین

دعاء گو: (جانشین حکیم ملّت حضرت مولانا) عبدالمجید ہزاروی

تقریظ

•••••••

مفکر اسلام استاد العلماء حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم :

شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، سیکرٹری جزل پاکستان شریعت کونسل۔خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا عبدالحکیم ہزاروی نوراللہ مرقدہ کے ساتھ پہلی بار رابطہ 1970ء کی انتخابی مہم کے دوران ہوا جب وہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے ٹکٹ پر ضلع مانسہرہ کی ایک نشست سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ مقابلہ علاقے کے بڑے خان سے تھا اور وہ علماء حق کی ترجمانی اور حق کی سربلندی کے جذبہ سے سرشار ہو کر بے سروسامانی کے حال میں اس کے مدّمقابل آ گئے تھے۔ میں اس وقت جامعہ نصرۃ العلوم سے دورہ حدیث شریف مکمل کر کے مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں استاد العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ کی خدمت و نیابت کی ذمہ داری سنبھال چکا تھا۔ میرا تعلق بھی جمعیت علماء اسلام سے تھا اور میں ان دنوں ضلعی سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔حضرت مولانا عبدالحکیمؒ اس دوران متعدد انتخابی جلسوں میں شرکت کے لئے گوجرانوالہ تشریف لاتے ، اور لاہور اور راولپنڈی کے مختلف جماعتی اجلاسوں میں بھی ان سے ملاقات رہی ، میرا آبائی تعلق بھی ہزارہ سے ہے اس لئے باہمی انس طبعی طور پر نمایاں تھا،اور خیالات اور جذبات کی ہم آہنگی نے اس کو مزید پالش کر دیا تھا۔ایک جماعتی کارکن کے طور پر میری عملی زندگی کا آغاز حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سرپرستی میں ہوا۔دونوں میں گہری دوستی تھی اور ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا دونوں کے معمولات میں شامل تھا جس سے مجھے بھی استفادہ کا موقع ملتا رہا۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو ہماری خوشی کی کوئی حد نہیں تھی ،اس لئے بھی کہ وہ ایک عالم دین تھے جو بہت بڑے خان کو شکست دے کر پارلیمنٹ میں پہنچے تھے اور علاقائی تعلق بھی اس کا باعث تھا۔ اسی لئے جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں میری آمدورفت اور جماعتی سرگرمیوں کا ایک اہم جنکشن بن گیا۔مولانا محترم کی سادگی، بے باکی، حق گوئی اور جرأت اور حوصلہ نے بہت متأثر کیا اور ہماری جماعتی رفاقت مسلسل ترقی کی منازل طے کرتی رہی ۔قومی اسمبلی میں دستور سازی اور تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر اُن کی مساعی جمیلہ اور بے باک گفتگو ہماری پارلیمانی تاریخ کا ہمیشہ حصہ رہے گی ،مگر بدقسمتی سے جب جمعیۃ علماء اسلام میں بعض سیاسی امور پر اختلاف رائے کے باعث دھڑے بندی کا سانحہ ہوا تو ہماری سیاسی

سرگرمیوں کے دو بڑے ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے وہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے کیمپ میں تھے اور میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے کارکنوں میں تھا لیکن اس کے باوجود میری نیاز مندی اور ان کی شفقتوں کا سلسلہ جاری رہا،اور میں ان کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتا رہا۔اہل علم میں اختلاف رائے کی حدود کا ہمیشہ لحاظ رہا ہے اور میں نے مختلف مراحل پر اسی کا عملی مشاہدہ کیا ہے جس میں سے ایک کا اس حوالہ سے ذکر کرنا چاہوں گا کہ باہمی اختلاف کے عروج کا دور تھا، جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر میں حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ کے ہاں حضرت مولانا مفتی محمودؒ قیام پذیر تھے، میں بھی وہاں گیا ہوا تھا میرے سامنے کا قصہ ہے کہ ایک قومی اخبار کے سٹاف رپورٹر حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کئے جن میں سے ایک سوال حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ایک بیان کے حوالے سے تھا جو دو روز قبل (حضرت ہزاروی کی طرف سے آیا تھا اور) جو حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے سیاسی موقف سے اختلاف کے بارے میں تھا اور حضرت ہزارویؒ کے مزاج وطبع کے مطابق کسی حد تک سخت لہجے میں تھا۔ وہ رپورٹر بار بار اسی کے بارے میں پوچھتا رہا مگر حضرت مفتی صاحبؒ طرح دیتے رہے حتّٰی کے بالآخر اس کے اس مسلسل سوال پر مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی! جو تم کھلوانا چاہتے ہو وہ میں نہیں کہوں گا،مولانا ہزاروی ہمارے بزرگ ہیں،ان کی رائے ہم سے مختلف ہے اور انہوں نے اپنے انداز میں اس کا اظہار کیا ہے مگر میں رائے کے اختلاف سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ بلکہ شائد الفاظ یہ تھے کہ تم مجھ سے ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کہلوا سکو گے، ان کا اپنا موقف اور اپنی رائے ہے جس کا وہ حق رکھتے ہیں۔

پھر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد جمعیت علماء اسلام ایک بار پھر دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تو حضرت مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ ایک مرحلہ میں ہمارے ساتھ درخواستی گروپ کی مرکزی قیادت میں شامل تھے اور کچھ عرصہ ہمیں ایک سٹیج پر جماعتی خدمات کے سرانجام دینے کا موقع ملا۔اس دور کا ایک لطیفہ نما واقعہ اچانک ذہن میں آ گیا ہے وہ ذکر کرنا شائد نا مناسب نہ ہو کہ ایک موقع پر جامعہ مخزن العلوم والفیوض خانپور میں جمعیۃ علماء اسلام کا جلسہ تھا، حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ اور میں نے پہلے خطاب کرلیا، اور آخری خطاب حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا تھا،آدھی رات گزر چکی تھی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نور اللہ مرقدہ کی طرح حضرت مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ بھی خطاب سے پہلے دعاء کرایا کرتے تھے۔ انہوں نے خطاب سے پہلے حسب معمول دعاء کرائی تو جلسے کے شرکاء کی بڑی تعداد یہ سمجھی کہ شائد یہ بزرگ دعاء کے لئے تشریف فرما تھے اس لئے حضرت موصوف نے جونہی دعاء ختم کر کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے تو بہت سے لوگ جلسہ کو ختم سمجھتے ہوئے اٹھ کر چل دیئے اور افراتفری سی مچ گئی، بڑی مشکل سے لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا کہ یہ دعاء جلسہ کے اختتام کی نہیں بلکہ خطاب کے آغاز کی تھی پھر لوگوں کو جلسہ کے لئے بٹھایا گیا۔

حضرت مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ ہماری دینی جدوجہد اور سیاسی تحریکات کا اہم کردار ہونے کے ساتھ ساتھ پارلیمانی تگ و دو کا بھی متحرک حصہ رہے ہیں، اور ایسے بزرگوں کے حالات و خدمات کو محفوظ کر کے نئی نسل تک پہنچانا ان کا حق تو ہوتا ہی ہے مگر اس کے ساتھ نئی نسل کا بھی حق ہوتا ہے کہ اسے ان تجربات اور تگ و دو کے عملی اثرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اس سے راہنمائی حاصل کر سکیں۔

مجھے خوشی ہوئی ہے کہ حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی زیدمجدھم نے اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ کی حیات و خدمات کو جمع و مرتب کر کے کتابی شکل میں سامنے لانے کا اہتمام کیا ہے جو ملک کی سیاسی تاریخ بالخصوص ہزارہ کی علاقائی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات جنت میں بلند سے بلند تر فرمائیں، اور مولانا عبدالمجید ہزاروی اور ان کے رفقاء کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں، اور ہم سب کو اپنے بزرگوں کی حسنات اور اچھی روایات کو زندہ رکھنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

(حضرت مولانا) ابوعمار زاہد الراشدی (دامت برکاتہم)

سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

27، جنوری 2020ء

تقریظ

•••••••

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا امدادالحسن نعمانی صاحب دامت برکاتہم

ڈائریکٹر، مدیر وخطیب، ختم نبوت ایجوکیشن سینٹر برمنگھم برطانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پاکستان کے معروف اور بڑے علماء کرام میں شمار ہوتا ہے۔آپ پائے کے عالم دین اور اپنے انداز کے بہترین خطیب تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے منشور پر جس طرح حضرت مولانا عبدالحکیمؒ گفتگو فرماتے تھے اُن سے اچھی گفتگو کرنے والا شائد ہی کوئی عالم ہو۔ اپنے اکابرین سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور اُن ہی کے طریقے پر زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے تھے۔ چھوٹوں سے محبت اور بڑوں کا احترام ان کی زندگی کا دستور رہا ہے۔

میری اُن سے ملاقاتوں کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک رہا ہے۔حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کا جب بھی راولپنڈی یا یا اُس طرف کے علاقے میں جانا ہوتا تو مجھے یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ میں بھی اُن کے ہمراہ ہوتا تھا۔ اور حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام مولانا مرحوم کے ہاں ہوتا تھا۔اور ان دونوں حضرات کے مابین بے پناہ محبت کا رشتہ قائم تھا۔

ایک مرتبہ حضرت قاسمیؒ کا تین روزہ پروگرام راولپنڈی، پلندری اور مانسہرہ کا تھاراولپنڈی میں مولانا مرحوم کے قریب محلہ مومن پورہ میں پروگرام تھا، اوراس کے بعد پھر مانسہرہ کا پروگرام تھا۔ اللہ کی شان کہ حضرت قاسمیؒ کی دردگردہ کی وجہ سے طبیعت ناساز ہوگئی جس کی وجہ سے وہ ان پروگراموں میں تشریف نہ لے جا سکے۔ پلندری کے پروگرام میں مجھے ہر سال مدعو کیا جاتا تھا، لہٰذا میں پلندری کے اس پروگرام میں حاضر ہوا تو وہاں حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ پروگرام کے اختتام پر میں نے واپس فیصل آباد جانا تھا۔لیکن حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے مجھے حکماً اس انداز سے فرمایا کہ مجھے گھبراہٹ ہوگئی۔آپ نے فرمایا کہ تیرا خطیب بیماری کی وجہ سے نہیں آ سکا اس لئے اب ان کی جگہ پہ راولپنڈی اور مانسہرہ کے پروگراموں میں تجھے جانا ہوگا۔حضرت کا حکم تھا میں ان کے ساتھ راولپنڈی آ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کا انتقال ہوا تھا۔ جب جلسہ شروع ہوا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ حضرت قاسمیؒ کے نہ آنے کا فی الحال اعلان نہ فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے بغیر نام لئے میرا اعلان کروادیا کہ اب مولانا کا خطاب ہوگا، بیان شروع ہوا اور رات پونے بارہ بجے تک بیان ہوا، اور آخر میں پھر اعلان کیا کہ قاسمی صاحب دردگردہ کی وجہ سے نہیں آ سکے۔

دوسرے دن حضرت مولانا مرحوم کی قیادت میں مانسہرہ کا سفر ہوا۔ یہ ان کی صفت تھی کہ چھوٹوں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ ان جیسے شفیق ،مخلص ،اور ہمدرد بہت کم علماء کرام دیکھے ہوں گے۔ راولپنڈی میں ان کا ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے نام سے پاکستان کے مشہور دارالعلوم میں شامل ہے جو ان کے لئے مستقل صدقۂ جاریہ کے طور پر کام کر رہا ہے۔اور پھر ان کی اولاد بھی۔

برادر محترم حضرت مولانا محمد موسیٰ شاکر صاحب نے مولانا مرحوم کی سوانح حیات کو نہایت ہی اچھے اور احسن طریقے سے ترتیب دیا ہے۔ مولانا محمد موسیٰ شاکر ایک مستند عالم دین ہیں۔آپ ایک طویل عرصہ سے برطانیہ میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۔امامت وخطابت اور تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف میں بھی اپنے علمی جو ہر دکھائے ہیں۔آپ کی کتاب ”البدعۃ“ اور ”السنۃ“ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کوشرف قبولیت سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی دینی ،ملی ، خدمات کوشرفِ قبولیت عطا فرمائے۔اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اورہمیں ان کے اس دین والے راستہ پر چل کر اس مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط

(حضرت مولانا) امدادالحسن نعمانی (صاحب دامت برکاتہم)
ڈائریکٹر، مدیر وخطیب ،ختم نبوت ایجوکیشن سینٹر برمنگھم برطانیہ
St Andrews Street, Bordesley, Birmingham, West Midlands, B9 4JT

تقریظ

•••••••

جناب صاحبزادہ حضرت مولانا زاھد محمود قاسمی زید مجدہ

جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ، چیئر مین مرکزی علماء کونسل پاکستان

سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان

مجاھد ختم نبوت حضرت مولانا **عبدالحکیم** صاحب

رحمۃ اللہ علیہ (سابق ممبر قومی اسمبلی وسینیٹر)

پاکستان کی قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس فیصلے نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل جیت لئے۔ مرکزی جامع مسجد گول فیصل آباد میں جمعہ کے اجتماع میں **یوم تشکر** منایا گیا۔ جس میں جمعیت علمائے اسلام کے رہنماء مولانا عبدالحکیم ایم این اے، چوہدری غلام نبی ایم این اے اور پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر شمیم احمد خان، ان حضرات کو خصوصی طور پر دعوت میرے والد محترم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ اس موقع پر مولانا عبدالحکیم ایم این اے نے تفصیل کے ساتھ قومی اسمبلی میں مرزا ناصر احمد کی طرف سے کئے گئے سوالات اور پھر ان سوالات کے جوابات میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایم این اے نے جو جوابات دیئے تھے، ان سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ آپ نے کہا کہ حکومت پاکستان نے قادیانیوں کے حوالے سے تاریخ ساز قدم اٹھایا ہے۔ جس پر موجودہ قومی اسمبلی کے ارکان اور حکومت پاکستان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے دلوں میں زندہ اور تابندہ رہے گی۔ پاکستان کے علماء نے قادیانیوں کے حوالے سے جو تاریخ ساز قربانیاں پیش کی ہیں یہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔ اس پر پوری قوم کو سجدۂ شکر ادا کرنا چاہئے۔ جب تک پاکستان کے غیور علمائے کرام زندہ ہیں۔ ملک میں کسی صورت بھی اسلام دشمن گروہ کو خلاف اسلام سرگرمیوں کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالحکیم ایم این اے نے کہا قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے سمجھ لیا تھا کہ شاید کوئی مسلمان اس کے سوالات کا جواب نہ دے سکے گا۔ مگر اسے کیا معلوم اسی قومی اسمبلی میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور مجاہد ملت علمائے اہل حق کے ترجمان مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنے بڑھاپے اور پیرانہ سالی کے باوجود مرزا ناصر احمد کو قومی اسمبلی میں اس طرح لاجواب کیا کہ نہ صرف مرزا ناصر احمد قومی اسمبلی میں

سوالات کا جواب نہ دے سکے۔ بلکہ قیامت تک کوئی بھی قادیانی ان سوالات کے جواب نہیں دے سکتا۔ میرے والد محترم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان دو رشتے تھے۔ ایک دینی اور ایک برادری کا رشتہ۔ اس لحاظ سے ہمیشہ راولپنڈی میں ان کا دو جگہ قیام ہوتا تھا۔ جب بھی قیام فرماتے یا جامعہ فرقانیہ جو کہ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے یا جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی جو کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ جمعیت علمائے اسلام پاکستان میں ہمارے والد محترم نے حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ، مولانا غلام غلاث رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ و دیگر علماء اور مشائخ کی قیادت میں کام کیا۔ مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا عبدالمجید ہزاروی جو کہ اب بھی جمعیت علمائے اسلام، اسلام آباد کے انتہائی متحرک اور فعال رہنماء ہیں۔ بہت ہی احسن انداز سے اپنے والد گرامی قدر کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد گرامی قدر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے اور جامعہ فرقانیہ جو کہ حضرت کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اس کی آبیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ شاکر جو کہ میرے بڑے بھائیوں کی طرح ہیں۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ سوانح حیات حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں۔ ان کو حضرت مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ کے ساتھ محبت ہے اور متعدد بار برطانیہ میں انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ جس طرح آپ اپنے والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کی تحریریں، تقریریں اور دیگر مواد جو کہ انہوں نے مختلف تحریکوں میں حصہ لیا اس کو جمع کر کے شائع کرتے ہیں۔ میرا بھی ارادہ ہے کہ میں حضرت مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ پر اکابر کی تحریریں اور بہت سارا مواد ان کی شخصیت کے متعلق موجود ہے۔ اس کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کروں۔ اس پر میں تہہ دل سے ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دنیائے علم و فن بالخصوص عہدِ حاضر کے نوجوانوں کو ان علوم سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صاحبزادہ مولانا زاہد محمود قاسمی

جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ

چیئرمین مرکزی علماء کونسل پاکستان، سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان

تقریظ

خادم ملت والدّین استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی محمد اسرائیل صاحب گڑنگی دامت برکاتہم
مدیر جامعۃ البنات صدیقۂ کائنات، خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ انوار مدینہ مانسہرہ

غیروں سے مانگا تو ذلت ملی
اللہ سے مانگا تو عزت ملی

تقریظ

برکتاب حضرت مولانا قاری محمد موسیٰ شاکر

ضربِ کلیم علیہ السلام سے ضرب عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ تک

الحمدلولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین وعلی من تبعہ الی یوم الدین

امابعد : بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے — آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

قرآن کریم کی سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۴ کی تشریح کو دیکھا جائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ:

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء ،

بار نبوت کے ساتھ کار نبوت کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو حکم دیتے ہیں کہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ وہی تمہارا خالق و مالک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے اور عبادت اسی کا حق ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام نے یہ بات بھی بتائی کہ اللہ کی مخلوق پر ظلم کرنا اور ان سے کام کروا کر ان کی مزدوری نہ دینا یا مفت میں کام کرانا یا اور کسی قسم کا ظلم کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور اللہ کے حکم سے بغاوت ہے۔ قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقدس واقعہ میں ایک بات نقل کی ہے کہ فرعون نے کہا کہ میں نے تیرے اوپر احسان کیا ہے میرے گھر میں تو جوان ہوا

ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اتنا پیارا جواب دیا۔ جواب ہمیشہ پڑھا جائے گا اور جنت میں بھی یہ صدا لگائی جائے گی کہ:

(اَنۡ عَبَّدۡتَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ)۔

مجھ پر احسان کا ذکر کرتا ہے اُدھر تجھے نظر نہیں آ رہا کہ میری ساری قوم بنی اسرائیل کو تو نے غلام بنا لیا ان پر ظلم کی چکی چلائی کام کرایا اور مزدوری نہیں دی۔ جس کام کی ان میں طاقت نہیں تھی تو نے وہ بھی کرایا۔ ان کے معصوم بچوں کو ہزاروں کی تعداد میں تو نے اپنا اقتدار بچانے کیلئے ذبح کیا ان کے والدین کے سامنے تو نے ان کے گلوں پر چھریوں کو چلایا تاریخ انسانی کے وہ مظالم ڈھائے جن کو سُن کر انسان اب بھی چیخ اٹھتا ہے کہ ایک ظالم نے اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے اللہ کی مخلوق پر کیا کیا مظالم ڈھائے پھر بھی اقتدار نہ بچ سکا۔ حکومت اور فوج سمیت سب کو دریا میں غرق کر کے بتا دیا جب ظلم ہوگا تو پھر اقتدار نہیں رہے گا۔ فارسی زبان کی ضرب المثل بن گئی کہ ہر فرعون را موسیٰ۔ جہاں ظلم ہوگا پھر وہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کردار کا انسان اور ان کے کام کو دنیا میں اجاگر کرنے والا انسان اللہ پاک پیدا کرے گا۔

کبھی تو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کانوں میں گونجے گی کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صدا کائنات میں بلند ہوگی تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے جب کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔ کبھی یہ آواز بلند ہوگی مردہ زمین کو جو زندہ کرے (آباد کرے) وہ اس کا مالک ہے۔ کبھی خطیب اعظم صوبہ سرحد حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ کی صدا اور قربانی یہ دعوت دے گی کہ بحیثیت انسان ہر انسان کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں کسی پر ظلم کرنا جائز نہیں جو ظلم کرے گا ہم مظلوم کی حمایت میں بولیں گے اور ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکیں گے۔ انہی مبارک اداؤں اور صداؤں کو لگانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجاہد ملت والدّین وحکیم ملت والدّین حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا۔ میں نے ایک موقع پر حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی دام مجدھم سے ایک بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالحکیم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک سو کتابیں بھی لکھی جائیں اور سو مصنفین اپنے اپنے انداز میں کتاب لکھیں تو بھی کم ہیں۔

شکر ہے کہ عالم اسلام کے نامور قاری اور دردِ دل رکھنے والے عالمِ دین حضرت مولانا قاری محمد موسیٰ شاکر صاحب دام مجدھم نے دیارِ غیر میں رہ کر احسان کیا کہ حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھی مجھے بھی حکم دیا کہ کچھ عرضِ حال وحالِ دل لکھوں میں حضرت مولانا قاری محمد موسیٰ شاکر صاحب دام مجدھم کو اس عظیم کام پر مبارک باد پیش کرتا ہوں

اور کچھ مختلف مقامات سے کتاب دیکھنے کا موقع بھی مل گیا۔ ہم سب کی طرف سے حضرت مولانا قاری محمد موسیٰ شاکر صاحب مبارک باد کے حقیقی مستحق ہیں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کیلئے اس کتاب کو مشعل راہ اور مراد منزل بنائے۔

نوٹ: حکیم ملت والدؒ ین حضرت مولانا عبدالحکیم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات اور اپنا سب کچھ غرباء اور پسے ہوئے طبقات پر قربان کرنا ایک دردناک وہولناک اور خوفناک مناظر اور ظلم وستم کی داستان جاننے کیلئے ہمارے نہایت محترم مہربان و دوست ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی صاحب کی کتاب ہزارہ کے مظلوم عوام اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ملاحظہ فرمائیں۔ (ناشر مکتبہ جمال لاہور)

؎ وہ تھے ایک مگر کارواں سے لگتے تھے　　　وہ تھے خاک نشیں مگر آسماں سے لگتے تھے

؎ بہت یاد کریں گے ارباب چمن ہم کو　　　ہر شاخ پہ اپنا ہی نشاں چھوڑ دیا ہے

؎ کس کس کمال کا کوئی اب تذکرہ کرے　　　ان کے تو ہر کمال میں لاکھوں کمال ہیں

مولانا مرحوم کا کردار و خدمت خلق ،جرأت و بہادری ،عقل وشعور اور لاتعداد صفات ایک ہی سوانح میں نہیں آسکتیں اس کیلئے بہت سی سوانح وتذکروں کی ضرورت ہے۔

کون کہتا ہے کہ مؤمن مر گیا؟　　　قید سے چھوٹا وہ اپنے گھر گیا

خادم ملت والدؒ ین۔۔۔۔ قاضی محمد اسرائیل گڑنگی [مانسہرہ]

بروز بدھ 30 ذی قعد 1441ھ ،22 جولائی 2020ء ،7 ساون 2077 راجہ بکرم جیت گوجر



تقریظ

یادگارِ اسلاف، عالم باعمل، ترجمان اہل حق حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خطیب نندھیاڑ، صوبہ خیبر پختون خواہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ دنیا اھل الکمال لوگوں سے کبھی بانجھ نہیں ہوئی ،مختلف ادوار نشیب و فراز تو دنیا پہ ضرور آئے مگر ہر زمانے میں قدرت الٰہیہ نے ایسے باکمال لوگ پیدا کئے جنہوں نے اپنی خداد صلاحیتوں سے اس دھرتی میں رعنائی ونکھار پیدا کیا، اور انسانوں کی مرجھائی ہوئی صلاحیتوں کو از سرنو تازگی بخشی اور اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام رائج کرنے کا بیڑہ اٹھایا جس میں انسانیت کی عزت و بقاء کا راز مضمر ہے۔تاریخ کے اوراق ایسے اولو العزم لوگوں کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں جو پہاڑوں سے ٹکرا گئے۔"لَا يَخَافُوْنَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ "کاعملی نمونہ بنے،عواقب کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تہی دستی میں وہ کچھ کر دکھایا جس کا سوچا بھی نہ جا سکتا۔تاریخ عالم ایسے قلندروں کے ناموں سے مزیّن ہے۔ہمارے ہندوستان میں شہنشاہ اکبر جس کو اکبر اعظم کے نام سے موسوم کیا گیا تھا،اس نے دین اسلام کے برعکس خواہشات حیوانی پر مبنی بے دینی کا نظام رائج کیا،اور اس کو دین الٰہی کا نام دیا۔اس کے رعب وشان وشوکت کے سامنے کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے خلاف آواز حق بلند کرے۔ملّا مبارک ناگوری جو سب فنون اور متداولہ علوم کی کتابوں کے متن کا حافظ تھا،نیز اس کے لائق و فائق فرزندگان ابوالفضل وفیضی،نیز ملّا عبداللہ سلطان پوری اور قاضی صدر الدین جیسے اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل لوگ اکبر کی بے دینی کو دین کا رنگ پہناتے رہے۔علاوہ ازیں کچھ دیگر آسمان علم وفضل کے درخشاں ستارے شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ، شیخ علی متقیؒ، شیخ محمد طاہرؒ، شیخ وجیہ الدینؒ، ملّا عبدالقادر بدایونی رحمہم اللہ جیسے فحول وذی علم لوگ اکبر کی بیدینی سے بیزار تو تھے،مگر اس سے ٹکر لینے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔قدرت نے اس ملحد اعظم سے ٹکر لینے کے لئے سرھند کی سرزمین میں مجدّد اعظم پیدا کیا اس مردمؤمن نے مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر اس ملحد اعظم کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔اکبر کے بعد شہنشاہ جہانگیر جو کہ بے دینی میں باپ کا پیروکار تھا اُس سے شیخ احمد سرہندیؒ نے ٹکر لی۔درباری سجدۂ تعظیمی ودیگر خرافات کے خلاف حرمت (حرام ہونے) کا فتویٰ دیا۔جہانگیر کا معتوب ہوا، گوالیار جیل میں ڈال دیا گیا،سخت ترین سزائیں دی گئیں، ڈرایا دھمکایا گیا،مگر وہ استقامت کا پہاڑ اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔

؎ آئین جوان مرداں حق گوئی و بے باکی خدا کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جب آپ نے جیل خانہ میں وہی مجدّ دانہ کردار ادا کیا تو دنیا جہاں کے جرائم پیشہ و بدکردار آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اعمال بد سے تائب ہو کر اللہ والے بن گئے ۔جیل خانہ عبادت خانہ وذکر خانہ بن گیا ۔جہانگیر نے آپ کی قوت ایمانی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ،اور معافی کا خواستگار ہوا،اور اس خاندان کے آخری عظیم الشان تاجدار شہنشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ آپ کی مجدّ دانہ تعلیم وتربیت سے ایسا متأثر ہوا کہ زمانے کا پارسا ،زاہداور ولی اللہ بن گیا۔

آمدم برسر مطلب:حکیم الملّت مولانا عبدالحکیمؒ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے تربیت یافتہ اور مجدّ دی چاشنی کا دلدادہ ، نیز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرّ ہ جیسے مجاہد فی سبیل اللہ کے علوم و فیوض سے بہر ا ور بھی تھے ۔آپ نڈر ،حق گو اور باطل کے طوفانوں سے ٹکرانے والی شخصیت تھے ۔آپ کا تعلق ایک پس ماندہ طبقہ سے تھا ۔علاقہ بٹگرام میں عرصہ سے خوانین کا راج چلا آرہا تھا ، یہ مقتدر قوتیں جو کرتیں کسی کی بھی مجال نہ تھی جو ان کے خلاف آواز اٹھائے ۔ضرب کلیمی سے کم کوئی بھی تحریک بارآور نہ ہوسکتی تھی ۔علاقہ مختلف قبائل میں بٹا ہوا تھا ۔کئی ذی علم شخصیات اور قبائلی وڈیرے موجود تھے ، مگر جامد وساکت زندگی بسر کرنے میں عافیت محسوس کرتے تھے ۔ان مقتدر قوتوں کے خلاف آواز اٹھانا خودکشی کے مترادف تھا۔علاقہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک فقیر منش عالم دین میدان میں کود پڑا ، پس ماندہ طبقوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی ، لوگ اس غیر مانوس آواز کو سن کر دنگ رہ گئے اور سمجھنے لگے کہ ان کی زندگی کے چند ہی ایام ہیں ۔حسب عادت علاقائی قوتیں انہیں منطقی انجام تک پہنچا دیں گی ۔بعض بہی خواہ بھی مشورہ دینے لگے کہ اس سنگلاخ و خاردار وادی میں گھومنا پھرنا خطرہ سے خالی نہیں ،مگر مولانا مرحوم اپنے ارادہ اور دھن کے پکے تھے ۔کسی ڈر وخوف کو خاطر میں نہ لاتے ۔الیکشن کا وقت آیا علاقہ کے سب سے بڑے نواب کے مقابلہ میں کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے ،اور روز وشب آزادانہ گھومتے پھرتے اور رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرتے ۔آخر آپ الیکشن جیت گئے ،مگر آنے والوں کے لئے راستہ بنا گئے ۔اب الحمد للہ بٹگرام میں ہر قبیلہ آزادانہ الیکشنوں میں باقاعدہ حصّہ لے رہا ہے ۔اس میں دورائے نہیں کہ اس انقلاب آزادی کے بانی حضرت مولانا عبدالحکیمؒ تھے ،جو بجا طور پر محسن بٹگرام کہلانے کے مستحق ہیں ۔

الفضل للمتقدم: ؎ ہم اکیلے چلے تھے جانب منزل لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا

یہ حقیقت ہے کہ آپ میں قدرت نے بہت سی خوبیاں ودیعت کر رکھی تھیں ، آپ کا بیان شائستہ ، پرمغز اور دلوں کو لگنے والا ہوتا ۔سامعین انتہائی توجہ وانہماک سے سنا کرتے تھے ۔آپ بعض معاصر خطباء کی طرح طرز ولہجہ اختیار کئے بغیر قدرتی انداز بیان میں خطاب فرماتے تھے ۔آپ سلجھے ہوئے قادر الکلام مقرر تھے ، جب مجمع میں کسی مسئلہ پر اظہار خیال

کرتے تو مجمع پر چھائے رہتے ، اور لوگوں کی توجہات کا مرکز بنے رہتے ۔ آپ کی ایک ہمہ گیر شخصیت تھی ، اپنی ذات میں انجمن تھے، جس کام کی طرف توجہ مبذول کرتے اسے چار چاند لگا دیتے ، ملک میں جب بھی کوئی دینی یا سیاسی تحریک چلتی تو آپ اس میں سرفہرست ہوتے ، اہم ملکی مسائل کے حل کے لئے اکابرین جمعیۃ علماء اسلام کی نظر آپ پر پڑتی ۔ قادیانی فتنہ کی سرکوبی اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا جن اکابر علماء ، محدّث عصر علامہ مولانا یوسف بنوریؒ ، حضرت الاستاذ ،فقیہ اعظم مولانا مفتی محمودؒ، مجاہد ملت ، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزرویؒ وغیرھم کے سر ہے، ان میں حکیم ملّت مولانا عبدالحکیمؒ کا نمایاں نام ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ پر شب خون مارا گیا، اساتذہ وطلباء کو گرفتار کیا گیا۔ بندہ کاتب الحروف خود (21) اکیس روز تک اڈیالہ جیل میں رہا۔ صرف یہی نہیں کہ حضرت حکیم الملّت ملکی سطح پر قدآور شخصیت تھے بلکہ بین الاقوامی طور پر آپ ایک معروف سکالر تھے ۔ مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاسوں میں آپ کو مدعو کیا جاتا تھا۔ عالم اسلام کے مسائل کے حل کے لئے آپ کی رائے کا بڑا وزن ہوتا۔ اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کے فائق وعبقری زمان ہونے کی وجہ بندہ کی نظر میں یہ ہے کہ آپ نا مساعد حالات اور بنجر زمین سے اٹھ کر اوج کمال کو پہنچے ، اور تن آور درخت بن کر دھوپ کے ستائے ہوؤں کو سایہ عطا کیا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے ۔"رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ" ۔

آپ کی باقیات الصّالحات میں ایک عظیم دینی ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی اور دیگر کئی دینی وسماجی تنظیموں کی سرپرستی وقیام اور پس ماندہ طبقوں کو باعزت زندگی گزارنے کا نشان راہ دینا ہے ۔ علاوہ ازیں ذی علم اولاد کا چھوڑنا ہے، جو دینی مشن پہ لگے ہوئے ہیں ۔خصوصاً مولانا عبدالمجید ہزاروی آپ کے لائق فرزند ارجمند آپ کے جانشین ہیں، وہ بھی دینی وسیاسی میدان میں متحرک اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل ہیں ۔

میں فاضل عزیز علم وعمل کے پیکر ،"البدعۃ" اور" السنۃ" ۔جیسی شاہکار اور ضخیم کتابوں کے مؤلف مولانا محمد موسیٰ شاکر شکراللہ سعیہٗ وعافاہ ،کو اس نئی کاوش پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے حکیم ملّت ،محسن بٹگرام وشمالی علاقہ جات کی سوانح حیات لکھ کر ان کی خدمات کو دوام بخشا۔ ان کے تلامذہ ، متعلقین اور ان کے ایک بڑے حلقۂ اثر پر احسان کیا ، اور بٹگرام کے قبائل کی نسلوں کو ان کے محسن کا پتہ دیا۔ دعاء ہے اللہ مؤلف کے علم وعمل وصلاحیتوں میں مزید اضافہ فرمائے ۔ آمین

احقر (مولانا) محمد عبدالرزاق وقاہ الواق ،ہموی بٹگرام حال اسلام آباد

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کا برادری کے نام گوجری زبان میں پیغام

او گوجر بھائیو! تُم ناں ایک گل کووَں، تھارے نال ، یو گوجری بولے تھو، مخلوط گوجری ، ڈالڈا گوجری۔ گوجری میری سنڈوَں، تھارے نال ایک گل کروَں۔

تم یو خو گلہ کریں کہ ہَم پچھے رہ گیا تعلیم کے اندر، لیکن تُم نے اپناں نِکّہ نِکّہ بچاں نہ ہمیشہ بھیڑ تے بکری، مھیس تے ڈنگر دے کے ہمیشہ بَنڈ ماں مال چرایو ہے، تے تعلیم کنگاں تے آوے گی۔ تُم ان بڈھاں خڑ پاں ناں، جڑا سوٹی لے کے تے بیٹھ کے ٹُرٹُر کریں، تے جیڑا بیٹھ کے شرارت سکھائیں، کہ فلانڈاں کی بیٹکی ناں اُدھاڑ کے لیجاوَوں، تے فلانڈاں کی بھیڑ لے جاوَوں۔ تے مقدماں کروَوں رَے جاوَوں تے فلانڈاں ناں تھانہ ماں پھسا کے آووَں۔

اِن بڈھاں ناں آگے کروں کہ یہ مھیس چاریں، ڈنگر چاریں، بکری چاریں، لکڑی آنڑیں۔ اور بچاں ناں سکول میں بٹھاوَوں، پھر جیڑا، بچاں ناں سکول ماں داخل نی کراتا اُن کے خلاف حیات ناں شکایت کروں، خدا اس ناں حیاتی دے۔ یو بھی اُن ناں سمنبھالے گو، اور ان کو انتظام کرلے گو۔

تعلیم کوئی مکئی کی لیٹی ہے؟ کہ اس کو نوالو بنڈا کے تُم منہ ماں گھل لیں گاں اور غڑپ کر کے کھالیں گا، تعلیم کیواسطے تعلیم کو راہ اختیار کروں، نئی نسل ناں، نئی پود ناں سکول تے کالجاں ماں بٹھاوَوں۔

ماخوذ از خطاب گوجر کنونشن باغ آزاد کشمیر مورخہ: ۳۰ اپریل ۱۹۷۹ء

عرض مؤلف

قارئین کرام:

ہزارہ کی سرزمین ہمیشہ مردم خیز رہی ہے، حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ، امام المعقول مولانا رسول خان صاحبؒ مجاہد آزادی مولانا محمد اسحاق صاحب مانسہرویؒ، خطیب ہزارہ مولانا محمد اسحاق صاحبؒ ایبٹ آباد، شیر سرحد مجاہد ملّت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ جیسی قد آور شخصیات کے اجساد عنصریہ کا تعلق اسی قطعۂ ارض کے خمیر سے تھا۔ لگتا ہے کہ یہ شہدائے بالاکوٹ کی قربانیوں کا اثر ہے کہ یہ دھرتی کبھی بانجھ نہیں رہی، اور آزادی کے متوالے پیدا ہوتے رہے۔

حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ بھی اسی خاکستر کی ایک روشن چنگاری تھی جو بجھ گئی۔ ان کی شخصیت اس اعتبار سے ایک منفرد حیثیت کی مالک تھی کہ جہاں آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنی حیات مستعار کی ابتداء کی وہاں سے اس انتہاء کا تصور ہی ناممکن سمجھا جاتا تھا جہاں آپ نے آنکھیں بند کیں۔ اس عالم رنگ و بو میں بڑی بڑی شخصیات نے جنم دیا ہے، لیکن اکثر بڑے لوگوں کی سر بلندی میں سازگار ماحول کا بڑا عمل و دخل ہوتا ہے، جب کہ حضرت مولانا مرحوم کے حالات قطعاً اس سے مختلف تھے، جغرافیائی اعتبار سے جس قطعۂ ارض سے آپ کا تعلق تھا وہ یاغستان کہلاتا تھا جس پر ایک زمانہ تک خوانین اور نواب حکمران رہے، جہاں سوائے اُن کی نوکری کرنے اور ان کی بندوق اٹھانے کے علاوہ متبادل پروگرام کا تصور بھی غداری کے مترادف سمجھا جاتا تھا، جہاں عوام الناس کی زندگی اجیرن تھی، اور آزادی نے کبھی انگڑائی نہیں لی تھی۔ ایسے میں اللہ نے اس علاقے سے حضرت مولانا کو اٹھایا، جس نے معاشرے کے انسانیت کش سلوک سے بغاوت کرتے ہوئے انسانی آزادی اور عظمت کے لئے آواز اٹھائی۔

مولانا عبدالحکیمؒ ایک عظیم علمی و دینی شخصیت تھے، اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل خاص ہوا، اور انہیں بھر پور صلاحیت سے نوازا، حوصلہ مندی اور حق بات جرأت اور حکمت سے کہنے کا سلیقہ عطا فرمایا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور انتخاب کا نتیجہ ہے جب وہ اپنے کسی بندے کو کسی کام کے لئے منتخب کر لیتا ہے تو اس کے لئے وہی ضروری اسباب اور سازگار ماحول بھی پیدا فرماتا ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی دینی تعلیم کو عام کرنے اور دعوت حق اور فکر اسلامی کو تقویت دینے میں صرف کی۔ اور اپنی دینی، سیاسی، وسماجی بے پایاں خدمات سے تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا، اپنی منفرد خصوصیات اور امتیازی کمالات کی وجہ سے ان کو جو محبوبیت ملی تھی وہ خاصان بارگاہ الٰہی کا خاصہ ہے۔

؎ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔

اوراس رتبہ کو حاصل کرنے کے اندران کی ذاتی محنت شوق اورلگن کا بھی بہت بڑا عمل ودخل ہے، آپ نے کسی مقام پر پہنچ کر اُسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنے والہانہ جذبۂ عمل اورلگن سے آگے سے آگے بڑھتے رہے، درمیان میں بڑی بڑی دشوار گزار گھاٹیاں بھی آئیں، غیروں نے ملامت کی ، اپنوں نے بھی ساتھ چھوڑا، لیکن ان کا سفر جاری رہا اور اپنی زندگی کے اخیر لمحہ تک اس میں کبھی توقف نہیں ہوا۔

بالآخر ملت اسلامیہ کا یہ عظیم سپوت ۱۲، فروری ۱۹۹۱ء کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوا، اور تاریخ کا ایک سنہرا ورق الٹ گیا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی شخصیت اور حالات زندگی پر ان کے داماد اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے ناظم اعلیٰ جناب قاری محمد زرین صاحبؒ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے کمالات پر روشنی ڈالی ہے جو کہ قابل استفادہ ہے۔اور حضرت کی سوانح مرتب کرنے کا حق بھی سب سے زیادہ انہی کا تھا کہ انہوں نے طویل عرصہ زندگی کا حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ گزارا تھا، اور سفر وحضر کے امین تھے۔

تاہم عرصہ سے میری خواہش تھی کہ اجمالی طور پر حضرت مولانا مرحوم کی سوانح حیات اور خصوصیات وامتیازات کو یکجا کر کے پیش کیا جائے جس میں بڑی حد تک حالات زندگی کا احاطہ ہو جائے۔

پیش نظر کتاب اسی سمت میں ایک قدم ہے جس میں حضرت کی سوانحی حصوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور جو کچھ درج کیا گیا ہے وہ اپنے علم واطمینان کے مطابق اور اپنے امکان کی حد تک تحقیق کے بعد درج کیا گیا ہے، اور اس میں کسی فرد کی رعایت رضا جوئی یا کسی فرد کی حق تلفی یا حق پوشی سے کام نہیں لیا گیا، یہ ایک تاریخی امانت ہے جس کو لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء کہ وہ اس عمل کو قبول فرما کر راقم کے لئے باعث نجات ومغفرت بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

{ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْب۔}

(مولانا) محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہ شفیلڈ یوکے

بتاریخ: 01/07/2020

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کا تعزیتی خط بنام والد صاحب مرحوم

حاجی حضرت میر چوہان رحمۃ اللہ علیہ

جنوری ۱۹۸۴ء میں میرے چچا محترم جناب میر سید صاحب چوہان کا جب انتقال ہوا، جو حضرت مولانا مرحوم کے سگے ماموں زاد بھائی تھے، تو اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے میرے والد مرحوم اور چچا مرحوم مولوی خان زمان صاحب کے نام جو خط لکھا وہ میرے پاس محفوظ ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

26/01/1984

بخدمت جناب حضرت میر بھائی صاحب و مولوی خان زمان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: یہاں خیریت ہے، آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب چاہتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ بھائی میر سید صاحب فوت ہو گئے ہیں: {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن}۔ افسوس ہوا۔ دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور آپ کو اور خاندان کے تمام افراد کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قاری عزیز الرحمٰن کا سعودی عرب سے خط آیا ہے وہ خیریت سے ہیں۔ محمد داؤد بھی خیریت سے ہے۔ گھر کے تمام افراد کو ہماری طرف سے سلام عرض کر دیں۔ میری تندرستی کے لئے بھی دعاء کرتے رہیں۔

سب بڑوں کو سلام فرمادیں اور بچوں کو پیار دیں۔

والسلام: منجانب: عبدالحکیم عفا اللہ عنہٗ

قاری محمد رزین کی طرف سے بھی تعزیت مسنونہ قبول کریں، اور سلام عرض ہے۔ والسلام

کاتب الحروف: قاری محمد زرین

☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کو منظوم خراج عقیدت

(مفتی محمد یوسف سیفی میر راولپنڈی)

حکیم ملت ، بابائے سیاست، نظم وضبط کے بادشاہ گوجروں کے عظیم سپوت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی رحلت کے بعد میرے ایک دوست مولانا محمد یوسف سیفی میر نے منظوم انداز میں اس طرح حراج عقیدت پیش کیا:

پیارا پیارا حکیم الامت سب کا دُلارا تھا عبدالحکیم

ہمارا ہمارا سب کا سہارا تھا عبدالحکیم

مجاہد ومحرّک اوّل تھا ہمارا عبدالحکیم تھے یقیناً تنہا ہی فخر پاک وجمعیت اِک تحریک عظیم

خدمت اسلام وقوم کا کیا تھا جس نے عزم صمیم بابائے ملت وسیاست اور گوجراں تھا پیارا عبدالحکیم

علم ،شریعت ،طریقت ونظم کا روشن مینارہ تھا عبدالحکیم سخاوت وشجاعت اور اخلاق کا پیکر تھا پیارا عبدالحکیم

جامع کمالات کثیرہ ،طلوع سحر کا روشن ستارہ تھا عبدالحکیم

اندھیروں کی شمع ،شاہین باگڑیاں تھا پیارا عبدالحکیم

کیا دین سے دنیا کا روشن ہر کنارہ اور عمیم خاص کر پاک میں اور کیا یورپ کا دورہ بھی وسیم

مسلم میں حبّ اسلام و پاک وجوش آزادی اُبھارا تھا عبدالحکیم

خاص کر مظلوموں میں دین وآزاد کا بجایا نقّارہ تھا عبدالحکیم

تحریک آزادئ پاکستان کا ہیرو تھا پیارا عبدالحکیم بنے اسی لئے ہر آنکھ کا تارا اور سب کے ندیم

کیا شامل جس نے پاک میں بٹگرام ہزارہ تھا عبدالحکیم ہے اسی لئے مرہون منّت ان کا پاکستان سارا نسیم

ہر تحریک اسلامی وسیاسی وسماجی کا تھا پیارا زعیم

تھا مرکز تحریک جامعہ فرقانیہ کہ ہے ادارہ قسیم

تھا ہر میدان میں وہ ایک روشن مینارہ جسیم مفتی کے بعد جمعیت میں تھا جس کا نام آشکارا تھے عبدالحکیم

آئے تعلیم وسیاست میں تھا نہ ظالم کو گوارہ کر تسلیم

آئے اور لائے شیر میداں میں تو کر گئے سب کنارہ تھا عبدالحکیم

بن کے جو آئے سیاسی بتوں کے لئے کلہاڑا ابراہیمؑ ہر میداں میں ظالم کو یوں بچھاڑا تھا عبدالحکیم

انگریز کے یاروں کو موت سیاسی جس نے مارا تھا عبدالحکیم ہر جاگیردار و سرمایہ دار کو زمیں میں گاڑا تھا عبدالحکیم

چھوڑا نہ ہرگز کسی میدان میں کوئی بے مہارا تھا عبدالحکیم

پھر آگے جس کے باندھ کے ہاتھ آیا ظالم بیچارہ تھا عبدالحکیم

جب کچھ بن نہ پڑا تو ناچار کہا ہے قائد ہمارا عبدالحکیم تو بہ ہمارے باپ کی مقابلہ تیرا نہیں کام ہمارا عبدالحکیم

مقابل جس کا ہر حال میں جیت کر بھی ہارا تھا عبدالحکیم

پھر مظلوموں میں جس نے جذبہ جہاد و حریّت ابھارا تھا عبدالحکیم

تھا جب عقیدۂ توحید پر، تو رکھے کسی سے کیوں ہمارا پیارا امید و بیم

کیا جرأت سے اظہار رائے اور دیوبندیّت کا بجایا نقارہ تھا عبدالحکیم

کیا جس نے ادا برائے آزادی قوم بے سہارا اِک کردار ضحیم

دلائی غصب شدہ ملکیت کہ تھی یار انگریز کی اجارہ داری قدیم

جدوجہد سے کیا متحد مظلوم کو کہ ہو گیا تھا پارہ پارہ سلیم

توڑ ڈالیں پھر بیگار و غلامی کی زنجیریں نہ تھا جن سے چھٹکارا عمیم

تھے جو پسماندہ و مظلوم چھایا تھا جن پر حسارہ مثل یتیم کیا بندان کا جرم غریبی میں بہنے والا خونی فوارہ الیم

ہو گئے تھے وہ جنہوں نے انگریز سے بگاڑا بے زبان و غمیم سنتا نہیں تھا کوئی اُن کی سمجھے جاتے تھے بے کارا اقلیم

آئیں جوش میں تو یوں برسیں یا رب غفارا تیری نعیم

کہ دے دیا قسمت میں تھا صدیوں سے جن کا ہونا گوارہ یہ کلیم

سیفی نے تو کیا ہے یہ صرف ایک ہی اشارہ اے فہیم چیلنج ہے کہ لا کر دکھاؤ کوئی بھی ناکارہ ہی سہیم

کر دے مغفرت یا رب متکلم اسلام کی وقت گذارا کہ تھا سقیم

بمعہ ہمارے ہو نصیب دیدار و فضل تمہارا اے رحیم

☆☆☆

خاندان، ولادت، طفولیت، اور ابتدائی تعلیم وتربیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی از آفتاب　　لعل گردد، در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوجر قوم کی عظمت کا ثبوت تھے۔ دراز قد، درمیانہ جسم، سفید بھری لمبی داڑھی، سر پر کلے والی مشہدی پگڑی، ہاتھ میں چھڑی، پروقار چال، سفید لباس اور لباس میں اچکن عموماً زیب تن فرماتے تھے۔ جہاں بھی جاتے علماء اور طلباء کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع ہو جاتا تھا۔

خاندان:

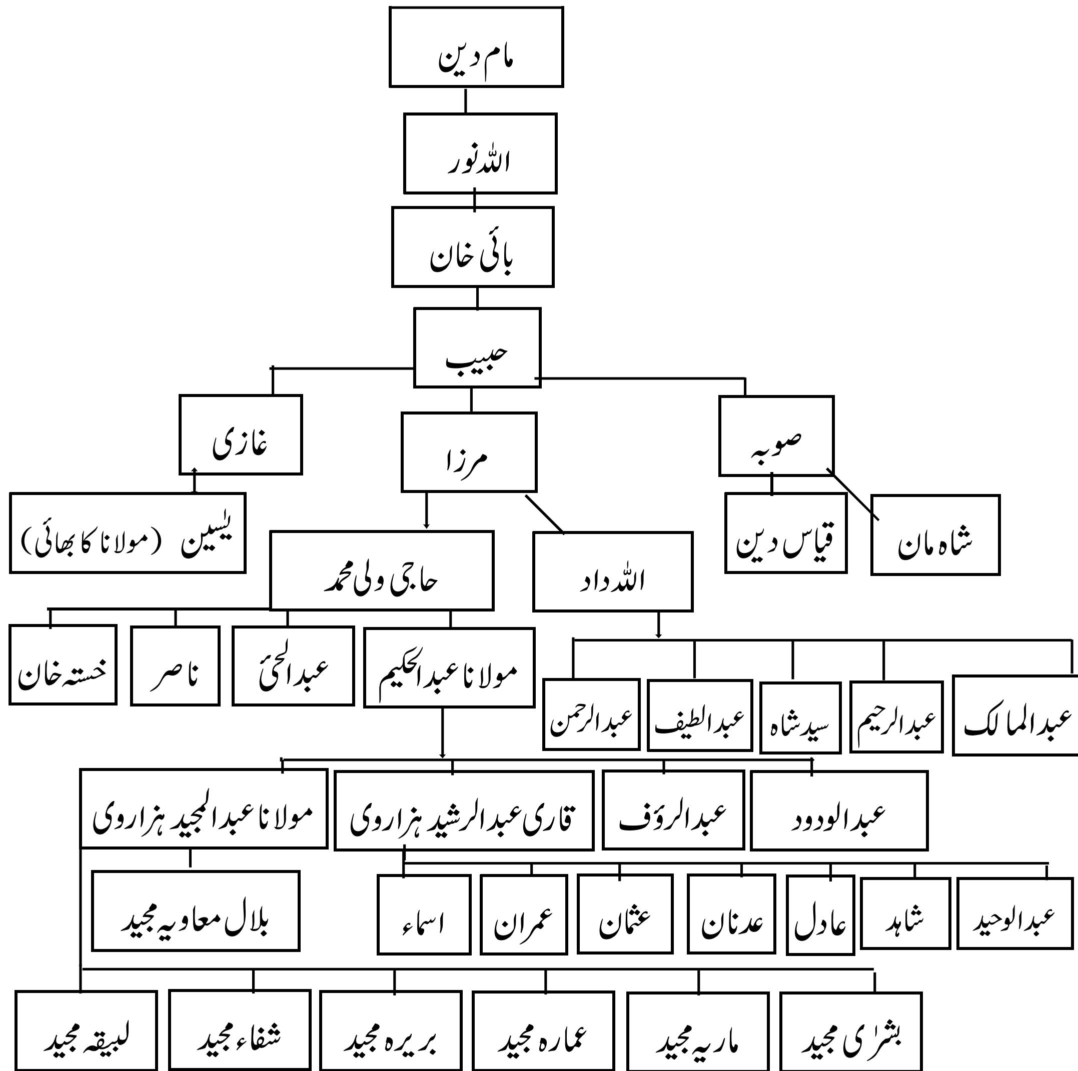
مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے ایک ایسے خاندان میں آنکھیں کھولیں جس کا تعلق گوجر قوم کی ایک گوت ''باگڑی'' سے تھا۔ گوجر قبیلہ برصغیر اور وسط ایشیاء کا قدیم اکثریتی آریائی النسل قبیلہ ہے، اس کے متعدد خاندانوں کا تذکرہ ہندوؤں کی قدیم مقدس کتب، پرانوں اور ویدوں میں بھی ملتا ہے۔ تقریباً (4000) چار ہزار سال قبل مسیح میں ہندومت کے اوتار اور مذہبی پیشوا شری کرشن جی کا جنگ مہا بھارت کے بعد بہار کے راجہ جراسند (جراست) سے مقابلہ ہوا تو اس کے بعد شری کرشن بچے کھچے کھشتریوں کو لے کر تر کرت دیش میں مستقل طور پر ہجرت کر کے چلے گئے جہاں ان کے معتقدوں کی ایک بہت بڑی تعداد پہلے سے موجود تھی۔ شری کرشن کے ساتھ جانے والے قدیم کھشتری خاندان گرُجّر (GURUJJAR) کہلائے۔ یہ لفظ سنسکرت کا ہے جس کا معنیٰ ہے دشمنوں کو ختم کرنے والا، بعد میں یہی لفظ گُرجُر ہوا، اور پھر گجّر اور گوجر ہوا۔

(تاریخ گرجر ص ۴۰، حصہ اوّل)

تاریخ گرجر کے مؤلف رانا علی حسن چوہان کے مطابق گوجر اصلاً آریہ کھشتری ہیں جن کی مادری زبان سنسکرت تھی، پھر یہی زبان گجراتی ہوئی اور باہر جانے کے بعد گوجری ہوئی۔ ان کا ابتدائی مذہب ویدک تھا، ان کی کتاب گیتا اور ملک گجرات کہلاتا تھا۔ گوجروں کا پرانا لباس انگرکھا، پائیجامہ اور پگڑی پر مشتمل تھا۔ گوجروں میں کھشتریوں کے تین خاندان سورج ونشی، چندر ونشی، اور یادو ونشی تھے جن کی حکومتیں کم از کم پانچ چھے ہزار سال سے متواتر چلی آرہی تھیں جو ۱۲۰۰ء میں بیرونی حملہ آوروں نے ختم کیں۔ اور گوجر سلطنت ہائے ہند چھوڑ کر کشمیر، اور وندھیا چل کے پہاڑوں میں چلے گئے اور اپنی آزادی کا علم بلند رکھا۔

بات تاریخ کی طرف چل نکلی میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت مولانا مرحوم کا تعلق گوجروں کے اس بہادر خاندان سے تھا۔میری معلومات کے مطابق جو میں نے اپنے والد ماجد حاجی حضرت میر چوہان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کے والد گرامی ولی محمد مرحوم المعروف ماولی حاجی صاحبؒ اور خاندان کے دیگر بزرگوں سے حاصل کی ہیں اور جو میری نظر میں مصدقہ ہیں اس کے مطابق حضرت مولانا کا شجرہ نسب یہ ہے:حضرت مولانا عبد الحکیم بن حاجی ولی محمد(المعروف ماولی حاجی)،بن مرزا،بن حبیب، بن بائی خان، بن اللہ نور، بن مام دین.

شجرۂ نسب:حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ



جس گاؤں میں آپ کی پیدائیش ہوئی اُس میں زیادہ تر گوجر قبیلہ کی مشہور گوت چوہان اور بھلیسر برادری آباد ہے، آپ کی گوت کا صرف آپ ہی کا گھرانہ تھا اس لئے شروع ہی سے چوہان خاندان کے ساتھ آپ کے خاندان کا تعلق رہا،اور آپ کے سلسلہ نسب میں بائی خان بابا کے عقد زوجیت میں آپ کے نانا مرحوم عبداللہ بابا چوہان کی پھوپھی تھیں۔اور آپ کے دادا مرزا بابا کے بھائی غازی بابا کی عقد زوجیت میں عبداللہ بابا چوہان کی بیٹی تھیں،جو سیدہ مریم کے نام سے موسوم تھیں۔

عبداللہ بابا چوہان

حضرت مولانا کے نانا اور میرے پر دادا عبداللہ بابا چوہان ایک بہت بڑے ولی اللہ تھے،صوم صلوٰۃ کے پابند تھے، قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے،موضع بھیڑ میں قادر خیل قبیلہ کے جبار بابا،عباس،مراسل،حسن بابا وغیرہ سب اُن کے شاگرد تھے۔اور وہ خود تلاوت قرآن کریم کے اتنے دلدادہ تھے کہ ہر وقت قرآن مجید اُن کے پاس رہتا تھا،اور دن کو مال مویشیوں کی نگرانی کے لئے جب وہ ان کے ساتھ ہوتے تو ایک بڑی چٹان پر بیٹھ کر قرآن کریم اپنے دستی بیگ سے نکال کر تلاوت شروع کردیتے تھے۔تلاوت قرآن سے فارغ ہوتے تو ذکر اللہ میں مشغول ہوجاتے۔اور اکثر اُن کی زبان پر ذکر اللہ کے جو الفاظ ہوتے تھے اُن میں سے ایک ذکر یہ تھا:

{ أَنْتَ الْهَادِیْ أَنْتَ الْحَقْ ،لَیْسَ الْهَادِیْ اِلَّا هُوْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ }

اور یہی ذکر بعد میں پھر میرے والد ماجد حاجی حضرت میر چوہانؒ کی زبان پر بھی ہر وقت جاری رہتا تھا۔

عبد اللہ بابا ،بن گل دین چوہان ،بن لال دین چوہان ،بن محمد علی بابا کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں،جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نصیرالدین (میرے دادا) (۲) خانجی (۳) حضرت جی (۴) علام دین (۵) وہاب الدین

اور بیٹیاں (۱) شاہ خیلے بی بی (گل سید،جمسید کی والدہ جبیندر خاندان میں۔

(۲) بصّو بی بی۔(لاوارث تھیں)

(۳) مریم بی بی(حضرت مولانا کی والدہ ماجدہ باگڑی خاندان میں۔

غازی بابا کے انتقال کے بعد مولانا کے والد حاجی ماولی مرحوم نے مریم بی بی سے نکاح کیا،اور ان کے بطن سے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ پیدا ہوئے۔غازی بابا کا ایک بیٹا تھا جن کا نام یٰسین تھا وہ والدہ کی طرف سے آپ کے بڑے بھائی تھے جو نوجوانی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت اندازاً (۴، اپریل ۱۹۲۰ء) میں ضلع بٹگرام کے ایک گاؤں موضع چوہان آباد (المعروف) بھیڑھ بالا میں علاقہ کی معروف شخصیت حاجی ولی محمد المعروف ماولی حاجی کے ہاں ہوئی۔ (اندازاً اس لئے لکھا ہے کہ اس وقت گاؤں میں پیدا ہونے والے بچوں کی تاریخ اور سن ولادت لکھنے کا کسی کو بھی اتنا شعور نہیں تھا، اور نہ ہی کسی کو اس بات کا احساس تھا کہ یہ بچہ آگے جا کر اتنا بڑا عالم دین بنے گا۔ اس لیے قرائن اور قیاسات سے تقریبی طریقہ پر سن ولادت کا اندازہ لگایا جاتا تھا)۔ اس وقت آپ کے والد بزرگوار کی رہائیش اپنے برادر نسبتی اور مولانا مرحوم کے ماموں علام الدین کے گھر میں تھی، اس لحاظ سے آپ کی پیدائیش آپ کے نانیہال میں ماموں کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے نانا عبداللہ بابا چوہان جو اپنے وقت کے بہت بڑے عابد، زاہد، بزرگ اور ولی اللہ آدمی تھے (جن کا ذکر گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں)، انہوں نے اپنے نواسے کا نام عبدالحکیم رکھا۔ اور اپنے نواسے کو ڈھیروں دعائیں دیں اور کہا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ملک وقوم کا نام روشن کرے گا، اور یہ سردار بنے گا، اسے تعلیم دین کے لئے وقف کیا جائے۔ آپ کی پیدائیش کے کچھ ہی عرصہ کے بعد کم سنی ہی میں آپ کی والدہ ماجدہ مریم بی بی وفات پا گئیں، اور آپ کے بچپن کا کچھ حصہ اپنے نانا مرحوم اور آپ کی دادی مرحومہ جو بھلیسر گوت سے تعلق رکھنے والے لیٹھ بابا کی سگی ہمشیرہ تھیں کی آغوش تربیت میں گزرا۔ اور آپ کے بڑے بھائی محمد یٰسین مرحوم اور نانیہال والے آپ کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آپ کا بچپن اپنے آبائی علاقہ میں گزرا۔ آپ کے ہم عمروں میں سے آپ کے حقیقی ماموں زاد بھائی بدریا آمان تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ کے والد نے بھلیسر خاندان میں بازگل بابا کی بیٹی (خستہ جان) سے نکاح کیا جن کے بطن سے آپ کے تین بھائی، حاجی عبدالحئ، حاجی عبدالناصر، اور خستہ خان اور ایک بہن حاکم جان پیدا ہوئیں۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے بسم اللہ اپنے نانا مرحوم سے کی، اور بنیادی تربیت گھر سے شروع ہوئی اور پھر ابتدائی قرآنی قاعدہ اور قرآن کریم کی تعلیم ساتھ والے گاؤں صم بانڈہ کے استاد، (مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مدظلہ العالی کے والد گرامی) عالم باعمل مولانا حضرت نورؒ، بن مولوی حبیب، بن سید نور، بن جمعہ بابا سے حاصل کی جو کہ فقہ، اصول فقہ اور تفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اور جس طرح آج اُس علاقہ میں حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مرجع الخلائق ہیں اُس زمانے میں

مولانا حضرت نورؒ مرجع الخلائق تھے۔آپ صبح کے وقت اُن سے پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے اور دوپہر کو پڑھنے کے بعد واپس گھر آجایا کرتے تھے۔اس کے بعد پھر رشمیرہ (راجمیرہ)،جیسول بازار گئی میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے۔اور موضع شنگری میں حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب سے ناظرہ قران کریم مکمل فرمانے کے بعد پنج گنج وغیرہ ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

شنکیاری مکڑیا آمد:

مولانا عبدالحکیمؒ کی زندگی جہد مسلسل سے تعبیر تھی،جس اعلیٰ ترین مقام تک وہ پہنچے اس کے حصول میں مولانا کی شجاعت، دلیری اور جواں مردی کا بڑا عمل دخل تھا، وہ بلند عزائم اور پختہ ارادوں کے مالک تھے۔مولانا مرحوم ایک سعادت مند شخصیت کے مالک تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا سعات مندی ہوسکتی ہے کہ وہ ایک نہائت ہی پسماندہ علاقہ میں پیدا ہوئے اور ہر طرح کی مشکلات کے باوجود علم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

اُس زمانے میں آج کی طرح باضابطہ مدارس نہیں تھے جہاں داخلہ لے کر تعلیم مکمل کی جاتی اس لئے جہاں کسی عالم دین اور پڑھانے والے کے بارے میں معلوم ہوتا طالبان علوم نبوت اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے وہاں پہنچ جاتے تھے۔قدیم زمانے میں تعلیم کے لئے علٰیحدہ عمارتیں نہیں ہوتی تھیں، زیادہ تر یہ کام مساجد سے لیا جاتا تھا،اُس زمانے کی تمام مسجدیں مدارس کا کام دیتی تھیں، اس لئے ہر قدیم و وسیع مسجد ایک بڑی درس گاہ تھی۔یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی قدیم اسلامی شہروں میں قدم قدم پر وسیع اور شاندار مساجد قائم کی گئیں تھیں،جن کا بڑا حصہ تعلیم گاہوں کے کام آتا تھا۔ان مساجد کے صحن کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجروں کا وسیع سلسلہ ہوتا تھا جو طلباء اور مدرسین کے رہنے کے مقامات تھے۔

اسی طرح قدیم خانقاہیں بھی عموماً تعلیم گاہوں کے مصرف میں آتی تھیں،متصوفین اور گوشہ نشین مشائخ زمانہ اس وقت صرف مجاہدۂ نفس و وظائف ہی کو عبادت نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں درس و تدریس کا شغل بھی عموماً نظر آتا تھا۔اسی طرح سلاطین اور بزرگان کرام کی قبروں پر جو مقبرے اور روضے تعمیر ہوتے تھے تو ان کے ساتھ اردگرد بہت سے حجرے اور کمرے اسی غرض سے تعمیر ہوتے تھے کہ وہ مدرسوں کا کام دیں۔

پنجاب اور صوبہ سرحد کی اصطلاح میں جہاں کوئی عالم بیٹھ کر درس دینا شروع کردیتا تھا اور طلباء جمع ہوجاتے تھے اس کو درس کہتے تھے۔اس زمانے میں دستور تھا کہ طلباء مسجد میں رہتے تھے اور اہل محلہ ان کے کھانے کے متکفل ہوتے تھے، جو وظیفوں کی صورت میں جمع کیا جاتا تھا،کسی گھر سے آدھی روٹی کسی سے پوری، کسی سے سالن،کسی سے چاول کسی سے خالی ہاتھ۔چونکہ میں نے بذات خود بھی اپنا ابتدائی دور اسی طرح گزارا ہے اس لئے مجھے اس کا بخوبی علم ہے۔

اس لئے مولانا مرحوم بھی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے رفقاء شامان استاد اور مولانا بنی اسرائیل والا رگٹ والے کے ہمراہ شنکیاری مکڑیا تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے منیۃ المصلّی اور دیگر ابتدائی کتابیں ایک عالم دین سے پڑھیں اور پھر مولانا سردار صاحب کے پاس شنگلی پائیں بٹگرام چلے گئے، اور اُن سے فقہ کی کتاب کنز الدقائق کا کچھ حصہ پڑھا۔

زیدہ شاہ منصور اور ویسا کامل پور آمد:

بٹگرام سے آپ زیدہ شاہ منصور صوابی تشریف لے گئے جہاں کنز الدّقائق کا باقی ماندہ حصہ آپ نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب سے پڑھا، اور پھر اپنے استاد حضرت مولانا عبداللہ صاحب کے ساتھ ہی ویسا کیمل پور تشریف لے گئے، اور وہاں اُن سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے استاد حضرت مولانا عبداللہ صاحب مزید تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان چلے گئے اور وہاں مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں داخلہ لے لیا۔ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ اس عرصہ میں ویسا کیمل پور ہی میں مقیم رہے اور یہاں پڑھانے والے دیگر اساتذہ کرام کی خدمت میں مختلف مساجد میں جا کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ کہ اس اثناء میں آپ کے استاد مولانا عبداللہ صاحب کا خط ہندوستان سے آیا، اور اس میں انہوں نے ہندوستان میں ہونے والی تعلیم کے معیار کے بارے میں بتایا کہ یہاں بہت اچھی تعلیم دی جاتی ہے، اس لئے مزید تعلیم کے حصول کے لئے تم ہندوستان چلے آؤ۔ مولانا مرحوم ہمیشہ سے کسی جامع مستند دینی درس گاہ کے متلاشی تھے، چنانچہ اس خط کے بعد آپ نے ہندوستان جانے کی تیاری شروع فرمادی۔

تحصیل علم کے لئے ہندوستان کا پہلا سفر

اور کچھ دن وطن میں رہنے کے بعد آپ تحصیل علم کے لئے دسمبر (۱۹۳۸ء) کو لارنس پور ریلوے سٹیشن سے ریل گاڑی کے ذریعے میرٹھ ہندوستان روانہ ہو گئے۔ دو دن کے سفر طے کرنے کے بعد آپ میرٹھ اپنے استاد مولانا عبداللہ کے پاس پہنچ گئے، اور یہاں مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ چھاؤنی برٹش انڈیا میں داخلہ لے لیا۔ مدارس کے اصول کے مطابق از سرِ نو تعلیم کا آغاز ہوا، اور استاد اور شاگرد دونوں نے نئے سرے سے پھر باقاعدہ کتابیں پڑھنے کا عزم کیا اور دونوں نے ہم سبق ہو کر شرح جامی تک کتابیں پڑھیں، اور چار سال تک وہیں مدرسہ میں قیام رہا پیچھے گھر والوں کے ساتھ کسی طرح کا رابطہ نہیں تھا، جس کی وجہ سے آپ کے والد صاحب کو آپ کی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا، اور چار سال بعد ۱۹۴۲ء میں سالانہ تعطیلات کے موقعہ پر آپ واپس اپنے وطن اور اپنے گھر لوٹے۔

اس زمانے میں مانسہرہ سے بٹگرام نہ تو باضابطہ سڑک کی سہولت موجود تھی اور نہ سواری کی، اور نہ ہی وسائل تھے اس لئے آپ نے واپسی کا یہ سفر حویلیاں تا بٹگرام پا پیادہ کیا۔ ان مشکل ترین حالات میں علم کے زیور سے آراستہ ہونا معمولی بات نہیں تھی۔

مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں آپ کے اساتذہ کرام

مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں آپ کے اساتذۂ کرام میں سے مولانا اختر شاہ صاحب، مولانا محمد طاہر صاحب، مولانا ابرار شاہ صاحب اور مولانا عبدالرحمن ہزاروی صاحب، کے نام آپ کے مشفق اساتذۂ میں شمار ہوتے ہیں جن سے آپ نے فن نحو، صرف، اور فن تقریر سیکھا۔

کھلا بٹ ہری پور آمد اور شرح جامی کی تعلیم

میرٹھ مدرسہ امداد الاسلام میں آپ نے شرح جامی مولانا ابرار شاہ صاحب آف گیا کھبل والوں سے پڑھی۔ دوران تدریس استاد محترم جب شرح جامی کے نحوی نکات بیان کرتے تو ساتھ ہی ساتھ یہ ترغیب بھی دیتے رہتے تھے کہ اگر کسی طالب علم نے صحیح معنیٰ میں نحو سمجھنی ہے تو کھلا بٹ کے مولانا قاضی عبدالسبحان صاحب سے جا کر پڑھے کہ وہ اس کے امام ہیں۔ استاد کی اس ترغیب پر حضرت مولانا مرحوم کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں ضرور قاضی صاحب سے اس کا استفادہ کروں گا۔ چنانچہ جب آپ چھٹیوں پر گھر واپس آئے تو عید کی تعطیلات گھر پر گزارنے کے بعد سیدھے کھلا بٹ گاؤں ہری پور ہزارہ حضرت مولانا قاضی عبدالسبحانؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس زمانے میں ہمارے اس خطہ کے اندر باقاعدہ مدارس کا نظام اور تعلیم دینے کی وہ ترتیب موجود نہیں تھی جو آج ہے، اس لئے جہاں کوئی استاد اور کوئی پڑھانے والا موجود ہوتا تو وہ اپنی اپنی مساجد میں پڑھا دیا کرتے تھے، اور طلباء اہل محلہ کے گھروں سے وظیفہ مانگ کر اپنی تعلیم جاری رکھتے تھے۔

حضرت قاضی عبدالسبحان صاحب کے ہاں بھی یہی ترتیب تھی، باقاعدہ درجہ بندی نہیں تھی، مختلف فنون پڑھنے والوں کو مختلف اوقات دیئے جاتے تھے۔ اُس وقت ان کے پاس علم حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد پچاس تھی، نماز تہجد کے بعد پڑھانا شروع کرتے اور دن بھر سوائے اوقات نماز، اور کھانے کے تعلیمی سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حضرت مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ کو استاد کی طرف سے بعد از اذان فجر پڑھنے کا وقت ملا جس میں آپ نے شرح جامی، نورالانوار، قطبی وغیرہ کتابیں پڑھیں اور نحوی ترکیب کا علم حاصل کیا۔

شاہ محمد:

اس دوران آپ نے ہری پور سے متصل ایک قصبہ شاہ محمد میں استاد الکل حضرت مولانا سکندر علی صاحب سے بھی ان کے حلقۂ درس میں حاضر ہوکر استفادہ حاصل کیا۔

ککڑ شنگ اور بالائی بالا آمد

گرمیوں کی تعطیلات میں آپ ککڑ شنگ حضرت مولانا برہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تین ماہ میں کتاب میبذی پڑھی۔دوران درس آپ کے میبذی کے استاد حضرت مولانا برہ خان صاحب اکثر اپنے اُستاد بھائی حضرت مولانا محمد اسرائیل صاحب کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ وہ میرے استاد بھائی اور حضرت شیخ الہندؒ کے مرید ہیں،اس لئے آپ کے دل میں اُن سے ملاقات اور استفادحاصل کرنے کا بھی شوق پیدا ہوا اور ماہ شعبان میں آپ بالائی بالا حضرت مولانا محمد اسرائیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شعبان اور رمضان کے مہینوں میں ان سے اصول میں حسامی اور دیگر کچھ کتب پڑھیں۔

اساتذہ کا احترام اوران کی اولاد سے محبت

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ جب بھی اپنے اساتذۂ کرام کا ذکرفرماتے تھےتو بہت ادب واحترام کے ساتھ اُن کا ذکرفرمایا کرتے تھے،اورفرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے اور آج میں جو کچھ بھی ہوں یہ سب میرے نانا مرحوم میری دادی محترمہ اور میرے اساتذہ کی دعاؤں کا ، اور اُن کی خدمات کا نتیجہ ہے ۔حضرت مولانا اسرائیل صاحب کے صاحبزادے جب آپ سے ملاقات کے لئے جامعہ فرقانیہ تشریف لاتے تو آپ اُن سے انتہائی ادب اورمحبت کے ساتھ پیش آتے ، اورفرماتے کہ یہ میرے استاد زادے ہیں۔جب استاد کے صاحبزادوں کے ساتھ آپ کے احترام کا یہ عالم تھا تو اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود ان کے اپنے شیوخ کے ساتھ احترام کا کیا عالم ہوگا۔ ؎ قیاس کن زگلستان من بہارمرا۔

حصول تعلیم کیلئے آپ کا ہندوستان کا دوسرا سفر

۱۹۴۲ء میں میرٹھ سے واپسی کے بعد آپ نے حصول تعلیم کے لئے جو اسفار کئے اور مصروف ترین سال گزارا، اس کا ذکر آپ اوپر پڑھ چکے ہیں ۔ بالائی بالا میں حضرت مولانا اسرائیل صاحب کے پاس قیام کے دوران آپ کی ملاقات ایک اور طالب علم مولانا سید حبیب شاہ آف چانوالی سے ہوئی ، اور اُن کے مشورے سے آپ دوبارہ ہندوستان کے لئے عازم سفر

ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں اپنے دو رفقاء کے ہمراہ ہندوستان تشریف لے گئے۔

مدرسہ مطلع العلوم رام پور

اور مدرسہ مطلع العلوم رامپور جوفنون ومعقولات کا مرکز ہوتا تھا اس میں داخلہ لے لیا اور ہدایہ اوّلین،مختصر المعانی ، سبعہ معلّقہ،توضیح وتلویح وغیرہ فنون کی کتابیں پڑھیں۔

سالانہ تعطیلات کے بعد آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے مگر ایک پارہ قرآن کریم کا حفظ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں داخلہ نہ مل سکا جو داخلہ کی شرائط میں سے تھا۔

دارلعلوم دیوبند آمد

اس لئے آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ۱۹۴۵ء میں دارلعلوم دیوبند چلے گئے ۔ یہاں آپ کو داخلہ تو مل گیا مگر دارلعلوم کے بورڈنگ ہاسٹل میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے غیر امدادی داخلہ ملا،مگر مالی وسائل اور رہائیش نہ ہونے کی وجہ سے آپ یہاں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور مجبوراً مدرسہ امینیہ دھلی تشریف لے گئے۔

مدرسہ امینیہ دھلی

اور مفتی اعظم ہندوستان حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے مدرسہ امینیہ میں داخلہ لے لیا۔اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضروریات اور اخراجات کا مسئلہ بھی حل فرمادیا اور آپ کو ایک مسجد میں امامت بھی مل گئی۔

مدرسہ صدیقیہ دھلی

مدرسہ امینیہ دہلی میں ایک سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد،اگلے سال ۱۹۴۶ء میں مزید تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے آپ مدرسہ صدیقیہ دھلی تشریف لے گئے جو مشہور اور باضابطہ مدرسہ تھا۔ یہاں آپ نے حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب آف سوات،مولانا محمد صدیق صاحب ، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب جیسے جید علماء کرام سے شمس بازغہ،شرح چغمنی ، امور عامہ،مشکٰوۃ شریف، جلالین ، ہدایہ آخرین، اور بیضاوی شریف تک موقوف علیہ کی کتابیں پڑھیں۔

دورۂ حدیث کے لئے مدرسہ عبدالرب دھلی آمد

مدرسہ صدیقیہ دھلی میں موقوف علیہ تک کتابیں پڑھنے کے بعد دورۂ حدیث شریف کے لئے آپ (۱۹۴۷ء) میں مدرسہ عبدالرب دھلی تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے داماد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ

اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھا۔

ختم بخاری و دستار بندی

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مطلع العلوم رامپور، دار العلوم دیو بند، مدرسہ صدیقیہ پھاٹک شمس خان دہلی، مدرسہ عبد الرب، مدرسہ امینیہ اور مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے ادارے جیسے اداروں اور ہند کی نابغۂ روزگار علمی شخصیتوں سے استفادہ کرنے اور مختلف حضرات کی سرپرستی میں علمی اور ذہنی نشوونما پانے اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کے بعد آپ نے جولائی (۱۹۴۷ء) میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث میں اُس وقت اسّی (۸۰) طلباء شریک تھے، سالانہ امتحانات میں آپ نے اوّل پوزیشن حاصل کی۔

جب تعلیم ختم ہوئی تو ختم بخاری شریف کی مقدس تقریب کے موقعہ پر اس زمانے کے جید اور کبار علماء کرام موجود تھے۔ شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، اور حضرت مولانا عبد الحق مدنی مراد آبادیؒ جیسی باکمال شخصیتوں نے آپ کے سر پر ململ کی پگڑی باندھی، اور آپ کے سر پر اپنی شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ اور امتحانات میں نمایاں حیثیت سے کامیابی حاصل کرنے اور اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر آپ نے ان کے دست مبارک سے بطور انعام حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب کی تقاریر انوار المحمود، اور حضرت گنگوہی کی تقریر ترمذی حرف الشذی، اور دیگر قیمتی کتب وصول کیں۔ جن کو اپنا قیمتی سرمایہ جانتے ہوئے آخر دم تک اپنے کتب خانے میں محفوظ رکھا۔

اور سب سے بڑا انعام یہ ملا کہ ان دونوں مدنی بزرگوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار باندھی۔ حضرت مولانا ان دونوں بزرگوں سے بہت متأثر تھے، اور اپنی کامیاب زندگی کا راز ان دونوں مدنی بزرگوں کی دستار بندی کو گردانتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں بزرگوں نے ختم بخاری کے دستار بندی کے موقع پر میرے سر پر جو ہاتھ پھیرا تھا اُس کے اثرات اور برکات میں آج بھی محسوس کرتا ہوں، اور میرے پاس جو کچھ بھی ہے یہ میرے اساتذہ اور ان دونوں بزرگوں کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

مدرسہ نعمانیہ میں بطور مدرس تقرر اور اعلان آزادی

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد بطور مدرس آپ کا تقرر مدرسہ نعمانیہ دھلی میں ہوا، لیکن (۱۹۴۷ء) کے فسادات کے پیش نظر آپ یہ تدریس شروع نہ کر سکے۔

وائسرائے کا اعلانِ آزادی

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دو ۲ جون کو کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندوں سے ملاقات اور بات چیت کے بعد تین ۳، جون، ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا باقاعدہ اور باضابطہ اعلان کر دیا تھا، اور یہ بتا دیا تھا کہ حکومت برطانیہ دو مہینوں کے اندر اندر اپنی باضابطہ بساط سمیٹ کر یہاں سے چلے جائے گی ۔چنانچہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہندوستان میں کوئی آئین ترتیب دینے کے سلسلہ میں ہر میجسٹی گورنمنٹ نے کابینہ مشن کے حوالے سے جو کوششیں کیں، وہ ناکام رہیں۔ کیونکہ مسلم لیگ کسی مشترکہ حکومت میں شرکت کے لئے ہرگز تیار نہیں تھی۔لہٰذا حکومت برطانیہ کے ایماء پر اس کے اعلان کے مطابق کہ حکومت برطانیہ جون، ۱۹۴۸ء سے پہلے پہلے ہندوستان کے تمام اختیارات ہندوستانیوں کو سونپ کر یہاں سے چلی جائے گی۔ایک قرطاس ابیض (وہائیٹ پیپر) جاری کیا گیا جس میں پلان کی تمام تفصیلات موجود تھیں۔

خان عبدالغفار خان کی بے چینی

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ۳، جون کے اعلان نے خان عبدالغفار خاں اور ان کی پارٹی کے لئے عجیب صورت حال پیدا کر دی تھی ،جنہوں نے ہمیشہ کانگریس کی حمایت اور مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی۔اس لئے خان عبدالغفار خاں نے ورکنگ کمیٹی کو یاد دلایا کہ انہوں نے ہمیشہ مسلم لیگ کی مخالفت اور کانگریس کی حمایت کی ہے ،اب اگر کانگریس انہیں چھوڑ دے گی تو ان کے دشمن ان پر ہنسیں گے،اور ان کے دوست بھی یہ کہیں گے کہ کانگریس کو جس وقت تک سرحد کے تعاون کی ضرورت تھی ، اُس نے خدائی خدمت گاروں کی حمایت کی ۔مگر جب کانگریس نے مسلم لیگ سے سمجھوتا کرنا چاہا تو اُس نے صوبہ سرحد اور اس کے لیڈروں سے مشورہ تک نہ کیا۔سرحد کے لوگ اسے دغا بازی سمجھیں گے،اور کہیں گے اب کانگریس نے خدائی خدمت گاروں کو بھیڑیوں کے حوالے کر دیا ہے۔

گاندھی جی ان کی اس اپیل سے متاثر ہوئے اور انہوں نے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے اس مسئلہ کو اٹھایا،انہوں نے قائداعظم کے سامنے اس بات کو رکھا جس کے نتیجے میں قائداعظم اور خان عبدالغفار خاں کے درمیان ملاقات ہوئی جو کہ بے نتیجہ رہی ۔سرحد میں مسلمانوں کی زبردست اکثریت تھی ،چنانچہ اسے لازماً پاکستان میں شامل ہونا تھا،اور جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ صوبہ سرحد ہندوستان کے ساتھ رہے۔اس لئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہ اعلان کیا کہ حق

خوداختیاری کی بنیاد پر سرحد کو اپنی تقدیر کا فیصلہ کرنے کا موقع ملے گا ،جس کے لئے ایک ریفرنڈم بھی کرایا جاسکتا ہے ۔تو اس موقعہ پر ڈاکٹر خان جو اس وقت سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے انہوں نے اور خان عبد الغفار خاں نے ایک نیا مسئلہ اٹھا دیا کہ اگر استصواب رائے ہو تو سرحد کے پٹھانوں کو پختونستان کے حق میں رائے دینے کا اختیار دیا جائے جو اُن کی اپنی ریاست ہوگی ۔مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن ان کے اس نئے مطالبے کو سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

خان برادران واپس پشاور آئے اور اپنے دوستوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ایک آزاد پٹھان ریاست پختونستان کا نعرہ بلند کر دیا۔لیکن نہ تو مسٹر جناح اور نہ ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس مطالبے کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوئے، اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہ واضح اعلان کر دیا کہ سرحدی صوبہ ایک الگ اور آزاد ریاست قائم نہیں کرسکتا، وہ یا تو پاکستان میں شامل ہو یا ہندوستان میں ۔آل انڈیا ریڈیو سے قائد اعظم محمد علی جناح نے صوبہ سرحد کے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ ریفرنڈم میں پاکستان کی مجلس قانون ساز کا ساتھ دیں۔تب خان بھائیوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ان کی پارٹی رائے شماری میں کوئی حصہ نہیں لے سکتی ۔مگر ان کی مخالفت سے کچھ حاصل نہ ہوا۔اور استصواب رائے جب کیا گیا تو لوگوں کی کثیر تعداد نے پاکستان کی حمایت میں ووٹ دیا۔استصواب رائے کا نتیجہ مسلم لیگ کے حق میں گیا،اور برطانوی حکومت نے اسے فوراً تسلیم کر لیا۔ (آزادی ہندص ۲۸۴)

شروع میں برطانوی حکومت نے اقتدار کی منتقلی اور انتظامات مکمل کرنے کے لئے پندرہ مہینوں کی مدت مقرر کی تھی اور یہ اعلان کیا تھا کہ برطانوی حکومت جون (۱۹۴۸ء) سے پہلے کی کسی تاریخ تک اقتدار ہندوستانیوں کو سپرد کر دے گی ،لیکن تقسیم کا منصوبہ منظور ہو جانے کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اعلان کیا کہ اس اسکیم کو جتنا جلد ہو سکے بروئے کار لایا جائے گا۔اور اس کے لئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے لئے تین ماہ کی مدت رکھی جس میں انھیں تقسیم کی کاروائی پوری کرنی تھی یہ کوئی آسان کام نہ تھا،مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تین مہینے سے بھی کم مدت میں تمام مسائل حل کر دیئے۔

☆ ۶ ،چھے جون ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے نوزائیدہ مملکت پاکستان کے لئے ایک پاکستان فنڈ قائم کر دیا جس کے لئے لوگوں سے اپیل کی گئی کہ وہ دل کھول کر اس فنڈ میں چندہ دیں۔

☆ ۱۹ جون ۱۹۴۷ء کو قانون آزادی ہند کے حوالے سے نظام حیدر آباد نے اپنی مملکت کی کامل آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔اس طرح ریاست حیدر آباد ایک مسلمان آزاد ریاست کے طور پر قائم ہوگئی۔

☆ اسی روز پاکستان کے لئے کراچی کو بطور دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

☆ ۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو بنگال کی مجلس قانون ساز نے بنگال کی تقسیم کے اصول کو تسلیم کر لیا۔

☆ ۲۳ جون ۱۹۴۷ء کو پنجاب کی مجلس قانون ساز نے پنجاب کی تقسیم کا فیصلہ مان لیا۔

☆ ۳۰، جون ۱۹۴۷ء کوصوبہ بلوچستان نے اپنی پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

☆ اسی روز وائسرائے نے بنگال اور پنجاب کی حد بندی کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔

☆ ۲، جولائی ۱۹۴۷ء کوقانون آزادی ہند کی نقلیں قبل از وقت ہندوستانی لیڈروں کوفراہم کر دی گئیں۔

☆ ۶، ۷، جولائی ۱۹۴۷ء کوسلہٹ میں ریفرنڈم ہوا۔اور ۱۶اور ۱۷ جولائی کوصوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہوا تو وہاں کے لوگوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔

☆ اسی دوران مسلم لیگ نے قائداعظم کو پاکستان کا گورنر جزل بنانے کا فیصلہ کر لیا، جبکہ کانگرس نے ہندوستان کا گورنر جزل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بنائے رکھنے کا فیصلہ کیا۔

☆ ۱۸، جولائی ۱۹۴۷ء کوقانون آزادی ہند کو بطور قانون کے نافذ کر دیا گیا۔جس میں یہ واضح اعلان تھا کہ پندرہ اگست ۱۹۴۷ء سے انڈیا میں دوخود مختار ریاستیں ہندوستان اور پاکستان قائم کر دی جائیں گی۔

۱۹، جولائی ۱۹۴۷ء کولارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان اور پاکستان کے لئے دو پرویژنل حکومتوں کا اعلان کر دیا۔

☆ ۱۲، سے ۳۱، جولائی ۱۹۴۷ء تک پنجاب کی باؤنڈری کمیشن نے اپنا کام کیا۔

☆ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کلکتہ، کشمیر اور صوبہ سرحد کے دورے کئے۔

☆ یکم اگست ۱۹۴۷ء کو پنجاب باونڈری فورس قائم کی گئی۔ (تاریخ پاکستان)

دستورسازی اور پرچم پاکستان

۱۱، اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی پہلی وفاقی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس کراچی سندھ اسمبلی کی عمارت میں پاکستان کے نامزد وزیر قانون مسٹر جوگندر ناتھ منڈل کی زیر صدارت منعقد ہوا۔اجلاس کا آغاز حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔اور یہ اجلاس ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔اس اجلاس میں بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح،نوابزادہ لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، مولوی فضل حق، سردار عبدالرب نشتر، ڈاکٹر آئی ایچ قریشی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، ڈاکٹر عمر حیات ملک، اور خان عبدالغفار خان سمیت مشرقی بنگال سے چوالیس (۴۴) پنجاب سے سترہ (۱۷) سرحد سے تین، بلوچستان سے ایک اور سندھ سے چار نمائندوں نے شرکت کی۔

اس دستور یہ کمیٹی نے قائداعظم محمد علی جناح کو دستور ساز اسمبلی کا پہلا صدر اور مولوی تمیز الدین کو بطور سپیکر کے منتخب

کیا۔۱۱، اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی نے پرچم پاکستان کی منظوری بھی دے دی، وزیر اعظم پاکستان خان لیاقت علی خان نے کہا کہ یہ پاکستان کا قومی پرچم ہے، جس کا قیام ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کی رات کو وجود میں آئے گا۔ یہ جھنڈا ہر شہری کے حقوق کی حفاظت کرے گا، ریاست کے اتحاد کو قائم رکھے گا، اور تمام اقوام عالم سے اپنے وقار اور عزت کا لوہا منوائے گا۔

انتقال اقتدار کی رسم

۱۳، اگست ۱۹۴۷ء کو غیر منقسم ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن انتقال اقتدار کی رسم ادا کرنے کے لئے گورنر جنرل ہاؤس کراچی میں پہنچے، جہاں قائد اعظم محمد علی جناح نے ان کا استقبال کیا۔

☆ ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کراچی سندھ اسمبلی کی عمارت میں پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج میں آپ لوگوں سے آپ کے وائسرائے کی حیثیت سے مخاطب ہوں، اور کل سے پاکستان کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

۱۴، اگست یوم آزادی

☆ ۱۴، اگست کو ہی قائد اعظم محمد علی جناح نے چیف جسٹس پنجاب سر عبد الرشید کے سامنے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف وفاداری اٹھایا۔ ۱۳، اور ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کی رات ریڈیو پاکستان لاہور سے پہلی بار پاکستان کا اعلان کر دیا گیا۔ اس طرح ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے شروع ہونے والی یہ تحریک لاکھوں انسانوں کی قربانیوں کے بعد ایک الگ اور آزاد وطن پاکستان کی صورت میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اور دنیا کے نقشے پر پاکستان کے نام سے ایک نئی مملکت معرض وجود میں آ گئی۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی

پاکستان کا سبز ہلالی پرچم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں کراچی میں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں ڈھاکہ میں لہرا دیا گیا۔

چوہدری رحمت علی گوجر

تصور پاکستان کے خالق، مسلمانان ہند کے لئے ایک علیٰحدہ، آزاد، اور خود مختار مملکت کا اوّلین خواب دیکھنے والے، شمال مغربی ہندوستان کے چاروں صوبوں اور جموں و کشمیر پر مشتمل ایک علیٰحدہ و آزاد مملکت خداداد پاکستان کے اوّلین مصوّر،

مفکر اور نقاش چوہدری رحمت علی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا جن کے ذھن میں ۱۹۳۲ء میں روٹ نمبر ۱۱ پر چلنے والی ڈبل ڈیکربس کے اوپر والے حصے میں سفر کرتے ہوئے سب سے پہلے لفظ پاکستان کی تخلیقی تحریک پیدا ہوئی تھی۔اور جس کا اعلان سب سے پہلے انہوں نے اپنے مشہور اعلان: "اب یا کبھی نہیں" ناؤ آر نیور (NOW OR NAVER) کے ذریعہ کیا۔اور جس ڈیکلریشن کو انہوں نے اپنے کیمبرج کے پتے: نمبر 3، ہمبرسٹون روڈ، کیمبرج، سے ۲۸، جنوری ۱۹۳۳ء کو شائع کیا تھا۔ جوتحریک پاکستان کے قلعے کی آہنی دیوار ثابت ہوا۔اور برصغیر کے مسلمانان و دیگر اقوام لفظ" پاکستان" سے آشنا ہوئے۔آپ کے مطابق آپ نے یہ نام پنجاب (پ) افغانیہ مغربی سرحدی صوبہ (ا) کشمیر (ک) سندھ (س) اور بلوچستان (تان) سے اخذ کیا۔جہاں مسلمان (۱۲۰۰) بارہ سو سال سے آباد ہیں۔

چوہدری رحمت علی نے نہ صرف مسلمانوں کے مبہم تصوّر کو پاکستان کا نام دے کر ان کے احساسات کو زبان دی بلکہ ان علاقوں کے پہلے حروف کو لفظ پاکستان کا جزو بنا کر یہ نشاندہی بھی کردی کہ پاکستان کن علاقوں پر مشتمل ہوگا۔اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان سکیم ایک آزاد مسلمان مملکت کا تصور تھا جس میں کسی قسم کا ابہام نہ تھا۔چوہدری رحمت علی نے اپنے پمفلٹ میں جن نظریات کا اظہار کیا وہ حضرت قائداعظم کی قراداد لاہور کے ضمن میں کی جانی والی تاریخی تقریر کا ایک پیرا بن گئے۔ (مصور پاکستان کون؟)

مشرقی پنجاب میں فسادات

۱۵، اگست ۱۹۴۷ء کو رات کے بارہ بجے ہندوستان کی آزاد ریاست کا جنم ہوا۔اب تقسیم ایک حقیقت بن چکی تھی، مشرق ومغرب دونوں میں مسلم اکثریتی علاقے پاکستان کا حصہ بن چکے تھے۔۱۵، اگست ۱۹۴۷ء کو شام چار بجے آزاد ہندوستان کا پرچم لہرا دیا گیا،ابھی لوگ خوشیاں منارہے تھے،اور بمشکل اڑتالیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کے ہجوم نے مسلمانوں کے گاؤں پر حملہ کردیا،وہ گھروں کو آگ لگا رہے تھے، اور بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر رہے تھے۔بعینہٖ یہی صورت حال مغربی پنجاب کی بھی تھی، ہر طرف تباہی، بربادی پھیلی ہوئی تھی اور پنجاب موت کا قبرستان بنا ہوا تھا۔ان فسادات میں پولیس اور فوج بھی ملوّث تھی،اور کسی سے مدد کی کوئی توقع نہیں کی جارہی تھی۔ (آزادی ہند: انڈیا ونس فریڈم از مولانا ابوالکلام آزاد)

دھلی میں ہنگامے اور مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ ہمایوں کیمپ میں

شروع میں دہلی میں کوئی ہنگامے نہیں ہوئے تھے،لیکن جب پورے ملک میں چاروں طرف غارت گری کی آگ

بھڑک رہی تھی تو یہ ممکن نہ تھا کہ دہلی ہنگاموں سے محفوظ رہ سکے، اس لئے دہلی میں بھی تشدد بھڑک اٹھا، شہر پر قتل کا آسیب چھا گیا، سرکش لوگوں کا ہجوم شہر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ دہلی میں ان قاتلانہ حملوں کو منظم کرنے میں سکھوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں رہے تھے۔ مسلمان اکثریت کے علاقوں میں ایک وقت ایسا آ گیا تھا کہ کوئی بھی مسلمان گھرانہ رات کو اس اعتماد کے ساتھ سو نہیں سکتا تھا کہ کہ اگلی صبح وہ زندہ اٹھے گا۔

لوٹ مار، قتل اور غارت گری عام تھی۔ مسلمان بالکل ہزیمت زدہ تھے، اور مکمل بے بسی کے احساس میں مبتلا تھے، اور کتوں اور بلیوں کی طرح مارے جا رہے تھے۔ شہر کے مختلف علاقوں میں اُن گھروں کی حفاظت ممکن نہیں تھی جو اکیلے پڑ گئے تھے۔ اس لئے حکومت نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو یکجا کر کے حفاظتی کیمپوں میں پہنچا دینا چاہیے۔ اس کے لئے پرانے قلعے سمیت مختلف کیمپ قائم کئے گئے جن میں سے ایک کیمپ ہمایوں کے مقبرے کے قریب لگا، حضرت مولانا عبد الحکیمؒ نے بھی اسی کیمپ کے اندر پناہ لی۔ مولانا مرحوم نے قیام پاکستان اور آزادی کی ان تمام تحریکوں کو عملی طور پر دیکھا، اور ان تحریکوں کے دوران جو مشاہدات آپ نے کئے وہ آپ کے ذھن پر نقش ہو گئے، یہی وجہ تھی کہ عملی زندگی میں آپ استعماریت اور فرنگیت کے بڑے مخالف تھے۔

مولانا عبد الحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان واپسی

اگست، اور ستمبر ۱۹۴۷ء کے دو مہینے اس طرح گزرے کے موت کے سایئے ہر وقت سر پر منڈلاتے رہے، اور بالآخر اکتوبر ۱۹۴۷ء کے مہینے میں آپ پاکستان واپسی کے لئے اُس ٹرین میں سوار ہوئے جو جی، ایچ، کیو، (G.H.Q) کے ملازمین، اور ریکارڈ کو لے کر پاکستان آ رہی تھی۔ دھلی سے لاہور کا یہ سفر چھے دنوں میں مکمل ہوا۔ چلتی ریل گاڑیوں پر ہندو اور سکھ بلوائی مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے، کئی مسافر ان حملوں میں زخمی بھی ہوئے، جن کے خون کے دھبے آپ کے کپڑوں پر بھی پڑے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ سفر کے دوران خوراک کی اشیاء بھی بالکل نہیں ملتی تھیں، اور مسافر قابل رحم حالت میں تھے، بلآخر آپ نے اپنے ملک میں پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا۔

مانسر کیمپ منتقلی

جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مولانا کہ یہ سفر جی، ایچ، کیو، کے سرکاری ملازمین والی آخری گاڑی کے ذریعہ سے ہو رہا تھا۔ لاہور پہنچنے کے بعد ان تمام حضرت کو مانسر کیمپ اٹک منتقل کر دیا گیا۔ آپ بھی ان مہاجرین میں شامل تھے۔ کچھ دن یہاں آرام فرمانے کے بعد آپ مانسہرہ کے علاقہ بفہ تشریف لے گئے۔

بفہ ہزارہ آمد اور تجارت وتدریس کا آغاز

تقسیم ہند کے بعد آپ بفہ اس حالت میں پہنچے کہ وہی خون آلود لباس آپ کے بدن پر تھا اور سر پر ترکی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی لباس موجود نہیں تھا۔شاہ حسین نامی شخص جو آپ کا شاگرد تھا آپ اُس کے گھر تشریف لے گئے ۔ کچھ عرصہ تک آپ کا قیام اسی کے گھر رہا اور پھر بطور مہاجر آپ کو بفہ ہی میں ایک ہندو کا وسیع گھر اور دوکان الاٹ کر دی گئی۔آپ نے اسی دوکان میں کریانہ کا کام شروع کر دیا۔

کاروبار میں آپ کے پارٹنر مولانا عتیق اللہ صاحب تھے۔آپ نے دوکانداری کے ساتھ ساتھ گھی کے ہول سیل کا کاروبار بھی شروع کر دیا،اور پشاور کے تاجروں کو گھی سپلائی کرنے لگے۔اور تجارت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا بھی آغاز کر دیا۔ اس زمانے کے شاگردوں میں حضرت مولانا شریف صاحب آف جیسول ،ان کے برادر قاری عبد المالک صاحب آف آلائی،قاضی ولی داد صاحب کے نواسہ عبدالمنان صاحب شامل ہیں۔

ہزارہ میں خدمات

فراغت اور ہندوستان سے واپسی کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اسلام اور قوم کی بے پناہ خدمت کا موقع عطا فرمایا، اور ہر میدان میں خواہ وہ شریعت کا ہو یا طریقت کا، سیاست کا ہو، یا خطابت وشجاعت کا، وعظ ونصیحت کا ہو، یا تعلیم و تدریس کا اللہ رب العزت آپ کو قدم قدم پر کامیابی وسرفرازی سے نوازتا رہا۔

جب آپ پاکستان واپس لوٹے تو اس وقت ہزارہ میں خانہ جنگی ،ڈاکہ زنی،قتل وغارت گری اور سفید پوش آدمیوں کو لوٹنے اور قید کرنے کے واقعات عام تھے۔جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار اسلام کے نڈر مجاہد،سرفروش علماء وقائدین، اس ظلم کو روکنے کے لئے میدان عمل میں آ گئے،اور مقامی آبادی میں حصول حقوق کے لئے جو جہد کا جذبہ پیدا کیا۔

اپنے علاقہ بٹگرام میں تحریک پاکستان کے لئے کام کرنا آپ کا بنیادی مشن تھا۔مولانا محمد طاؤسؒ، اور مولانا محمد یوسف مرحوم جیسے عظیم انقلابی حریت پسندوں کے ساتھ مل کر یاغستان ایجنسی کو ختم کر کے پاکستان میں شامل کرنے اور قانونی سٹیلمنٹ (Settlement) کے لئے عوامی تحریک چلائی۔

غاصب ،جابر اور ظالم خانوں کے علاوہ تمام لوگوں نے ساتھ دیا۔اس تحریک میں جو ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک جاری رہی ، خانوں کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ جانیں ضائع ہوئیں ۔ ۱۹۵۲ء میں بٹگرام ہزارہ کا علاقہ پاکستان میں شامل ہوا۔ان علاقوں پر پاکستانی پرچم لہرائے گئے۔اور یہ علاقہ پاکستان میں شامل تو ہو گیا،لیکن سارے پاکستان کی طرح

نظام یہاں پر بھی وہی پرانا رہا۔

عقدِ نکاح

اپریل، ۱۹۴۸ء میں آپ کے شاگرد شاہ حسین نے اپنی سوتیلی بیٹی مسماۃ انور جان جوان کی اہلیہ کے پہلے خاوند گل شیر مرحوم سے تھیں، اور بیوہ تھیں، اُن کا نکاح حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سے کردیا۔ یہ نکاح مجاہد ملت، مرد قلندر حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے پڑھایا۔ مجلس نکاح میں آپ کے استاد محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب (المعروف شنگرَئی مُلا) (جو اس وقت بجنہ کے علاقے میں قیام پزیر تھے) بھی موجود تھے۔ اس طرح آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ مولانا مرحوم کی ساس کا نام حسن جان آف بونیر تھا، اور سسرالی رشتہ دار زیادہ تر کالا ڈھاکہ اور اوگی کے علاقہ میں آباد تھے۔

پہلے بیٹے کی پیدائش اور وفات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا اور ۱۹۴۹ء میں آپ کا پہلا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے عبدالودود رکھا۔ ہر باپ کی طرح آپ کو بھی بیٹے کی پیدائش پر از خود خوشی ہوئی اور آپ نے اسی وقت یہ منت مان لی کہ بڑے ہونے پر انشاء اللہ میں اسے حافظ قرآن بناؤں گا۔ لیکن وہ مختصر عمر لے کر آیا تھا اور دو سال بعد ہی اکتوبر ۱۹۵۲ء میں نظر بد کے نتیجہ میں اس کا انتقال ہو گیا جس کا صدمہ ہمیشہ مولانا کو رہا۔



مولانا مرحوم کی مذہبی خدمات

تجارت چھوڑ کر امامت اختیار کرنا

بفہ میں قیام کے دوران آپ کریانہ کی دوکانداری کرتے رہے ،لیکن حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ آپ کی صلاحیتوں سے واقف تھے، اس لئے جب بھی ملاقات ہوتی ، یا دوکان کے پاس سے گزرتے تو اکثر یہ فرماتے کہ مولانا آپ نے چودہ سال تک دینی تعلیم حاصل کی اور اب ہاتھ میں ترازو لے کر بیٹھ گئے ؟۔ مولانا فرماتے تھے کہ حضرت ہزارویؒ کی یہ بات میرے دل میں چھبتی رہتی ،اور آہستہ آہستہ میرا دل کاروبار سے متنفر ہوگیا۔اور اکتوبر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک کاروبار کرنے کے بعد آپ نے اپنی دوکان فروخت کردی ،اور بفہ کا مکان چھوڑ کر بجنہ ،ترنگڑی،ٹرنگ بالا، اور پھر ملک پور خواجگان کے علاقوں میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

لیکن وہ غربت کا زمانہ تھا تنخواہ میں نقد روپیہ نہیں دیا جاتا تھا بلکہ امامت کے عوض صرف غلہ اور فصل دے دی جاتی تھی ،اور وہ بھی معمولی مقدار میں ۔ مالی کمزوری کا حال یہ تھا کہ بعض اوقات مزدوری پر آپ چاول اور گندم کی فصل کاٹا کرتے تھے۔

گاہے بگاہے آپ اپنے والد صاحب کی ملاقات کے لئے گاؤں تشریف لیجاتے تھے، اور پھر آپ نے ارادہ کیا کہ اپنے علاقے میں دین کی شمع جلائی جائے ،اس کے لئے آپ سب سے پہلے اپنے چچازاد بھائی قاری عبدالمالک صاحب، اپنے پھوپی زاد بھائی،عبدالخالق صاحب،اور مولانا عبدالحق صاحب کو گاؤں سے اپنے ساتھ لائے اور ان کو تعلیم دیتے رہے۔

راولپنڈی آمد اور جامن والی مسجد میں امامت کا آغاز

تقریباً دوسال تک پکھل کے اس علاقے میں کام کرنے کے بعد آپ اپنے ہم سبق ساتھی اور دوست مولانا محمد شریف صاحب کی دعوت پر ۱۹۵۰ء میں خواجگان سے راولپنڈی منتقل ہو گئے ۔مولانا محمد شریف صاحب قیام پاکستان سے قبل ہی راولپنڈی کے علاقہ گنج منڈی کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

راولپنڈی منتقل ہونے کے بعد جنوری ۱۹۵۱ء میں آپ نے جامن والی مسجد بھابڑا بازار میں امامت وخطابت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

مسجد حنفیہ محلہ کرتار پورہ میں بطور امام وخطیب کے تقرر

یہاں آٹھ نو ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ: اس دوران آپ کو معلوم ہوا کہ مسجد حنفیہ محلہ کرتار پورہ میں امام وخطیب کی ضرورت ہے تو آپ:۱۵، مارچ ۱۹۵۱ء کو وہاں جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔لوگوں نے آپ کے وعظ کو پسند کیا۔ بعد نماز جمعہ مسجد کمیٹی کے صدر ڈاکٹر زاہد حسین میرٹھی مرحوم نے آپ سے انٹر یولیا، اور اسی روز مسجد کمیٹی نے بطور امام وخطیب کے آپ کا تقرر مسجد حنفیہ محلہ کرتار پورہ میں کر دیا، اور ماہانہ تیس (۳۰) روپیہ آپ کا وظیفہ مقرر ہوا۔

مسجد کمیٹی نے بہت سی شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی رکھی کہ آپ اپنے ساتھ مسجد میں کوئی طالب علم نہیں رکھیں گے، آپ نے ان کی ساری شرائط مان لیں، اور اپنی طرف سے ایک شرط یہ رکھی کہ مسجد میں دینی و مذہبی تقریبات میں وعظ ونصیحت کے لئے مقرر اور واعظ ان کی مرضی سے بلایا جائے گا، جسے تسلیم کر لیا گیا۔

اس شرط کی حکمت یہ تھی کہ مسجد کا ماحول اختلافی بیانات کی وجہ سے خراب نہ ہو، اس لئے آپ کی ذمہ داری پر جو بھی عالم بیان کرنے کے لئے آیا اس نے اختلافی مسائل اور تشدد سے اجتناب برتا، جس کی وجہ سے مسجد و محلے کا ماحول الحمد للہ ہمیشہ پر سکون رہا۔

درس قرآن وحدیث کا آغاز

مسجد حنفیہ کرتار پورہ میں جب آپ نے امامت اور خطابت شروع کی تو اس وقت ہر طرف شرک وبدعات اور رسوم و رواج نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، آپ نے اس کے خاتمے کے لئے ایک طرف تو امامت اور خطابت کے ساتھ ساتھ بعد نماز فجر درس حدیث اور بعد از نماز عشاء درس قرآن مجید کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اور مثبت انداز میں ان دروس کے اندر رد شرک و بدعات پر بیانات کرتے رہے اور دوسری طرف اس موضوع پر دینی کتب اور لٹریچر جو آپ کے پاس موجود تھا وہ بھی باقاعدہ اندراج کے ساتھ لوگوں کے اندر تقسیم کرتے رہے۔اس سعی اور کوشش کے نتیجے میں آہستہ آہستہ لوگوں کی ذھن سازی ہوتی رہی اور لوگ شرک وبدعات سے توبہ تائب ہو کر عقیدۂ توحید پر آ گئے۔مولانا کے خاص اسلوب بیان کی وجہ سے آپ کا حلقۂ درس وسیع ہوتے ہوتے دیگر مساجد تک پھیل گیا۔

ابتدائی مشکلات

ابتداء میں مسجد کے ساتھ رہائش کا کوئی انتظام نہیں تھا جس کی وجہ سے آپ کو مسجد سے کوسوں دور ڈگری کالج کے قریب میاں سلیمان صاحب کے برف کے ایک کارخانے میں اپنی رہائش رکھنی پڑی۔عشاء کی نماز اور درس سے فراغت کے

بعد آپ پیدل گھر جاتے اور فجر کی نماز اور درس کے لئے آتے، یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا یہاں تک کہ مسجد انتظامیہ نے مسجد کے وضوخانہ کے بالائی حصہ میں آپ کے لئے 8x20 کا ایک کمرہ تعمیر کیا جس میں آپ اپنی فیملی کے ساتھ شفٹ ہو گئے ۔اور پھر ۱۹۶۵ء تک یہیں پر آپ کی رہائش رہی۔ ۱۹۶۵ء میں جب پرانی مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا تو پھر مغربی جنوبی حصہ میں امام کے لئے رہائش کا انتظام کیا گیا، اور آپ وہاں منتقل ہو گئے۔

مسلم ہائی سکول میں بطور دینیات کے ٹیچر کے تقرر

امامت اور خطابت کے ساتھ ساتھ آپ بطور دینیات کے ٹیچر کے بھی مسلم ہائی سکول راولپنڈی میں نویں اور دسویں کلاس کے طلباء کو پڑھاتے ،اور ذھن سازی کرتے رہے، جن میں سے بعض بعد میں بڑی بڑی پوسٹوں تک پہنچے، اور جب آپ سے ملتے تو اپنی شاگردی کا فخریہ انداز میں تذکرہ کرتے تھے۔

اصلاحی خطبات کا سلسلہ دیگر شہروں تک

راولپنڈی میں قیام کے بعد آپ کو جہاں ایک طرف مقامی علماء کرام خصوصاً شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ، حضرت مولانا قاری محمد امین صاحبؒ اور حضرت مولانا عبد الحنان صاحبؒ ہزاروی آف بالا کوٹ خطیب جامع مسجد بھوسہ منڈی صدر، جو تقسیم سے قبل آل انڈیا جمعیت علماء اسلام کے جزل سیکرٹری رہ چکے تھے کے ساتھ مل کر دینی کام کرنے کا موقع ملا۔ حضرت مولانا عبد الحنان ہزارویؒ سے آپ متأثر تھے ،لہٰذا انہی کے ہمراہ آپ پنجاب اور سرحد کے مختلف شہروں ، قصبوں اور دیہاتوں میں دینی اجتماعات میں شرکت فرمانے لگے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی شہرت عروج کو پہنچ گئی۔ اور آپ کو مذہبی پروگراموں اور سیرت کے جلسوں سے خطاب کے لئے کشمیر اور دیگر اضلاع سے مدعو کیا جانے لگا۔

مجلس احرار اسلام سے تعلق اور اس کا پس منظر

بیسویں صدی عیسوی کے تیسرے عشرے کے دوران جب ترکی خلافت عثمانیہ کے خلاف یورپی حکومتوں کی سازشیں صاف طور پر نظر آنے لگیں ،اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے آثار نمودار ہوئے تو برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ خلافت عثمانیہ جس نے حرمین شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کی پہرہ داری کے ساتھ ساتھ تقریباً پانچ سو سال تک عالم اسلام کی قیادت کی تھی۔ اور اس خطۂ ارض میں صلیبی قوتوں کو صدیوں تک خلافت عثمانیہ کے ہاتھوں شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور جب یہودیوں نے عالمی سازش کے طے شدہ پروگرام کے مطابق خلافت عثمانی کے خلیفہ سے ارض فلسطین میں اپنا مرکز قائم کرنے کے لئے زمین کا کچھ حصہ مانگا تو انہوں نے یہودیوں کو زمین دینے سے صاف

انکار کردیا۔اور فرمایا کہ وہ یہودیوں کو فلسطین کی ایک انچ زمین دینے کے بھی روادار نہیں ہیں۔تو اس پر یہودیوں نے صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں یورپی اقوام کی مسلسل شکستوں کا سہارا لیتے ہوئے خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا بازار گرم کردیا۔

خلافت عثمانیہ کے خلاف یورپی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی سازشوں سے مضطرب ہو کر متحدہ ہندوستان میں تحریک آزادی کے قائدین نے ''تحریک خلافت'' شروع کی ،جس کی قیادت مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا شوکتؒ کے ہاتھوں میں تھی۔پنجاب میں تحریک خلافت کے سرکردہ راہنماؤں میں حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ،مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، چوہدری افضل حقؒ اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے اسمائے گرامی نمایاں تھے۔جب استنبول میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا تو یہ تحریک بھی غیر مؤثر ہو کر رہ گئی ،یہ لوگ ترک خلافت کو بچانے میں کامیاب تو نہ ہو سکے البتہ برصغیر کے مسلمانوں کو تحریک آزادی کے لئے جوش وجذبے سے سرشار راہنماؤں اور کارکنوں کی ایک تازہ دم کھیپ مل گئی۔

مجلس احرار اسلام کا قیام

تحریک خلافت کے غیر مؤثر ہونے کے بعد پنجاب کی تحریک خلافت کے لیڈروں نے مرکز سے اپنا راستہ الگ کرتے ہوئے "مجلس احرار اسلام ہند" کے نام سے ایک نیا پلیٹ فارم قائم کرلیا۔احرار راہنما مکمل آزادی کے جذبہ سے سرشار تھے،اور انہیں حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کا جوش عمل، چوہدری افضل حقؒ کا دماغ اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی ساحرانہ خطابت میسر تھی۔مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ،صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ ،اور مولانا مظہر علی اظہرؒ جیسے لوگ صف اوّل کی قیادت میں دکھائی دیتے تھے،جنہوں نے اپنی ولولہ انگیز خطابت سے عام مسلمانوں میں آزادی کی خواہش کو ابھارا، اور انہیں سڑکوں پر لا کر فرنگی حکمرانوں کے خلاف صف آرا کر دیا،اور آزادی چاہنے والے راہنماؤں اور کارکنوں سے جیلیں بھر دیں،اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ہندوستان میں احرار کا طوطی بولنے لگا۔

انگریز حکمرانوں سے مراعات یافتہ طبقوں مثلاً جاگیرداروں ،نوابوں اور زمینداروں کے خلاف غریب اور کمزور طبقات میں بغاوت کے جراثیم کو پروان چڑھایا اور انہیں آزادی کی جدو جہد کا حوصلہ بخشا۔

مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام میں

مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام کے سرگرم کارکن تھے،احراری قیادت کی تقاریر آپ نے خود سنیں تھیں،اور بالخصوص امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی ساحرانہ خطابت سے آپ بہت زیادہ متأثر تھے۔اور

جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ تحریک آزادیٔ ہند اور اور تحریک پاکستان کے وقت آپ دھلی میں موجود تھے، اور یہ ساری تحریک آپ کی نگاہوں میں تھی۔ اس لئے شروع ہی سے آپ کا ذھن احراری تھا، اور بطور کارکن زمانہ طالب علمی سے ہی جلسوں کے انتظامات میں شریک رہتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد جب آپ راولپنڈی منتقل ہوئے تو ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک آپ تحریک احرار اسلام ہی سے منسلک رہے۔ اور ٹرنک بازار راولپنڈی میں واقع دفتر احرار اسلام کے پاس سالانہ احرار اسلام کا جلسہ منعقد کیا جاتا تھا، جس کا سارا انتظام آپ خود فرماتے تھے اور بنفس نفیس تانگہ میں بیٹھ کر جلسہ کو کامیاب بنانے، اور اس میں شرکت کے اعلانات فرماتے تھے۔

احرار کی تاریخ تحریکات کی تاریخ ہے۔ جس میں تحریک کشمیر سے لے کر تحریک ختم نبوت تک پر جوش عوامی تحریکات کا ایک لمبا سلسلہ ہے جس کے تمغوں سے مجلس احرار اسلام کا سینہ مزین ہے۔ حتیٰ کہ احرار کے کارکنوں کے بارے میں ایک دور میں یہ کہا جاتا تھا کہ کسی احراری کارکن کی جیب میں اگر پانچ روپے بھی ہوں تو وہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ کون سی ریاست کے نواب کے خلاف تحریک چلانی چاہئے۔

مجلس احرار کی قیادت نے اپنے کارکنوں میں جو مراعات یافتہ طبقات کے خلاف آزادی کی آگ بھری تھی اسی احراری ذھنیت کا اثر تھا کہ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علاقے کے خوانین، جاگیرداروں، نوابوں اور زمینداروں سے ٹکر لی، اور غریبوں کی آواز بنے۔

فرنگی حکمرانوں نے اس خطہ کے مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لئے قادیانی نبوت کا ڈھونگ رچایا تو اسے بے نقاب کرنے کے لئے اگرچہ علمی حلقوں میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ، اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے خاصا کام کیا تھا۔ مگر عوامی سطح پر اس سازش کو ننگا کرنے کا سہرا احرار راہنماؤں کے سر ہے، جنہوں نے برصغیر کے طول وعرض میں اس فتنہ کے خلاف عوامی نفرت کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دوران اسیری آپ کے بیٹے کی وفات

تقسیم ہندوستان کے بعد مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی تو بدقسمتی سے پاکستان کا وزیر خارجہ چوہدری سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا جس نے اندورون و بیرون ملک قادیانیت کو متعارف کرانے کی کوششیں تیز سے تیز تر کر دیں ان حالات میں امیر کاروان احرار، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی رگ حمیت اور حسینی خون نے جوش مارا،

پوری امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ،مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ، حضرت امیر شریعت کا پیغام لے کر ملکِ عزیز کی نامور دینی شخصیت اور ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کے دروازے پر گئے اور اس تحریک کی قیادت کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے ان سے درخواست کی اور انہوں نے اس کی قیادت کا فریضہ ادا کیا۔حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ،مولانا مفتی محمد شفیعؒ ،مولانا خواجہ قمر الدین سیالویؒ ،مولانا پیر حضرت غلام محی الدین گولڑویؒ ،مولانا ابوالحامد بدایوانیؒ،مولانا پیر سرسینہ شریفؒ،مولانا سید محمد داؤدغزنویؒ ، شیخ حسام الدینؒ ،مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ ،مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ اور مولانا اختر علی خانؒ ،غرضیکہ کراچی سے لے کر ڈھاکہ تک کہ تمام مسلمانوں نے اپنی مشترکہ آئینی جدوجہد کا آغاز کیا۔

یہ برصغیر کی عظیم ترین دینی تحریک تھی جس میں دس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ۔ ایک لاکھ مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ،اور دس لاکھ مسلمان اس تحریک سے متأثر ہوئے ۔

قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے والوں میں حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا نام گرامی بھی شامل ہے ،جنہوں نے مجلس احرار اسلام کے سرگرم کارکن کی حیثیت سے اس تحریک کے اندر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا،اور سولہ ۱۶ مارچ ۱۹۵۳ءکوآپ مرکزی جامع مسجد راولپنڈی سے گرفتار کر لئے گئے ۔شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ ،مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ذبیح مرحوم،مولانا سید عارف اللہ شاہ قادری، قاری محمد امین صاحب مرحوم،کے ساتھ اڑھائی ماہ تک آپ قید میں رہے۔دوران اسیری آپ کے بیٹے عبدالرؤف کا انتقال ہوا،اور آپ اس کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہو سکے۔عید الفطر گزرنے کے بعد مولانا مرحوم کو ان تمام حضرات کے ساتھ رہائی نصیب ہوئی۔

دینی مدرسہ کا قیام

سیاسی طور پر سرگرمیاں بند ہو جانے کے بعد مقامی حضرات علمائے کرام اور احرار اسلام کے کارکنوں کی حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کی زیر صدارت ایک میٹنگ ہوئی ،ایجنڈا یہ تھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے ،اور مستقبل میں اس کام کو کیسے آگے بڑھائیں۔اجلاس میں یہ طے پا کہ ایک دینی مدرسہ قائم کر کے اسی پلیٹ فارم سے کام شروع کیا جائے ۔

چنانچہ مدرسہ کا نام حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنے مادرعلمی میرٹھ کے مدرسہ امداد الاسلام کا نام پر تجویز کیا،حاضرین نے متفقہ طور پر اس نام کو منظور کر لیا اور یوں مدرسہ امداد الاسلام کی بنیاد محلہ نیاریاں کی گولیاں والی مسجد میں رکھی گئی جسے بعد ازاں پھولوں والی مسجد اور پھر محلہ ورکشاپی منتقل کر دیا گیا،اور اس کا نام دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ رکھ دیا گیا۔اس مدرسہ کے انتظامی

امور کو چلانے کے لئے جن شخصیات کے ناموں پر اتفاق ہوا، اور جن کی نگرانی میں یہ مدرسہ چلتا رہا، ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی : مہتمم

(۲) حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب : ناظم عمومی

(۳) حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب ناظم

(۴) حضرت مولانا محمد دین صاحب خزانچی۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے ورکشاپی محلہ کے اس مدرسہ میں چار سال تک علوم اسلامیہ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث اور نحو ومنطق کی کتابیں پڑھائیں۔

جامعہ فرقانیہ مدنیہ کا قیام

۲۷، جون ۱۹۵۸ء کو مولانا مرحوم بحری جہاز کے ذریعہ حج کے لئے تشریف لے گئے، اور اس موقع پر آپ نے اللہ جل شانہٗ سے دینی درس گاہ کے قیام کے لئے دعائیں مانگیں، اور واپسی پر آپ نے اپنی مسجد حنفیہ کرتار پورہ ہی میں ۹، اپریل ۱۹۵۹ء کو ایک عظیم درس گاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کی بنیاد رکھی۔

۱۹۶۱ء میں مسجد کے قریب ہی متروکہ وقف املاک کی زمین جس پر کشمیری مہاجرین قابض تھے، اور تقریباً بیس خاندان یہاں پر آباد تھے، آپ نے ایک ایک کر کے ان سے معاملات طے کئے اور پانچ سال میں پورا پلاٹ اُن سے واگزار کرا کر متروکہ اوقاف سے بنام جامعہ فرقانیہ مدنیہ الاٹ کروایا۔ جہاں آج ایک عظیم الشان دینی ادارہ قائم ہے، جو حضرت مولانا مرحوم کی یادگار کے طور پر ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنا ہوا ہے، اور حضرت کے جانشین ان کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی زید مجدہٗ اس کا سارا نظم ونسق چلا رہے ہیں۔

۱۹۶۶ء میں مدرسہ کی تعمیرات اور توسیع کا افتتاح حضرت مولانا مرحوم نے اپنے پیر ومرشد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے دست مبارک سے کروایا جس کی تختی یادگار کے طور پر آج بھی موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے مدرسہ کی تعمیر وتوسیع کے لئے وسائل مہیا کرنے کی خاطر ملک کے مختلف شہروں لاہور، سکھر، ملتان، گوجرانوالہ، فیصل آباد، کراچی اور حیدرآباد کے دورے کئے، اور مدرسہ کے لئے اہل خیر حضرات کو متوجہ کیا۔

اس دوران مختلف مقامات پر درس قرآن، درس حدیث اور جمعہ کے اجتماعات سے بھی خطاب فرمایا۔کراچی میں دھلی، میرٹھ اور رام پور کے مہاجرین سے اور تاجروں سے ملاقاتیں کیں۔اور پھر یہ تعلقات ہمیشہ برقرار رکھے۔

جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے قیام کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا تھا جو نہ صرف دینی امور پر عبور رکھتے ہوں، بلکہ دنیاوی فنون سے بھی بخوبی واقف ہوں،اورعصر حاضر کے تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی بھر پور استعداد رکھتے ہوں۔اسلامی تعلیمات کے میدان میں نوجوان علماء، حفاظ ،قرأ اور فاضل حضرات کا ایک ایسا گروپ تیار کیا جائے جو ملک کے کونے کونے میں اعلاء کلمۃ اللہ کو بلند کریں۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر تادم تحریر الحمدللہ جامعہ کے فضلاء ہزاروں کی تعداد میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دینی سماجی اور رفاعی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اور ملک کے کونے کونے میں مساجد کے خطباء، مدارس کے مہتمم اور اپنے اپنے علاقوں میں تنظیموں کے سربراہ ہیں۔ یہ سب ۱۹۵۹ء میں قائم ہونے والے مدرسہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے بانی وسربراہ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے خلوص ،محبت لگن اور کوششوں کا نتیجہ ہے۔

جامعہ میں اس وقت شعبہ حفظ ، تجوید وقرأت، شعبہ کتب بمطابق نصاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان ، شعبہ جدید عربی، پرائمری سکول ، شعبہ دار الافتاء اور شعبہ تبلیغ قائم ہیں۔ جہاں سے ہر سال بیسیوں طلباء فارغ ہوکر درس وتدریس ، امامت وخطابت ،اور تبلیغ وارشاد کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

جامعہ فرقانیہ مدنیہ گوجروں کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی

جامعہ فرقانیہ مدنیہ گوجروں کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی ہےجس کی ڈگری اور سفارش پر سے طلباء ملک کے اندر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور بیرون ملک لیبیا کی طرابلس یونیورسٹی،سعودی عرب میں ریاض یونیورسٹی، مکہ اور مدینہ یونیورسٹی، جامعۃ الازہر مصر، بغداد ، کویت، قطر اور مغربی جرمنی میں پی ،ایچ ،ڈی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجے جاتے رہے ہیں۔اور سعودی عرب ،مصر اور لیبیا سے تعلق رکھنے والے اساتذہ کرام بھی یہاں تعلیم دینے کے لئے مامور رہے ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس ادارے کے ذریعہ وہ کام کر دکھایا ہے جو کروڑوں روپے بجٹ رکھنے والی این ،جی اوز بھی نہیں کرسکتیں۔

مولانا کے ذریعے مدارس ومساجد کا قیام

مانسہرہ سے راولپنڈی منتقل ہونے کے بعد سے ہی آپ نے مختلف علاقوں میں مساجد ومکاتب کے قیام کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا مگر جولائی ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے مساجد اور مدارس کے قیام پر بھر پور توجہ دی۔اُس وقت کی تنظیم المساجد کے حضرات کے ساتھ

بھر پور تعاون فرمایا۔اور نہ صرف راولپنڈی ،اسلام آباداور گردونواح کے علاقوں میں مختلف مدارس ، مساجد اور مکاتب قائم کئے، بلکہ کراچی سے بالا کوٹ اور آزاد کشمیرسمیت ملک کے مختلف علاقوں اور گوشہ گوشہ میں آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا،اوراپنے مسلک کے نوجوان علماء کرام کو ان مراکز پر بیٹھا کر ان کی ہر طرح سے سرپرستی فرمائی۔مختلف دور دراز پہاڑی علاقوں سے غریب ،مفلس اور نادار بچوں کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر تعلیم کی روشنی سے روشناس کرایا۔

اس کے علاوہ آپ ملک اور بیرونی ممالک میں فروغِ تعلیم و تنظیم کے سرگرم محرک،سینکڑوں درس گاہوں کے بانی مبانی اور کئی تنظیموں اورانجمنوں کے موجد رہے۔اورآج الحمدللہ پورے ملک میں آپ کے لگائے ہوئے پودے تن آور درخت کی شکل اختیار کر چکے ہیں ۔اور بڑے بڑے مدارس میں نورانی قاعدے سے لے کر بخاری شریف تک کا درس دیا جاتا ہے، اور ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں علماء،قرأاور حفاظ فارغ ہوکر ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنتے چلے جارہے ہیں۔

؎ این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سلسلہ تصوف میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کا تعلق

۱۹۵۳ء ہی میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے سلسلہ تصوف میں اپنا روحانی تعلق ضلع میانوالی میں کندیاں جنکشن سے اڑھائی میل کے فاصلے پرواقع خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے ساتھ جوڑا تھا ، جسے ۱۹۲۰ء ...... ۱۹۲۲ء کے دوران حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس اللہ سرہ نےتعمیر فرمایا تھا، اوراسے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ کے نام نامی سے منسوب فرمایا تھا۔اور اپنے وصال تک خانقاہ سراجیہ شریف کی مسند ارشاد پر متمکن رہے،اورسینکڑوں طالبان حق وسالکان طریقت کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔آپ نے اپنے وصال سے قبل نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا جو ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۷۶ھ تک خانقاہ سراجیہ شریف کی مسند ارشاد پرجلوہٴ افروز رہے۔حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ۱۹۵۳ء میں مرشد العلماء صدیق زماں حضرت اقدس ثانی حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب لدھیانویؒ سے بیعت ہوئے،جوفی زمانہ صدیقِ زماں اور قطب الاقطاب تھے ۔اور ان کے مقام صدیقیت اورقطب الاقطاب ہونے کا اندازہ آپ ان دو واقعات سے لگا سکتے ہیں۔

مرشد العلماء صدیق زماں حضرت اقدس ثانی حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب لدھیانویؒ کا مقام

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی حضرت سے بیعت تھے۔حضرت ہزارویؒ نے اپنے پیرومرشد

کے بارے میں ایک مرتبہ ایک مجلس میں فرمایا کہ ایک مرتبہ جب میں خانقاہ کے لئے سفر پر روانہ ہوا تو دوران سفر مجھے خیال آیا کہ میرے مرشد و شیخ حضرت ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ نہ جانے مقام ولایت کے کس درجہ پر فائض ہیں؟ اسی خیال میں مگن حویلیاں (ہزارہ) سے خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف کے لئے ریل گاڑی پر سوار ہوا، کچھ دور جا کر ایک چھوٹے اسٹیشن پر گاڑی رکی، وہاں سے دو خوب روسفید کپڑوں میں ملبوس بزرگ سوار ہو گئے۔ وہ میرے سامنے کی سیٹ پر بیٹھ کر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ فی زمانہ صدیقِ زماں اور قطب الاقطاب کون ہے؟ ایک نے دوسرے سے کہا۔ فی زمانہ صدیقِ زماں اور قطب الاقطاب حضرت ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف والے ہیں۔ تھوڑی دور دوسرے اسٹیشن پر وہ اتر گئے۔ جب وہ اترے تو مجھے اُن سے ملنے کا خیال آیا، تو میں نے گاڑی سے باہر جھانک کر دیکھا تو کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ میرے قلبی اطمینان کے لئے غیبی تائید فرمائی ہے۔

(۲) حضرت مولانا سید مغیث الدین شاہ صاحبؒ کی تجدید بیعت کا دلچسپ واقعہ

حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحبؒ نے واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ: حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کے انتقال کے بعد تعزیت کے لئے دارالعلوم دیوبند جانا ہوا تو حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نوراللہ مرقدہٗ کے دولت کدہ پر قیام کیا۔ ان دنوں ہمارے حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہ کے ہم سبق ساتھی اور حضرت اعلیٰ خواجہ ابو سعد احمد خان صاحبؒ کے خلیفہ حضرت مولانا سید مغیث الدین شاہ صاحبؒ بھی یہیں ٹھیرے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سید مغیث الدین شاہ صاحبؒ کو حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا: شاہ جی! آپ حضرت ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سے تجدید بیعت کر لیں۔ شاہ جی نے عرض کیا استخارہ کے بعد دیکھوں گا۔ دوسرے دن حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نوراللہ مرقدہٗ نے دریافت فرمایا تو حضرت مولانا سید مغیث الدین شاہ صاحبؒ نے کہا میرا استخارہ ان کی بیعت کے خلاف ہے۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نوراللہ مرقدہٗ نے زور دار انداز میں فرمایا! تمہارا استخارہ بالکل غلط ہے جلدی کرو، ابھی حضرت مولانا سے بیعت کرو! شاہ جی اسی وقت آگے بڑھے اور بیعت ہو گئے۔

حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ہاتھ پر تجدید بیعت

واقعات تو بے شمار ہیں جن سے آپ کا صدیق دوراں اور قطب الاقطاب ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر اکابر کے ان دو

واقعات ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کس بلند مقام پر فائز تھے۔نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ کے(۷،جون ۱۹۵۶ء بمطابق ۲۷،شوال ۱۳۷۵ھ بروز جمعرات) وصال کے بعد مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد صاحبؒ آپ کے خلیفہ و جانشین قرار پائے تو ۸، جون ۱۹۵۶ء بروز جمعۃ المبارک کو حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا مرحوم نے دیگر متوسلین سلسلہ و احباب خانقاہ سراجیہ شریف کے ساتھ ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور آخر دم تک یہ تعلق قائم و دائم رہا۔

حضرت اکثر آپ کے ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ تشریف لاتے رہتے تھے،اوراس ادارے کی سرپرستی فرماتے رہے۔ جامعہ فرقانیہ مدنیہ ہی میں دوران تعلیم جب حضرت تشریف لائے ہوئے تھے تو دیگر طلباء کرام کے ساتھ ساتھ راقم الحروف محمد موسیٰ شاکر کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ حضرت خواجہ خواجگان کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔**فَلِلّٰہِ الحمد علیٰ ذالک**۔

حضرت کی ہمیشہ آپ پر شفقت رہی حتیٰ کہ آپ کا نماز جنازہ بھی حضرت ہی نے پڑھایا۔

حضرت مولانا مرحوم نے کئی حج اور عمرے کئے۔اور دلائل الخیرات کا پڑھنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا قیام اور اس کے ساتھ وابستگی

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، اور ان کے گرامی قدر رفقاء مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ،مولانا لال حسین اخترؒ،مولانا عبدالرحمن میانویؒ،مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا تاج محمودؒ،مولانا محمد شریف جالندھریؒ، اور سائیں محمد حیاتؒ، کا یہ عظیم کارنامہ تھا کہ انہوں نے اس الیکشنی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے خالصتاً دینی و مذہبی بنیاد پر"مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان" کی بنیاد رکھی۔اس سے قبل مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے قادیانیت کو جو چرکے لگائے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔حضرت مولانا عبدالحکیمؒ "مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان" کے پلیٹ فارم سے بھی کام کرتے رہے۔اوراحرار اسلام کے اکابر خصوصاً حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، اور حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ، کی آمد و رفت حضرت مولانا کے پاس رہتی تھی، اور اکثر جلسوں کے مواقع پر تشریف لایا کرتے تھے۔

مجلس احرار کا احیاء

۱۹۴۹ء میں میں سیاسیات سے لاتعلقی کے بعد امیر شریعتؒ نے اپنے کارکنوں سے کہہ دیا تھا کہ تم میں سے اگر کوئی

ملکی معاملات میں دلچسپی لینا چاہتا ہے تو مسلم لیگ میں شامل ہو جائے ، اس اعلان کے بعد احرار کارکنوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنا شروع کر دی تھی ،لیکن جب لیگی رہنماؤں نے ان کے اخلاص اور خلوص کو مشتبہ نظروں سے دیکھا اور ان کے لئے اپنے تمام دروازے بند کر دیئے تو احرار راہنما اپنے فیصلے پر از سر نو غور کرنے پر مجبور ہوئے ۔

۱۸ اگست ۱۹۵۸ء کو جب صوبائی وزیر اعلیٰ نواب مظفر علی قزلباش نے مجلس احرار اسلام پر سے تمام پابندیاں اٹھا لینے کا اعلان کر دیا تو ۲۵ ستمبر ۱۹۵۸ء کو امیر شریعتؒ کے دولت کدہ پر احرار ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا ،تا کہ جماعت پھر سے سیاسیات میں دخل انداز ہو سکے تو اس موقع پر امیر شریعتؒ نے احرار رہنماؤں سے فرمایا:

دوستو! آپ سب کو یہ حق ہے جس طرح چاہیں اپنے لئے فیصلہ کر لیں ۔لیکن اپنی بیماری اور ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر میں نے ۱۹۴۹ء میں جو فیصلہ کیا تھا ،اب بھی میں اسی پر قائم ہوں ۔میرا جی نہیں چاہتا کہ پھر سے ان بکھیڑوں میں الجھوں ۔لیکن میں آپ حضرات کو نہیں روکتا ،میری دعائیں بہرحال آپ کے ساتھ ہیں ۔مگر میری ایک ہی خواہش ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اس وقت جو ڈاکہ پڑ رہا ہے آپ اس کا خیال رکھیں ،بس میری یہی آرزو ہے ۔باقی آپ اپنے معاملات میں آزاد ہیں ۔ (حیات امیر شریعت ص ۴۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی سیاسی خدمات

حضرت مولانا کی جمعیت علماء اسلام میں شمولیت

قیام پاکستان کے بعد جمعیت علماء اسلام پاکستان کے صدراور سربراہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رہے ہیں۔لیکن آپ کی وفات کے بعد جمعیت کی تنظیم کا کام کچھ عرصہ ملتوی رہا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ کو جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔آپ نے بوجہ بیماری اور بڑھاپے کے یہ کام حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بانی دارالعلوم کراچی خلیفہ حضرت تھانویؒ کے سپرد کردیا۔ اور بالآخر مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ملک بھر کا دورہ کیا،اور علماء کو سیاست میں بھرپور طریقہ سے حصہ لینے کی دعوت دی۔آپ کا موقف یہ تھا کہ اگراس وقت علماء سیاست میں حصہ نہیں لیں گےتو پاکستان میں مسلمانوں کوفتنۂ قادیانیت،اور فتنۂ الحادو اشتراکیت وتجدّد پسندی سے بچا کر پاکستان کے مقصد وجود یعنی اسلامی نظام کے نفاذ کا موقع کبھی نہیں ملے گا۔

جمعیت کی تشکیل جدید

اس دورہ کے بعد: ۸،۹،اکتوبر ۱۹۵۶ءکو جمعیت علماء اسلام کے جدید انتخابات کے لئے ملتان میں مغربی پاکستان کے علماء کرام کا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی صدارت میں ایک کنونشن منعقد ہوا،جس میں حضرت مولانا داؤد غزنویؒ،حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سمیت صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے علماء کرام کی کثیر تعداد نے شرکت کی جس میں جمعیت کی تشکیل جدید کی گئی، تمام اکابرین کی طرف سے قطب دوران، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو جمعیت علماء اسلام کا صدر منتخب کیا گیا۔اور ناظم اعلیٰ کے لئے جب مولانا عبدالحنان صاحب جریدیؒ، سابق ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند، اور مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے نام پیش کئے گئے تو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے کھڑے ہوکر (500) پانچ سو سے زائد علمائے کرام کے اس مجمعے سے خطاب کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

علمائے کرام!اگرآپ کا مقصدکام ہےتو مجھے اجازت دیجئے کہ میں خودنام پیش کروں،اورجس کا میں نام پیش کروں گا وہ نہائیت مخلص، انتھک اور فعال آدمی ہے۔ اکابرین نے کہا کہ حضرت آپ کواختیار ہے،حضرت لاہوریؒ نے فرمایا: کہ میں اس شرط پر امارت قبول کروں گا کہ حضرت مولانا غوث ہزارویؒ بحیثیت ناظم اعلیٰ کے کام کریں گے۔آپ کے اصرار پر متفقہ طور پر حضرت ہزارویؒ کو ناظم اعلیٰ (جنرل سیکرٹری) چنا گیا۔اور پھر وفات تک حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہی جمعیت کے

صدر رہے۔یہی وہ موقع تھا کہ جس میں حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو نائب امیر جمعیت علماء اسلام مقرر کیا گیا۔

جب امیر شریعت نے احرار اسلام کے کارکنوں کو دیگر جماعتوں میں شرکت کی اجازت دے دی اور جمعیت علماء اسلام کا احیاء جدید ہوا تو حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے جمعیت میں شمولیت اختیار کر لی۔جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے پرانا تعلق تھا، اور حضرت ہزاروی کی ترغیب ہی پر آپ نے کاروبار چھوڑ کر امامت و خطابت اور درس و تدریس کی لائن اختیار کی تھی۔اس لئے جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کو حضرت ہزارویؒ نے سراہا۔اور حضرت ہزارویؒ اکثر آپ کے پاس تشریف لاتے تھے، اور جماعتی پروگرام اور مشورے بھی اکثر یہیں مسجد حنفیہ کرتار پورہ ہی میں طے پاتے تھے، جہاں ۱۹۵۹ء میں آپ نے مدرسہ بھی قائم فرمالیا تھا۔

اسی جماعتی تعلق کی بناء پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ بھی اسی مسجد میں ۱۹۶۲ء میں تشریف لائے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے جمعیت علمائے اسلام کے لئے بھر پور کام کیا۔اور مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ ،مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ سفر و حضر میں رفیق کار رہے،اور ان کے شانہ بشانہ بنگال سابقہ مشرقی پاکستان میں مختلف دینی ،سیاسی ، ثقافتی اور تعارفی اجتماعات سے خطاب فرمایا۔اور جمعیت کے پلیٹ فارم سے کافی اثر و رسوخ پیدا کیا، اور مختلف عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے آل پاکستان جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات بن گئے،اور جمعیت میں صف اوّل کے لیڈر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ جب راولپنڈی تشریف لاتے تو آپ کے ہاں قیام فرماتے ، اور حضرت مفتی صاحبؒ کا حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ تعلقات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۶۵ء میں جب آپ نیشنل اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ، اور اسمبلی اجلاسوں میں شرکت کی وجہ سے آپ کو راولپنڈی اسلام آباد میں قیام کی ضرورت پڑی تو آپ نے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کے جوار میں رہنا پسند فرمایا۔اور آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں صبح کے اوّل وقت میں ہدایہ کا سبق پڑھانا قبول فرمایا۔

شریعت کانفرنس لاہور کا انعقاد

۳،۴،اور ۵ مئی ۱۹۶۸ء میں جب موچی دروزہ لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام شریعت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تو اس کی کامیابی کے لئے ملک بھر میں چاروں صوبوں کے دورے کئے گئے،جس میں مولانا عبدالحکیمؒ نے بھی انتھک محنت کی۔ اور جب یہ کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی حضرت مولانا مرحوم نے ہی سرانجام

دیئے۔ یہ ایک کامیاب کانفرنس تھی جس میں صرف علماء کرام کی تعداد ہی (۶۰۰۰) چھے ہزار سے زائد تھی اورعوام نے بھی بھر پور انداز میں شرکت کی۔ اور اخبارات نے بھی اس کو ایک مثالی کانفرنس لکھا۔ کانفرنس کے آخری روز ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا، جو موچی دروازہ سے شاہی مسجد اور میکلوڈ روڈ سے ہوتا ہوا موچی دروازہ پہنچا۔اس جلوس نے گویا ایوب خان کے اقتدار میں دراڑیں ڈال دیں،اس جلوس کی تشہیر بین الاقوامی ذرائع مواصلات سے بھی نشر کی گئی۔

اس کانفرنس کی کامیابی کے سہرا دیگر کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے سر رہا، جسے جمعیت کے اکابرین نے بھی خوب سراہا، اور اس کانفرنس کی کامیابی کے بعد جمعیت کی مرکزی اکابرین کے ساتھ آپ مشرقی اور مغربی پاکستان کے اہم اجتماعات اور کانفرنسوں میں ان کے ساتھ رہے۔

صدر ایوب خان کا اقتدار

۷ اکتوبر، ۱۹۵۸ء کو اسکندر مرزا نے ملک فیروز خان نون کی وزارت کا خاتمہ کر کے ملک میں ماشل لاء نافذ کر دیا، اور برّی فوج کے کمانڈر انچیف جزل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر مقرر کیا اور پاکستان کی مسلّح افواج کی کمان خود سنبھال لی تھی۔

☆ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو صدر مملکت میجر جزل اسکندر مرزا اپنے عہدہ سے الگ ہو گئے، اور تمام اختیارات سپریم کمانڈر اور مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ جزل محمد ایوب خان کے سپرد کر دیئے۔اس کے بعد صبح کے اڑھائی بجے اعلان ہوا کہ جزل محمد ایوب خان نے صدر کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔اور صدارتی طرز حکومت کا قیام عمل میں آ گیا۔

☆ یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ملک کو نیا آئین دیا، اور اس کے تحت ۸، جون ۱۹۶۲ء کو مارشل لاء ختم کرنے کا اعلان کیا،اور سیاسی جماعتوں کی بحالی کا اعلان کیا،اور صدر ایوب نے نئے آئین کے تحت صدر کا خلف اٹھالیا۔

عائلی قوانین کے نفاذ کا آرڈی ننس اور اس کے خلاف تحریک

صدر ایوب نے ۲ مارچ، ۱۹۶۱ء کو ایک آرڈی ننس کے ذریعے عائلی قوانین کا نفاذ کیا تھا،اس مقصد کے لئے جو کمیشن بنایا گیا تھا اُس میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا نام بھی شامل تھا۔اس آرڈی ننس میں کہا گیا تھا کہ طلاق دینے یا ایک سے زائد شادیوں کے لئے بنیادی جمہوری اداروں کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

نیز نکاح کو رجسٹر کرانا ضروری قرار دیا گیا، اور شادی کے وقت لڑکے کی عمر کے لئے کم از کم ۱۸ سال، اور لڑکی کے

لئے ۱۶ سال، اور طلاق کی صورت میں عدت کی مدت (90) نوے دن مقرر کی گئی تھی۔ اس آرڈی ننس کے ذریعے یتیم پوتے کو بھی وراثت میں حق دار تسلیم کیا گیا تھا۔ حضرت تھانویؒ سمیت علماء کرام اور دینی شعور رکھنے والے حضرات نے اس آرڈی ننس کی سختی کے ساتھ مخالفت کی اور اِسے واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

دوسرا سبب اُن کی مرزائیت نوازی تھی کہ ان کے دور میں مرزائیوں کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا تھا۔ عائلی قوانین اور مرزائیت نوازی کی وجہ سے ملک کے تمام علمائے کرام ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جلوس نکالے گئے۔ راولپنڈی میں سب سے پہلا جلوس حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے نکالا، صدر ایوب کے خلاف تقریریں کیں جس کے نتیجہ میں ان کے خلاف مقدمات قائم ہوئے اور ان کی گرفتاری کے لئے چھاپے مارے گئے۔

جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے طلباء کی گرفتاری

جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے طلباء نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا، اور راتوں رات مری روڈ اور اردگرد کے علاقے کی دیواروں اور سائین بورڈز کو مرزائیوں کے خلاف اور عائلی قوانین کے آرڈی ننس کے خلاف نعروں سے بھر دیا۔ اس کے نتیجہ میں رات کے وقت جامعہ فرقانیہ پر چھاپہ مارا گیا اور کئی طلباء کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

عائلی قوانین کی تنسیخ کا بل

☆ ۲، جولائی ۱۹۶۲ء کو قومی اسمبلی میں مسلم عائلی قوانین کے ارڈی ننس کی منسوخی کا بل پیش کیا گیا، جس میں کہا گیا تھا کہ یہ آرڈی ننس قرآن وسنت کی منشاء کے خلاف ہے اس لئے اسے ختم کر کے ایک اچھی مثال قائم کی جائے۔ (۶۰) ساٹھ ارکان اسمبلی نے اس کے حق میں اور چھتیس (۳۶) نے اس کی مخالفت میں ووٹ دیا۔

جمہوری مجلس عمل کا قیام اور صدر ایوب خان کے خلاف تحریک

۸، جنوری ۱۹۶۹ء کو ملک میں منظم، بھرپور اور پُرامن عوامی تحریک چلانے کے لئے لاہور اور ڈھاکہ میں آٹھ سیاسی جماعتوں کی طرف سے ایک متحدہ محاذ جمہوری مجلس عمل کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ نئی جمہوری مجلس عمل نے ۱۷، جنوری سے پورے ملک میں تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ حزب اختلاف کی آٹھ جماعتوں نے اتحاد کے معاہدے پر دستخط کئے، جس میں اس بات کا پختہ عزم کیا گیا کہ: ملک میں موجودہ غیر جمہوری حکومت کو ختم کر کے جمہوری اور عوامی حاکمیت قائم کرنے کے لئے ہر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔ اس معاہدے پر ڈھاکہ میں شیخ مجیب الرحمٰن کے مکان پر دستخط ہوئے جن سیاسی پارٹیوں نے اس مجلس کے قیام میں حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں:

(۱) مسلم لیگ (کونسل) (۲) جمعیت علمائے اسلام (۳) جماعت اسلامی پاکستان (۴) قومی جمہوری محاذ (۵) عوامی لیگ (۶) نظام اسلام پارٹی (۷) نیشنل عوامی پارٹی بھاشانی گروپ (۸) اور نیشنل عوامی پارٹی ولی گروپ۔

گول میز کانفرنس

ملک میں جمہوریت کی بحالی، پارلیمانی نظام کے قیام اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرانے جیسے مطالبات تسلیم کرانے کے حق میں نومبر ۱۹۶۸ء سے ملک بھر میں مظاہروں اور ہڑتالوں کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع ہو چکا تھا، شر پسندوں نے جلوسوں میں گھس کر ہنگامے شروع کر دیئے تھے۔ جلاؤ گھیراؤ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ حکومت ملک میں امن وامان بحال کرنے میں ناکام ہو چکی تھی۔ آخر کار داخلی انتشار کو روکنے کے لئے صدر ایوب خان نے مخالف رہنماؤں کو ملکی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے نوابزادہ نصراللہ خان کے ذریعہ جو جمہوری مجلس عمل کے کنوینر تھے مدعو کیا، اور تیرہ، ۱۳، مارچ ۱۹۶۹ء کو گول میز کانفرنس میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ پارلیمانی نظام کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کا انعقاد ہوگا۔ اور اس کے علاوہ دیگر ترامیم منظور کی گئیں، جن کا ۲۰، مارچ ۱۹۶۹ء کو اس وقت کے وزیر قانون ایس، ایم ظفر نے اعلان کیا۔

گول میز کانفرنس کے موقع پر مولانا عبدالحکیمؒ کی طرف سے ہینڈ بل

سہ نکاتی مطالبات پر مشتمل یہ ہینڈ بل حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی طرف سے گول میز کانفرنس راولپنڈی میں صدر مملکت اور دیگر شرکاء کو پیش کیا گیا۔

بخدمت جناب صدر پاکستان **محمد ایوب خان** صاحب ونوابزادہ **نصراللہ خان** صاحب کنوینر جمہوری مجلس عمل،

وتمام معزز شرکائے **گول میز کانفرنس**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس انقلابی فیصلہ کن وقت میں آپ کی توجہ ادھر مبذول کرانا ضروری ہے کہ:

۱) قوم پاکستان میں اسلامی نظام حکومت اور شرعی احکام کا نفاذ چاہتی ہے۔

۲) ہزاروں شہدائے ختم نبوت کا خون آپ سے مطالبہ کرتا ہے، اور اہل اسلام اس خبر کے سننے کے لئے بے چین ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کو کلیدی آسامیوں سے محروم کر دیں۔ تاکہ سرور کائنات ﷺ کی خوشنودی کے علاوہ انگریزی سامراج کی ریشہ دوانیاں بھی ختم ہو جائیں۔

۳) عائلی قوانین کی منسوخی کا فوری اعلان کر دیں تاکہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں، اور آپ کو ملک و ملت کے لئے بہتر سوچنے کی توفیق ہو۔

امید ہے کہ آپ بحیثیت دردمند مسلمان ہونے کے ان بنیادی امور کو نظر انداز نہ فرمائیں گے، جو کہ ہماری تمام مشکلات اور دردوں کا مداوا ہیں، اور پوری قوم کا یہ مطالبہ ہے۔

آپ کا خیر اندیش: (مولانا) عبدالحکیم خطیب و مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ، وناظم عمومی ڈویژنل جمعیۃ العلماء اسلام راولپنڈی۔ (خدام الدین ۲۱، مارچ ۱۹۶۹ء، تاریخ ختم نبوت ۴۷ ص ۸۷ ۴، ج ۱)

جنرل محمد یحییٰ خان کا مارشل لاء

گول میز کانفرنس کے بعد بھی جب حالات سازگار نہ ہوئے تو ۲۵، مارچ ۱۹۶۹ء کو جنرل محمد یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، اور ۲۶، مارچ ۱۹۶۹ء کو قوم کے نام اپنی نشری تقریر میں کہا کہ مارشل لاء کا واحد مقصد عوام کی جان و مال کا تحفظ، اور ملک میں ایک آئینی حکومت کے قیام کے مناسب حالات پیدا کرنا ہے۔

☆ ۲۸، جولائی ۱۹۶۹ء کو صدر مملکت نے ملک میں انتخابات کے انعقاد کے سلسلہ میں جسٹس عبدالستار کو چیف الیکشن کمیشن مقرر کیا، اور دیر، سوات اور چترال کو پاکستان میں ضم کرنے کا اعلان کیا۔

☆ ۲۸ ،نومبر ۱۹۶۹ء کو صدر یحییٰ خان نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں عام انتخابات ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر ۵، اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ہوں گے۔

☆ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو سیاسی جماعتوں نے ملکی سطح پر اپنے پروگراموں کی تشہیر شروع کر دی۔

☆ ستمبر ۱۹۷۰ء میں مشرقی پاکستان میں سمندری طوفان نے تباہی مچادی، جس سے کم وبیش ۲، لاکھ افراد ہلاک ہو گئے۔اس صورت حال کے پیش نظر صدر نے قومی اسمبلی کے انتخابات کو ۷، دسمبر ۱۹۷۰ء تک ملتوی کر دیا۔

حضرت مولانا عبدالحکیم کا ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصّہ لینا

دیگر جماعتوں کے ساتھ ساتھ جمعیت علماء اسلام نے بھی اس الیکشن میں بھرپور حصّہ لیا اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جنہوں نے ہمیشہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ پر اعتماد کیا، اور آپ کی صلاحیتوں کے معترف رہے، انہوں نے اور دیگر اکابرین جمعیت نے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کو بھی اس الیکشن میں حصہ لینے کے لئے مجبور کیا۔

جمعیت کے اکابرین کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اس الیکشن کے بعد جو اسمبلی منتخب ہو کر آئے گی، اس نے ملک کو نیا

آئین دینا ہے ،اور اس کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ علمائے کرام منتخب ہو کر اسمبلی میں آئیں تا کہ ملک کا آئین قرآن وسنت کے مطابق بنایا جا سکے ۔اس لئے راولپنڈی سے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحبؒ جن کے ہاں بٹگرام ،آلائی اور کوہستان کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور طلبہ عظام دورۂ تفسیر قرآن کریم پڑھا کرتے تھے، حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحبؒ نے اس علاقے سے تعلق رکھنے والے ڈیڑھ دوسو علماء کرام کا وفد حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کو الیکشن کے لئے امادہ کرنے کے لئے بھیجا۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے ان علماء کرام اور اکابرین جمعیت کے اعتماد اور اصرار پر لبیک کہتے ہوئے الیکشن میں حصّہ لینے کی حامی بھر لی ۔آپ کو حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مشورہ پر این اے ۱۸ کی سیٹ سے جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر الیکشن لڑوایا گیا،اور آپ نے ستمبر ۱۹۷۰ء سے اپنے الیکشن کی مہم کا آغاز کیا،اور پورے علاقے کا طوفانی دورہ کیا۔

مولانا کی کامیابی کے لئے برادری کے رفقاء اور جمعیت کے کارکنوں کی انتھک محنت

یہ مقابلہ پھولوں کی سیج نہ تھی بلکہ کانٹوں کی مالہ تھی،اس زمانے میں مولانا کا حلقہ انتخابات مانسہرہ سے لے کر ضلع بٹگرام ،آلائی، تھاکوٹ ،کوہستان اوگی اگرور اور اس کے ملحقہ قبائل کا وسیع وعریض علاقے پر مشتمل تھا،آج ان علاقوں کو کئی حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور اُن سے کئی ممبران ایم،این،اے منتخب ہو کر آتے ہیں ۔اور یہ حلقہ انتخاب اس لحاظ سے بھی مشکل تھا کہ یہ دشوار گزار پہاڑی علاقوں پر محیط تھا۔

خوانین سے ٹکر لینا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا

پھر یہ حلقہ انتخاب اس اعتبار سے بھی مشکل ترین تھا کہ پاکستان بننے سے قبل یہ علاقہ غیر شمار ہوتا تھا اور یاغستان کہلاتا تھا۔ یہاں خوانین : نیلی شنگ اور بٹل کے خوانین ،خان آف آلائی، اور خان آف ھل وغیرہ کی حکومت ہوتی تھی، اور ان ہی کا حکم چلتا تھا۔ان خوانین میں جو طاقتور ہوتا وہ خانِ اعظم کہلاتا تھا۔اور یہاں کے رہنے والے باشندے عرصہ دراز سے ان کی ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔

خوانین کے مظالم

اس زمانے کے خوانین میں سے دو خان بڑے مشہور تھے ،ایک آلائی کا روشن خان اور دوسرا نواب آف ھل ۔ان کے پاس اپنے لشکر تھے،فوج تھی،نوکر چاکر تھے، اپنی جیلیں اور صعوبت خانے بنائے ہوئے تھے،غریب مزارعین سے مختلف

قسم کی بیگاریں لی جاتی تھیں، جیسے آگ جلانے کے لئے بطور ایندھن جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر خان کے ہاں پہچانا، اس کے گھر کی تعمیراتی کاموں میں حصہ لینا، اس کی گھاس کاٹنا، اور فصل کی بوبائی اور کٹائی وغیرہ اور دیگر جو کام وہ لینا چاہتا وہ کرنے پڑتے تھے۔ اور جو انکار کرتا تو خوانین کے نوکر اس شخص کو باندھ کر لے جاتے تھے جہاں انہیں مختلف طرح کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ چند ایک سزاؤں کے نام یہ تھے، زندہ درگور، ڈونڈی، لوٹا وغیرہ۔ جس آدمی کے بارے میں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے پاس مال مویشی زیادہ ہے اور مالی طور پر خوش حال ہے تو نوکروں کے ذریعے سے اس پر ڈاکہ ڈالا جاتا تھا، اور ان کو قتل کر کے تمام مال واسباب لوٹ کر لے جاتے تھے۔

میرے دادا مرحوم کے گھر پر ڈاکہ

اس قسم کا ایک ڈاکہ خود ہمارے گھر پر ڈالا گیا۔ میرے دادا مرحوم جن کا نام نصیر الدین تھا، اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، اور جو حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے سب سے بڑے ماموں تھے، مالی اعتبار سے خوشحال تھے، اور اس وقت اُن کے پاس تیس (۳۰) سے زائد بھینسیں تھیں، دیگر مال اس کے علاوہ تھا، کسی نے شکایت کر دی تو روشن خان کے نوکر آئے اُس وقت دادا مرحوم گھر پر نہیں تھے کہنے لگے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس بہت بھینسیں ہیں، اور ایک بھینس کھول کر اپنے ساتھ لے جانے لگے، دادی مرحومہ نے مزاحمت کی اور انہیں خالی ہاتھ واپس جانا پڑا، لیکن اس انکار کا عبرتناک انجام ظاہر ہوا، اور کچھ دنوں کے بعد رات کے وقت ایک بڑے لشکر نے ہمارے دادا مرحوم کے گھر پر ڈاکہ ڈالا، دو افراد موقع پر گولیوں کا نشانہ بن کر موت کے منہ میں جا گرے، باقی گھر کے افراد نے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چھپ کر جان بچائی، جانی نقصان سے اللہ نے گھر کے دو افراد کے علاوہ باقیوں کو محفوظ رکھا لیکن مالی طور پر کچھ بھی باقی نہ رہا، جتنا بھی مال مویشی تھا سب لے گئے یہاں تک کہ بستر، کپڑے، آٹا، غلہ اور اناج تک سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ گھر میں اللہ کے نام کے سوا کچھ بھی باقی نہیں تھا۔ والد صاحب اس کے بعد فرمایا کرتے تھے کبھی یہ نہ کہو کہ ہم کل یہ چیز کھائیں گے یا وہ چیز کھائیں گے، کل کیا ہوتا ہے یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اس طرح منٹوں میں ھنستا بستا گھر ایک وقت کی روٹی کا محتاج ہو گیا، اور پھر اس گھر کو دوبارہ آباد کرنے میں عرصہ لگا۔

اس قسم کے مظالم اس وقت کے خوانین کی طرف سے ڈھائے جاتے تھے۔ اگر کوئی آدمی بیگار کرنے سے انکار کرتا تو اسے گرفتار کر کے اپنے عقوبت خانوں میں بند کر دیا جاتا تھا، جہاں سے کبھی تو ان کی لاش واپس آتی، اور کبھی ٹارچر سہنے کے بعد آزادی ملتی تھی، خود میرے والد مرحوم کو بھی اس طرح کی قید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

☆ اکثر شادی کے رشتے خان کی اجازت سے طے ہوتے تھے۔اور خان لڑکے والوں سے پگڑی اور لڑکی والوں سے محلو کنڈز کے نام سے ٹیکس وصول کرتے تھے۔

☆ اگر کسی کا مویشی مرجاتا تو اس کی ران کے گوشت کا حصّہ خان کے لئے مختص ہوتا تھا۔اگر کسی تنازعے کی صورت میں خان کے پاس جرگہ جاتا تو اپنے ساتھ سنڈا، بیل یا بکرا بھی لیجانا ضروری ہوتا تھا، جو خان کی مٹھائی اور روٹی کہلاتی تھی۔

☆ غریب زمیندار گرمیوں کے موسم میں جب اپنے مال مویشی کو چراہ گاہوں میں چرانے کے لئے لے جاتے تو واپسی پر خان کی خوشنودی کے لئے دیسی گھی، اور بکرے پیش کرتے تھے جو قلنگ کہلاتی تھی۔

☆ سال میں مقررہ مقدار میں گھی، دودھ، دہی پیش کرنا، عید کے موقعہ پر مرغ اور انڈے پیش کرنا، فصل کی کٹوائی پر ان کا حصہ فصلانہ دینا، سفر سے واپسی ہو تو خان کے لئے جوڑا لانا جو خان کی پگڑی یا پٹکا کہلاتا تھا۔

☆ خوانین سے لوگوں کو اس قدر مرعوب کیا ہوا تھا کہ لوگ کہتے تھے، آسمانوں پر خدائی اللہ کی ہے اور زمین پر بادشاہت خان کی ہے، اللہ نے انہیں بڑا بنایا ہے، اس لئے ہمیں ان کی تابعداری کرنی چاہئے۔اس لئے خوانین یہاں تک کہ زمیندار جنہیں مقامی زبان میں نیک یا گھیرتھ کہا جاتا ہے بے دھڑک اپنے مزارعین کے گھروں میں بغیر کسی اجازت کے داخل ہوجاتے تھے۔اب بھی ان میں سے بعض رسمیں بعض علاقوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔

☆ ایک خان اپنی فوج کے ساتھ دوسرے خان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے دھاوا بولتا تھا۔

روشن خان اور نواب آف ہِل کے درمیان لڑائی کا ایک واقعہ

میرے والد مرحوم حاجی حضرت میر چوہان رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ روشن خان، خان آف آلائی نے ہِل کے نواب کے خلاف اپنا ایک لشکر بھیجا۔منصوبہ یہ تھا کہ نواب آف ہِل کے زیر اثر جو علاقے ہیں ان پر قبضہ کیا جائے، اور بٹہ موڑی، بن سیر، اور ہِل سے ہوتے ہوئے سارا علاقوں کو فتح کر کے اپنی جاگیر میں شامل کیا جائے، اس مقصد کے لئے اتنا بڑا لشکر بھیجا جو میلوں پر محیط تھا، لشکر کے آگے دو آدمی علم یعنی روشن خان کا جھنڈا بلند کئے ہوئے تھے۔اس قدر انہیں اپنی طاقت پر ناز تھا کہ لشکر کے ساتھ ڈھول بجانے والے بھی چل رہے تھے، اُن کا خیال یہ تھا کہ بغیر مزاحمت کے ہی ہم یہ سارا علاقہ فتح کرلیں گے۔اس لئے لشکر والے لوٹ مار کے لئے اپنے ساتھ بوریاں بھی لے کر آئے تھے کہ جہاں سے گزریں گے تو غلہ اور اناج اور ساز وسامان لوٹ کر ان بوریوں میں بھر کر لیجائیں گے۔

جب یہ لشکر ہمارے علاقے میں پہنچا تو قطار کی شکل میں چل رہا تھا۔خان آف ہِل کو اس حملے کی اطلاع مل چکی تھی

اس لئے وہ بھی پوری تیاری کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار تھا اور اس کے لشکری مختلف جگہوں میں مورچہ سنبھالے چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے، نواب آف ھِل کے لشکر میں میرے دو چچا میر سید مرحوم اور جمسید مرحوم بھی شامل تھے۔ جب روشن خان کے لشکر کا اگلا حصّہ کھڑلی کے علاقے میں پہنچا اور اس کا آخری کنارہ دھن کی ڈھیری پر تھا، اور پوری طرح یہ لشکر جب خان آف ھِل کے لشکریوں کے نشانے کی زد میں آ گیا تو خان آف ھِل کے لشکر نے اپنے مورچوں اور کمین گاہوں سے نکل کر اچانک ان پر حملہ کر دیا، اس اچانک اور غیر متوقع حملے سے اس لشکر کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔

کئی گھنٹوں تک یہ لڑائی چلتی رہی اور بے شمار لوگ موت کے گھاٹ اترے، کچھ زخمی ہوئے اور کچھ بھاگ گئے اور جنگل میں چھپ کر پناہ حاصل کی۔ لاشوں کو جوز کے علاقے میں پہنچایا گیا، اور وہاں کے ترکھانوں نے ان لاشوں کو اٹھانے کے لئے ڈنگیاں (سٹریچرز) بنائیں اور ساری رات ان کی لاشیں اٹھا اٹھا کر لوگ سٹریچروں پر لیجاتے رہے۔ خون بہنے کی وجہ سے جوز کے علاقے میں بدبو اور تعفن پھیلا ہوا تھا۔ اس شکست فاش کے بعد پھر کبھی روشن خان کو اس علاقے پر دوبارہ حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بات لمبی ہوگئی مگر یہ اس علاقے کا پس منظر تھا جہاں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ اپنا پہلا الیکشن لڑ رہے تھے۔

مولانا عبدالحکیمؒ بمقابلہ ایوب خان

ان انتخابات میں روشن خان کے بیٹے اور جانشین ایوب خان آف آلائی کے ساتھ اسی علاقے کے ایک غریب خاندان کے چشم و چراغ ایک کسان حاجی ماولی صاحب مرحوم کے بیٹے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا مقابلہ تھا جس کا کبھی خواب میں بھی انہوں نے تصور نہیں کیا تھا کہ ہمارے مقابلے میں بھی انتخابات کے اندر کوئی کھڑا ہو سکتا ہے۔

خوانین یہاں کے لوگوں کی قسمت کا فیصلہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کیا کرتے تھے۔ اور جب الیکشن ہوتے تھے تو مختلف علاقوں میں اپنے مقرر کئے ہوئے نمائندوں جو جمعہ دار کہلاتے تھے اُن جمعہ داروں کے ذریعے سے یہ پیغام بھیج دیا جاتا تھا کہ فلاں تاریخ اور فلاں دن الیکشن ہے لوگ آ کر خان صاحب کو ووٹ ڈالیں، کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ وہ جمعہ دار کے حکم کو ٹال سکے، بصورت دیگر خان کی طرف سے سزا کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اور اس طرح بغیر مقابلہ کے وہ منتخب ہو جاتے تھے۔

حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ جب اس علاقے سے الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے تو سواتی قوم سے تعلق رکھنے والے خان آف آلائی کے کچھ لوگ حضرت مولانا کے والد مرحوم کے پاس آئے اور انہیں ڈرایا دھمکایا کہ اپنے بیٹے کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو انہیں سمجھائیں کہ خان کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی ہمت نہ کرے اور الیکشن لڑنے کا ارادہ ترک کر

دے۔ مولانا کے والد مرحوم نے جب مولانا مرحوم سے بات کی تو انہوں نے اپنے والد صاحب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں، یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، میں راولپنڈی میں رہتا ہوں آپ صرف میرے لئے دعاء کریں۔ دوبارہ جب ان لوگوں نے مولانا کے والد پر پریشر ڈالنے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ وہ میری بات نہیں مانتے تم خود ہی اُن سے رابطہ کرو۔

پھر انہوں نے مولانا کے رشتہ داروں کو جرگے کی صورت میں الیکشن سے دستبردار ہونے کے لئے مولانا کے پاس بھیجا، لیکن مولانا مرحوم نے انہیں سمجھا کر واپس کر دیا، اور یہ مرد میدان اپنے علاقے کے پسے ہوئے ان غریب لوگوں کو ان ظالموں، وڈیروں، جاگیرداروں، نوابوں اور خانوں کے چنگل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکالنے کے لئے میدان میں ڈٹے رہے۔ اور شیر بن کر ان کے راستے میں کھڑے ہوگئے اور انہیں للکارا کہ الیکشن لڑنا صرف خانوں کا ہی حق نہیں بلکہ یہ ہر پاکستانی کا حق ہے اور ایک مزارع کا بیٹا ہی انشاء اللہ تمہارے ظلم کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکے گا۔ مولانا کے والد بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ میں اس الیکشن میں مولانا کے کھڑے ہونے کے بعد یہ خیال کرتا تھا کہ نا معلوم کب میرے کانوں میں یہ آواز آپڑے کہ مولانا کی لاش فلاں علاقے سے ملی ہے۔

کارکنوں کی بے مثال قربانی کو سلام

لیکن سلام ہے اس الیکشن میں حصہ لینے والے برادری کے افراد اور جمعیت علمائے اسلام کے کارکنوں کو جنہوں نے مولانا کو اس الیکشن میں کامیاب بنانے کے لئے انتھک محنت کی۔ میں نے خود حضرت مولانا عبدالواحد درانی مدظلہ العالی، سردار قاری فقیر محمدؒ، اور مولانا عبدالخالق صاحب چوہان سے یہ سنا کہ الیکشن کے دوران جہاں مولانا کا قیام ہوتا تو ان کی حفاظت کے لئے ہم پہرے دیتے تھے، اور رات کو سوتے وقت مولانا جس چارپائی پر سوتے تھے تو رات کے وقت ہم اس چارپائی کو بدل دیتے تھے اور مولانا کو اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کر دیتے اور اس چارپائی پر کسی اور کو سلا دیتے تھے۔

آپ کا حلقۂ انتخاب مانسہرہ تا کوہستان پھیلا ہوا تھا، کارکن اپنے کندھوں پر لاؤڈ سپیکر اور دیگر سامان اٹھا کر میلوں پیدل سفر کرتے، دشوار گزار راستے طے کرتے، اور گھر گھر پہنچ کر لوگوں کو ووٹ کی اہمیت سے آگاہ کرتے رہے۔ علاقے کے علمائے کرام اور غریب عوام نے بے مثال قربانی پیش کی۔ ایک طرف یہ بے سروسامانی تھی اور دوسری طرف خوانین نے اپنے دسترخوان بچھائے ہوئے تھے، اور طرح طرح کا لالچ لوگوں کو دیا جارہا تھا، اور پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا کہ خان کے مقابلے میں گوجر کو کون ووٹ دیتا ہے۔ مگر سلام ہے غریب عوام کی جرأت کو جنہوں نے کھایا تو خوانین کے دسترخوان سے، لیکن کسی لالچ

کی پرواہ کئے بغیر ووٹ حضرت مولانا کو دیا۔

الیکشن کے دن حضرت مولانا خلیل الرحمٰن کے بیٹے کی وفات

عین الیکشن کی رات ٹکری کے علاقے کے ایک بزرگ عالم دین، اور جمعیت علمائے اسلام کے ایک جانثار کارکن حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے جواں سال بیٹے کا انتقال ہو گیا تو حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحبؒ نے علاقے کے عوام سے کہا کہ پہلے جا کر ووٹ ڈالو، پھر میں اپنے بیٹے کا جنازہ پڑھاؤں گا، اور بعد نماز ظہر اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔اس طرح کی یکجہتی اور قربانی کی مثالیں بہت کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں جو اس علاقے کی عوام نے پیش کیں۔

ایوب خان آف آلائی کو شکست فاش

حضرت مولانا مرحوم نے انتہائی جرأت، ہمت، بہادری، بے باکی، بے خوفی اور عزم و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔اور حضرت مولانا عبدالحکیمؒ، اُن کے رفقاء، جمعیت کے کارکنوں، علاقہ کے علمائے کرام اور مسلمانوں کے اس بے مثال تعاون اور قربانیوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کو بے مثال کامیابی سے نوازا، اور عظیم الشان فتح عطا فرمائی۔اور آپ کے مدمقابل خان آف آلائی ایوب خان کو صرف آٹھ ہزار ووٹ ملے۔

تاریخ میں پہلی مرتبہ اس علاقے کے ایک بہت بڑے برج کو الٹا گیا، خوانین کا ناقابل تسخیر طلسم ٹوٹا، اور مولانا کی بھاری اکثریت سے کامیابی نے یہ ثابت کر دیا کہ قوت ایمانی سے پہاڑوں کے ساتھ بھی ٹکر لی جا سکتی ہے۔آپ کی کامیابی سے مانسہرہ و کاغان سے لے کر کوہستان تک غریب عوام کو بہت بڑا سہارا ملا، اور آئندہ کے لئے اس علاقے میں خوانین کے مقابلے میں عام آدمی کے الیکشن لڑنے کی راہ ہموار ہوئی، اور اپنے حق کے لئے آواز اٹھانے کی جرأت پیدا ہوئی۔

غریب طبقہ اور بالخصوص گجر قوم میں سیاسی اور سماجی آزادی کا شعور پیدا ہوا۔آج ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر غریب کی قسمت کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں رہا۔خوانین کو علاقے علاقے گھوم کر اور گھر گھر پر دستک دے کر باوقار طریقے سے لوگوں سے ووٹ مانگنا پڑتا ہے، اور ہر طبقہ کا امیدوار بلا جھجک میدان میں اتر کر مقابلہ کرتا ہے۔بٹگرام کی سیاسی آزادی اور مولانا مرحوم کا تصور آج لازم و ملزوم بن چکا ہے، بلا شبہ ان تمام باتوں کا سہرا حضرت مولانا مرحوم کے سر رہے گا۔

الیکشن مہم کو کامیاب کرانے والی چند سرکردہ شخصیات

یوں تو مولانا کے الیکشن کو کامیاب کرانے میں ہر خاص و عام کا بہت بڑا حصہ تھا جس کا ذکر میں گزشتہ سطور کے اندر کر چکا ہوں، لیکن بعض اثر و رسوخ رکھنے والے حضرات اور شخصیات کی محنت اور کاوش کا مولانا مرحوم بطور خاص ذکر فرمایا

کرتے تھے،ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب آف بانیا (۲) حضرت مولانا عبدالمتین صاحب آف بانیا

(۳) مولانا خلیل الرحمن صاحب آف ٹکری (۴) حاجی فقیر محمد صاحب آف بانڈی گو

(۵) مولانا قاضی سندی صاحب آف دیشان (۶) ڈاکٹر محمد شریف صاحب آف کوزہ بانڈہ

(۷) مولانا عتیق اللہ صاحب آف پھگوڑہ (۸) مولانا سلیمان شاہ صاحب

(۹) مولانا فقیر محمد آف گجبوڑی (۱۰) جناب حاجی محمد ایوب شہید آف نوگرام لائی

(۱۱) حضرت مولانا غلام سرور صاحب آف بٹہ (۱۲) مولانا غلام ربانی صاحب آف بنسیر

(۱۳) حاجی عبدالحئ صاحب آف بنسیر (۱۴) مولانا عبدالواحد صاحب درّانی آف چلونی

(۱۵) حافظ محمد جمیل صاحب آف داسو (۱۶) مولانا فرقان صاحب آف ہربند

(۱۷) حضرت مولان پیر غلام ربانی صاحب آف گڑنگ (۱۸) سردار قاری فقیر محمد صاحب بھیڑ

(۱۹) حضرت مولانا عبدالخالق صاحب (۲۰) مولانا قاری محمد زرین صاحب

(21) مولانا عبدالحق صاحبؒ۔(22) مولانا قاری عبدالما لک صاحب آف گوالمنڈی(23) مولانا عبدالخالق لالہ آبادی(24) مولانا محمد نسیم صاحب۔(25) قاری عبدالشکور صاحب(26) مولانا محمد عثمان صاحب(27) مرزا مقدم (28) سیدگل مقدم آف کھتوڑ۔(29) مرزا جمال دار آف ملکال گلی ہل(30) وہاب الدین صاحب آف بھیڑ(31) حاجی حضرت میر صاحب آف توت۔آلائی کے علمائے کرام علاقہ صُم ، ولارگٹ، بھیڑ، جوز، مندری ،دکھن بٹگرام کے تمام علمائے کرام،تحصیل بٹگرام کے تمام بزرگوں ،اورنوجوانوں کی محنت اور دعائیں شامل تھیں۔

ان کے علاوہ راولپنڈی، اسلام آباد اور دیگر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے مولانا ، کے متعلقین، رشتہ داروں اور شاگردوں ، راولپنڈی اور اسلام آباد کے ائمہ،خطباء مدرسین ،طلباء نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق بہت بڑی قربانی دی ، گھر گھر پہنچ کر لوگوں کو ووٹ کے لئے امادہ کیا، اور الیکشن کے دن پولنگ بوٹس پر موجود رہے ، پولنگ ایجنٹ بنے، اور اس الیکشن کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مولانا مرحوم سے شکست کھانے کے بعد خوانین کی انتقامی کاروائیاں

جب الیکشن میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنے مدمقابل خوانین کے جتھے کو شکست فاش دی تو انہوں نے ایک طرف تو اس الیکشن کے نتائج کو ماننے سے انکار کیا اور مولانا عبدالحکیمؒ کے انتخاب کو چیلنج کیا، اور انتخابی عذر داری دائر کردی جس کو اس وقت کے اخبارات نے اس شاہ سرخی کے ساتھ شائع کیا:

مولانا عبدالحکیم کے انتخاب کو چیلنج کر دیا گیا

قومی اسمبلی کے ناکام امیدوار ایوب خان آف آلائی نے انتخابی عذر داری دائر کردی

ایبٹ آباد (31۔جنوری، نمائندہ خصوصی) معلوم ہوا کہ حلقہ ہزارہ نمبر 1 سے قومی اسمبلی کے کامیاب امیدوار مولانا عبدالحکیم (ہزاروی گروپ) کے خلاف شکست خوردہ امیدوار محمد ایوب خان آف آلائی نے انتخابی عذر داری کر دی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس عذر داری میں دیگر انتخابی دھاندلیوں کے علاوہ رائے دہندگان کے مذہبی جذبات برانگیخت کرنے کی بناء پر بھی مولانا عبدالحکیم کے انتخاب کو چیلنج کیا گیا ہے۔ (روزنامہ ندائے حق یکم فروری 1971ء)

علاقہ آلائی میں ظلم

اور دوسری طرف اس شکست کا بدلہ اور انتقام لینے کے لئے مذکورہ علاقے کے غریب عوام پر ظلم وتشدد کا بازار گرم کر دیا، لوگوں کے گھر اور جانوروں کے لئے سٹاک کیا گیا گھاس پھوس جلا دیا گیا۔ ایوب خان کے علاقہ آلائی میں فائرنگ کر کے دو مردوں اور ایک عورت کو قتل کیا گیا، بے شمار لوگ زخمی کئے گئے۔ اور بائیس (22) دیہاتوں کے مکینوں کو تقریباً دو ماہ تک اپنے گھروں میں محصور رکھا گیا۔

چنانچہ اس علاقے کے آٹھ قبیلوں کا نمائندہ وفد راولپنڈی میں حضرت مولانا مرحوم کے پاس آیا اور اس نے تفصیلات بیان کیں کہ کس طرح علاقے میں مظالم ڈھائے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ علاقہ آلائی کے موضع مٹئی کے دوست محمد کے (3) تین مکان نذر آتش کئے گئے، جہانداد کے (5) پانچ، اوّل خان کے (2) دو، محبوب خان کے (12) بارہ چپئی خان کے (3) تین، ارات خان کے (5) پانچ مکان نذر آتش کئے گئے ہیں۔

فائرنگ سے تین افراد جن میں ایک عورت بھی شامل ہے ہلاک ہو گئے ہیں۔ ایک اور خاتون بیوہ کے گلے میں گولی

لگنے سے وہ موت اور حیات کے کشمکش میں مبتلا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کا مسلح افراد کی حفاظت میں علاقہ کا دورہ

اس واقعہ کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے مسلح افراد کی حفاظت میں علاقہ کا دورہ کیا۔اور واپسی پر ایک طرف تو اخباری بیانات کے ذریعے سے ان واقعات کی مذمت کی، اور مطالبہ کیا کہ واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت ہزارویؒ کی قیادت میں صدر مملکت یحیٰ خان سے ملاقات

اور دوسری طرف جمعیت کے اکابرین کے سامنے اس ساری صورت حال کو رکھا جس کے نتیجے میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت ہزارویؒ کی قیادت میں حضرت مولانا مرحوم سمیت ایک وفد نے اس وقت کے صدر مملکت صدر یحیٰ خان سے ملاقات کی اور ان کے سامنے علاقے کی ساری صورت حال رکھی جس کو اس وقت کے اخبارات نے ان شاہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا:

علاقہ آلائی کے سانحہ کی مارشل لاء کے تحت تحقیقات کرائی جائیگی: صدر یحییٰ خان کی یقین دھانی: ہم نے علاقہ آلائی کے بارے میں شکایات پیش کر دی ہیں۔صدر یحییٰ سے ملاقات کے بعد مفتی محمود اور مولانا ہزاروی کی پریس کانفرنس

راولپنڈی 22،جنوری) صدر آغا محمد یحییٰ خان نے کہا ہے کہ ضلع ہزارہ کی تحصیل بٹگرام کے کے علاقہ آلائی میں گذشتہ دنوں جو المناک واقعہ رونما ہوا ہے، اس کی مارشل لاحکام کے ذریعے تحقیقات کرائی جائے گی ۔ یہ بات انہوں نے جمعیت العلمائے اسلام (ہزاروی گروپ) کے رہنماؤں مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود سے ملاقات کے دوران کہی۔ دونوں رہنما آج صدر سے ملے تھے۔دوران ملاقات انہوں نے صدر کو بتایا کہ وہاں کے بااثر شخص سابق قومی اسمبلی کے رکن محمد ایوب خان کی شہہ پر گذشتہ دنوں اس جگہ (یعنی آلائی میں) فائرنگ کی گئی اور بیشتر مکان نذر آتش کر دیئے گئے۔اور تین افراد فائرنگ سے جاں بحق ہو گئے ۔یہ ظلم اُس وقت شروع ہوا جب سے حالیہ قومی اسمبلی کے انتخابات میں جمعیت علماء اسلام کے امیدوار مولانا عبدالحکیم کے مقابلے میں وہاں کے ایک بااثر شخص خان آف آلائی کو شکست ہوئی۔لیکن اس ظلم کی ابھی تک عوام کی خواہشات کے مطابق تحقیقات نہیں ہوئی ۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ بہت سی عورتیں، بچے اور مرد گاؤں کے ایک مکان میں پناہ گزین ہیں ۔ایک گاؤں کو محاصرے میں لے رکھا ہے ،لوگ گھر بار چھوڑ کر جا رہے ہیں ، اور ضلعی حکام علاقے کے خان کی بے جا حمایت کر رہے ہیں۔

صدر یحییٰ خان سے ملاقات کے فوراً بعد پریس کانفرنس میں مولانا ہزاروی، اور مفتی محمود نے بتایا کہ صدر نے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ اس واقعہ کی مارشل لا کے تحت تحقیقات کرائیں گے۔ اور اس مقصد کے لئے جلد ایک ٹیم علاقے میں بھیجی جائے گی۔

بیدخلیاں اور جھوٹے مقدمات

علاقہ آلائی کے ساتھ ساتھ دیگر علاقوں میں بھی ظلم و جبر کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ کسانوں کی جبری بیدخلیاں شروع کر دی گئیں۔ اور فاسٹ گارڈوں نے انتقامی کاروائی کے طور پر جھوٹے مقدمات بنائے۔ مولانا مرحوم نے ان انتقامی کاروائیوں کی مذمت کی۔ اور جھوٹے مقدمات بنانے والے فاسٹ گارڈوں کے خلاف کاروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ: انتخابات سے پہلے ایک فاسٹ گارڈ نے مواضعات جوز، ڈھیری، بھیڑ، سُم، ڈھن۔ کنجری، میرانڑی، ولاڑگٹ، وغیرہ کے لوگوں کو دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے فلاں امیدوار کو ووٹ نہ دیئے تو وہ انہیں مزا چکھا دیں گے۔ انہوں نے کہا علاقے کے لوگوں یہاں تک کہ مستورات اور بچوں تک کے فرضی چالان بنا کر پورے علاقے کو پریشان وہراساں کر رکھا ہے۔ اور پورے علاقے کے عوام دادرسی کے لئے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

مولانا مرحوم نے اس سلسلہ میں ایک وفد کے ہمراہ گورنر سرحد سے بھی ملاقاتیں کیں، اور سیاسی رقابت کی بناء پر وادئی کاغان، بھوگڑمنگ، اور ہزارہ کے اندر کی جانے والی بیدخلیوں کے روک تھام، جھوٹے مقدمات کے خاتمے اور آلائی اور بٹگرام کے دیگر اہم مقامات پر پولیس چوکیاں قائم کرنے اور فوجی دستے متعین کرنے کا مطالبہ کیا۔ جس پر اُس وقت کے گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل کے ایم، اظہر نے وفد کو یقین دلایا کہ ایسی تبدیلیاں قانون کے منافی ہیں۔ اور وہ قانون کے احترام کے تحت اسے روکنے کی ہدایات جاری کریں گے۔

گورنر نے بیگار لئے جانے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا کہ حکومت بیگار کے خلاف ہے۔ وہ بیگار لینے والوں کو قانون کے تحت سزا دے گی۔ انہوں نے کہا کہ وہ عنقریب ضلعی حکام کو سختی سے ہدایت کریں گے کہ وہ بیگار لینے والوں کے خلاف سخت اقدام کریں۔ مولانا مرحوم نے علاقہ آلائی سے خوانین کے مبینہ مظالم کے خلاف فریاد لے کر آنے والے پچیس افراد پر مشتمل ایک وفد کے ہمراہ ڈپٹی کمشنر ہزارہ کے ساتھ بھی ملاقات کی۔ اور انہیں علاقہ میں خوانین کے ظلم و تشدد کی کاروائیوں سے آگاہ کیا۔

انتخاب ہارنے والے بااثر افراد مخالفوں کے گھر جلا رہے ہیں، مزارعین کو بے دخل کر دیا گیا:

جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا عبدالحکیم کی پریس کانفرنس

لاہور، ۲، فروری: قومی اسمبلی کے منتخب رکن اور جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا عبدالحکیم نے بتایا ہے کہ ضلع ہزارہ کے بااثر افراد نے انتخابات میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے تحصیل بٹگرام اور علاقہ آلائی کے غریب عوام پر ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ بے گناہوں کو تہ تیغ کر دیا گیا ہے۔ گھر جلائے جا رہے ہیں، بنجر زمینیں آباد کرنے والے مزارعین کو سخت جاڑے میں زمینوں اور گھروں سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے اپنے بااثر انتخابی حریف محمد ایوب خان اور ان کے حواریوں کو ان مظالم کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے انتباہ کیا ہے کہ اگر ظالموں کا ہاتھ فی الفور نہ روکا گیا تو مظلوم لوگ بالآخر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مولانا عبدالحکیم آج یہاں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر مولانا غلام غوث ہزاروی بھی موجود تھے۔ مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ اس علاقے پر صدیوں سے بڑے بڑے خوانین کی معاشی اور سیاسی گرفت قائم ہے۔ غریب عوام نے انتخابات میں پہلی مرتبہ ان کی برتری کا طلسم توڑا ہے۔ نتائج سامنے آنے پر خوانین بوکھلا اٹھے اور غریب عوام پر پل پڑے۔

صدر مملکت اور گورنر سرحد کو حالات سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پولیس، جنگلات مال وغیرہ کے مقامی اہلکاروں کو سختی کے ساتھ عوام پر زیادتی کرنے سے منع کیا جائے۔ جنگلات کے اہلکاروں کے درج کرائے ہوئے مقدمات خارج کئے جائیں۔ انہوں نے بتلایا کہ ایک فاسٹ گارڈ معین الدین آفت بنا ہوا ہے۔ وہ افسروں کے نام پر لوگوں سے اناج وصول کرتا ہے۔ کسی کے مرغی اور انڈے نہیں چھوڑتا۔ انتخابات میں اس نے کھلم کھلا مداخلت کی، جب اس کا ممدوح ہار گیا تو معین الدین نے سینکڑوں افراد کے جھوٹے چالان کروا دیئے، جن میں عورتیں اور ضعیف مرد بھی شامل ہیں۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ میری کامیابی کی اصل وجہ علاقے کی المناک پسماندگی اور بااثر افراد کا جبر و تشدد ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ علاقہ جنگلات اور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ علاقے میں سڑکیں، ٹرانسپورٹ، اسکول، شفا خانے، اور دیگر سہولتیں پہنچائی جائیں۔ اور ان لوگوں کا اثر و رسوخ ختم کیا جائے جو عوام کی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں سنگ گراں بنے ہوئے ہیں۔

(روزنامہ جنگ، 2 فروری)

مولانا مرحوم کے مطالبے پر کسانوں کی جبری بیدخلیاں روکنے ،چوکیوں کا قیام اور فائرنگ کی تحقیقات کا حکم

مولانا عبدالحکیمؒ کی کوششوں سے آلائی، بٹگرام اور دیگر علاقوں میں پولیس چوکیاں بھی قائم کر دی گئیں۔اور آلائی میں پیش آنے والے فائرنگ کے واقعے کی تحقیقات کا حکم بھی گورنر کی طرف سے دے دیا گیا۔جس کو اخبارت نے ان عنوانات سے شائع کیا۔:

(1) کسانوں کی جبری بیدخلیاں روکنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

گورنر سرحد کی طرف سے حکام کو متعلقہ لوگوں کے خلاف کاروائی کرنے کی ہدایت

(2) گورنر سرحد نے آلائی میں فائرنگ کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔

ڈپٹی کمشنر ہزارہ تحقیقات کے لئے 24 جنوری کو بٹگرام جائیں گے۔

(3) مانسہرہ کے شمالی مشرقی سرحدی علاقہ میں پولیس اور فوج کے دستے متعیّن کر دیئے گئے۔جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ کے مطالبے پر حکومت کا اقدام

خوانین انتخابی رنجشوں کی بنا پر غریب عوام پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔

مانسہرہ 13، فروری ۔جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے مطالبے پر حکومت نے مانسہرہ کے شمالی مشرقی سرحدی علاقہ میں پولیس اور فوج کے دستے تعینات کر دیئے ہیں۔بتایا گیا ہے کہ پولیس کی متعدد چوکیاں بھی قائم کر دی گئیں ہیں ۔چند دن پیشتر ہزاروی گروپ نے مطالبہ کیا تھا کہ آلائی کوہستان میں بعض خوانین انتخابی رنجش کے نتیجے میں غریب عوام پر طرح طرح کے مظالم ڈھا کر عوام کے گھروں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے ۔مطالبہ میں الزام لگایا گیا تھا کہ اس سلسلہ میں متعدد افراد ہلاک بھی ہو چکے ہیں۔مبینہ الزامات کی تحقیقات کے لئے ایک ٹیم بھی مقرر کر دی گئی ہے جو واقعات کی صحیح رپورٹ عنقریب حکومت کو پیش کر دے گی ۔یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ 1958ء سے پیشتر کوہستان کو پاکستان میں شامل کیا گیا تھا۔ لیکن عملی طور پر خوانین کا ہی عمل ودخل تھا۔

ایک اطلاع کے مطابق محمد ایوب خان ،سابق ایم ، این ، اے جو چیف آف آلائی بھی ہیں ،گرفتار کر لئے گئے

ہیں۔صوبائی حکومت کے اس اقدام کو عوامی حلقوں میں سراہا جا رہا ہے۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پارٹی پوزیشن

جنرل یحییٰ خان نے آئینی فارمولے کے تحت قومی اسمبلی کے ممبران کی تعداد (313) تین سو تیرہ مقرر کی تھی، ان میں سے (۳۰۰) تین سو نشستیں مردوں کے لئے اور (۱۳) تیرہ نشستیں عورتوں کے لئے مخصوص کی گئی تھیں۔

۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کے قومی اسمبلی کے انتخابات میں پارٹی پوزیشن کچھ اس طرح سے تھی۔

(۱) عوامی لیگ نے (۱۶۷) نشستیں (۲) پیپلز پارٹی نے (۸۶) (۳) قیوم لیگ نے (۹)

(۴) کونسل لیگ نے (۷) (۵) جمعیت علمائے اسلام نے (۷) (۶) جماعت اسلامی نے (۴)

(۷) کنونشن مسلم لیگ نے (۲) (۸) جمہوری پارٹی نے (۱) اور آزاد ارکان نے (۱۶) نشستیں حاصل کی تھیں۔

اس طرح مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے (۱۴۴) نشستوں میں سے (۸۶)، اور مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں عوامی لیگ نے (۱۶۹) نشستوں میں سے (۱۶۷) نشستیں جیت کر تقریباً سو فی صد نتیجہ حاصل کیا اور یہ دو جماعتیں کثریتی جماعتوں کے طور پر انتخابات جیت کر سامنے آئیں۔

مغربی پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام کے جو سات ممبران منتخب ہوئے اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی، بٹگرام، کوہستان

(۲) حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام ضلع مانسہرہ

(۳) حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ ڈیرہ اسماعیل خان (بمقابلہ ذوالفقار علی بھٹو)

(۴) حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۵) حضرت مولانا صدرالشہید صاحب کوہاٹ

(۶) حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب بنوں

(۷) حضرت مولانا عبدالحق صاحب بلوچستان

انتقال اقتدار پر تنازعہ

قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے بعد یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ سیاسی جماعتوں کے مابین آئینی ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے مفاہمت ہو جائے گی، مگر ملک کے دونوں حصوں میں ایک ایک جماعت کی واضح اکثریت کے بعد اب دونوں جماعتوں میں اقتدار کے حصول کے لئے رسہ کشی شروع ہوگئی۔

شیخ مجیب الرحمن اپنے چھے نکات پر مصر رہے، اور پیپلز پارٹی شیخ مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ کے چھے نکات کی پالیسی کو ملکی سالمیت کے خلاف ایک سازش سمجھتی تھی، اس لئے ان کی خواہش تھی کہ ملک کے دونوں حصوں کا اقتدار ان کے سپرد کیا جائے۔ لیکن اکثریتی نشستوں اور اکثریتی آبادی کی جماعت ہونے کے حوالے سے عوامی لیگ اور شیخ مجیب کی خواہش تھی کہ ملک کا اقتدار اس کے سپرد کیا جائے۔ جس کے نتیجے میں اسمبلی کا اجلاس ابتدائی کئی مہینوں تک ملتوی رہا۔

شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی عوامی لیگ چھے نکات منوانے پر مصر تھی، جن کا بنیادی مقصد ملک کے دونوں حصوں کو الگ الگ کرنا تھا۔ جنرل یحییٰ خان نے کوشش کی کہ دونوں جماعتوں کے درمیان کوئی مفاہمت ہو جائے، مگر وہ اس میں ناکام رہے۔ اسی دوران میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں ہنگامہ آرائیاں شروع کر دیں۔ مولانا بھاشانی نے بھی سخت قسم کے بیانات دینے شروع کر دیئے، شیخ مجیب الرحمن نے مغربی پاکستان کا دورہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اس موقع پر حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنے ایک اخباری بیان کے ذریعے شیخ مجیب کے چھے نکات، اور دوبارہ انتخابات کے مطالبے کی مذمت کی، جس کو اس وقت کے اخبارات نے یوں شائع کیا:

دوبارہ انتخابات کا مطالبہ کرنیوالے ملک وقوم کی مشکلات سے بےخبر ہیں۔ صدر مملکت کی زیر نگرانی صوبوں میں انتظام عوامی نمائندوں کو سپرد کیا جائے: مولانا عبدالحکیم

قبائلی علاقہ بٹ گرام سے قومی اسمبلی کے منتخب رکن حضرت مولانا عبدالحکیم نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ یکم مارچ 1971ء، سے عملاً بغاوت اور علیٰحدگی پسند گروپ کے لیڈر مجیب الرحمٰن کے ناپاک ارادوں کو جان کر مجیب کی رفاقت، دوستی صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو پاکستان دشمن طاقتوں اور بیرونی سامراج کا آلہ کار ہو۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے دشمن عناصر کو پہچاننا کوئی مشکل نہیں، اس لئے کہ گذشتہ پچیس سال میں جس پارٹی یا اس کے لیڈر نے مغربی سامراج طاقتوں کا ساتھ دیا، یا جو اُن کی اسلام دشمن حرکتوں پر خاموش رہا، وہی آدمی آج پاکستان کی سالمیت کا دشمن ہوسکتا ہے، اس

لئے کہ ظالم بدمعاش بنیا بھارت اور سامراجی طاقتیں آپس میں ایک چیز ہیں۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ بھارت نے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کر کے پاکستان میں زبان اور قومیت کو ابھار کر غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

دنیا جانتی ہے کہ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے رہنما اور جمعیت کا ہر رکن، ہر فرد، پاکستان میں سامراجی طاقتوں کا دشمن ہے۔ اور یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جمعیت کا کوئی لیڈر آج تک پاکستان سے باہر بھارت نواز سامراجیوں کے پاس نہیں گیا۔ بلکہ اندرون ملک سامراج پسند طاقتوں سے لڑتا رہا ہے۔ مولانا نے کہا کہ مجیب کے ناپاک عزائم کی حمایت میں بی بی سی لندن، وائس آف امریکہ جب پروپیگنڈہ کرتے ہیں تو ہر آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ جمعیت علماء اسلام کا یہ موقف درست ہے کہ ملک میں بیرونی مداخلت کو ختم کیا جائے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے جو مطالبہ کیا ہے کہ مجیب کے ساتھیوں اور مجیب کے مقدمات کی سماعت کے لئے شرعی عدالت بنائی جائے، اور اس میں سپریم کورٹ کے جج بھی شامل ہوں درست ہے۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ اقتصادی حالات میں ہمارا ملک دوبارہ قومی اسمبلی کے الیکشن کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ جو لوگ یہ تجویز پیش کرتے ہیں وہ درحقیقت ملک اور عوام کی مشکلات سے بے خبر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی کو چاہئے کہ وہ کھل کر کالعدم عوامی لیگ سے بیزاری کا اعلان کریں۔ اور صدر کو حب الوطنی کا یقین دلائیں تاکہ موجودہ بحث ختم ہو سکے۔ انہوں نے جمعیت علماء اسلام کے دونوں رہنماؤں کے بارے میں کہا کہ وہ 19، فروری کو صدر مملکت کے ترغیب دلانے پر ڈھاکہ گئے تھے، اور مجیب کو اس کے چھ نکات سے دستبردار ہونے کو کہا تھا۔ اسی طرح 19، مارچ کو مفتی محمود کو صدر یحییٰ نے بلایا تھا۔

مولانا نے کہا کہ پاکستان دشمن ملکوں خصوصاً بھارت کے جھوٹے ڈھنڈورچیوں کا منہ کالا کرنے کے لئے مناسب ہے کہ صدر محترم اپنی نگرانی میں صوبوں کی سطح پر عبوری نظام قائم کر کے اقتدار عوام کو منتقل کریں تاکہ مخالفانہ پروپیگنڈے کا سدباب ہو سکے۔ ملک کی سالمیت اور دفاع تمام باتوں پر مقدم ہے، اور اس وقت پوری طاقت اس کام میں صرف ہونی چاہئے۔

جمعیت علماء اسلام کا موقف اس بارے میں قرآن وسنت پر مشتمل شریعت کے قانون کے نفاذ کا ہے۔ اس لئے کہ ملک کی یکجہتی اسلام کے قانون کے بغیر ناممکن ہے۔ علیٰحدگی پسند، نسلی، جغرافیائی، اور لسانی فتنوں سے اس ملک کو بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ پاکستان میں قرآن وسنت پر مشتمل ایک خدا کا قانون جلد از جلد نافذ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ قانون

اسلامی اور سرکاری زبان عربی ہوتو موجودہ فتنے دب سکتے ہیں۔آپ نے ملک کے دونوں حصّوں میں جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں اور شاخوں کے عہدیداروں سے اپیل کی کہ وہ ملک وملت کی خدمت عبادت کے جذبہ سے کریں، اور ملک اسلام دشمن طاقتوں کوننگا کر کے انتظامیہ کےعلم میں لائیں۔

ارکان اسمبلی کا ڈھاکہ کا سفرترک کرنا

☆13،فروری ۱۹۷۱ءکو جب صدرمملکت جنرل یحییٰ خان نے ڈھاکا میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کا اعلان کیا تو مسٹر بھٹو نے ۲۸،فروری کو کہا کہ جوشخص قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے ڈھاکہ جائے گا تو اُس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ جولوگ ڈھاکہ جارہے ہیں وہ یکطرفہ ٹکٹ لے کر جائیں اور واپسی کا ٹکٹ نہ لیں ،قومی اسمبلی کا اجلاس اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ دونوں جماعتوں میں مفاہمت نہ ہوجائے۔اس اعلان کے بعدتقریباً 18، اٹھارہ ممبران نے اپنی مخصوص نشستیں منسوخ کرادیں۔جب کہ بعض ارکان اسمبلی ڈھاکہ جانے کے لئے کراچی پہنچے تو انہیں اسمبلی کے اجلاس ملتوی ہونے کی اطلاع ملی،جس پر انہوں نے ڈھاکہ کا سفرترک کر دیا،کراچی پہنچنے والے ممبران اسمبلی میں سے ایک حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بھی تھے۔

اُدھر تم اِدھر ہم

مولانا بھاشانی کے بیانات ، اور شیخ مجیب الرحمٰن کے مسٹر بھٹوکو اقتدار میں شریک کرنے سے انکار کے جواب میں پیپلز پارٹی کے چیئر مین ذوالفقارعلی بھٹو نے ایک غیر محتاط قسم کا بیان دے دیا کہ:'' اُدھرتم اِدھرہم'' بھٹو صاحب کے اس بیان سےعوامی لیگ نےمحسوس کرلیا کہ پیپلز پارٹی اوراس کے سربراہ''اُدھرتم اِدھرہم'' کے لئے تیار ہیں۔

ملک میں بڑھتی ہوئی سیاسی کش مکش کے پیش نظرصدر یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کردیا،اورمختلف سیاسی جماعتوں کے ۱۲،منتخب راہنماؤں کی کانفرنس طلب کی۔کانفرنس میں شرکت کے لئے شیخ مجیب الرحمٰن ،مسٹر ذوالفقارعلی بھٹو، خان قیوم،نورالامین،ممتاز دولتانہ، ولی خان،مولانا مفتی محمود،مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسرعبدالغفور،محمد جمال گوریجہ، میجر جنرل جمالداراور ملک جہانگیرکوشرکت کی دعوت دی گئی ،جسے باقی لیڈروں نے توقبول کرلیامگرشیخ مجیب الرحمٰن نے اس دعوت کو مستردکردیا۔

سقوط ڈھاکہ اور دیگر واقعات

ہندوستان جو پہلے ہی سے پاکستان کو پاش پاش کرنے کے درپے تھااُس نے شیخ مجیب الرحمٰن اوراس کے چھ نکات

کو خوب سراہا، اور اس حوالے سے عوامی لیگ کی حمایت کرنی شروع کر دی تھی۔ ۴، فروری ۱۹۷۱ء کو ہندوستان نے پہلے اقدام کے طور پر پاکستان کے ہوائی پروازوں پر پابندی لگا دی کہ کوئی پاکستان کا مسافر بردار جہاز ہندوستان کے کسی علاقے پر سے نہیں گزر سکتا، جس کی وجہ سے مشرقی اور مغربی پاکستان ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے۔

دوسری طرف شیخ مجیب الرحمٰن نے ہندوستان کہ شہہ پر اپنے کئی ایک جلسوں میں سول نافرمانی اور عدم تعاون کی اپیل کی اور مشرقی پاکستان کے عوام کو ایک جلسہ میں یہ بھی کہہ دیا کہ جب تک بنگالیوں کو پورے ملک کی حکومت نہیں دی جاتی اس وقت تک وہ ہر طرح کے ٹیکس ادا نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے چار مطالبات پیش کئے۔

☆ ۲۳، مارچ کو یوم پاکستان کے بجائے بنگلہ دیش میں یوم مزاحمت منایا گیا، اور پورے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے پرچم لہرائے گئے، شیخ مجیب نے ہتھیار بند دستوں کی سلامی لی، اور اپنی رہائیش گاہ پر بھی اپنا پرچم لہرایا۔

☆ ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء کو جنرل یحییٰ خان نے ملک بھر میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی، اور اس کے ایک دن بعد شیخ مجیب الرحمٰن پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر کے اس کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا، عوامی لیگ جو کہ مشرقی پاکستان کی اکثریتی جماعت تھی اس پر پابندی عائد کردی گئی۔

یحییٰ خان کے اس اقدام سے پیپلز پارٹی تو خوش ہوگئی کہ اب اقتدار ان کے پاس آجائے گا، مگر مشرقی پاکستان میں ہنگامے پھوٹ پڑے۔

☆ مارچ ۱۹۷۱ء ہی کے تیسرے ہفتے میں اندرا گاندھی نے زمام اختیار سنبھال لیا۔ اور ہندوستان نے کھلم کھلا مشرقی پاکستان کے لوگوں کی حمایت شروع کردی، اور ہوائی راستوں کے ساتھ ساتھ بحری راستوں کو بھی بند کر دیا۔ اور بنگالیوں کے لئے خصوصی پیغامات اور نشریات کا اہتمام کیا۔

☆ مشرقی پاکستان میں سول نافرمانی کی تحریکیں چل رہی تھیں، امن و امان تہس نہس ہو کر رہ گیا تھا۔ کہ جنرل یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان کے حالات سے نمٹنے کے لئے صوبائی مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کو کلی اختیارات دے دیئے۔

جنرل ٹکا خان کو مشرقی پاکستان کا گورنر اور مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بنا کر بھیجا۔ حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے فوجی کاروائی کا حکم دیا گیا۔ بنگالیوں نے ایک نجات دہندہ تنظیم ''مکتی باہنی'' بنالی تھی، فوج اور ''مکتی باہنی'' کے درمیان جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، جن کی پشت پر ہندوستان تھا۔ اور بقول جمعیۃ علماء ہند مغربی پاکستان کی فوجوں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں اور بہنوں پر وہ مظالم ڈھائے کہ چنگیز کے مظالم کو بھی مات دے دی۔

☆ عوامی لیگ کی لیڈر شپ اور ہندوستانی پروپیگنڈے میں لوگوں کو یہ بات باور کرائی جارہی تھی کہ حکومت پاکستان

مشرقی پاکستان کی قیادت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ وہ بنگالیوں کو اقتدار سے ہمیشہ کے لئے محروم رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔حالات قابو سے باہر ہوتے گئے۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی طرف سے پوری قوم کو جہاد میں میں حصّہ لینے کی اپیل کی

☆جون ۱۹۷۱ء کے آخر تک مکتی باہنی اور ہندوستانی فوج کو مشرقی پاکستان کے اندر اپنی کاروائیاں تیز کرنے کے موقع فراہم کرنے کی خاطر مشرقی پاکستان کی سرحدات پر بھی حملہ کر دیا، تاکہ فوج کو سرحد پر مصروف رکھا جائے۔تو اس موقع پر حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے پوری قوم سے اس جہاد میں حصہ لینے کی اپیل کی اور مجاہدین کے لئے تحائف جمع کر کے بھیجے۔ مولانا عبدالحکیمؒ نے راولپنڈی میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: کفر کے خلاف جہاد شروع ہو چکا ہے۔

ہر شخص اپنے مورچے پر ڈٹ کر کفر کے خلاف فیصلہ کن جہاد میں حصہ لے

ہر شخص کو اپنے مورچوں پر ڈٹ جانا چاہئے۔فتح انشاء اللہ پاکستان کی ہوگی۔پاکستان کے جری و بہادر فوجی 22، نومبر سے کافر بھارت کے خلاف سخت سردی میں مجاہدانہ جنگ لڑ رہے ہیں، یہ ہمارے بھائی اور بیٹے ہیں۔چونکہ جہاد شروع ہو چکا ہے،اس لئے صرف فوجی ہی جنگ نہیں لڑ رہے بلکہ پوری قوم ہر مرد اور ہر عورت اور بچہ محاذ پر ہے۔دکاندار قومی دفاعی فنڈز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں،رسد اور سپلائی کا انتظام کریں،منافع کے لئے کام نہ کریں،بلیک مارکیٹ اور عیارانہ ہتھکنڈوں سے باز آجائیں۔کافر نے کبھی مسلمانوں پر فتح حاصل نہیں کی،مگر فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو صحیح مسلمان بننے کی ضرورت ہے۔وہ اپنے پہلے گناہوں اور غلطیوں سے توبہ کریں،اور آئندہ ہر کام میں نیک ہو جائیں۔

مولانا عبدالحکیمؒ نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ شہری دفاع اور فوری طبی امداد کی تربیت حاصل کریں تاکہ ہر محلّہ میں بوقت ضرورت خدمات سر انجام دے سکیں۔ انہوں نے انجمن شہریان راولپنڈی کی طرف سے خورد و نوش اور ضروریات پر مشتمل (8) آٹھ ہزار پیکٹ محاذ جنگ پر روانہ کئے۔

پاکستانی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے

☆ ہندوستانی فوج نے پاکستان کے تمام محاذوں پر گولہ باری شروع کر رکھی تھی۔یہاں تک کہ نومبر ۱۹۷۱ء میں ہندوستان نے مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کر کے وسط دسمبر تک ڈھاکہ میں پاکستانی افواج سے ہتھیار رکھوالئے،اور سولہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو لیفٹیننٹ جنرل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون بی، اور کمانڈر ایسٹرن کمانڈ امیر عبداللہ خان نیازی (جو ۱۳ دسمبر کو یہ اعلان کر رہا تھا کہ مشرقی پاکستان میں بھارتی فوج اُن کی لاش پر سے گزر کر ہی ڈھاکہ پر قبضہ کر سکتی ہے) نے بھارتی کمانڈر

لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے ساتھ ریس کورس گراؤنڈ مشرقی پاکستان میں پاکستان کی شکست کی ایک دستاویز پر دستخط ثبت کئے۔ اپنا ریوالور اور پیٹی بھارتی کمانڈر جنرل اروڑا کے سپرد کئے، اور اپنے آپ کو مع ۹۳ ہزار فوجیوں کے لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے زیر فرمان کر کے ہتھیار ڈال دیئے۔

اور بنگلہ دیش بن گیا

اور بنگلہ دیش بن گیا۔ مغربی پاکستان کی عوام نے ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سڑکوں پر نکل کر بھارت اور یحییٰ کان کے خلاف مظاہرے کئے اور آخر کار تین دن بعد ہی ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مارشل لاء کے یہ ڈکٹیٹر پاکستان کا ایک بہت بڑا حصہ گنوا کر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ اور دنیا کے نقشے پر مشرقی پاکستان کے بجائے اس نئے ملک کا نام بنگلہ دیش پڑ گیا۔

بلا شبہ مسلم قوم کے لئے یہ مقام عبرت تھا جنہوں نے مل کر ایک ہی اسلامی مملکت کے خواب کی تعبیر کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، انہی مسلمان بھائیوں کے مقابلے کے لئے مشرقی پاکستان کے مسلمانوں نے اُن غیر مسلموں کا سہارا لیا، جن سے مقابلے اور چھٹکارے کے لئے انہوں نے مل کر جدو جہد کی تھی، اور وہ ملک جو پاکیزہ تصوّرات، اور دین و مذہب کے اعلیٰ اقدار اور اسلامی حکومت کے بلند ترین تخیلات کے نام پر بنایا گیا تھا، اور جس کے لئے لاکھوں انسانوں نے قربانیاں دی تھیں، یہ وطن اپنوں ہی کی ضد، ہٹ دھرمی، مفاد پرستی اور ہوس اقتدار کے نذر ہو گیا۔

سانحۂ پاکستان کے غدار

اس مملکت خداداد کے دوٹکڑے کرنے کے اہم کرداروں میں جہاں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا نام آتا ہے کہ اس نے حصول اقتدار کے لئے اِدھر ہم اُدھر تم کا نعرہ بلند کیا، اور یہ فارمولہ پیش کیا کہ ملک کے دونوں بازوؤں میں اکثریتی پارٹیوں کو اقتدار سونپ دیا جائے، جس کا مطلب ملک کو دوٹکڑے کرنا تھا۔ تو وہاں سب سے بڑے غدار کے طور پر شیخ مجیب الرحمٰن کا نام آتا ہے جس نے دشمن ملک کے جھانسے میں آ کر ملک کو دولخت کیا، اور مسلمانوں کی رسوائی کا سبب بنا، اور اس کی سزا تو اس کو نقد ہی مل گئی کہ ۵، اگست ۱۹۷۵ء (یوم آزادی بھارت) کو اُسے، اس کی بیوی اور تمام گھر والوں کو گولیوں سے اڑا دیا گیا، اور ایک بیٹی حسینہ واجد ملک میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے بچ گئی۔

لیکن اس حادثے کی براہ راست ذمہ داری دو ڈکٹیٹرز شخصیات پر عائد ہوتی ہے یحییٰ خان پر اور جنرل نیازی پر۔ جو اس نازک اور سنگین مرحلے پر قوم کی کشتی کو چلانے والے بصیرت اور صلاحیت سے عاری نا خدا تھے، دونوں ہی شرابی اور بد کردار تھے۔ ان حالات میں جب پاکستان کی کشتی بھنور میں پھنسی تھی، زمین و آسمان سے اس بدقسمت قوم پر ہر قسم کی بلائیں

نازل ہورہی تھیں، اورفتنوں کی یلغار ہورہی تھی، پاکستان کوایک ایسا حکمران مل گیا جسے ملک کے مسائل کا ہوش تو کیا ہوتا خود اپنا ہوش نہ تھا۔دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کی باگ ڈور ایک بدمست اور عیاش شخص کے ہاتھوں میں تھی، جو ناؤ نوش کی محفلوں میں غرق رہتا تھا۔سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کوسزا دینا چاہتا ہےتو اسی قسم کے خبیث حکمران ان پر مسلط کر دیتا ہے جوخود بھی ڈوبتے ہیں اورقوم کے سفینے کوبھی لے ڈوبتے ہیں۔آج کل بھی کچھ ایسے ہی حالات سے ملک دو چار ہے۔رب العالمین اس مملکت خداداد کی حفاظت فرمائے۔

پاکستان کے دولخت ہونے کے اسباب

پاکستان کے دولخت ہونے میں جہاں دیگر متعدد اسباب ہیں: مثلاً ایک ہزار میل سے زائد جغرافیائی فاصلے پر واقع ہونا، اور اس پر مستزاد یہ کہ دونوں کے درمیان ایک دشمن ریاست آتی تھی، اور پاکستان کے دونوں حصوں میں مذہب کے سوا کوئی چیز مشترک نہیں تھی۔ثقافتی، معاشی، لسانی تفاوت کا پایا جانا، ہندوؤں کی سازش، بھارتی جارحیت، بیرونی طاقتوں خصوصاً بھارت اورروس جن کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ مشرقی اور مغربی پاکستان دوحصوں میں بٹ جائیں وغیرہ وغیرہ کا عمل دخل تھا۔

تو وہاں پر ایک بہت بڑا سبب پاکستان کے ان ڈکٹریٹروں کا ملک کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کا بھی ہے۔انہوں نے عوام، اور ملک کے ساتھ جس وحشت اور بربریت کا سلوک کیا، اور اپنی غلط پالیسیوں اور طاقت کے بل بوتے پرجس طرح عوام کومجبور ومقہور بنائے رکھااس نے بنگالیوں کے دل میں پاکستان کے نام ہی سےنفرت پیدا کردی، اور پاکستان سے آزادی کی تحریک کا آغاز کردیا۔

جس دن کمانڈو بٹالین (جن پر چٹا گانگ میں حملہ ہوا تھا) کی (۵۰) پچاس لاشوں اور زخمیوں کوڈھا کہ ائیر پورٹ پر اتار کر لائین میں رکھا گیا، اور بعد میں دفنایا گیا، تو افسروں اور جوانوں کا ڈسپلن اور دل کا ضبط ٹوٹ گیا، جوان دھاڑیں مار مارکر رونے لگے۔آفیسرز خاموشی سے روئے، کچھ نوجون آفیسرز نے روتے ہوئے کہا:

کن بدمعاشوں اور ڈکٹیٹروں کے لئے ہمارے ساتھ یہ سب کچھ ہورہا ہے۔قوم کے یہ جیالے، ماؤں کے لخت جگر بے بس ہوکر وطن کی سلامتی کے لئے خون میں نہا گئے، لیکن جو اس سانحہ کے ذمہ دار تھے، "بدمعاش" آرام سے عیاشی کر کے چلے گئے۔ (تاریخ پاکستان اورحکمرانوں کا کردار ص۱۲۰)

اورافسوس کا مقام یہ ہے کہ پاکستان کے دوٹکڑے کرنے کے بعد بھی کوئی سبق نہیں سیکھا گیا۔جرنیلوں کے ہاتھوں قید ہونے والی ۹۳۰۰۰ ہزار جنگی فوجی قیدیوں کوجس نے رہائی دلانے میں اہم کردار ادا کیا، اسلامی ممالک کے سربراہوں کی

کانفرنس کا انعقاد کیا، قادیانیوں کا ۹۰ سالہ پرانا مسئلہ قومی اسمبلی کے ذریعے حل کروایا اُسی کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے الزام میں پھانسی چڑھا دیا، جسے بعد میں عدالتی قتل کہا گیا۔ اور تا ہنوز یہ بربادی کا کھیل جاری ہے، اور اس وقت بھی عدالتوں کے سہارے تین مرتبہ کے اس وزیر اعظم کو (جس نے ایٹمی دھماکے کرائے، دہشت گردی کا خاتمہ کیا اور ملک کے اندر سی پیک جیسا عظیم منصوبہ لایا) جیل کے سلاخوں کے پیچھے ڈالا ہوا ہے، اور سزا دینے والا جج اس کے بے قصور ہونے کا اعتراف کر چکا ہے۔ نا معلوم یہ گندگی کا کھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا۔ اللہ ملک عزیز پاکستان کو سازشیوں کی سازش سے محفوظ رکھے اور تا قیامت یہ ملک شاد و آباد رہے۔ آمین

پیپلز پارٹی کی حکومت

۲۰، دسمبر ۱۹۷۱ء کو جنرل یحییٰ خان نے صدارت سے مستعفی ہو کر عنان حکومت پاکستان پیپلز پارٹی کے سر براہ ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دی تھی۔ اُس وقت عملی طور پر ملک دولخت ہو چکا تھا، ترانوے ہزار پاکستانی شہری اور جنگی قیدی ہندوستان کی حراست میں تھے، اور مشرقی پاکستان کے ساتھ ساتھ مغربی پاکستان کا قریباً پانچ ہزار مربع میل کا علاقہ ہندوستان کے قبضے میں تھا۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو ایک شکست خوردہ، حوصلہ ہاری ہوئی اور ایک سازش کے تحت ہندوستانی جارحیت کا شکار ہونے والی قوم کی باگ ڈور سونپی گئی تھی۔

ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کی بھاگ ڈور سنبھالتے ہی ایک بیان میں کہا کہ:

عزیز ہم وطنو! مجھے اس ملک کی زمام اس وقت دی گئی ہے کہ جب وقت گزر چکا ہے۔ ہمیں نہائیت مہلک بحرانوں کا سامنا ہے، اب ہمیں ٹکڑا ٹکڑا پکڑ کر اکھٹا کرنا ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے ہم ایک نیا پاکستان بنائیں گے، خوشحال اور ترقی کرتا ہوا پاکستان، جس کا کوئی استحصال نہیں کر سکے گا، قائد اعظم کے تصور کا پاکستان۔ میرا ایمان ہے کہ پاکستان قائم رہے گا، اور یہ قائم رہنے کے لئے بنا ہے۔

☆ ذوالفقار علی بھٹو نے اس نازک موقع پر آج کے نالائق حکمران عمران خان کی طرح کسی پر جھوٹے الزامات کی بوچھاڑ نہیں کی، کسی پر الزامات نہیں لگائے، بلکہ ایک طرف نفسیاتی طور پر حوصلہ ہاری ہوئی قوم کو حوصلہ دیا تو دوسری طرف افواج پاکستان کی ہمت بڑھائی، اور فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ سب نے میدان کارزار میں بہادری کے جو ہر دکھائے ہیں آپ کو ہرگز کسی بات پر پریشان نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی کسی طور پر کسی قسم کی ندامت محسوس کرنی چاہیے۔ اور اس کے دو دن بعد ہی وفاقی کابینہ اور صوبائی گورنروں کا اعلان کر دیا۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی بحیثیت ممبر قومی اسمبلی خدمات

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی سیاست صرف دین کی سر بلندی، اعلاء کلمۃ اللہ اور انسانیت کی خدمت کے لئے تھی۔وہ سیاست کو عین دین سمجھتے تھے، اور ان کے نزدیک دین وسیاست میں کوئی فرق نہ تھا، آپ کی تمام سرگرمیاں، دینی احکامات کے تحت ہوتی تھیں، اور آپ کی زندگی کا مقصد اور نصب العین یہی تھا کہ مملکت خداداد پاکستان میں ہر سطح پر دین کو فوقیت حاصل ہو،اورغریب اور لاچار طبقات کی داد رسی کی جائے، اور ایک ایسا پر امن معاشرہ تشکیل پائے جس میں زندگی کے تمام طبقات کو دینی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی بسر کرنے کے برابر مواقع اور سہولیات میسر ہوں، اور ان کی تمام مشکلات حل ہوں،اس لئے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں،ذات پات، برادری،اونچ، نیچ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اوراس کے لئے وہ ہر قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔اور یہی جذبہ وہ اپنے تمام شاگردوں اور متعلقین اور جماعتی کارکنوں میں بیدار کرنے کی سعی فرماتے تھے۔

ہمارے علاقے کے خوانین اور نواب اور صرف ہمارا علاقہ ہی کیوں پورے پاکستان کے نوابوں، خانوں، چوہدریوں،ملکوں اور وڈیروں کا یہی حال ہے کہ غریب کا بچہ تعلیم کے زیور سے محروم رہے تا کہ ان کی خانگی اور نوابی کو کوئی چیلنج نہ کر سکے، اس لئے انہیں سکولوں، کالجوں اور مدرسوں سے الرجک ہوتی ہے، اگر ان کے علاقے میں کوئی شخص سکول، کالج، اور مدرسے کی بات کرے، روڈ،سڑک،بجلی اور ٹیلی فون جیسی سہولیات کی بات کرے تو اس سے بڑھ کر ان کا کوئی دشمن نہیں ہوتا، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ غریب ہمیشہ غریب ہی رہے، یہ ہمیشہ اندھیرے میں رہے، اس تک کوئی روشنی نہ پہنچے۔لیکن حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا مشن یہ تھا کہ تعلیم کو عام کیا جائے،اس لئے وہ جہاں بھی جاتے اس کی ترغیب دیتے تھے کہ اپنے بچوں کو فوری طور پر دینی اور دنیاوی تعلیم دینے کا بندوبست کریں،اوراس کے لئے ادارے قائم کریں۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جب مولانا مرحوم بھاری اکثریت سے رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے تو ۱۹۷۱ء میں حکومت کی تمام ایجنسیاں پورے علاقے میں قائم کر دی گئیں۔سڑک اور ٹرانسپورٹ کا انتظام بہتر بنایا گیا۔سروے سٹیلمنٹ کے ذریعے لوگوں کی املاک اور حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ پولیس چوکیاں بٹگرام، الائی اور کوہستان کے علاقوں میں قائم کروائی گئیں۔سب ڈویژن بٹگرام اور پسماندہ علاقوں کو ترجیحی بنیادوں پر ترقیاتی سکیمیں دی گئیں۔تربیلہ ڈیم کے متأثرین کے لئے اپنی بساط سے بڑھ کر مدد کی گئی۔سکول، ڈسپنسریاں، ہسپتال اور رفاہ عامہ کے کاموں میں اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کی گئی۔اور امن و امان

کی بحالی اور لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کا اہتمام کیا۔ کاشتکاروں، مزارعین اور عام غریب طبقے کو سکون کا سانس لینا نصیب ہوا۔

۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک مولانا کی سیاسی زندگی کا بھرپور اور مصروف ترین دور ہے۔ ''چوبیس گھنٹے پا یہ رکاب'' کے مصداق ہر لمحہ مصروفیت کا لمحہ تھا۔ وہ بے شمار سیاسی، سماجی، معاشرتی انجمنوں کے سرپرست، امیر، مرکزی راہنما، سیکرٹری اور ممبر کی حیثیت سے اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہے، اور اس سات سالہ دور میں مولانا مرحوم نے چند اصول وضع کئے تھے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ:

۱) ہر لمحہ بلاتفریق ہر ایک کی خدمت۔

۲) مظلوم کی دادرسی وڈھارس۔

۳) ظالم کی سرکشی کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف سینہ سپر ہونا۔

۴) بے روزگاروں کو روزگار کی فراہمی اور اس کے لئے مختلف محکموں سے رابطہ رکھنا۔

۵) ہر بے آسرا اور بے سہارا کے لئے سہارا بننا۔

۶) ٹیلی فون ایکسچینج، کھولنا، سڑکیں منظور کرانا، اور ترقیاتی سکیموں کے لئے زور لگانا۔

آپ نے جب قومی اسمبلی کی ممبر کی حیثیت سے حلف اٹھایا تو نہ صرف اپنے حلقہ انتخاب کی طرف سے بلکہ پورے ملک کے علماء، طلباء اور غریب طبقات کی طرف سے کاموں کی بھرمار ہوگئی، اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ ان ضرورت مندوں کی جائے پناہ بن گیا۔ آپ اپنی بساط اور طاقت سے بڑھ کر ہر ایک کی دادرسی کرتے، اور کسی بھی آنے والے کو مایوس نہ کرتے تھے، بلکہ ملک کے کسی بھی صوبہ یا شہر سے آنے والے کی یکساں خدمت کرتے، ان کی ضرورت کو پورا کرتے اور وہ دعائیں دیتا ہوا خوشی خوشی واپس لوٹتا تھا۔ یہاں تک کہ ذمہ دار اداروں کی طرف سے یہ شکایت کی گئی کہ آپ کی سفارشیں دیگر ممبران کی بنسبت سب سے زیادہ ہمیں موصول ہوتی ہیں، تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: بھائی دیگر ممبران تک رسائی حاصل کرنا ہی کارے دارد۔ جب کہ ہم بوریانشین لوگ ہیں، مسجد و مدرسہ سے تعلق ہے ہر ایک کی رسائی ہم تک ممکن ہے اور ہر ایک ہم تک پہنچ جاتا ہے، اور کسی کو انکار کرنا اور خالی ہاتھ واپس کرنا ہمارے بس میں نہیں ہوتا۔

مولانا کے نزدیک سب سے بڑی اہمیت اسلام اور اسلامی تعلیمات کو حاصل تھی، جس طرح دین کے تمام احکامات اور تمام شعبوں پر عمل کرنا لازم ہے، اسی طرح سیاسی جدوجہد بھی جو دین کے نفاذ اور دینی احکامات کے اجراء کے لئے ہو اس کو لازم اور فرض سمجھتے تھے، اور اُن کی سب سے بڑی خواہش اور کوشش یہی تھی کہ قیام پاکستان کے وقت جو نعرہ لگایا گیا تھا کہ

پاکستان کا مقصد کیا؟ لا الہ الا اللہ! جس کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہوگا، اور اسلامی اقدار وشعائر کو تحفظ حاصل ہوگا، اس میں حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو گی، اور قرآن و سنت کی حکمرانی ہو گی، اور اسی مقصد کے حصول کے لئے لاکھوں انسانوں نے قربانیاں دیں، عصمتیں لٹائیں، جائدادیں ترک کیں، ہجرت کی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ پاکستان کی صورت میں ایک اسلامی مملکت کا قیام ہوگا، جہاں دین اسلام کو حاکمیت حاصل ہوگی۔

پاکستان بنانے کا وہ مقصد پورا ہو، اور پورے پاکستان میں اسلام کو عملی طور پر رائج اور نافذ کر دیا جائے۔ اور اس کے لئے انہوں نے حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر اکابرین کے ساتھ مل کر اپنی جدو جہد جاری رکھی، اور اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو چیلنج کیا۔ پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ خان عبدالقیوم خان نے جب کوٹ نجیب اللہ اور خان پور کے مقامات پر جمعیت کے اکابرین پر شیخ مجیب کے چھے نکات کی حمایت کر کے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا الزام لگایا تو مولانا مرحوم نے ان کے اس الزام کو اس طرح مسترد کیا۔:

خان قیوم اپنے مخالفین کو بدنام کر کے سیاسی تلخی پیدا کر رہے ہیں۔

مجیب کے مقدمے میں قیوم کو بھی شریک جرم تصور کیا جائے۔

گولڈ اینڈ گین: کے مصنف خود تحریک پاکستان کے مخالف رہے ہیں: مولانا عبدالحکیم

مولانا عبدالحکیم نے کہا ہے کہ جمعیت کے رہنماؤں نے کبھی بھی چھے نکات کی حمایت نہیں کی بلکہ مولانا مفتی محمود اور مولانا ہزاروی متعدد بار چھے نکات کی مخالفت کر چکے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ خان قیوم خان شاید بھول گئے ہیں کہ جب وہ 22، مارچ کو ڈھا کہ جا رہے تھے تو انہوں نے کراچی کے ہوائی اڈہ پر کہا تھا کہ جغرافیائی حالات کے پیش نظر چھ نکات کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ وہ غالباً یہ بھی بھول گئے ہیں کہ انہوں نے مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی میں میری موجودگی میں مولانا غلام غوث ہزاروی سے کیا بات چیت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جب کہ ہمارا ملک ایک نازک دور سے گزر رہا ہے، اور ملک میں قومی یکجہتی اور اتحاد کی سخت ضرورت ہے، خان عبدالقیوم خان اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔ اور اُن سے بے بنیاد باتیں منسوب کر کے سیاسی تلخی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسی بزرگ اور قابل احترام شخصیت کو بھی معاف نہیں کیا۔

خان عبدالقیوم خان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خان عبدالقیوم خان دوسری پارٹیوں اور ان کے لیڈروں پر مجیب کی حمایت کے لئے بے بنیاد الزامات لگاتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ پاکستان کے واحد لیڈر ہیں جنہوں

نے مجیب کے چھے نکات کی پرزور حمایت کی تھی ۔ اور ان نکات کے حق میں ان کا بیان تمام قومی اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

مولانا عبدالحکیم نے خان عبدالقیوم خان کی پشاور کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ خان عبدالقیوم خان نے ایک کلب کے ممبروں کے سامنے خود اقرار کیا ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے ارادہ بغاوت کا علم انہیں پہلے سے تھا۔ اگر ایسا ہے تو اس نے حکومت اور عوام کو پہلے سے کیوں خبردار نہیں کیا۔ حکومت کو چاہیئے کہ خان عبدالقیوم خان کے تازہ انکشافات کی روشنی میں ان کو بھی مجیب کے ساتھ مقدمے میں شامل کرے ، اور تحقیقات کے بعد یہ بات صحیح ثابت ہو تو عبدالقیوم خان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو مجیب اور اس کی پارٹی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ خان عبدالقیوم خان کا کوئی اصول نہیں وہ ایک طرف تو لیگ کے اتحاد کی باتیں کرتے ہیں ، لیکن دوسری طرف لیگی رہنما میاں ممتاز دولتانہ پر اپنی ہر تقریر میں شدید نکتہ چینی کرتے ہیں ۔

انہوں نے کہا کہ خان عبدالقیوم خان پرانی یادیں تازہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ اس لئے ایک یاد اُن کی بھی تازہ کر دی جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ڈپٹی لیڈر کی حیثیت سے انہوں نے نہ صرف تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی ، بلکہ پاکستان اور بانئ پاکستان کے خلاف (گولڈ اینڈ گن) نامی کتاب بھی لکھی تھی ۔ بعد میں جب انہیں یقین ہو گیا کہ پاکستان بننے والا ہے ، اور مسلم لیگ کے برسر اقتدار آنے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں تو وہ اچانک کانگرس سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام کے لیڈروں نے قرآن وسنت کے قانون اور ملک کی وحدت کے سوا کسی اور تجویز کی حمایت نہیں کی ۔ مولانا مفتی محمود اور مولانا ہزاروی صدر یحییٰ خان کی خواہش پر مجیب سے بات چیت کرنے ڈھاکہ گئے تھے ، اور مغربی پاکستان کے لیڈروں کی مجیب سے بات چیت کا ذکر خود صدر مملکت اپنی نشری تقریر اور پریس کانفرنس میں کر چکے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ ان دنوں بھی یہ دونوں رہنما عرب ممالک کے دورے میں نام نہاد بنگلہ دیش کے متعلق بھارتی پروپیگنڈے کی قلعی کھولنے میں مصروف ہیں ۔ لیکن ادھر خان عبدالقیوم خان ہیں کہ اقتدار کی ہوس میں غلط بیانی سے کام لے کر اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو بدنام کرنے کی کوشش کر کے ملک کی پرامن فضاء کو مکدّر کرنے میں مصروف ہیں ۔ انہوں نے خان عبدالقیوم خان کو مشورہ دیا کہ وہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر نہ پھینکیں اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی 21، جولائی 1971ء)

مولانا عبدالحکیمؒ کی قومی اسمبلی میں اسلام کے لئے زوردار آواز

مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ قومی اسمبلی کے اجلاسوں میں بھر پور حصہ لیتے رہے، اور ہر موضوع پر تجاویز دیتے رہے، آپ نے ایک مرتبہ خود مجھ سے فرمایا کہ قومی اسمبلی کا کوئی بل ایسا نہیں تھا جس میں میں نے حصہ نہ لیا ہو، پارلیمنٹ میں جو بھی بل پیش ہوتا تھا ہر بل میں میں پارٹی سپیٹ (Participate) (کرتا تھا۔ ہر موضوع پر میں نے اظہار خیال کیا۔ اور موقع بموقع کوئی ایسی تجاویز اور کوئی ایسی تحریک ضرور پیش کی جو غیر اسلامی قوانین کے منسوخ کرنے کے مطالبہ، اور اسلامی احکام کو قانونی حیثیت دینے پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے قومی اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے کے بعد اسمبلی میں قانون سازی میں بھر پور کردار ادا کیا۔ قومی اسمبلی میں تحریک التوائیں، تحریک استحقاق اور دیگر بل پیش کرنا، اور اسمبلی میں منفرد اور دلائل سے لبریز تقریر کرنا حضرت مولانا کا تاریخی کارنامہ ہے۔ ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک اسمبلی کے ریکارڈ پر مولانا مرحوم کا نام نامی صف اوّل کے پارلیمنٹرین کے حوالے سے شمار ہوتا ہے۔

آپ نے پارلیمان کے اندر مختلف امور پر جو سوالات اٹھائے، اور علاقے کی ترقی کے لئے جو جو اقدامات اٹھائے ان کا تذکرہ تو انشاء اللہ علاحدہ کتاب کی شکل میں اللہ نے چاہا تو شائع کیا جائے گا۔ اور اس کے لئے مولانا مرحوم کے صاحبزدہ اور آپ کے جانشین حضرت مولانا عبدالمجید ہزاری مدظلہ العالی کوشاں ہیں کہ اسمبلی سے مکمل ریکارڈ نکالا جائے۔

مگر یہاں مولانا کی ممبری کے ابتدائی کچھ عرصہ میں اٹھائے جانے والے سوالات، قراردادوں اور تحریک التواء کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آپ نے قومی اسمبلی میں اسلام کے لئے کس قدر زوردار آواز اٹھائی۔ تا کہ حضرت مولانا نے بحیثیت ممبر قومی اسمبلی جو خدمات اسلام کے لئے بجالائی ہیں اس کا ایک نمونہ قارئین کے سامنے آسکے۔ اس کے علاوہ علاقے، ملک اور ملت کے لئے جو خدمات انجام دیں ہیں اس کا بھی ایک نمونہ انشاء اللہ آگے پیش کیا جائے گا۔

****

مولانا کی طرف سے قومی اسمبلی میں پیش کی گئیں تحاریک کا ایک نمونہ

اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے۔

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ آئین کی دفعہ ۲ کے بجائے درج کیا جائے: اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا، اور مملکت اس کے تحفظ کی ذمہ دار ہوگی۔

نوٹ: الحمد للہ کہ علماء اکرام کا یہ مطالبہ مان لیا گیا، اور پاکستان میں پہلی بار اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

کلیدی اسامیوں پر صرف مسلمان فائز ہوں

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ کوئی ایسا قانون یا پالیسی وضع نہیں کی جائے گی جس سے اسلام کی تبلیغ واشاعت میں رکاوٹ پیدا ہونے کا خطرہ ہو، اور مملکت میں کلیدی اسامیوں پر صرف مسلمان ہی فائز کئے جائیں گے۔ اور کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔

جو کام اسلامی احکامات کے مطابق ہو اس کی مزاحمت نہ ہوگی

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ آئین کی دفعہ نمبر ۳ کی شق نمبر ۲ کے پیرا (ب) میں پہلی سطر میں آنے والے لفظ" قانوناً" کے بعد" اور اسلامی احکام کے مطابق" کا اضافہ کیا جائے۔

اسی طرح پیرا (پ) کے بجائے حسب ذیل درج کیا جائے" کسی شخص کو کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا جس کے کرنے کا قانون اور قرآن وسنت اس سے تقاضہ نہ کرتے ہوں، اور اگر قانون اور قرآن وسنت تقاضا کرتے ہوں تو اس کو ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے گا"۔

آئین قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: دفعہ نمبر ۴ شق نمبر ۲ کے آخر میں درج ذیل کا اضافہ کیا جائے" لیکن شرط یہ ہے کہ قانون صراحتاً قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو"۔

قانون اور رسم ورواج قرآن وسنت کے مطابق ہوں

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسودہ آئین کی دفعہ نمبر ۷ کی شق نمبر ۱ کے آخر میں ذیل کا اضافہ کیا جائے۔" الا یہ کہ ایسا قانون، رسم ورواج جو کہ قرآن وسنت کے مطابق ہو"۔

مرتد کو آزادی سے محروم کیا جائے

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: دفعہ نمبر ۸ کے آخر میں ذیل کا اضافہ کیا جائے" لیکن کسی مرتد کو قرآن وسنت کے مطابق اس کی زندگی یا آزادی سے محروم کیا جائے گا"۔

یونین وانجمن اسلام کے مسلمہ احکام کے خلاف نہ ہوں

تحریک:۔۔۔۔۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: آئین کی دفعہ نمبر ۱۶ شق نمبر ۱ میں پہلی سطر میں الفاظ" یا امن عامہ" اور کے مفاد" کے درمیان" اسلام کے مسلمہ احکام شامل کئے جائیں۔

اسلامی احکام کے تابع تجارت کی اجازت ہوگی

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ دفعہ نمبر ۱۷ کی پہلی سطر میں الفاظ" ہوں" اور" ہر" کے درمیان الفاظ" اور اسلام کے احکام کے تابع" درج کئے جائیں۔

قرآن وسنت کے خلاف کسی پیشہ کی اجازت نہ ہو

تحریک: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ دفعہ نمبر ۱۷ کی سطر نمبر ۳ کے آخر میں الفاظ ذیل کا اضافہ کیا جائے
”بشرطیکہ ایسا پیشہ یا مشغلہ، تجارت اور کاروبار جو قرآن وسنت کی واضح تصریحات کے خلاف نہ ہو“۔

خلاف اسلام آزادی کی اجازت نہ ہو

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: دفعہ نمبر ۱۸ کے آخر میں مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ کیا جائے ”لیکن اس حق کا اطلاق اسلام کے خلاف کسی تقریر وتحریر یا اظہار خیال پر نہیں ہوگا“۔

ہر کام میں اسلامی احکام کا احترام ہو

تحریک: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: دفعہ ۱۸ میں ”احکام اسلام کے احترام“ کے الفاظ بڑھائے جائیں۔

اسلامی تبلیغ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: دفعہ نمبر ۱۹ (الف) کا فقرہ پورا ہونے کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ کیا جائے
”بشرطیکہ اسلام کی تبلیغ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا ہو اور یہ کہ مسلمان کو مرتد ہونے کی اجازت نہ ہوگی“۔

کسی گروہ کو خلاف اسلام ادارے بنانے کی اجازت نہ ہو

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: دفعہ نمبر ۱۹ کی شق (ب) کے آخر میں درج ذیل اضافہ کیا جائے ”لیکن شرط یہ ہے کہ ایسے ادارے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت نہیں پھیلائیں گے“۔

کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی اجازت نہ ہو

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسوّدہ آئین کی دفعہ نمبر ۱۹ (الف) کے آخر میں ذیل کے الفاظ بڑھائے جائیں ”مگر کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی اجازت نہ ہوگی“۔

نوٹ: مرتد ہر اس شخص کو کہا جائے گا جو مسلمان ہونے کے بعد کسی آیت قرآن یا حدیثِ متواتر یا ان کے اجماعی

معنیٰ کو ماننے سے انکار کرے۔

عورتوں کو مشترکہ تفریح گاہوں میں جانے کی اجازت نہ ہو

تحریک: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسودۂ آئین کی دفعہ نمبر ۲۶ شق نمبر ۲ کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ کیا جائے۔"ایسے انتظام کے بعد عورتوں کو مشترکہ تفریح گاہوں میں جانے کی اجازت نہ ہوگی"۔

صدر مسلمان مرد ہونا چاہئے

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسودۂ آئین کی دفعہ نمبر ۴۴ شق نمبر ۲ کی سطر نمبر ۲ میں"مسلمان" کا لفظ ہو۔

کونسل کے ارکان اسلامی اصولوں سے واقف ہوں

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسوّدہ آئین کی دفعہ نمبر ۲۲۸ شق نمبر ۲ میں"اور اسلامی کونسل کے اراکین دس ہوں گے" کے الفاظ ہوں اور اسی شق میں" اسلامی اصولوں اور فلسفے کا علم اور ان پر عقیدہ ہو" کے الفاظ درج کئے جائیں۔

زیر بحث مسئلہ کو لازماً اسلامی کونسل بھیجا جائے

تحریک:

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسوّدہ آئین کی دفعہ نمبر ۲۲۹ کے آخر میں درج ذیل عبارت کا اضافہ کیا جائے۔
"اختلافِ رائے کی صورت میں اسمبلی پر لازم ہوگا کہ زیر بحث مسئلہ کو اسلامی کونسل میں بھیج دے"۔

عائلی قوانین کو منسوخ کیا جائے

تحریک: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ: مسوّدہ آئین کی دفعہ نمبر ۲۳۰ نمبر ۳ سے" آرڈی ننس عائلی قوانین کو حذف کردیا جائے"۔

حیاسوز ڈرامے کا سختی سے نوٹس لیا جائے

تحریک التوا:

واپڈا ہاؤس لاہور میں ننگ انسانیت ،حیا سوز قسم کے ڈرامہ کا ذکر اخبارات میں احتجاج کا موضوع بنا ہوا ہے ۔اس فحاشی اور بے حیائی کے سیلاب کو روکنے کے لئے بحث کی خاطر اسمبلی کی کاروائی ملتوی کی جائے ۔

جناب سپیکر: ......اس دلسوز واقعہ میں ریڈیو اور ٹی وی کے فنکاروں نے شرمناک مظاہرہ کیا ہے ۔مادر زاد ننگا ہو کر جانوروں اور حیوانوں جیسی حرکتیں کی ہیں ۔اس واقعہ کے خلاف عوام میں سخت ہیجان ہے ،اور پاکستان جیسے اسلامی ملک میں یہ فحاشی اور عریانی نا قابل برداشت ہے ۔لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے ۔

قادیانی سازش کو بے نقاب کیا جائے

تحریک التوا:

ہفت روزہ لولاک اور دیگر ملکی اخبارات کے ذریعہ ملک میں گڑ بڑ پیدا کرنے کی سازش کا انکشاف ہوا ہے ، لہٰذا پاکستان کی سلامتی کے لئےقرارداد پر بحث کے لئے اسمبلی کی کاروائی ملتوی کی جائے ۔

جناب عالی: ...... پاکستان بیرونی دشمنوں کی زد میں رہا ہے ۔یہود ،ہنود ،سامراج اور مغربی طاقتوں نے پاکستان میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سے ہمیشہ گڑ بڑ پھیلائی ہے ۔ یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ملک میں جوبھی بحران ہوتا ہے اس کی پشت پر کسی بیرونی طاقت کا خفیہ ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ بار بار کی فوجی سازشیں اس کا بین ثبوت ہیں ۔اب حال ہی میں ایک نیم فوجی تنظیم "فرقان فورس" کے ذریعے ملک میں گڑبڑ پیدا کرنے کی خفیہ سازش کا انکشاف ہوا ہے ۔ ملک کے اس نمائندہ ایوان میں ملک کی سلامتی پر بحث کرنی ضروری ہے تا کہ پاکستانی عوام اور حکومت کو ملک دشمنوں اور سازشیوں کا پتہ چل سکے ۔ لہٰذا میں درخواست کرتا ہوں کہ اس تحریک کو بحث کے لئے منظور کیا جائے ۔

سنت رسول کی توہین نا قابل برداشت ہے

تحریک التواء:

جناب سپیکر......! مورخہ ۳ جون ۱۹۷۳ء کو ملتان میں خواجہ عبدالخالق ،عبدالوحید،عبدالاحد،عوامی جزل سٹور والوں کی داڑھیاں نوچے جانے کی خبر کراچی کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے ۔مسلمان داڑھی سنت رسول اللہ ﷺ سمجھ کر رکھتے ہیں ۔داڑھی کی توہین اسلام میں عظیم جرم ہے۔اس واقعہ سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں بلکہ اس سے ملک بھر میں اشتعال پھیلنے کا خطرہ ہے ۔اس لئے میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ اسمبلی کی کاروائی ملتوی کی جائے ،اور اس تحریک پر بحث کی اجازت دی جائے ۔کیوں کہ اس طرز عمل سے پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین ہوئی ہے ۔

مولانا عبدالحکیمؒ کی طرف سے قومی اسمبلی میں پوچھے گئے سوالات

وقفہ سوالات میں حضرت مولانا عبدالحکیم مرحوم کی طرف سے قومی اسمبلی کے وزراء سے مختلف امور سے متعلقہ جو سوالات پوچھے گئے ان کی ایک جھلک یہاں پیش کی جاتی ہے:

بیرون ملک تبلیغ کے لئے کتنی انجمنوں کو زرمبادلہ دیا گیا؟

سوالات:

(الف):......میں وزیرخزانہ سے پوچھتا ہوں کہ بیرون ملک تبلیغ کے نام سے کتنی انجمنوں کو زرمبادلہ دیا گیا ہے؟

(ب)......انجمن احمدیہ ربوہ کو کتنا زرمبادلہ الاٹ کیا جاتا ہے؟

(ج) کیا یہ حقیقت نہیں کہ ثقافتی ٹولوں پر زرمبادلہ ضائع ہورہا ہے؟ کیا حکومت قومی خزانہ سے اس عیاشی کو بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د).....حکومت کا یہ اعلان تھا کہ امدای قرضہ بلاسود ہوگا۔کیا وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ اب قرضوں پر سود لیا جارہاہے؟

کلمہ طیبہ کی توہین کو روکنے کے لئے حکومت نے کیا انتظامات کئے ہیں؟

سوال:......(الف)

میں وزیرتجارت سے پوچھنا چاہتا ہوں، وہ از راہ کرم بتائیں کہ باہرممالک سے ایسی ماچس جس پرکلمہ طیبہ تحریر ہے ماچس کی خالی ڈبیہ زمین پر پھینکی جاتی ہے اور پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے،جس پر ملکی پریس میں احتجاج بھی ہوتا رہا ہے، حکومت نے کلمہ پاک کی اس توہین کو روکنے کے لئے کیا انتظامات کئے ہیں؟

(ب) اور کیا آئندہ کلمہ طیبہ کی طباعت ماچس کی ڈبیہ پر روکنے کے لئے بات کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ اگرنہیں تو کیوں؟

نوٹ:...... یادرہے کہ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے کفریہ طاقتوں کی طرف سے آئے دن مختلف ممالک میں اس طرح کی نازیبا حرکات کی جاتی ہیں،کبھی کسی چیز پر اللہ کا نام لکھ دیا جاتا ہے،کبھی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، اور کبھی صحابہ کرام جیسی پاکیزہ اور برگزیدہ ہستیوں کا، اور کبھی قرآن کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور ان کا یہ ناپاک عمل آج تک

جاری ہے ۔اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ اُس زمانے میں ماچس کی ڈبیہ پر کلمہ کی توہین کے ارادے سے کلمہ لکھا گیا تھا، جس کے روک تھام کے لئے مولانا مرحوم نے اسلامی جذبے کے تحت قومی اسمبلی میں اپنی آواز بلند کی ۔اور ایسے کاموں کی روک تھام کے لئے حکومت وقت کو دعوت فکر دی۔

پی،آئی،اے میں شراب کیوں نہیں بند کی جاتی ؟

سوالات:

(الف)......کیا وزیر شعبہ شہری ہوابازی یہ بتائیں گے کہ پی،آئی،اے کے جہازوں میں اندرون ملک شراب بند کرنے کا ارادہ ہے؟

(ب)......اس وقت تک کتنی سپلائی کی گئی ہے؟

(ج) ......پی،آئی،اے کی پروازوں کے اوقات میں تلاوت کلام پاک کی ریکارڈنگ کیوں نہیں لگائی جاتی؟ جبکہ بحری جہازوں میں تلاوت ہوتی ہے۔

ریڈ کراس کا نام ہلال احمر کیوں نہیں رکھا جاتا؟

سوال:...... میں وزیر دفاع سے پوچھنا چاہتا ہوں، وہ بتائیں کہ ریڈ کراس کا نام تبدیل کر کے اس کی جگہ ہلال احمر رکھنے پر تیار ہیں؟ اگر تبدیل کرنا ہے تو کب تک؟

نوٹ:......مولانا مرحوم اور دیگر علمائے کرام کا یہ دیرینہ مطالبہ حکومت نے مان کر انگریزی سامراج کی اس پرانی یادگار ریڈ کراس کا نام تبدیل کر کے اس کی جگہ ہلال احمر رکھ دیا گیا۔

کیا پاکستان میں بلاسود نظام رائج کیا جائے گا؟

سوال:......کیا وزیر مالیات جواب دیں گے کہ پاکستان میں بلاسود بینکاری نظام کب رائج کیا جائے گا؟

(ب)......اور کیا حکومت شراب درآمد کرنے کے لئے زرمبادلہ کی منظوری بند کرنے کی تجویز رکھتی ہے تاکہ ملک میں شراب نوشی کا رجحان ختم ہو سکے؟

نوٹ:......مولانا مرحوم کے اس سوال کا جواب یہ دیا گیا کہ حکومت بلاسود نظام کے لئے کوشش کرے گی اور شراب کی کھپت کو کم سے کم کیا جائے گا۔لیکن افسوس کہ اب تک ۲۷ سال گزر جانے کے باوجود وہ کوشش بس کاغذی کوشش ہی کی حد تک محدود ہے اور سودی نظام کے خاتمے کے لئے سنجیدگی سے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

قادیانی فرقہ کا داخلہ کن کن مسلمان ممالک میں بند ہے؟

سوالات:

(الف)......کیا وزیر امور خارجہ بتا سکتے ہیں کہ کن کن ملکوں نے اپنے ملک کے مخصوص حصّے میں قادیانی فرقہ کا داخلہ بند کیا ہوا ہے؟

(ب) کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حرمین شریفین (مکہ مکرمہ، مدینہ منوّرہ) میں فرقہ قادیانی (مرزائی) کا داخلہ بند ہے؟

(ج) ......کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مرزائیوں سے متعلق قراداد کی وجہ سے وزیر داخلہ نے کشمیر کانفرنس کے خلاف قدم اٹھایا؟

نوٹ:...... آزاد کشمیر اسمبلی نے مسلمانوں کے دیرینہ مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے مرزائیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ایک قرار داد منظور کی تھی۔ جس کو پورے عالم اسلام نے اُس وقت سراہا، مگر اس وقت کے پاکستانی وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان اور ایک دوسرے وزیر بے محکمہ کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے آزاد کشمیر حکومت کو ختم کرنے کے لئے ایک سازش کی۔ مگر اللہ کے فضل سے اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی مجاہدانہ کوشش اور اہلیان پاکستان کے جذبات نے اس سازش کو ناکام بنا دیا۔

عربی مدارس کو امداد کیوں نہیں دی جاتی؟

سوال: (الف)

کیا وزیر تعلیم بتائیں گے کہ عربی زبان کو (جو کہ قرآن و حدیث کی زبان ہے) پرائمری جماعت سے میٹرک تک کب سے رائج کیا جائے گا؟

(ب)......عربی اسلامی مدارس کو ان کی ضرورت کے مطابق مالی امداد کیوں نہیں دی جاتی؟ حالانکہ قوم کے بچے جس طرح کالجوں اور سکولوں میں پڑھتے ہیں، اسی طرح قوم ہی کے بچے دینی مدارس میں بھی پڑھتے ہیں۔ مگر ایک ہی ملک میں قوم ہی کے بچوں کے ساتھ یہ زیادتی کیوں روا رکھی جاتی ہے؟

پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد کتنی ہے؟

سوال:...... وزیر تعلیم بتائیں گے کہ پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد کیا ہے اوران کے نام کیا ہیں؟

نوٹ:) مولانا کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اُس وقت پاکستان میں دینی مدارس کی جو تعداد بتائی گئی تھی

اس کے مطابق صوبہ پنجاب میں تین سونو (۳۰۹) ۔صوبہ سرحد میں چودہ (۱۴) صوبہ سندھ میں تین سو آٹھ (۳۰۸) اور بلوچستان میں میں تقریباً اسّی (۸۰) تھی ۔جو تقریباً چھے سو گیارہ (611) بنتی ہے ۔

نوٹ:) آج ملک بھر میں ان مدارس کی تعداد الحمد للہ ہزاروں میں ہے ۔باقی وفاقوں کو چھوڑ کر اس وقت صرف وفاق المدارس عربیہ پاکستان جو ملک کا سب سے بڑا تعلیمی بورڈ ہے جو کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی صدارت میں اور حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ العالی کی نظامت میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے، اور ترقی کی منازل طے کر رہا ہے ۔اس کے تحت انیس ہزار چارسو اکانوے (19491) مدارس و جامعات کام کر رہے ہیں ۔جس میں لاکھوں مدرسین اور طلباء و طالبات دین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۔اور جو وفاق سے ملحق نہیں ہیں ان کی تعداد اس کے سوا ہے ۔الحمد للہ ۔

پاکستان کے کن ہوٹلوں میں خنزیر کا گوشت آتا ہے؟

سوالات:

(الف)...... میں وزیر تجارت سے پوچھتا ہوں وہ مجھے بتائیں کہ پاکستان میں کِن کِن ہوٹلوں میں خنزیر کا گوشت درآمد کیا جاتا ہے؟

(ب)...... ۷۳۔ ۱۹۷۲ء کے مالی سال میں پاکستانی کرنسی میں کتنے روپے کی شراب درآمد کی گئی؟

(ج)...... کیا حکومت مسلمان ملکوں کے ساتھ تجارت کو فروغ دینے کے لئے عربی بولنے والے نوجوان علماء جو گریجویٹ ہیں، کی خدمت حاصل کرنے میں امتیازی ترجیح دینے کو تیار ہے؟

ریڈیو پر تلاوت قرآن کا صحیح انتظام کیا جائے

سوال:...... کیا وزیر اطلاعات ونشریات ریڈیو پر قرآن پاک کی غلط تلاوت کو روکنے کے لئے انتظام کریں گے؟ کیوں کہ بعض ریڈیو اسٹیشنوں سے غلط تلفظ میں قرأت ہوتی ہے، اور اسی طرح بعض لوگ زیر، زبر کی فاش غلطی کرتے ہیں جس سے مفہوم بدل جاتا ہے ۔کیا وزیر موصوف اس کے تدارک و اصلاح کا انتظام کریں گے؟

(اس کے جواب میں وزیر موصوف کی طرف سے صحیح تلاوت کے انتظام کا وعدہ کیا گیا) ۔

کن کن دواؤں میں شراب ملائی جاتی ہے؟

سوال: ...... وزیر شعبۂ صحت بتائیں کہ کن کن دواؤں میں شراب ملائی جاتی ہے ؟ اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ

ڈاکٹروں سے غلط سرٹیفکیٹ حاصل کر کے شراب پی جاتی ہے؟ معاشرہ کو تباہ کرنے والی اس لعنت کو وزیر صحت کب ختم کریں گے؟۔

نوٹ:) اس کے جواب میں وزیر موصوف کی طرف سے ان دواؤں کی فہرست پیش کی گئی، اور غلط سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے ڈاکٹروں کے خلاف کاروائی کرنے کا وعدہ کیا گیا۔

عربی مدارس کے طلباء کو ترجیح کیوں نہیں دی جاتی؟

سوال:......

عرب ملکوں میں پاکستان کے اسلامی عربی مدارس کے طلباء کو ترجیح کا موقعہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ان عربی مدارس کے نام اور جانے والے طلباء کے نام بھی بتائے جائیں۔ نیز ایم اے اسلامیات کے کورس میں کون کون سے مضامین شامل ہیں، تفصیل سے بتایا جائے۔

نوٹ: اس کے جواب میں وزیر موصوف کی طرف سے فہرست پیش کی گئی۔

حکومت نے حجاج کے کے لئے کیا انتظامات کئے ہیں؟

سوالات:

(الف)...... میں وزیر مواصلات سے پوچھتا ہوں کہ ۱۹۷۳ء میں حاجیوں کو لے جانے اور لانے کے لئے مزید بحری جہازوں کا کیا انتظام کیا گیا ہے؟

(ب) خشکی کے راستے کتنی بسیں بھیجی جائیں گی؟

(ج) حجاج کو سعودی عرب سے خیریت معلوم کرنے کے لئے اپنے گھر بذریعہ ٹیلی فون و تار انتظام کیا جا سکتا ہے؟

****

مولانا عبدالحکیمؒ کی طرف سے قومی اسمبلی میں پیش کی گئیں قرار دادیں

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے

قرارداد:

اس اسمبلی کی یہ رائے ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان صدر اور وزیر اعظم کے حلف میں شامل کر دیا گیا ہے کہ محمد الرسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ پس نئی نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے حقوق متعین کئے جائیں۔

وضاحت:

یہ قرار داد اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کی بنیاد اور مسلمان اور غیر مسلمان کا معیار اور کسوٹی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کے حبیب محمد عربی ﷺ کی نبوت کے ساتھ ساتھ رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیین مانا جائے۔ مسلمانوں کو اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ جس طرح قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری الہامی کتاب ہے، جس کو کامل و مکمل ماننا پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح سرور کائنات علیہ السلام کو بھی نبوت، رسالت اور ہدایت کا آخری سرچشمہ مانا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد کسی بھی حیثیت سے کسی شخص کو کسی بھی معنیٰ میں نبی ماننے سے وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس لئے اس فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا ضروری ہے۔

دل آزار کتاب کو فوراً ضبط کیا جائے

قرارداد:

اس اسمبلی کی یہ رائے ہے کہ بک آف ناوَلج نامی دل آزار کتاب پر پاکستان میں فوراً پابندی لگائی جائے۔ اور اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ اور اس کا ترجمہ یا اس کا خلاصہ بھی ممنوع قرار دیا جائے۔

وضاحت:

مسلمان عالم کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی، آپ کے ادب اور احترام کا سلسلہ انتہائی نازک جذبہ کا حامل ہے۔ مسلمانوں کے لئے رسول کے ادب و احترام کے موقعہ پر دنیا کی ہر شخصیت، ضابطہ اور قانون، رشتہ اور تعلق کبھی

رکاوٹ نہیں بنے ۔حضور ﷺ کی توہین و بے ادبی کرنے پر ہمیشہ مسلمانوں نے اپنی محبت اور عشق کا مظاہرہ جنون کے درجے میں کیا ہے ۔ اس بات کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ حضور ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی برداشت نہ کرتے ہوئے انتہائی قدم اٹھایا گیا ہے ۔ غازی علم الدین شہیدؒ۔ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار نوجوانوں کی شہادت، اور اس وقت برصغیر میں مسلمانوں کا اشتعال ،نوجوانوں کا سڑکوں پر نکل آنا، یہ سب اس بات کی دلیلیں ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کو فوری طور پر ضبط کیا جائے۔

دینی مدارس کی سند کو ایم اے کا درجہ دیا جائے

<u>قرارداد:</u>

اس ایوان کی رائے ہے کہ پاکستان کا وجود اور اس کی بقاء وحدتِ اسلامیہ اور مسلم معاشرے کی ترقی پر مبنی ہے ۔ حقیقی اسلامی معاشرہ وجود میں لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسلامی مدارس کے بورڈ ، وفاق المدارس العربیہ کی سند ایم ، اے اسلامیات کے برابر قرار دی جائے۔

نوٹ: حضرت مولانا مرحوم نے جب قومی اسمبلی میں یہ قراد پیش کی کہ دینی مدارس کی سند کو ایم اے کا درجہ دیا جائے تو قومی اسمبلی میں وفاقی وزیر تعلیم مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ کی ترمیم کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی اس قراداد کو منظور کر لیا گیا اس خبر کو 30، اکتوبر کے اخبارات نے اس طرح شائع کیا:

<u>**مدرسہ عربی کی ڈگری ایم اے کے مساوی ہوگی: قومی اسمبلی نے مولانا عبدالحکیم کی قراداد منظور کر لی۔**</u>

اسلام آباد 30، اکتوبر، (سٹاف رپورٹر) آج قومی اسمبلی میں وفاقی وزیر تعلیم مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ کی ترمیم کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی اس قراداد کو منظور کر لیا گیا۔اس قرارداد میں سفارش کی گئی ہے کہ وفاق المدارس عربیہ کی عربی ڈگری کو ایم اے ، اسلامیات کے مساوی سمجھا جائے ۔بشرطیکہ ایسی ڈگری پانے والوں نے انگریزی میں بی، اے کیا ہو۔

<u>**وفاق کی سند ایم کے برابر منظور کرانا**</u>

مولانا عبدالحکیمؒ کے کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ دینی مدارس کے لئے یہ ہے کہ انہوں نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی سند عالمیہ کو ایم اے کے برابر منظور کروایا جب کہ اس سے قبل دینی مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء کی

سند کو اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ یہ حضرات علماء کرام کے لئے حضرت مولانا مرحوم کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے ربّ العالمین علماء امت اور بالخصوص علماء پاکستان کی طرف سے انہیں اس کی جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

فرنگی تہذیب کی یادگار کو ختم کیا جائے

قرارداد:

اس معزز ایوان (قومی اسمبلی) کی رائے ہے کہ ایوان میں داخلے کے وقت فرنگی تہذیب وتمدن کے مطابق مقرر کردہ آداب یعنی سپیکر کی کرسی کے سامنے سر جھکانے کی رسم ختم کی جائے۔ کیونکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ قطعاً جائز نہیں۔ مسلمان کا سر توصرف اللہ رب العزت کے سامنے ہی جھک سکتا ہے۔ انگریز کی اس مشرکانہ یادگار کو ختم کر کے اس کے عوض مسنون سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) کا ادب مقرر کیا جائے۔



سیاست کے ساتھ ساتھ تعلیم و تدریس

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے سیاست کے ساتھ ساتھ اپنے دینی مدرسہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں اپنی تعلیم و تدریس کے مشاغل کو بھی جاری رکھا، اور ان میں سیاسی سرگرمیوں یا پارلیمنٹ میں کردار ادا کرنے کی وجہ سے بھی کوئی کمی نہیں آنے دی۔ اور نہ صرف یہ کہ خود تدریسی مشاغل میں مصروف رہے بلکہ جمعیت کے دیگر اکابرین کے لئے بھی تدریسی مشاغل میں مصروف رہنے کی بہم سہولت پہنچاتے رہے۔حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی سیاسی سرگرمیوں اور قومی اسمبلی کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں تدریس کے تمام تقاضوں کو پورا فرماتے رہے۔اور یہی ہمارے اکابر علماء دیوبند کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے دین و سیاست کو، اور درس و تدریس کو ایک ساتھ چلایا۔

سہ جماعتی معاہدہ

۶، مارچ ۱۹۷۲ء کو پاکستان پیپلز پارٹی ،نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام کے مابین ایک سہ جماعتی معاہدہ ہوا ،اس معاہدے کے تحت ملک میں آئین سازی ،مارشل لاء کے خاتمے اور دیگر کئی امور کے حوالے سے ایک دوسرے کے موقف کو سمجھا گیا، اور افہام و تفہیم کی فضاء پیدا کی گئی ،حضرت مولانا بھی جمعیت کے ممبر کی حیثیت سے اس معاہدے میں شامل تھے،اس معاہدے کی بدولت لوگوں میں بھی اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔

معاہدۂ شملہ

شملہ معاہدہ سے پہلے بھی ذوالفقار علی بھٹو نے جمعیت علمائے اسلام ،نیپ اور دیگر جماعتوں کے ارکان سے مشورہ کیا اور اس کے بعد ۲۸، جون ۱۹۷۲ء کو صدر پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (۸۰) اسّی ارکان کے ایک وفد کے ہمراہ ہندوستان کے شہر شملہ میں کانفرنس کے لئے پہنچے۔شملہ پہنچ کر صدر پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو،اور ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی ،اور وفود کے درمیان طویل بحث مباحثہ کے بعد ۳، جولائی ۱۹۷۲ء کو ایک معاہدہ ہو گیا،جس میں کئی نکات کے ساتھ ساتھ ہوائی اور بحری راستوں کے استعمال کی اجازت ،جنگی قیدیوں کی واپسی ،مقبوضہ علاقوں کو فوجوں سے خالی کر کے اپنی اپنی بین الاقوامی جگہوں پر چلے جانے، لائین آف کنٹرول کو تسلیم کرنے جیسی دفعات شامل تھیں۔جس کے نتیجے میں ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو ہندوستانی فوجوں نے وہ تمام پاکستانی علاقے خالی کر دیئے ،جن پر وہ قابض تھے۔اور اگست ۱۹۷۳ء میں تمام جنگی قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

۱۹۷۳ء کا آئین

کسی بھی ملک کا آئین ملک کے لئے ایسے قوانین وضوابط کی نشاندہی کرتا ہے جس سے حکومت کے بڑے شعبے انتظامیہ، مقنّنہ اور عدلیہ کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ حقوق وفرائض کی نشاندہی ہوتی ہے، اور عام لوگوں کے حقوق اور مراعات کی ضمانت فراہم کی جاتی ہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے نتیجہ میں آنے والی قومی اسمبلی کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ملک کو ایک مضبوط آئین دینے کی بھی تھی۔ اس سے پہلے پاکستان میں ۱۹۶۲ء کا آئین ملک کے سربراہ کا فراہم کردہ تھا۔ لیکن پاکستان کا ۱۹۷۳ء کا آئین واحد ایسا آئین تھا کہ جسے اسمبلی کے منتخب اراکین کے ایک سو اٹھائیس ارکان میں سے ایک سو پچیس ارکان نے حق میں ووٹ دے کر منظور کیا تھا، اور ان میں سے ایک حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بھی تھے۔ بلا شبہ یہ پہلا آئین تھا کہ جس کی منظوری براہ راست منتخب ہونے والی آئین ساز اسمبلی نے دی تھی۔ یہ آئین دوسو اسی (۲۸۰) آرٹیکلز پر مشتمل ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے اہم نکات

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ اور جمعیت کے تمام ممبران کا بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے اسلامی دفعات کو آئین کا حصہ بنایا، اور صدر اور وزیر اعظم کے لئے یہ شرائط منظور کروائیں کہ وہ مسلمان ہوں گے۔ جب کہ اس سے پہلے کے آئین کے اندر ایسی کوئی شرط نہیں تھی، اور کوئی بھی شخص چاہے وہ مرزائی ہو ملک کا سربراہ بن سکتا تھا۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام دیا گیا۔ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا۔ ملک کے اندر غلامی اور بیگار کی ممانعت کردی گئی۔ حکومت کے فرائض میں سے یہ کہا گیا کہ اسلام کے اخلاقی اصولوں پر عملدرآمد کر کے آگے بڑھایا جائے گا، لوگوں کو اجتماعی زندگی اسلامی تصورات کے مطابق ڈھالنے کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ مساجد، زکوٰۃ اور اوقاف کے نظام کو بہتر بنایا جائے گا۔

☆ اس آئین میں صدر مملکت کو منتخب کرنے کے لئے جو شرائط رکھی گئیں اس میں دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ صدر کے لئے حلفِ وفاداری میں کتاب اللہ قرآن حکیم، اور نبیؑ آخر زمان حضرت محمد ﷺ پر ایمان کو بھی لازمی شرط قرار دیا گیا۔

☆ ملک کے وزیر اعظم کے لئے طے پایا کہ وہ خدا تعالیٰ کے صحائف بالخصوص قرآن حکیم جو آخری کتاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوگا، حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیّین تسلیم کرتا ہوگا۔ اس کا یوم قیامت پر بھی ایمان ہوگا، اور پاکستان کے ساتھ وفادار بھی ہوگا۔

****

لسانی فسادات کے خاتمے میں مولانا کا کردار

۷، جولائی ۱۹۷۲ء کو سندھ اسمبلی نے اپنے خصوصی اجلاس میں سندھی کو صوبے کی سرکاری زبان بنانے کا بل منظور کر لیا، اپوزیشن نے واک آوٹ کیا۔اس بل کے خلاف زبردست ہنگامے شروع ہو گئے ،اور کراچی کے تین علاقوں ،گولی مار ، لیاقت آباد اور ناظم آباد میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔اردو کونظر انداز کرنے کے خلاف ان ہنگاموں میں شدت آتی گئی ،اور جلاؤ گھیراؤ اور ہنگاموں کے نتیجے میں ۱۸ افراد ہلاک اور ۱۰۰ سے زائد زخمی ہو گئے ۔

مرکزی کابینہ نے کابینہ کے ہنگامی اجلاس میں اس لسانی تنازعہ کو حل کرنے کے لئے مرکزی وزراء پر مشتمل چار رکنی کمیٹی (ملک معراج خالد، مسٹر عبد الحفیظ پیر زادہ، معراج محمد خان اور مسٹر حیات محمد خان شیر پاؤ) قائم کی۔صوبہ سرحد اور بلوچستان میں جمعیت اور نیپ کی حکومتیں تھیں ،مرکزی وزراء کی درخواست پر جمعیت اور نیپ کے ممبران پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا گیا جس کی سربراہی حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کو دی گئی۔

اس وفد نے اندرون سندھ اور کراچی کے ان تمام متأثرہ علاقوں کے دورے کئے جو فساد سے متأثر ہوئے تھے،اور سندھیوں ،پٹھانوں اور اردو بولنے والوں سے بات چیت کی ،تقریریں کیں، اور مختلف اجتماعات منعقد کر کے لوگوں کو فسادات ختم کرنے پر آمادہ کیا۔رات دن کی اس محنت کے نتیجے میں یہ فسادات ختم ہوئے ،لیکن مسلسل بے آرامی کی وجہ سے مولانا کی صحت کافی متأثر ہوئی ،اور اسی سفر میں شوگر جیسے مرض میں مبتلا ہوئے۔

انہیں کوششوں کے نتیجے میں پھر گورنر سندھ نے ۲۱، جولائی ۱۹۷۲ء کو لسانی سمجھوتے پر عملدر آمد کے لئے لسانی آرڈی ننس کے مسودے کا اعلان جاری کیا۔اور بعد میں وفاقی حکومت نے ۲۲، نومبر ۱۹۷۳ء کو آرڈی ننس جاری کیا جس میں قومیتوں کے پرچار کرنے کو بھی غداری کے مترادف قرار دیا گیا، اور اس قسم کی سرگرمیوں میں حصہ لینے ، یا اکسانے والوں کے لئے سات سال قید یا جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔ (تاریخ پاکستان ص ۲۹۴)

مولانا کے حلقہ انتخاب اور ضلع ہزارہ کے عوام کی مشکلات

۱۹۷۰ء میں جب حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے الیکشن لڑا تو اس وقت موجودہ ہزارہ ڈویژن صرف ایک ضلع پر مشتمل تھا، جو ضلع ہزارہ کے نام سے مشہور تھا، اور مانسہرہ، ہری پور اور ایبٹ آباد اور بٹگرام اس کی تحصیلیں تھیں۔ ہزارہ کے عوام کو اپنے نجی کاموں کے لئے پشاور جانا پڑتا تھا، سفری سہولیات کے نہ ہونے کی وجہ سے جو ایک دشوار گزار مرحلہ ہوتا تھا۔ ابتداء میں جب کے صوبہ سرحد میں جمعیت علمائے اسلام اور نیپ کے اشتراک سے حکومت بنی تھی، تو جو لوگ اپنے کاموں کے لئے پشاور جاتے تھے تو ان کے کام ہو جاتے تھے اور انتظامیہ بھی تعاون کرتی تھی۔ لیکن جب صوبہ سرحد اور بلوچستان سے جمعیت اور نیپ کی حکومتیں مرکز نے ختم کر کے اپنی حکومتیں بنا لیں تو عوام کی مشکلات کے اندر روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور پیپلز پارٹی کی حکومت جمعیت کے حزب اختلاف میں ہونے کی وجہ سے ان کے کام نہیں کرتی تھی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ معمولی کام بھی، ڈی، سی اے، سی اور پولیس کے افسران نہیں کرتے تھے۔

مولانا کا حلقہ انتخاب اس سے زیادہ متأثر تھا، اس لئے کہ اس میں پہلی مرتبہ خوانین کو شکست دے کر مولانا عبدالحکیمؒ ایم، این، اے بنے تھے، اس لئے ان کے اثر و رسوخ سے لوگوں کے تھانے اور کچہری کے کام بھی نہیں ہوتے تھے، اور خوانین لوگوں کو آئے روز طعنے دیتے تھے کہ تم نے خوانین کو چھوڑ کر ایک مولوی کو ووٹ دیئے ہیں، اب اپنے ممبر مولوی کو بلاؤ کہ وہ تمہارے کام کرے۔

مظفر آباد میں پیپلز پارٹی کا کنونشن اور مولانا کو شمولیت کی دعوت

پیپلز پارٹی نے مظفر آباد آزاد کشمیر میں ۱۹۷۴ء میں ایک کنونشن رکھا، اور اس میں شرکت کے لئے بطور ایم، این، اے، مولانا کو بھی خاص طور پر شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ تو مولانا نے یہ دعوت اس نیت سے قبول کر لی کہ مظفر آباد میں برادری کے احباب سے بھی ملاقات ہو جائے گی، اور کنونشن میں بھی حاضری ہو جائے گی، چنانچہ مولانا مظفر آباد تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں لوگ پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر رہے تھے، کنونشن کے دوسرے روز وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے مانسہرہ کے حنیف خان کے ذریعے مولانا کو پیپلز پارٹی میں شرکت کی دعوت دی۔ مولانا نے اس وقت تک پیپلز پارٹی میں شمولیت کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا، اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی سے مشاورت ہوئی تھی، اور بالکل خالی الذھن تھے، لیکن جب آپ سے شرکت پر اصرار کیا گیا تو آپ نے ضلع ہزارہ اور اپنے حلقہ کے عوام کے مسائل کے حل

کی خاطر پیپلز پارٹی میں شمولیت کی حامی بھر لی۔ اور ۲۸، اپریل ۱۹۷۴ء کو وقفہ کے بعد جب اجلاس شروع ہوا تو آپ نے کھڑے ہوکر وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

جناب وزیر اعظم! مجھے آپ کی طرف سے پارٹی میں شمولیت کی دعوت دی گئی ہے، اگر چہ اس وقت تک پیپلز پارٹی میں شمولیت کے بارے میں میں نے نہیں سوچا تھا، تاہم آپ کے حکم پر غور کرنے پر مجبور ہوں، میری شمولیت علاقے کے غریب عوام کے مسائل کے حل کے لئے ہوگی، اور میرا راستہ پر خار راستہ ہے، میرے علاقے کے جو مسائل ہیں ان پر آپ کو اور آپ کی پارٹی کو سنجیدگی کے ساتھ سوچنا ہوگا اور ان مسائل کے حل کرنے میں میری مدد کرنا ہوگی۔

اور اس موقع پر سب سے پہلا مطالبہ یہ رکھا کہ مانسہرہ اور کوہستان کو ضلع بنایا جائے تاکہ یہاں کی غریب عوام کو روزگار ملے، اور انہیں اپنے مسائل کے حل کے لئے سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے پشاور نہ جانا پڑے۔ آپ نے اس موقع پر ایک پر اثر تقریر فرمائی، اور پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا، حاضرین نے ڈیسک بجا کر آپ کی شمولیت کا خیر مقدم کیا۔

اعلانِ داسو میں مانسہرہ اور کوہستان کو ضلع کا درجہ ملنا

مولانا نے پیپلز پارٹی میں شمولیت کے بعد وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو اپنے علاقے کے مسائل سے آگاہ کیا اور مسٹر بھٹو کو اس علاقہ کا دورہ کرنے اور مانسہرہ اور کوہستان کو ضلع کا درجہ دینے اور ہزارہ کو ڈویژن بنانے پر آمادہ کیا اور اس مقصد کے لئے کوھستان کے صدر مقام داسو میں ایک جلسۂ عام رکھا۔ چنانچہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے آپ کی دعوت پر ہزارہ کا دورہ کیا، اور داسو کوہستان کے اس جلسۂ عام میں شرکت کی۔

حضرت مولانا نے ان کو سپاسنامہ پیش کیا۔ اور اس موقعہ پر وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کوہستان اور مانسہرہ کو ضلع بنانے اور ہزارہ کو ڈویژن کا درجہ دینے کا اعلان کیا۔ اس طرح پیپلز پارٹی میں شمولیت کے بعد یہ پہلی بڑی کامیابی آپ نے حاصل کی، اور اس کے علاوہ بے شمار منصوبے اس پسماندہ علاقے کے لئے منظور کروائے، جن میں سڑکیں، ہسپتال، بجلی، ٹیلی فون، پانی کی سکیمیں، سکول وکالجز کا قیام، بیگار کا خاتمہ وغیرہ شامل ہیں۔

توپوں کے منہ کھل گئے

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اس وقت اختیار کی تھی جب کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، اور مولانا عبدالحکیمؒ اور مولانا عبدالحق صاحب کوئٹہ والوں کو جمعیت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اور ان کا قصور حضرت ہزارویؒ کی ہمنوائی بتایا گیا تھا، اور اس مقصد کے لئے امیر مرکزیہ جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو چھے آدمیوں کے دستخط

کے ساتھ ایک خط لکھا گیا تھا جن کے اسمائے گرامی اُس خط میں اس طرح درج کئے گئے تھے۔

(۱) احقر عبید اللہ انور (۲) احقر الانام محمد اجمل غفرلہٗ (۳) محمد ابراہیم (۴) عبدالحمید بٹ (۵) قاضی محمد سلیم قانونی مشیر (۶) حامد میاں غفرلہٗ

یہ خط سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ میں موجود ہے، جس میں حضرت درخواستیؒ کو درخواست تحریر کرنے اور مولانا ہزاروی، اور مولانا عبدالحکیمؒ کے اخراج کا فیصلہ لکھنے والی شخصیت ایک ہی ہے۔

اخراج کی درخواست کا مضمون

17/08/1973 بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امیر مرکزیہ دام مجدھم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہر وقت رُوبصحت رکھیں، اور آپ کی برکتیں اور شفقتیں ہمیشہ ہم پر رہیں۔ آمین

محترم! آپ جمعیت کے سربراہ ہیں۔ اور آپ کی سربراہی میں جمعیت کے معروف ارکان، جمعیت کی تنظیم کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ اسے بدنام کر رہے ہیں، اور علمائے حق کے مسلک کو پامال کیا جا رہا ہے۔ مگر آپ کی نرمی، آپ کی شفقت اور آپ کی درگذر کرنے کی پالیسی ابھی تک قائم ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ برس میں مولانا ہزاروی نے جمعیت کے فیصلوں کی خلاف ورزی کی ہے، جمعیت کی پالیسیوں کے خلاف بیان دیئے ہیں۔ ان واقعات کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو بہت وقت درکار ہوگا۔ مختصراً گذارش ہے کہ:

۶، مارچ ۱۹۷۲ءکو سہ جماعتی سمجھوتہ ہوا جس میں نیپ، جمعیت اور پیپلز پارٹی نے معاہدہ کیا تھا کہ صوبوں (سرحد اور بلوچستان) میں نیپ اور جمعیت کی حکومتیں ہوں گی۔ دونوں صوبوں کے گورنر بھی ہمارے نمائندے ہوں گے۔ اس سلسلے میں حضرت ہزارویؒ نے بھٹو صاحب کو ۱۴، اگست ۱۹۷۲ء تک مارشل لاء جاری رکھنے کی اپنی علیحدہ رٹ لگانی شروع کردی۔ اور بیان دے دیا کہ اس موقف کے خلاف وہ کسی بین الاقوامی عدالت کے فیصلے کو بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ اس بیان کی حکومت کی طرف سے سارے ملک میں تشہیر کی گئی۔ اور اس بیان سے جمعیت کے وقار کو ٹھیس پہنچائی گئی۔

قومی اسمبلی کی میٹنگوں میں جب بھی حزب اختلاف نے حکومت سے کسی قانون میں اپنی ترمیم کرانا چاہی تو اس میں ہزاروی صاحب نے بالعموم مخالفت کی۔

بحالیٔ جمہوریت کے سلسلے میں مطالبات تسلیم نہ کئے جانے پر حزب اختلاف نے کئی بار واک آؤٹ کیا۔ جس میں

ہزاروی صاحب نے مخالفت کی۔اور ڈٹ کر اکیلے وہاں اسمبلی میں بیٹھے رہے جس سے جماعتی ڈسپلن پامال ہوا۔جماعتی وقار اور جماعتی تنظیم آخر کیا چیز ہے؟ اگر اس پر انسان اپنے ذاتی فیصلوں کو مسلط کرتا رہے۔متحدہ جمہوری محاذ میں شمولیت کے لئے جمعیت کی مجلسِ شوریٰ نے اجازت دی، اور متحدہ محاذ کی مرکزی جزل کونسل میں چاروں صوبوں سے ایک ایک نمائندہ لیا۔اس میٹنگ میں حضرت ہزارویؒ موجود تھے۔ان کے سامنے ساری کاروائی ہوئی اس کے باوجود انہوں نے جمعیت کی متحدہ محاذ میں شمولیت پر کھلے بندوں تضحیک کی۔اور شوریٰ کے متفقہ فیصلوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے غلط بیانات اخباروں کو دیئے۔یہ میٹنگ ۲، مارچ ۱۹۷۳ء کو اسلام آباد میں مفتی صاحب کے کمرہ میں آپ کی صدارت میں ہوئی تھی۔

ہزاروی صاحب کی شہ پر جمعیت کے ارکان میں بددلی اور نفرت کا جذبہ اُبھرنا شروع ہوا۔نتیجہ یہ نکلا کہ جمعیت کے کچھ ارکان اپنی اپنی قیمت ڈلوا کر جمعیت میں رہتے ہوئے موجودہ حکومت میں جا گرے۔اس کی مثال صوبہ سرحد کے حق نواز اور مولوی عبدالباقی، بلوچستان کے مولوی حسن شاہ اور صالح محمد اور پنجاب کے شیخ اقبال اور رانا رب نواز ہیں۔اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ان لوگوں نے حضرت ہزاروی کی آڑ لی، اور جمعیت میں رہتے ہوئے جمعیت کی شوریٰ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کی کیا یہی جماعتی ڈسپلن ہے؟ کیا یہی جماعتی وقار ہے؟ اگر جماعت ہر شخص کی لونڈی اور غلام ہے تو جمعیت یہ اعلان کردے کہ جمعیت میں رہتے ہوئے ہر ایک آدمی جہاں چاہے، جس پارٹی سے چاہے جو قیمت ڈلوائے آزاد ہے۔پھر بھی وہ پارٹی کا ممبر رہے گا؟ اگر ایسی صورت نہیں ہے تو آپ اس فیصلہ کو جو لاہور میں شوریٰ کے تمام ممبران نے آپ کو دستخط کر کے دیا تھا، بروئے کار لائیں، اور فوری طور پر اس کا اعلان فرمادیں۔

متحدہ جمہوری محاذ نے اپنی گذشتہ میٹنگ میں فیصلہ کیا تھا کہ محاذ صدر اور وزیر اعظم کا انتخاب لڑے گا۔گو شکست ضروری تھی، پھر بھی یہ تاثر دینے کے لئے کہ صدر اور وزیر اعظم متفقہ طور پر منتخب نہیں ہوئے۔جس سے بین الاقوامی طور پر حزب اختلاف کی موجودگی اثر انداز ہوتی ہے۔اس وجہ سے انتخاب میں ضرور حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔

چنانچہ حزب اختلاف نے متفقہ طور پر مولانا نورانی کو وزیر اعظم کے انتخاب کے لئے نامزد کیا۔ایک فاسق، زانی اور شرابی کے مقابلے میں مولانا نورانی ایک صالح مسلمان ہیں مگر...... ہزاروی صاحب نے کھلے بندوں اس فاسق وفاجر، زانی، شرابی، راشی اور عیار شخص کے حق میں نہ صرف خود ووٹ دیا بلکہ مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق (کوئٹہ) کو بھی بھٹکا دیا۔

یہ کھلے بندوں جمعیت کے وقار کے لئے ایک زبردست بےعزتی کا باعث ہے۔اب تو ہر قسم کی مخالفت کی انتہاء ہو گئی ہے۔اس سے زیادہ نقصان جمعیت کو کوئی نہیں پہنچا سکتا۔آپ نے اس سلسلے میں جتنی بھی کوششیں کیں، وہ ناکام ہو چکی ہیں۔اب کسی قسم کی مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ان لوگوں کے اخراج کا اعلان فرما کر جمعیت کو پاک کریں، تاکہ آئندہ

کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ فقط

اور پھر وہی نام بمعہ دستخطوں کے درج ہیں جو شروع میں لکھ چکا ہوں۔اس کے بعد ان تینوں حضرات کو جمعیت سے خارج کر دیا جاتا ہے اوراس مضمون کا اخباری بیان جاری ہوتا ہے ۔

اخباری بیان

امیر کل پاکستان جمعیت علماء اسلام مولانا عبداللہ درخواستی

گذشتہ ڈیڑھ برس سے مولانا غلام غوث ہزاروی جمعیت علماء اسلام کے منشور اور مجلس شوریٰ کے فیصلوں کی مسلسل خلاف ورزی کرتے چلے آرہے ہیں، ان کی توجہ متعدد میٹنگوں میں اس طرف مبذول کرائی گئی۔ وہ ہر بار وعدہ کرتے کہ آئندہ وہ مجلس شوریٰ کے فیصلوں کے پابند رہیں گے۔مگر بعد میں پھر وہ خلاف ورزی کا اعادہ کرتے ۔اس طرح انہوں نے شوریٰ کے فیصلوں سے متواتر انحراف کیا، جو جماعتی ڈسپلن اور وقار کے سراسر منافی ہے۔ پارٹی کی تنظیم سب سے اہم چیز ہے جسے کسی قیمت پر کسی مرحلہ میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔جمعیت علماء اسلام کا کوئی بھی رکن جمعیت کو اپنے پیچھے چلانے اور اپنا تابع بنانے کا مجاز نہیں ہے۔مجلس شوریٰ کے فیصلوں کی پابندی جمعیت کے ہر رکن کا فریضہ ہے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو جمعیت میں ایسے شخص کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

مجلس شوریٰ کے گذشتہ اجلاس میں جو لاہور میں میری صدارت میں ہوا تھا۔شوریٰ کے تمام اراکین نے مجھے تحریری طور پر اختیار دیا کہ میں مولانا ہزاروی کو آخری بار جمعیت کے فیصلوں کی پابندی کے لئے کہوں۔ان سے تحریری بیان لوں کہ وہ آئندہ جمعیت کے فیصلوں کے مطابق عمل کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں آخری کوشش بھی ناکام ہوئی۔

لہٰذا میں بحیثیت امیر جمعیت علماء اسلام جو کہ خود بھی جمعیت کے فیصلوں کا پابند ہوں، شوریٰ کے تحریری دستخط شدہ فیصلہ کے مطابق مولانا ہزاروی کو جمعیت کی رکنیت سے علیٰحدہ کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔اور ان کے ہمنوا مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق کوئٹہ کو جمعیت سے خارج کرنے کا اعلان کرتا ہوں ۔ اب وہ جمعیت کے ممبر نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ جمعیت کا پلیٹ فارم استعمال کر سکتے ہیں۔

دستخط امیر مرکزیہ

محمد عبداللہ درخواستی۔ امیر جمعیت علماء اسلام کل پاکستان

مولانا ہزارویؒ اور مولانا عبدالحکیمؒ جماعت سے خارج کردیئے گئے

مولانا ہزارویؒ جو جمعیت علمائے اسلام کے بانی تھے، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے معتمد ترین رفقاء میں سے تھے، مولانا ہزارویؒ جنہوں نے دینی سیاست کی طرح ڈالی تھی، اوراس میں انہوں نے اپنے بے دست و پا اور عدم وسائل کے باوجود جمعیۃ علماء اسلام کا اپنوں اور بیگانوں سے لوہا منوایا تھا، اور جمعیت علماء اسلام ملک کی ایک ایسی جماعت بن گئی تھی جسے کسی اہم سے اہم مسئلہ میں دوسری جماعتوں کے لئے نظر انداز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

مولانا ہزارویؒ جنہوں نے جمعیت علمائے اسلام کے صف اوّل کے راہنماؤں میں دینی سیاست کا بیج بویا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ قاسم العلوم ملتان میں حدیث کے استاد تھے، انہیں اصرار کے ساتھ جمعیت میں لانے والے اور آگے بڑھانے والے مولانا ہزارویؒ تھے۔ جو اپنے کارکنوں سے فرماتے تھے کہ مولانا مفتی محمود کی زیادہ حوصلہ افزائی کروتا کہ مستقبل میں جمعیت کو ایک مستعد لیڈر مل سکے۔ مولانا ہزاروی کی جو ہر شناس نگاہوں نے انہیں قائد جمعیت کے منصب پر سرفراز کیا، نیپ کے ساتھ معاہدہ کر کے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو سرحد کی وزارت اعلیٰ کے منصب تک پہنچایا۔

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جمعیت کے اس بانی قائد، جہاد حریت کے سپہ سالار اور اس کے مخلص رفقاء کو جمعیت علماء اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ اور صرف خارج نہیں کیا بلکہ حضرت ہزارویؒ اور ان کے رفقاء کے خلاف گالم گلوچ، سب وشتم الزامات والقابات اور مفاد پرستی کے طعنوں کی وہ غلیظ مہم شروع کی کہ الامان والحفیظ۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے خلاف اس مہم کو چلانے والے ایک مخصوص ذہنیت اور تعصب کے شکار کردار تھے جنہوں نے بڑوں کا سہارا لے کر طوفان بدتمیزی برپا کئے رکھا۔ ترجمان اسلام جو جمعیت علماء اسلام کا سرکاری ترجمان تھا اس نے مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے خلاف اداریے لکھے، جن میں ان کی کردار کشی کی گئی۔ نظیر کے طور پر ہفت روزہ ترجمان اسلام ۱۷ تا ۲۴، اگست ۱۹۷۳ء کو دیکھا جا سکتا ہے۔

مولانا ہزارویؒ، مولانا عبدالحکیمؒ اور مولانا عبدالحق (کوئٹہ) پر الزام ہے کہ انہوں نے وزیر اعظم کے لئے مولانا نورانی کے مقابلے میں مسٹر بھٹو کو ووٹ دے کر جماعتی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی، اور اسی عتاب میں انہیں جمعیت سے علیٰحدہ کر دیا گیا۔ مولانا ہزاروی نے مسٹر بھٹو کو ووٹ کیوں دیا، اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت ہزارویؒ جماعت اسلامی کے شدید ترین مخالفین میں سے تھے، اور دوسری طرف ولی خان کی سیاست سے بھی مطمئن نہیں تھے۔ جب

کہ مفتی صاحب نیپ اور جماعت اسلامی کے قریب چلے گئے تھے،اور ان کی خواہش یہ تھی قومی اسمبلی میں اسلامی ذھن رکھنے والے ارکان پر مشتمل ایک محاذ بنایا جائے، جب کہ حضرت ہزاروی ہر اس اسلامی محاذ کے خلاف تھے جس میں جماعت اسلامی شامل ہو،اسی وجہ سے وہ وہ نیپ اور جمعیت کی حکومتوں کے خاتمہ کے بعد متحدہ جمہوری محاذ ،یو،ڈی، ایف ،میں شامل نہیں ہوئے۔ جب کہ دوسری طرف مولانا مفتی محمود صاحب بھٹو کے سخت مخالفین میں سے تھے۔اس طرح مفتی صاحب نیپ اور جماعت اسلامی کے زیادہ قریب ہوتے گئے اور ہزاروی صاحب بھٹو کے۔

حضرت ہزارویؒ نے بھٹو سے کام لیا

لیکن حضرت ہزارویؒ کا بھٹو کے قریب جانے کا مقصد کوئی دنیاوی مفاد حاصل کرنا نہیں تھا، بلکہ ان کے قریب جا کر ان سے کام لینا تھا جو کہ حضرت ہزاروی نے لیا۔اس کی چند ایک مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں:

(۱) صدر اور وزیر اعظم کے لئے آئین میں ترامیم کرانا کہ وہ مسلمان ہوگا،اور اللہ پر،قرآن پر اور ختم نبوت پر ایمان رکھے گا، اس طرح مرزائیوں اور غیر مسلموں کے لئے پاکستان کی وزارت عظمٰی اور صدارت کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے۔

(۲) اسلم قریشی جو فوجی عدالت کی طرف سے ایم ،ایم احمد پر قاتلانہ حملہ کی پاداش میں ۱۵ سال کی قید با مشقت کی سزا بھگت رہے تھے،بھٹو سے کہہ کر ان کی سزا بھی معاف کروائی اور رہائی بھی دلوائی۔

(۳) چیف آف آرمی سٹاف جنرل ٹکا خان کی ریٹائیرڈمنٹ کے بعد آنے والا جنرل قادیانی تھا،اُس قادیانی کا راستہ روکنے اور اس کو چیف آف آرمی سٹاف بننے سے روکنے کے لئے حضرت ہزارویؒ نے بھٹو سے کہہ کر جنرل ٹکا خان کی مدت ملازمت میں توسیع کروائی اور انہیں ایکسٹینشن دلوائی۔

(۴) مسٹر بھٹو کے ذریعے سے قادیانی لعین کے پوتے ایم ،ایم احمد کو اقتصادی مشیر کے عہدے سے فارغ کروایا۔

(۵) قادیانی ائیر مارشل ظفر چوہدری کو عہدے سے فارغ کروایا۔

(۶) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے مسٹر بھٹو اور مسز بھٹو کی ذھن سازی کی۔وغیرہ

حضرت ہزارویؒ کے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ سے اختلاف کے اسباب

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ سے اختلاف کے اسباب خود حضرت ہزارویؒ کی زبانی یہ ہیں کہ مجھے ۱۹۷۲ء میں معلوم ہوگیا تھا کہ حضرت مفتی صاحب جمعیت علماء اسلام کو نیپ کا دُم چھلہ بنانے چاہتے ہیں میں نے اس سے علیحدہ رہنا ہی

پسند کیا۔میں فیروز سنز میں حالت بیماری میں تھا کہ میرے پاس حضرت مفتی صاحب ،حضرت مولانا سید گل بادشاہ ،حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب ،حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب کلاچی اور خان نواز خان کا وفد لے کر آئے ،اور اُسی رات مسٹر بھٹو سے ہونے والے مذاکرات میں شرکت کی دعوت دی۔میں نے مذاکرات میں شرکت سے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ آپ یوں سمجھیں کہ میں اب جمعیۃ کے لئے مر چکا ہوں۔تقریباً دو گھنٹے اسی اصرار اور بحث ومباحثہ میں گزر گئے۔

حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب جوصوبہ سرحد کے مجاہد عالم دین اور مودودی کے سخت مخالف تھے ،انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نے جو کہنا تھا کہہ لیا، اب مان لیجئے ۔ مجھے ان سے شرم آئی اور میں نے مذاکرات میں شرکت کا وعدہ کر لیا۔ لیکن اس کے بعد یوم تشکر کی تقریب میں میں شریک نہیں ہوا،مگر اپنے اختلاف کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

پھر اسی عمارت فیروز سنز میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب میرے پاس تشریف لائے ۔اور کہا کہ آج رات گورنر سرحد کا فیصلہ ہونا ہے ،اور نیشنل عوامی پارٹی کا اصرار ہے کہ گورنر آپ بنیں ۔میں نے سختی سے مفتی صاحب کو اس سے روکا اور کہا کہ اب تمام اختیارات وزیر اعلیٰ کو حاصل ہوں گے ،آپ گورنر کے لئے ارباب سکندر خان کا نام پیش کریں ،پھر وزارت اعلیٰ یقیناً آپ کو ملے گی ،چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اختلاف کا سبب وزارت نہیں تھی۔اس بات پر آپ مجھے قسم بھی دے سکتے ہیں ۔کبھی میری وزارت کی خواہش نہیں تھی ،اگر میں چاہتا تو یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا،مگر میرا مقصد یہ نہیں تھا۔میں جمعیت علماء اسلام کو عوامی نیشنل پارٹی، مودودی اور نورانی کا دم چھلہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔لیکن افسوس کہ میرے اس گمان میں مسلسل ترقی ہوتی گئی۔اگر ضرورت پڑی تو میں اس پر دلائل پیش کر سکتا ہوں۔

پھر میرے خلاف حضرت مفتی صاحب نے ۳۱، اگست ۱۹۷۳ء کے ترجمان میں اڑھائی صفحات پر مشتمل ایک پرو پیگنڈہ لکھ کر حد کر دی ،اور حضرت مفتی صاحب نے ان مودودیوں سے کلی اتفاق کر لیا جن کو پہلے وہ سب کچھ کہتے تھے۔

آخر کار غالباً بلوچستان ہاؤس راولپنڈی میں ۱۳، ایم ،پی ،اے،ایم ،این اے ،ور باقی بارہ حضرات کی میٹنگ میں ایک بیان مرتب کر کے حضرت درخواستی کو بھیجا گیا،جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جمعیت علماء اسلام کو ۱۹۷۰ء کی لائینوں پر چلایا جائے اور نیپ اور مودودیوں کا دم چھلہ نہ بننے دیا جائے ،ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ لوگ ہمارا وجود جمعیت میں نہیں چاہتے۔چنانچہ درخواستی صاحب سے ہمارے خلاف اعلان کرایا گیا،اور ہم ایک دوسرے سے کٹ گئے۔

یہ لوگ اپنی مساجد اور سٹیجوں پر شیعہ ، مودودی، بریلوی حضرات کو تو بلاتے ،لیکن محترم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال ،حضرت مولانا عطاء المنعم بخاری ،صدر احرار اسلام ،امام اہل سنت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب صدر تنظیم اہل سنت والجماعت ، اور جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ کو بلانا ممنوع قرار دیا گیا۔کیا مجال کہ کوئی ان کا ہم خیال

مدرسہ یا ادارہ مجھے یا ان حضرات میں سے کسی کو اپنے پروگراموں یا جلسے میں بلائے۔اس کا سارا فائدہ مودودی کو پہنچا اور اس کے خلاف کراچی سے بالاکوٹ تک زبانوں پے تالے لگ گئے،اور پہلے چار مودودیئے قومی اسمبلی کے ممبر تھے ۔۷۷ءکے الیکشن میں دس مودودیئے کامیاب ہوئے۔

انتخابات میں ہر جماعت اور پارٹی کو اپنے پروپیگنڈہ کا حق حاصل ہے،لیکن یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے کہ وہ بہت سے پبلک جلسوں میں کہے کہ (ان کے انتخابی نشان)''ھل'' کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ھل،قران سے ثابت ہے اور عوام کو اُلّو بنائے۔مگر ایسا بھی کیا گیا،اور سوائے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے اور کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔

(سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ص ۵۴۔۵۶)

حضرت ہزارویؒ اور حضرت مفتی صاحب کے درمیان اختلافات کی وجوہات خود حضرت ہزاروی کے دیرینہ رفیق حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی زبانی پڑھیں،جو ایک انٹریو کی شکل میں سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انٹرویو اور تاثرات کے عنوان سے درج ہے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انٹرویو اور تاثرات

جمعیت نے علمی اور عملی کارنامہ دکھایا۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا ہزارویؒ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کے لئے چنا ہوا تھا۔اور غیبی تائید مولانا ہزارویؒ کے شامل حال رہی۔

جماعتی پالیسی کی پابندی

حضرت ہزارویؒ جماعتی پالیسی کے کنٹرول کرنے میں چٹان تھے۔پالیسی کو ذرا بھی اِدھر اُدھر نہ ہونے دیتے تھے۔ وہ صحیح طور پر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کے جانشین تھے۔اور صحابہ کرامؓ کے مسئلے پر تو وہ کوئی بات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔حضرت ہزارویؒ کے موقف میں جو صلابت اور سختی تھی ، جمعیت علماء اسلام میں ایک گروپ ایسا تھا کہ جس کو یہ سختی گوارہ نہ تھی،اور اس گروپ کا موقف یہ تھا کہ جو شدت ترجمانِ اسلام کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہے ، یا مولانا کی تقاریر میں جو سختی ہے یہ نہیں ہونی چاہئے۔بلکہ اس میں لچک پیدا کی جائے اور نرمی برتی جائے،تاکہ وسیع تر اتحادِ عمل میں آسکے۔بعض لوگ یہ چاہتے تھے کہ نرمی ہو۔مودودی صاحب اور دیگر پارٹیوں کو ملا کر اسلامی نظام کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

جب حالات اس ڈگر پر پہنچے تو حضرت ہزارویؒ نے فرمایا کہ چلو اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو پھر ایسا کرو کہ میرے

بجائے مولانا مفتی محمود صاحب کو ناظم اعلیٰ بنا دو۔ چونکہ مفتی صاحب کے مزاج میں نرمی ہے، اور میں اس رویئے میں لچک پیدا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مفتی صاحب ناظم عمومی ہو جائیں گے، اور میں ناظم کی حیثیت سے کام کروں گا۔ اس میں جماعت کا فائدہ بھی ہوگا۔ اور جن حضرات کی خواہش ہے وہ بھی پوری ہو جائے گی۔

حضرت ہزارویؒ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہمیشہ دوسروں کو آگے بڑھاتے تھے۔ اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، خود پیچھے رہ کر زیادہ کام کرتے، لیکن دوسروں کو موقع دیتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کو ہی دیکھ لیں کہ انہیں ملتان قاسم العلوم سے نکال کر کس طرح جمعیت کے ہراوّل دستے میں پہنچایا۔ حضرت مفتی صاحب میں صلاحیتیں موجود تھیں، ان کا انکار نہیں، لیکن وہ خالص درس وتدریس میں مصروف تھے۔ اور ان کی ان صلاحیتوں تک دوسرے اکابرین کی نظریں نہیں پہنچ سکیں تھیں۔ بابائے جمعیت حضرت ہزارویؒ نے جب مفتی صاحب کی صلاحیتوں کو دیکھا تو قاسم العلوم ملتان سے اٹھا کر اپنے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا۔ اور بہت جلد اکابرین سے منوا لیا کہ دیکھیں میرا انتخاب غلط نہیں تھا۔

چنانچہ ناظم عمومی حضرت مفتی صاحب اور ناظم خود حضرت ہزاروی بن گئے۔ جب حضرت مفتی صاحب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے تو جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی میں جمعیت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بھائی اب مجھ پر وزیر اعلیٰ کی ذمہ داری بھی آن پڑی ہے۔ اور جمعیت کا ناظم عمومی بھی میں ہوں۔ لہٰذا ناظم عمومی بابا جی (یعنی حضرت ہزارویؒ) کو بنا دیا جائے، چنانچہ بابا جی کو ناظم عمومی بنا دیا گیا۔

جب ایوب خان کے خلاف جمہوری عمل بنائی گئی جس کا مخفف "ڈیک" تھا اس میں چونکہ جماعت اسلامی بھی ساتھ تھی۔ حضرت ہزارویؒ نے کل پاکستان جمعیت کے مرکزی عہدیداران کی موجودگی میں فرمایا کہ جب جمعیت علماء اسلام یہ چاہتی ہے کہ صدر ایوب کی بددینیوں کے خلاف اور قادیانیت نوازی اور دیگر غیر اسلامی اقدامات کے خلاف "ڈیک" بنے تو مجھے یہ اجازت دیں کہ ("ڈیک" کے ان مشترکہ اجلاسوں میں جہاں جماعت اسلامی اور دیگر جماعتیں شریک ہوں) میں شریک نہ ہوں اور نہ ہی مجھے ان اجلاسوں میں شرکت کے لئے بھیجا جائے، میں ایسی میٹنگوں میں شریک نہیں ہوں گا۔ اور ناموس صحابہؓ کے سلسلہ میں جو کام میں کرتا چلا آیا ہوں میں اپنا وہ کام جاری رکھوں گا۔ مودودی صاحب کے خلاف میں بولوں گا، تقریر کی پابندی بھی قبول نہیں کروں گا۔ کل آپ یہ کہیں کہ جماعت اسلامی کے ساتھ ہمارا اتحاد ہے، آپ اس کے خلاف نہ بولیں تو یہ پابندی مجھ سے نہیں ہو سکے گی۔

چنانچہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں نے حضرت ہزارویؒ کو اجازت دے دی۔ اس وقت جمہوری مجلسِ عمل

کی جو میٹنگیں ہوتی تھیں، عام طور پر ان میں جمعیت کی نمائندگی حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے، یا سید گل بادشاہ ہوتے یا مولانا عبید اللہ انورؒ ہوتے، یا مولانا عبدالحکیمؒ ہوتے تھے۔ وہ تحریک چلتی رہی یہاں تک کہ ۱۹۶۹ء میں مارشل لاء لگ گیا۔

نیشنل عوامی پارٹی سے معاہدہ

۲۰، دسمبر ۱۹۷۰ء سے دوڑ دھوپ شروع کردی، قیوم لیگ بھی کوشش کر رہی تھی، اور نیشنل عوامی پارٹی بھی چاہتی تھی کہ جمعیت ہمارے ساتھ اتحاد کرے۔ کیونکہ جمعیت کا جس طرف اتحاد ہوتا وہ پارٹی حکومت بنالیتی۔ دارالعلوم پشاور میں اجلاس ہوتے رہے۔ اور مدرسہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی میں بھی اس مسئلے پر جمعیت کے اجلاس ہوتے رہے۔ ارباب سکندر خان خلیل اور اجمل خٹک عوامی نیشنل پارٹی کی نمائندگی کرتے تھے۔ اور قیوم لیگ کی طرف سے خان قیوم اور یوسف خٹک اکثر مزاکرات میں حصہ لیتے۔

دیر، سوات، چترال، ضلع پشاور، ضلع مردان اور ضلع ہزارہ کے جمعیت کے رفقاء کا موقف یہ تھا کہ لیگ کے ساتھ تو ہم اتحاد کرلیں۔ لیکن نیپ والوں سے اتحاد نہ کریں۔ کیونکہ نیپ کے رہنما سیکولر ذھن کے حامل ہیں۔ اور خاص ضلع مردان اور مولانا عبدالحق ؒ کے حلقے میں انہوں نے علماء کی توھین کی۔ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ نے کہا کہ اگر آپ نے نیپ سے اتحاد کیا تو میں اپنی قومی اسمبلی کی سیٹ سے استعفٰی دے دوں گا۔ یہ حضرات سختی کے ساتھ نیپ کے مخالف تھے۔ ایک تو پاکستان کے بارے میں ولی خان اور غفار خان کے خیالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ دوسرے وہ بڑے فخر سے کہتے تھے کہ ہم سیکولر خیالات کے لوگ ہیں، پاکستان سیکولر ریاست ہونی چاہئے۔

ضلع ڈیرہ، بنوں، کوہاٹ کے جمعیت علماء اسلام کے اراکین کا موقف یہ تھا کہ خان قیوم سے اتحاد نہ کیا جائے۔ ان کولیگیوں سے نفرت تھی۔ ان کولیگیوں نے ستایا تھا۔ خوانین نے مظالم ڈھائے تھے۔ اس طرف بڑے بڑے جاگیردار تھے۔ مولانا صدر الشہید صاحب کے مقابلے میں نواب تھا۔ مولانا نعمت اللہ کے مقابلے میں بھی یہی صورت حال تھی۔ اور کچھ مظالم جنگ آزادی کے زمانے کے بھی علماء کے سامنے تھے۔ جو ان جاگیرداروں نے علماء اور عوام پر ڈھائے تھے۔ اس لئے اس طرف کے علماء کولیگیوں سے نفرت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ نیپ سے اتحاد ہوجائے، لیکن قیوم لیگ سے نہ ہو۔

مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا سید گل بادشاہ بھی اور دیگر حضرات سختی سے نیپ کے مخالف تھے۔ کیونکہ صاحبزادہ عبدالباری جان صاحب الیکشن میں جیتے ہوئے تھے۔ لیکن ولی خان نے عورتوں کے جعلی ووٹ بھگتا کر الیکشن میں جیتنے کی کوشش کی۔ اس لئے جمعیت علماءِ اسلام کے لئے عجیب صورتحال سامنے آ گئی۔ یہ لوگ بڑے مشتعل تھے۔ پنجاب اور سندھ کی

مجلس شوریٰ نے بڑی تگ ودو کے بعد یہ پاس کرایا کہ خان قیوم سے اتحاد نہ کیا جائے ۔ یہ قابل اعتماد نہیں ، اس سے بہتر ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی سے اتحاد کیا جائے ،لیکن اپنی شرائط تسلیم کرانے کے بعد۔

اس میں پہلی شرط یا نکتہ یہ تھا کہ نفاذ شریعت کے لئے جو کام ہم کر رہے ہیں ،اور جمعیت علماءِ اسلام کا اصل کام ہی پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام ہے۔اس سلسلے میں نیپ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں جمعیت علماءِ اسلام کا ساتھ دے گی۔ یعنی جمعیت علماء اسلام کی جو مذہبی پالیسی ہے نیپ اس کی مکمل تائید کرے گی اور قوانین کو تبدیل کرانے میں جب جمعیت علماء اسلام بل پیش کرے گی تو نیشنل عوامی پارٹی اس کی تائید کرے گی ۔

(۲)دوسرے نمبر پر انتظامی شرائط میں یہ تھا کہ صوبے کا وزیر اعلیٰ جمعیت علماء اسلام کا آدمی ہوگا۔ یہ معاہدہ تحریر ہوا تھا دونوں طرف سے ،اس پر دستخط ہوئے تھے ۔ یہ شرائط جب نیپ نے تسلیم کرلیں تو جمعیت علماء اسلام کی مجلسِ شوریٰ نے اس معاہدے کی اجازت دے دی۔

نیپ نے معاہدے کی پابندی نہ کی

لیکن اس معاہدے کی نیپ نے پابندی نہ کی۔قومی اسمبلی میں جمعیت علماء اسلام کوئی بل پیش کرتی یا قرارداد پیش کرتی ، یا بل آتا تو نیپ کے ممبران خاموش رہتے۔ اور اُٹھ کر اسمبلی میں ان کے حق میں نہ تو تقریر کرتے اور نہ تائید کرتے ، بلکہ اکثر اس دوران اٹھ کر چائے پینے کے لئے کیفے ٹیریا میں چلے جاتے ۔ دینی سلسلے میں جتنی قرار دادیں اور بل جمعیت علماء اسلام نے پیش کئے ،نیپ نے ایک کی بھی تائید نہ کی۔ایک قرار داد مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے مرزائیت کے بارے میں پیش کی۔ ۱۹۷۳ء میں مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے سپیکر کے کہنے پر قرارداد پڑھنی شروع کی تو ولی خان صاحب نے کہا مسٹر بزنجو صاحب آیئے چائے پی کر آئیں۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے دورانِ تقریر مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور مولانا ہزارویؒ سے کہا کہ حضرت مفتی صاحب اور ہزاروی صاحب یہ بتائیں کہ جب ہم کوئی دین کی بات چھیڑتے ہیں ،تو یہ اُٹھ کر چلے جاتے ہیں ۔ان کے ساتھ جو ہمارا معاہدہ ہوا تھا وہ کدھر گیا؟ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے ۔نیشنل عوامی پارٹی والوں نے دونوں صوبوں میں ایسا طرزِ عمل شروع کر دیا کہ ہمارے وزراء کو ناکام کرنے کے لئے ان کے وزراء نے کئی اقدامات کئے ۔ اور ہمارے کارکنوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جمعیت کے کئی ذمہ دار افراد جمعیت سے استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہو گئے کہ ہمارے ساتھ کاموں کے سلسلے میں نیپ کے وزراء تعاون نہیں کرتے ، اور زیادتیاں کرتے ہیں۔ جمعیت کے اکثر کارکن مولانا سید گل بادشاہ

صاحب اور حضرت مفتی صاحب سے جھگڑتے کہ آپ اس کا نوٹس کیوں نہیں لیتے ، جب کہ ان کا ہم سے معاہدہ بھی ہے ۔

قلات ڈویژن میں شریعت کے دیوانی قوانین نواب صاحب کے زمانے سے نافذ تھے، لیکن کوئٹہ ڈویژن میں جاری نہ تھے ۔ بابائے جمعیت حضرت ہزارویؒ نے مطالبہ کیا کہ کوئٹہ ڈویژن میں شرعی قوانین کا نفاذ ہونا چاہئے ،تو بزنجو نے بحیثیت گورنر ٹال مٹول سے کام لیا۔ اور ایسی پالیسی اپنائی کہ شرعی قوانین کا نفاذ نہ کیا جا سکے۔

کراچی میں جمعیت کی شوریٰ کا اجلاس تھا،اور نیشنل عوامی پارٹی کا الگ اجلاس تھا، اس دوران میں صوبائی مشترکہ کونسل کا بھی اجلاس تھا،اس موقعہ پر حضرت ہزارویؒ نے یہ مطالبہ کیا کہ کوئٹہ ڈویژن میں قاضیوں کا تقرر کیا جائے ۔ مولانا ہزارویؒ نے فرمایا کہ میں کوئٹہ جا رہا ہوں ۔ بزنجو نے کہا جی آپ جا رہے ہیں تو میرے فلاں وزیر وہاں ہیں اُن سے بات کریں۔ بابا جی نے فرمایا: جی آپ تو یہاں بیٹھے ہیں میں وہاں کس سے بات کروں ؟ تو اس موقعہ پر بابا جی نے اخبارات کو سخت بیان جاری کیا کہ اگر نیپ والے دینی معاملات میں ہمارا ساتھ نہیں دیتے تو ہم وزارتوں کو چھوڑ دیں گے، اور ان کا ساتھ بھی نہیں دیں گے ۔ اس وقت کے اخبارات میں یہ بیان موجود ہے، جسے تمام اخبارات نے (اس وقت) شائع کیا تھا۔ اور (اس سلسلے میں) جمعیت کے اجلاس میں بحث بھی ہوئی ،لیکن اس کے باوجود قاضیوں کا تقرر عوامی نیشنل پارٹی والوں نے نہ کیا۔

حضرت ہزاروی اور مفتی صاحب کے اختلاف کا ایک سبب

پھر تلخی اس وقت زیادہ ہوئی جب عبدالغفار خان مرحوم نے خود ساختہ جلا وطنی ترک کر کے پاکستان آنے کا ارادہ کیا تو اس موقعہ پر حضرت مفتی صاحب کا پروگرام کابل جانے کا جمعیت کے انتہا پسند عناصر نے بنا دیا۔(جو کہ) سیاسیات کو زیادہ فوقیت دینے ،اور شرعی معاملات میں بعض دفعہ صرفِ نظر کر دینے اور نرمی پیدا کرنے کا حامی تھے۔ اس طبقہ نے یہ کوشش کی کہ حضرت مفتی صاحب خود جلال آباد تشریف لے جائیں اور وہاں سے خان عبد الغفار خان کو ساتھ لائیں جو طویل مدت سے جلال آباد میں قیام پذیر تھے۔ اس پروگرام کا جب حضرت ہزارویؒ کو پتہ چلا تو حضرت ہزارویؒ نے نہایت سختی کے ساتھ اُس وقت یہ موقف اختیار کیا کہ حضرت مفتی صاحب کابل نہیں جائیں گے۔ عبدالغفار خان ہمارا لیڈر نہیں یہ نیپ کا ہے۔ جمعیت جدا جماعت ہے، نیپ ایک الگ پارٹی ہے۔ لہٰذا مفتی صاحب کو ہم قطعاً نہیں جانیں دیں گے ۔

اس مسئلہ نے نہایت ہی طول پکڑا ، یہاں تک کہ امیر مرکز یہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ کو لکھا گیا کہ آپ حضرت مفتی صاحب کو روکیں کہ وہ کابل نہ جائیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کو نہایت ہی ذہنی کوفت ہوئی ، اور ناراض

ہوئے ۔آخر اس بات کا فیصلہ ہوا کہ مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی جگہ مولانا عبدالباقی کابل جائیں گے ۔ چنانچہ مولانا عبدالباقی صاحب کو کابل بھیجا گیا۔

یہ سارا پروگرام جمعیت کے اس طبقے نے ترتیب دیا جو شریعت کو سیاست پر فوقیت نہیں دیتا تھا۔اس پر اس طبقہ نے اس بات کو اچھالا کہ دیکھو جی ! ناظم عمومی تو حضرت مفتی صاحب ہیں ،لیکن پالیسی کو کنٹرول ہزاروی کرتا ہے ۔ اور خوامخواہ اپنی بات منواتا ہے ۔(اس طبقہ نے) حضرت مفتی صاحب کے سامنے حضرت ہزارویؒ کے موقف کو خوب مرچ مصالحہ لگا کر پیش کیا اور بدگمانیاں پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی ،جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے ۔

اختلاف کا ایک اور سبب

صوبہ سرحد میں جب جمعیت اور نیپ کی مشترکہ حکومت قائم ہوئی تو مئی ۱۹۷۳ء میں ان دونوں جماعتوں نے یوم تشکر منانے کا اعلان کر دیا۔ بابائے جمعیت حضرت ہزارویؒ نے فرمایا کہ ہمیں جشن منانا زیب نہیں دیتا ۔تشکر اگر منانا ہے تو اس کا وہ شرعی طریقہ اختیار کریں، نہ کہ یہ رسمی طریقہ اپنانا شروع کریں ۔ ہم علماء کی جماعت ہیں ،ہمیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں ۔ مولانا اس تقریب میں شریک نہیں ہوئے ۔اس کو بھی یار لوگوں نے مولانا ہزارویؒ کے خلاف خوب اچھالا ، اور بات کا پتنگڑ بنا ڈالا ۔

پھر اسی دوران جب نیشنل عوامی پارٹی اور پیپلز پارٹی میں چپقلش شروع ہوئی تو ولی خان کے بھٹو کے خلاف اخباروں میں بیان آنے شروع ہوئے جو بھی ولی خان کا بیان مسٹر بھٹو کے خلاف آتا ،مفتی صاحب اس کی تائید کرتے ۔مثال کے طور پر ولی خان نے بیان دیا کہ فلاں بات کی تشریح سپریم کورٹ کرے تو مفتی صاحب کا بھی اس کے حق میں بیان آگیا۔اسی اثناء میں جمعیت علماء اسلام کی میٹنگ شروع ہونے والی تھی ۔بابا جی نے بات چھیڑی کہ حضرت مفتی صاحب پالیسی بیان آپ جمعیت کی طرف سے دیا کریں ،آپ جمعیت کے لیڈر ہیں نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر نہیں ۔ آپ جو بیان دیں ،جمعیت کی مجلس شوریٰ سے مشورہ کر کے دیں۔ہم ولی خان کی اس بات کی تائید کیوں کریں جس کے نتیجے میں ان جماعتوں کے درمیان لڑائی چھڑ جائے ۔بھٹو اور ولی خان لڑتے رہیں ۔ہمیں اس سے کیا غرض ، ہم تو اپنی جماعت کے ذمہ دار ہیں ۔آپ جمعیت کی پالیسی کو سامنے رکھ کر بیان دیا کریں ۔

جب ایسی باتیں سامنے آئیں تو ان حضرات کے درمیان کدورتیں پیدا ہوئیں ۔ چونکہ بابائے جمعیت تو پارٹی ڈسپلن کی پابندی کرتے تھے ۔اب جو طبقہ سیاسی اغراض حاصل کرنے کے لئے ۱۹۷۰ء کے دوران جمعیت میں شامل ہوا تھا، ان

کے لئے یہ پابندی اور ڈسپلن نا قابل قبول تھا، وہ اقتدار کا حصول چاہتا تھا۔ خواہ جس قیمت پر بھی مِل جائے۔

جب کہ مولانا ہزارویؒ کا مقصدِ اصلی اقتدار کا حصول نہ تھا، بلکہ شریعت کا نفاذ تھا۔ اور وہ تمام شرعی حدود و قیود کو برقرار رکھتے ہوئے چاہتے تھے کہ اسلام کا نفاذ ہو جائے۔ اگر اس میں اقتدار ملے تو بھی ٹھیک ہے۔ لیکن شرعی حدود کو بالائے طاق رکھ کر اقتدار کا حاصل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور قائد جمعیت، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ بھی اقتدار کے بھوکے نہیں تھے۔ اگر اقتدار کے خواہاں ہوتے تو صوبہ سرحد کی وزارت اعلیٰ کو کبھی نہ ٹھکراتے۔

میری مراد یہاں وہ فصلی بٹیرے ہیں، جو ۱۹۷۰ء کے الیکشن سے قبل ہواؤں کا رخ دیکھ کر، فضاؤں کی بو سونگھ کر جمعیت میں شامل ہوئے تھے۔ اور ان کا مقصد وحید بھی اقتدار کی دیوی کا حصول تھا۔ اس گروہ نے دیکھا کہ ہمارے عزائم کے راستے میں تو بابائے جمعیت مضبوط چٹان کی طرح حائل ہے، تو انہوں نے وہی اصول اپنایا جو ایک خودغرض اور مفاد پرست کو اپنانا چاہئے تھا۔ وہ یہ کہ دونوں بزرگوں کے درمیان نفرت، کدورت اور بدگمانی کی نا قابل شکست دیوار کھڑی کی جائے۔ چنانچہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب بھی ہو گئے۔ چنانچہ جب پارلیمنٹ کے اندر یو، ڈی، ایف، (U,D,F) بننے لگا۔ یعنی جمہوری متحدہ محاذ تو اس وقت بات اور بڑھ گئی۔

بابائے جمعیت کا موقف یہ تھا کہ قومی اسمبلی میں جے، یو، آئی کے سات ممبرز ہیں۔ (۱) مولانا مفتی محمود صاحبؒ، (۲) مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ (۳) مولانا عبدالحکیم صاحبؒ (۴) مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۵) مولانا صدر الشہید صاحبؒ (۶) مولانا نعمت اللہ صاحبؒ (۷) مولانا عبدالحق صاحب بلوچستانی۔ تو ہم سات ممبران قومی اسمبلی نیشنل اسمبلی میں اپنا گروپ بنائیں۔ ہم اپنے نام سے جمہوریت کے لئے بھی، اور حکومت کے ظلم (یعنی مظالم کے خلاف) اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنے سٹیج سے بات کریں۔ اور ملک میں ہمارے پاس سٹیج دینی مدارس اور مساجد ہیں۔ ہمیں اس تنظیم میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ سابقہ تجربہ ہمارے سامنے ہے، جس کے ساتھ بھی اتحاد کیا اُس اتحاد کا انجام برا ہوا۔ اور اس سے ہمارے دینی موقف کو شدید نقصان ہوا، لہٰذا ہم اپنے سٹیج سے کام کریں۔

یہ بنیادی بات تھی، کمرہ نمبر ۵، ایم این، اے ہاسٹل اسلام آباد میں اس غرض کے لئے میٹنگ بلائی گئی۔ حضرت درخواستی صاحبؒ کے زیر صدارت یہ اجلاس ہوا، تو اس میٹنگ میں جمعیت علماء اسلام کے ممبرانِ قومی اسمبلی میں سے چار نے حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے موقف کی حمایت کی۔ اور تین ممبران قومی اسمبلی حضرت ہزارویؒ کے موقف کے مؤید تھے کہ جمعیت علماء اسلام دوسری جماعتوں سے اتحاد نہ کرے۔ بلکہ اپنے سٹیج سے حق کے لئے آواز بلند کرے، اور اسلام کے لئے قربانی دے۔

حضرت درخواستیؒ کی تائید سے فیصلہ حضرت مفتی صاحب کے مؤقف میں ہوا کہ دوسری جماعتوں کا تعاون بھی حاصل کرلیا جائے۔اور حضرت ہزارویؒ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں کوئی پابندی قبول نہیں کروں گا۔لہٰذا آپ مجھے مجبور نہ کریں، جس طرح میں نے ڈھاکہ میں جمہوری مجلس کے قیام کے وقت کہلایا کہ میں مشترکہ اجلاسوں میں نہ جاؤں گا،اور اس وقت بھی میں جمہوری مجلس عمل کے اقدامات میں جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کی وجہ سے شریک نہ ہوا تھا،اور جمعیت نے مجھے مستثنٰی فرمایا تھا۔لہٰذا اب بھی میرا موقف یہ ہے یہاں بھی مجھے مستثنٰی کردیں۔

اس موقع پر اگر سیاسی عناصر کی سازش نہ چلتی ،اور بابائے جمعیت کو مجبور نہ کیا جاتا تو بابا جی نہ جمعیت چھوڑتے اور نہ جماعت ٹوٹتی ، اور نہ یہ حالات پیدا ہوتے ۔چونکہ مفاد پرستوں کی کوشش ہی یہ تھی ،اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ یہ جمعیت اور بابا ہزاروی کے خلاف ایک سازش تھی جس میں مفاد پرست کامیاب ہوگئے ۔جمعیت کو توڑنا اور جمعیت میں انتشار پیدا کرنا کچھ مخالف سیاسی جماعتوں کا ایجنڈا تھا،جس میں وہ کامیاب ہو گئے ۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ یو،ڈی، ایف، (U,D,F)(جمہوری متحدہ محاذ) نے جب فیصلہ کیا کہ قومی اسمبلی کا بائیکاٹ کیا جائے ، اور ہر پارٹی اپنے ممبران اسمبلی کو مجبور کرے کہ وہ اسمبلی کی کاروائی میں شریک نہ ہوں ۔اسی چیز کا تسلیم کرنے کے بعد چوہڑس میں چوہدری ظہور الٰہی کے مکان پر جمہوری متحدہ محاذ کا اجلاس پچھلے پہر ہوا،جس میں متحدہ محاذ میں شامل پارٹیوں کے ممبران (صوبائی) اسمبلی اور ممبران قومی اسمبلی بھی شریک ہوئے۔جماعت اسلامی کے میاں طفیل احمد صاحب بھی موجود تھے، اور اس طریقے سے نیپ اور دیگر جماعتوں کے لوگ بھی موجود تھے۔میٹنگ میں بات چلی تو میاں طفیل صاحب نے حضرت مفتی صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب آپ اپنے گھر کو صاف کریں ،آپ کا گھر ٹھیک نہیں ،کیونکہ آپ کا حساب دو بنکوں میں کھلا ہوا ہے ۔ہو بہو یہی الفاظ تھے،آپ تو بائیکاٹ کر کے ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور مولانا ہزارویؒ کے بارے میں کہا کہ وہ نیشنل اسمبلی کی کاروائی میں اسمبلی کے اندر موجود ہیں۔

میاں طفیل نے جب حضرت ہزاروی کے بارے میں یہ بات کہی تو مولانا عبدالحکیم صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے پشتو میں حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔حضرت مفتی صاحب نے تھوڑی دیر سکوت کے بعد فرمایا ٹھیک ہے جواب دے دو۔میں نے میاں محمد طفیل اور اُن کے رفقاء سے مخاطب ہو کر کہا کہ مولانا ہزاروی اپنی سیٹ پر جمعیت علماء اسلام کی طرف سے ہیں۔لیکن وہ جمہوری متحدہ محاذ کے مخالف دھڑے میں شامل نہیں ہوئے لیکن تمہارا ممبر حاجی یعقوب صوبہ سرحد میں گورنمنٹ پارٹی کے ساتھ باقاعدہ ووٹنگ میں ساتھ دیتا ہے ۔اصل بات تو یہ ہے کہ تمہارا حساب دو جگہ اور دو بنکوں میں کھلا ہوا ہے ۔آپ اپنے گھر کی خبر لیں ہمیں چھوڑ دیں۔ چنانچہ پوری جماعت اسلامی کے

مرکزی لیڈر جو وہاں موجود تھے، وہ لاجواب ہو گئے۔

اور مولانا عبدالحکیم صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات کہی تو میری تائید میں ولی خان اور ارباب سکندر خان خلیل وغیرہ نے کہا کہ یہ درست کہتے ہیں، آپ اپنے گھر کی بھی خبر لیں۔ دوسروں پر تنقید نہ کریں۔ جب حضرت مولانا ہزاروی اسمبلی میں اپنا موقف پیش کرتے ہیں تو وہ پیپلز پارٹی کے ساتھ اپنا ہاتھ کھڑا نہیں کرتے۔ اس مسکت جواب سے وہ اس وقت خاموش تو ہو گئے لیکن اس بات پر مسلسل اصرار کرتے رہے کہ جو ممبر اپنی پارٹی کی پالیسی کی تائید نہ کرے اُس کو پارٹی سے نکال دیا جائے۔ (سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ص ۳۸۷ تا ۳۹۷)

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے معلومات سے بھر پور انٹریو سے آپ نے دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف کے اسباب کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ مولانا ہزارویؒ جو خالصتاً دینی سیاست کے علمبردار تھے، اور {**تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ**} ان کی سیاست کا عنوان تھا۔ بقول مولانا کوثر نیازی مرحوم حضرت ہزارویؒ قومی اسمبلی میں پاکستان پیپلز پارٹی پر سخت سے سخت تنقید کرتے، مگر اچھے کاموں کی تعریف بھی کرتے، بھٹو صاحب کو مشورے بھی دیتے، مگر کوشش کرتے کہ حکومت کے ذرائع اور وسائل کو اسلام کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کریں۔ کبھی ذاتی مفاد حاصل نہیں کیا، لیکن اس کے باوجود حضرت ہزارویؒ اور ان کے رفقاء پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے۔ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے جب پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کی تو ایک مخصوص طبقہ نے ان پر مفاد پرستی، اور نہ جانیں کیا کیا الزامات لگائے، جب کہ ان بزرگوں کے جمعیت سے اخراج کے اندر بھی اسی مفاد پرست اور خاص ذہنیت والے طبقے کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت ہزارویؒ اور ان کے رفقاء بالخصوص حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے کبھی شکوہ و شکایت نہیں کیا۔ اور آخر دم تک جمعیت کے اتحاد کے لئے کوشاں رہے۔



حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تعلق

جیسے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ جمعیت سے اخراج کے بعد حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنے حلقۂ انتخاب کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا تھا، اور کچھ وقت کے لئے آپ جمعیت سے بظاہر دور رہے، لیکن جمعیت سے یہ دوری مختصر وقت کے لئے رہی۔ جن مخصوص حضرات نے حضرت ہزارویؒ اور آپ کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کیں تھیں، وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں اور امیر مرکزیہ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے آپ کی رکنیت دوبارہ بحال کردی۔ اس طرح جمعیت علماء اسلام کے ساتھ عارضی انقطاع کے بعد دوبارہ آپ کا تعلق جڑ گیا، اور جمعیت کے اکابر کے ساتھ مختلف پروگراموں اور میٹنگوں میں شریک ہوتے رہے۔

جمعیت کی دو دھڑوں میں تقسیم اور حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی اتحاد کے لئے کوششیں

جمعیت علماء اسلام کے دو بزرگوں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد جمعیت کے اندر ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا، اور جمعیت عملاً دو گروپوں میں تقسیم ہوگئی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کو جمعیت علماء اسلام کا جنرل سیکرٹری بنا دیا گیا۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ شروع سے ہی اس اختلاف کے مخالف تھے، اور ان کی کوشش تھی کہ جمعیت کے یہ دونوں گروپ باہم متحد ہوکر کام کریں۔ اس لئے کہ متحدہ جمعیت نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جو کامیابی حاصل کی تھی، اختلاف کے بعد پھر وہ کامیابی حاصل نہیں ہوسکی تھی۔ چنانچہ جمعیت کے دونوں دھڑوں میں اتحاد کی کوششوں کے سلسلہ میں ایک اجلاس لاہور میں رکھا گیا تو حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ باوجود بیماری کے حضرت مولانا عبدالعزیز جلالیؒ کی معیت میں اس اجلاس میں شرکت کی غرض سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

دورانِ سفر شوگر کی زیادتی کی وجہ سے آپ کے پاؤں میں زخم آ گیا۔ حضرت مولانا عبدالعزیز جلالیؒ جو آپ کے دیرینہ رفیق تھے اس سفر میں آپ کی تیمارداری کرتے رہے۔ لاہور کے اجلاس میں اتحاد کے لئے فارمولا طے ہوگیا، اور اس طرح دونوں گروپوں کے متحد ہونے کے لئے دوسرے اجلاس کی تاریخ ۱۵، دسمبر ۱۹۹۰ء کی رکھی گئی۔

حضرت مولانا کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ دورانِ سفر گزرتے گزرتے راستے میں اپنے تعلق داروں اور علماء کی زیارت اور ملاقات کرتے ہوئے جاتے تھے۔ چنانچہ لاہور کے اس اجلاس میں شرکت کے بعد حضرت مولانا واپسی پے گجرات میں

حضرت مولانا سید عنائیت اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی ملاقات کرتے ہوئے واپس راولپنڈی لوٹے۔

راولپنڈی واپسی کے بعد بھی حضرت مولاناؒ کی طبیعت بدستور خراب رہی، اور ۱۴، دسمبر کو چیک اپ کے لئے جب آپ کو اسلام آباد کمپلیکس لے جایا گیا تو ڈاکٹروں نے آپ کے پاؤں کے زخم کو دیکھ کر فوراً ہسپتال میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔ حضرت مولانا نے ڈاکٹروں سے کہا کہ مجھے کل لاہور جمعیۃ کی ایک بہت ہی اہم میٹنگ میں جانا ہے، جس کے لئے میں نے پہلے سے ٹکٹ بھی خرید رکھا ہے، میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد واپسی پر ہسپتال میں داخل ہو جاؤں گا، لیکن ڈاکٹروں نے آپ کو اس سفر کی اجازت نہ دی اور فوراً ہسپتال میں داخلے کا کہا، حضرت مولانا قاری محمد زرین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس موقع پر آپ کی جو کیفیت تھی وہ دیدنی تھی، آپ نے ڈاکٹروں کے اصرار پر کہا کہ: اچھا مردہ بدست زندہ۔

آپ کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا، لاہور کے اس اجلاس میں شریک نہ ہونے کا افسوس تھا، لیکن ۱۵ دسمبر ۱۹۹۰ء کے اجلاس کی کامیابی کے لئے دعاء فرماتے رہے، اور جب اس اجلاس کے نتیجے میں جمعیت علماء اسلام کے دونوں گروپوں کے اتحاد کا اعلان ہوا تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ لیکن افسوس کے کچھ عرصہ کے بعد پھر ان میں تقسیم ہوگئی، اور جمعیت علماء اسلام ف، اور س، کے نام سے تا ہنوز دو گروپ قائم ہیں۔



حضرت مولانا مرحوم کا ذاتی کردار

حسن اخلاق

حسن اخلاق دین کا عظیم شعبہ ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ اخلاقِ عالیہ کے خوگر تھے، ربّ العالمین نے آپ کو مجسمۂ اخلاق بنایا تھا: ارشاد باری ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

اور یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿خَيَارُ كُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا﴾ (الحدیث)

تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے حُسن اخلاق کی بے بہا دولت سے نوازا تھا، آپ کے اخلاق، حلم اور بردباری سے ہر ہر شخص متاثر ہوتا تھا۔ اہل علم کے قدردان، اور دل سے ان کا اکرام واحترام کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سے ملنے والا ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ آپ کا مجھ سے خصوصی تعلق ہے اور میں بذات خود یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کا جیسا مجھ سے تعلق ہے کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بہترین کردار کے مالک تھے، بہترین مدبر، حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والے، سیاسیات کے اٹکل پچو پہچاننے والے، ، چہرہ شناس، چہرہ دیکھ کر دل کی گہرائی پہچاننے والے، شرافت، دیانت اور امانت کے مالک، روحانی بیماریوں سے کوسوں دور، نہ متکبر، نہ مغرور، نہ حسد نہ کینہ، نہ عدوات نہ دشمنی، نہ بہتان نہ تہمت، رفاہ عامہ کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والے، مساجد ومدارس کے قیام اور ان کی تعمیر کے ساتھ مجنونانہ حد تک لگاؤ رکھنے والے، اور مساجد و مدارس کے قیام کے لئے پُرجوش مبلغ اور داعی تھے۔ ان کی شخصیت جاذبیت، نکھار، اخلاص، صدق، اور ہمدردی سے موجزن تھی۔

مولانا مرحوم عملی زندگی میں بہترین معلم اور تربیت دہندہ تھے۔ خادم مسجد کو مؤذن، مؤذن کو امام، امام کو خطیب،

خطیب کو مقرر، اور پھر مقرر کو محرّر، محرر کو مصنف، مصنف کو ڈاکٹر، اور ڈاکٹر کو فلسفی، اور فلسفی کو ارسطوئے زماں بنانے کے ماہر اور تجربہ کار تھے۔وہ ذہنی انقلاب پیدا کرنے والے فرد تھے، وہ ہر ایک میں حوصلہ پیدا کرنے اور ہر چٹان سے ٹکرا دینے کی ہمت دلانے والے تھے۔

مولانا بہترین مشورہ دینے والے تھے، کسی کو غلط مشورہ دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے،جس نے آپ کے مشورہ کو قبول کیا اور آپ کی نصیحت پر کان دھرا وہ کبھی نامراد نہیں ہوا۔دور اندیش اس قدر کہ آپ کی وفات پر تعزیتی کلمات کہتے ہوئے آپ کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر کسی میٹنگ اور اجلاس میں رفقائے اجلاس اپنی اپنی تجاویز بڑے اچھے انداز میں خوب اچھی طرح رنگ و پالش کر کے اور رندہ چلا کر دے دیتے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہوسکتی تو مولانا انتہائی گہرائی سے اس کے اندر سے خامی نکال دیتے ،اور اس پر سوالات کھڑے کر دیتے ۔ اُن کی مثال لکڑی میں سوراخ کرنے والے برمے کی تھی کہ اندر کی چیز کو کھول کر رکھ دیتے تھے۔باتوں کی تہہ تک پہنچنا، اور باتوں سے نتائج اخذ کرنے کی بے حد صلاحیت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما رکھی تھی۔

حضرت مولاناؒ انتہائی اعلیٰ درجہ کے ذہین وفطین انسان تھے، ان کی قوت یادداشت غضب کی تھی، انتہائی بے باک، نڈر اور جرأت مند انسان تھے،اور اپنی بات کے کہنے میں کوئی عار یا خفت محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت مولانا کی دور اندیشی کمال مہارت کی تھی آپ ہر کسی کو اسکی چال ڈھال سے پہچان لیا کرتے تھے۔آپ کو لگائی بجھائی چاپلوسی کسی کے خلاف کان بھرنے والوں سے سخت نفرت تھی ایسے ٹوڈیوں کو تنبیہ کے ساتھ جھڑک دیا کرتے تھے (دوسرے لفظوں میں کانوں کے کچے بالکل بھی نہیں تھے جیسے کہ عموما بڑے لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے)۔

سفر میں اپنے رفقاء ڈرائیوروں خادمین کا خود سے زیادہ خیال فرمایا کرتے تھے کھانے پینے رہنے سہنے غرض چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا بار بار استفسار کیا کرتے۔ڈرائیور کوئی بھی ہو پوچھتے کہ نسوار سگریٹ کا شوق رکھتے ہو تو شرمانا ہرگز نہیں اپنا معمول جاری رکھو تاکہ سفر میں گاڑی اچھے سے چلاسکو۔اور روک ٹوک کبھی نہیں کرتے کہ آہستہ چلاؤ جلدی چلاؤ یہ کرو وہ کرو جو کہ عموماً اکثر لوگ کرتے ہیں۔

علماء خصوصاً کسی بھی عالم دین کی انتہائی قدر کرتے چہ جائیکہ وہ عالم دین انکا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔۔

مہمانوں کا خاص خیال رکھنے خاطر تواضع کی بار بار تاکید فرماتے خاص کر علماء وقراء حضرات کی۔۔۔

ایسے جہاندیدہ اور ہر لحاظ سے کامل انسان قوموں، برادریوں،قبیلوں میں کوئی ایک ہی پیدا ہوتے ہیں جس پر کہ حضرت حکیم ملت رحمہ اللہ مکمل پورے اترتے تھے۔۔۔۔

مولانا مرحوم ہر قسم کی تعریف وتوصیف سے بالاتر ہوکر خدمت کرتے ، اور کسی سے انعام و اکرام کی توقع نہیں رکھتے تھے ۔ اور دشمن کو دوست بنانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔مولانا مرحوم میں نہ حسد تھا ، نہ بغض، نہ کینہ نہ عداوت، نہ معاصرت اور نہ منافقت، نہ جلن اور نہ دل آزاری، بلکہ ہر ایک کی بھلائی اور ہر ایک کے لئے اچھائی کے خواہاں تھے۔ان کے ہاں نسل پرستی، ذات و برادری کی عصبیت نہ تھی، ظالم کے مقابلے میں وہ ہر مظلوم کے ہمدرد تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں درجہ ثالثہ میں اسلام آباد کے ایک مدرسہ میں پڑھ رہا تھا،تو اخبار کے اندر ایک خبر شائع ہوئی کہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں ،ایم، آر، ڈی ،(M,R,D) کا اجلاس ہوگا۔اس خبر پر وہاں موجود چند علماء حضرات نے ایسے انداز سے تبصرہ کیا کہ مجھے سن کر بہت ہی غصہ آیا۔اسباق ختم ہونے کے بعد میں مارکیٹ فون کی دوکان (P,C,O) گیا اور وہاں سے جا کر میں نے حضرت مولاناؒ کو جامعہ فرقانیہ مدنیہ فون کیا۔اور عرض کیا کہ حضرت یہاں لوگ ایسی اور ایسی باتیں کر رہے ہیں کیا جامعہ فرقانیہ میں کوئی ایسا اجلاس ہو رہا ہے؟ آپ نے فرمایا یہاں تو کوئی اجلاس نہیں ہو رہا۔ میں نے عرض کیا تو پھر آپ تردیدی بیان کیوں نہیں جاری کر دیتے۔آپ نے فرمایا ، بیٹے یہ فون پر کرنے والی باتیں نہیں ہیں جب چھٹی ہو تو میرے پاس آجانا، میں تمہیں سمجھا دوں گا۔

میں جب چھٹی والے دن جامعہ فرقانیہ آپ سے ملنے گیا اور جوں ہی مدرسہ کے گیٹ سے اندر داخل ہوا تو آپ سامنے کھڑے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمانے لگے بڑے جذباتی ہو، بیٹا لوگوں کی باتوں کو چھوڑو کہ کون کیا کہتا ہے، اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔اور پھر فرمانے لگے تم تو آج ایک خبر پر باتیں سن کر سیخ پا ہو گئے اور میں نہ جانے کب سے لوگوں کی باتیں اور طعنے سن رہا ہوں ، اور پھر دامن اٹھا کر فرمایا کہ دیکھو یہ میرا کتنا بڑا دامن ہے میں لوگوں کی ان تمام باتوں کو دامن میں ڈال کر شام کو جھاڑ دیتا ہوں ، اور میرا دامن خالی ہو جاتا ہے۔اس قدر بڑے دل اور عفو و درگزر کے مالک یہ لوگ تھے۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور مولانا عبدالحکیمؒ

عقیدۂ ختم نبوت

قرآن وسنت کے قطعی نصوص سے ثابت ہے کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ پیارے پیغمبر حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے، آپ ﷺ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ربّ العزت کا ارشاد ہے:

{ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا } (الاحزاب:۴۰)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ " خاتم النبیّین '' کے معنٰی یہ ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ ختم نبوت یعنی ذات محمدی ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہوجانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے، اور جو اجراء نبوت کا اب بھی قائل ہے وہ با اجماع امت مرتد ہے۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ نے متواتر احادیث میں اپنے خاتم النبیّین ہونے کا اعلان فرمایا، اور ختم نبوت کی ایسی تشریح بھی فرمادی کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کسی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ ختم کا معنٰی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں، اس لئے خاتم النبیّین کے معنی ہوئے نبوت کو انتہا تک پہنچا دینا، کہ خاتم النبیّین ﷺ کی ذات پر تمام کمالاتِ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہو گئے، جو اب تک نہ ہوئے تھے، اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔ اسلام کا یہی عقیدہ "ختم نبوت'' کے نام سے معروف ہے۔

پیارے پیغمبر ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا، آپ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا، اور ہر مدّعی نبوت کا کافر و کاذب اور مرتد ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر حضرات صحابہ کرامؓ اور پیارے پیغمبر ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق رہا ہے۔ اور پوری امت مسلمہ کسی ادنیٰ اختلاف کے

بغیر اس عقیدے کو جزء ایمان قرار دیتی آئی ہے۔ختم نبوت اس امت کا طرۂ امتیاز اور اس کے حق میں نعمت عظمیٰ ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث میں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ ؓ ہیں فرماتے ہیں:

{ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْأَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ ، کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُنْیَانًا، فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ، اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِیَةٍ مِّنْ زَوَایَاهُ ، فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ ،وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ ! وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ } (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین وجمیل محل بنایا، مگر اُس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے، اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک محسوس مثال کے ذریعے سے ختم نبوت کا مسئلہ سمجھا دیا ہے کہ اب تمہیں بار بار وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف نہیں دیکھنا۔اور کسی نئے نبی کا انتظار نہیں کرنا بلکہ نبوت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مکمل فرما دیا ہے۔

قادیانیت

اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً جو تحریکیں اٹھیں، ان میں قادیانیت کو خاص امتیاز حاصل ہے، اس لئے کہ باقی تحریکیں یا تو اسلام کے نظام حکومت کے خلاف تھیں، یا شریعت اسلامی کے خلاف، لیکن قادیانیت درحقیقت نبوت محمدی کے خلاف ایک سازش ہے۔جب ہندوستان کے معروف ومشہور بزرگ ومجاہد سید احمد شہیدؒ نے جہاد کی تحریک چلائی، اور مسلمانوں میں جہاد اور قربانی کی آگ بھڑکائی، جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ اپنا سر ہتھیلیوں پر لئے اس تحریک کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔اور سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر ۳۰ لاکھ افراد نے بیعت کی، اور اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد چالیس (۴۰) ہزار تک جا پہنچی تو برطانوی حکومت کو اپنا اقتدار خطرے میں نظر آنے لگا۔اسی طرح افغانستان اور سوڈان میں اٹھنے والی تحریکیں بھی ان کے پیش نظر تھیں۔انگریزوں نے مسلمانوں کے مزاج وطبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے، لہٰذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد پر اور ان کے دینی میلان اور

نفسیات پر قابو پایا جائے، اور مسلمانوں ہی میں سے کسی شخص کو بہت اونچے دینی منصب کے نام سے اُبھارا جائے تاکہ مسلمان عقیدت سے اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں، اور وہ انہیں ہماری حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کے مریض تھے، اور شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کے بانی بنیں، اور تاریخ میں ان کا ویسا ہی نام اور مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انگریز کو اس کام کے لئے اس سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں نظر آیا، اور اس کی سرپرستی شروع کردی۔ مرزا صاحب پہلے ایک مصنف اور اسلام کے وکیل کی حیثیت سے سامنے آئے، پھر انہوں نے ایک مبلّغ اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، پھر اس لعین نے تجدید کا دعویٰ کیا، پھر ترقی کر کے امام مہدی بن گیا، کچھ دن اور گزرے تو مسیح موعود ہونے کی شہادت دی، اور آخر کار نبوت کا تخت بچھا دیا، اور اس طرح انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہو گیا۔ انگریز نے اس پر سرمایہ بھی لگایا، اس کی حفاظت بھی کی، اور ہر طرح کی سہولتیں پہنچائیں۔ اور مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضٰی اور اس کے پیروکاروں نے اندرون اور بیرون ملک برطانیہ کے لئے خیر سگالی اور جاسوسی کی خدمات سرانجام دیں۔

مرزا نے اس درخواست میں جو اس نے لیفٹیننٹ گونر پنجاب کو ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء میں پیش کی تھی، اپنے آپ کو حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا قرار دیا، اور اپنی وفاداریوں کا یقین دلاتے ہوئے لکھا کہ میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریز کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے، اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں، اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں، اور میں نے ایسی کتابوں کو تمام عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ (تریاق القلوب از مرزا قادیانی)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اور پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا، تو مرزا کے اس فتنے سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے ربّ العزت نے اپنے مقبول بندوں کو اس طرف متوجہ کیا، اور وہ فتنۂ مرزائیت کے استیصال کے لئے میدان عمل میں آئے۔ اس سلسلہ میں جہاں تک انفرادی کوششوں کا تعلق ہے تو اس کے لئے علامۃ العصر، آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نوراللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، مولانا احمد حسن امروہی، مولانا رشید احمد گنگوہی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا محمد حسین صاحب

بٹالویؒ، مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ، مولانا محمد علی صاحب مونگیریؒ، مولانا ظفرعلی خان، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے اسمائے گرامی بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ان حضرات کی انفرادی کوششوں کے مدمقابل مرزائیت ایک منظم اور مضبوط جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کو گمراہ کر رہی تھی۔اور حکومت برطانیہ کے وسیع ذرائع اسے برابر پروان چڑھا رہے تھے۔

☆ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نوراللہ مرقدہٗ، فتنۂ مرزائیت کے بارے میں اتنے فکرمند تھے کہ اُن پر ایک ایسا دور بھی آیا کہ متواتر کئی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔لیکن ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اس حقیقت کو منکشف کر دیا کہ آپ عزم و استقلال سے کام کرتے رہیں انشاء اللہ فتنۂ مرزائیت دنیا سے ختم ہو جائے گا، جس پر انہیں اطمینانِ قلبی نصیب ہوا، اور وہ بے چینی جاتی رہی۔

☆ فخر المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تحفظ ختم نبوت تھا۔آپ نے تردید قادیانیت کے لئے "اکفار الملحدین" عقیدۃ الاسلام، اور خاتم النبیین، جیسی لاجواب کتب تصنیف فرمائیں۔

☆ جب بہاولپور میں مرزائی مرد اور مسلمان عورت کے فسخ نکاح کا تاریخی مقدمہ شروع ہوا تو علامہ کشمیریؒ نے اس میں گہری دلچسپی لی، مسلمانوں کی طرف سے عدالت میں دلائل و براہین مہیا کئے، اور باوجود بیماری کے عدالت میں تشریف لاتے رہے۔جب مقدمہ نے طول پکڑا تو آپ نے مولانا محمد صادق صاحب بہاولپوریؒ سے فرمایا کہ اگر میری زندگی میں مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوا تو میری قبر پر آکر اس مقدمہ کا فیصلہ ضرور سنا دینا۔حضرت شاہ صاحبؒ کی اس وصیت کے مطابق آپ کی وفات کے بعد مولانا محمد صادق صاحب بہاولپوریؒ نے دیوبند جا کر آپ کی قبر پر مقدمہ کی مسلمانوں کے حق میں کامیابی کا فیصلہ سنا دیا۔

☆ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نوراللہ مرقدہٗ نے علامہ محمد اقبال سے ملاقاتیں کر کے انہیں مرزائیت کے خلاف جدوجہد کے لئے تیار کیا، انہوں نے مرزائیت کے خلاف نظمیں لکھیں، مضامین تحریر کئے، انجمن حمائیت اسلام اور کشمیر کمیٹی سے مرزائیوں کو باہر نکال کر کے اس بات کا عملی ثبوت دیا کہ مرزائی مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔

☆ پھر اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فتنۂ مرزائیت کے استیصال کے لئے منظم اور اجتماعی جدوجہد کی جائے تو مجلس احرار اسلام نے اس مقصد کے لئے قادیانیت کے مرکز قادیان میں شعبہ تبلیغ کا قیام عمل میں لا کر اس جدوجہد کا آغاز کیا۔اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے پوری زندگی فتنۂ مرزائیت کے استیصال اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے وقف کر دی۔

☆ اور پھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا، جس نے تخت و تاج

ختم نبوت کی حفاظت کا کام شروع کردیا۔ جب مرزائیوں کے عزائم اور ان کے حالات ملت کے سامنے آئے تو فوراً مذہبی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے لیڈروں نے ناظم الدین حکومت سے مرزائیت کے متعلق مطالبات منوانے کی تحریک شروع کی، جس کے نتیجے میں علماء کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد مسترد

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، ممبران قومی اسمبلی نے اسمبلی کے اجلاس (یعنی مئی ۱۹۷۳ء) میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نیشنل اسمبلی کے سیکرٹری کے نام حسب ذیل قرارداد شامل کرنے کا تحریری نوٹس بھیجا تھا۔

" اس اسمبلی کی رائے ہے کہ پاکستان میں مرزائی جماعت اور اس کے تمام افراد (قادیانی اور لاہوری ہر دو جماعتوں) کو قرآن وسنت اور اجماع امت کے متفقہ فیصلہ کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اُن کی تمام سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے، اور انہیں تمام شعبوں میں اپنا علیٰحدہ تشخص قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔

یہ اسمبلی آزاد کشمیر اسمبلی کی اس قرارداد کی تحسین اور تائید کرتی ہے، جس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور اُن کی رجسٹریشن پر زور دیا گیا ہے۔ نیز آئندہ کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت کرنے یا ایسے کسی مدعی کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ مرتد کا سلوک کیا جائے"۔ قومی اسمبلی کے سپیکر کی طرف سے ڈپٹی سپیکر نے ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء کو تحریری جواب میں یہ کہتے ہوئے اس نوٹس کو مسترد کردیا کہ ایسی کوئی قرارداد اسمبلی کے قواعد اور طریق کار پر پوری نہیں اترتی، اس لئے اسے زیر بحث نہیں لایا جاسکتا۔

مولانا عبدالحکیمؒ کی فرقان فورس سے متعلق تحریک التوا

گذشتہ ہفتہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب ایم، این، اے نے قومی اسمبلی میں ایک تحریک التواء پیش کرتے ہوئے مرزائیوں کی پرائیویٹ فوج فرقان فورس کی طرف ایوان کی توجہ مبذول کرائی۔ مولانا کی فرقان فورس سے متعلق معلومات بالکل درست تھیں، لیکن وزیر داخلہ جو آزاد کشمیر کے بحران میں بھی مرزائیوں کا کھل کر ساتھ دے چکے ہیں، اور مبینہ طور پر مرزائیوں کے انقلاب کی صورت میں ائیر مارشل اصغر خان کے علاوہ وہ بھی سربراہِ مملکت کے عہدہ کے امیدوار بتائے جاتے ہیں۔ انہوں نے فرقان فورس کی اطلاع کو غلط قرار دیا، اور کہا کہ میں نے حکومت پنجاب کے چیف سیکرٹری سے دریافت کیا ہے، اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ربوہ میں ایسی کوئی تنظیم نہیں۔ ہم وزیر داخلہ کے اس غلط بیان کو چیلنج کرتے ہیں، اور دلائل

اورحوالہ جات سے ثابت کرتے ہیں کہ فرقان فورس اب بھی موجود ہے،اور وہ خالص مرزائیوں کی ایک مسلح فوجی تنظیم ہے۔
(تحریک ختم نبوت ص ۸۹۴،ج۱)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہو گئے ۔اقتدار کے نشے اور ایک سیاسی جماعت سے وابستگی نے انہیں دیوانہ کر دیا۔ وہ حالات کو اپنے لئے ساز گار پا کر انقلاب کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کی سکیمیں بنانے لگے ۔قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر حملہ

اس نشے میں دھت ہو کر انہوں نے ۲۹،مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے سٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعے سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔

اس حملے کا پس منظر یہ تھا کہ: ۲۲،مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء جو (۱۵۰) کی تعداد میں چناب ایکسپریس سے سوات کا تفریحی سفر کر رہے تھے،اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک بوگی بک کر رکھی تھی ۔ جب گاڑی ربوہ ریلوے سٹیشن پر کھڑی ہوئی تو ان میں سے:۲۵،۳۰ ،طلباء (اپنی ضرورت کے لئے) نیچے پلیٹ فارم پر اترے تو درمیانی عمر کا ایک شخص پلیٹ فارم پر آیا جس نے اخبار الفضل کی کاپیاں لڑکوں میں تقسیم کرنی شروع کر دیں،اور احمدیت کی تبلیغ کرنے لگا ۔طلباء نے اس اخبار کو دیکھتے ہی پھاڑ دیا ۔اور اپنے موقف کے اظہار کے لئے اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کے تحفظ کے لئے طلباء نے نعرہ بلند کیا،نعرہ تکبیر،اسلام زندہ باد،ختم نبوت زندہ باد،مرزائیت مردہ باد۔ جو قادیانیوں کو نا گوار گزرا۔

۲۹،مئی کو جب یہ طلباء پشاور سے واپس آ رہے تھے تو مرزائیوں نے پوری پلاننگ کے ساتھ کہ طلباء کب آ رہے ہیں کونسی بوگی میں سوار ہیں، گاڑی کی زنجیر کب کھینچنی ہے وغیرہ وغیرہ اپنی تیاری مکمل کی ۔سرگودھا ہی سے مرزائی طلباء پانچ چھے کی تعداد میں طلباء کی اس بوگی میں سوار ہو گئے،راستے کے دیگر سٹیشنوں سے مرزائیوں کے جتھے سوار ہوتے گئے،اور ٹرین کی آمد ،اور مسلمان طلباء کی بوگی نمبر سے متعلقہ معلومات قادیانی عملے کو دے دی گئیں ۔اور جب گاڑی ربوہ سٹیشن پر پہنچی تو وہاں پانچ ،چھے سو لوگ ڈنڈوں، ہاکیوں، سائیکل کی چین، ہتھوڑیوں اور ہنٹر،آہنی سلاخوں اور لوہے کی تاروں وغیرہ سے مسلح موجود تھے۔ ربوہ ریلوے سٹیشن پر مسلمان طلباء پر حملہ کر کے انہیں بڑی بے دردی سے زد و کوب کر کے خون میں نہلا یا

گیا ،مرزائیت کے حق میں نعرے لگائے گئے ،اور جب تک قادیانی غنڈوں کا ایکشن مکمل نہیں ہوا اس وقت تک قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے ٹرین کو تقریباً دو گھنٹے تک ربوہ اسٹیشن پر روکے رکھا۔جس کے نتیجے میں ملک بھر میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک چلی۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو واقعہ کی اطلاع

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ان دنوں "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان" کے امیر تھے۔حملہ کے وقت حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کالام مدین سوات میں حضرت مولانا فضل محمد صاحب استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے ہاں بطور مہمان قیام پذیر تھے۔حضرت مولانا قاری محمد زرین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ۲۹ ،مئی ۱۹۷۴ء کو حضرت بنوریؒ کے معتمد خاص جناب میر عالم خان لغاری نے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کو جامعہ فرقانیہ مدنیہ کو ہاٹی بازار کے فون نمبر پر فون کیا،اور درخواست کی کہ کسی کو سوات روانہ کر کے جلد سے جلد حضرت بنوریؒ تک اس واقعہ کی اطلاع پہنچائی جائے۔چنانچہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے اس واقعہ کی فوری اطلاع دینے کے لئے حضرت مولانا قاری محمد زرین صاحب نقشبندی ناظم اعلیٰ جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی کو سوات (سیدو شریف) حضرت مولانا فضل محمد صاحب کے ہاں بھیجا۔

قاری صاحب بوقت ظہر مینگورہ سوات حضرت مولانا فضل محمد صاحب کے مدرسہ مظہر العلوم محمد خونہ گل پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت بنوریؒ ،مولانا فضل محمد اور دیگر علماء کرام کے ساتھ آگے بحرین مدین تشریف لے گئے ہیں۔قاری صاحب فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے مولانا فضل محمد صاحب کے داماد قاری عبدالمنان صاحب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر بحرین مدین پہنچا۔اور پہنچتے ہی استاد محترم مولانا فضل محمد صاحب کو میں نے الگ کر کے ساری صورت حال اور اپنی آمد کا مقصد بتایا۔چنانچہ حضرت مولانا فضل محمد صاحب نے جب حضرت بنوریؒ کو مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کا پیغام پہنچایا تو حضرت بنوریؒ اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے اپنے رفقاء کے ہمراہ فوری راولپنڈی پہنچے۔

راولپنڈی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ ،حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ،حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ، اور دوسرے حضرات موجود تھے۔حضرت بنوریؒ نے ان حضرات سے مشورہ کرنے کے بعد مولانا تاج محمود صاحبؒ فیصل آباد، مولانا محمد شریف جالندھری صاحب ملتان، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ ، حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ لاہور، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری، کو فون کیا، ہدایات جاری کیں، اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے احیاء اور تشکیل جدید پر زور دیا۔ان تمام حضرت نے حضرت بنوریؒ سے درخواست کی کہ آں جناب چونکہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہیں،اس لئے آپ ہی آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا اجلاس طلب فرمائیں ۔چنانچہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی طرف سے مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے لاہور، ملتان ،ساہیوال ،فیصل آباد، کوئٹہ، پشاور، کراچی ،سرگودھا، گوجرانوالہ اور دیگر شہروں سے علماء کرام کو ۳، جون ۱۹۷۴ء کو میٹنگ کے لئے راولپنڈی پہنچنے کی دعوت دی گئی،لیکن علماء کی گرفتاریوں کی وجہ سے پھر فیصلہ ہوا کہ :۹، جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں مجلس عمل کا اجلاس طلب کیا جائے، اور تمام مکاتب فکر کے علماء وطبقات کو جمع کیا جائے۔

آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل

۹، جون ۱۹۷۴ء کو چاروں صوبوں سے ہزاروں علماء شیرانوالہ لاہور میں جمع ہوئے ،شیرانوالہ مسجد سے متصل مدرسہ قاسم العلوم میں میٹنگ تھی ،مسجد میں ہزاروں شمع ختم نبوت کے پروانے فیصلہ سننے کے انتظار میں تھے۔اجلاس کے نتیجے میں آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل پائی ۔مجلس عمل میں شامل ۱۸، دینی وسیاسی جماعتوں نے تنظیم میں نمائندگی کے لئے دو دو نمائندے نامزد کئے ۔جس کے سربراہ اور کنوینر حضرت شیخ بنوریؒ قرار پائے ۔سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے جن افراد کو نمائندہ نامزد کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) جمعیت علماء اسلام کی طرف سے: مولانا مفتی محمود صاحب ایم ،این، اے ڈیرہ اسمٰعیل خان،مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ لاہور،مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک

(۲) جماعت اسلامی کی طرف سے: پروفیسر غفور احمد، کراچی ، چوہدری غلام جیلانی صاحب،لاہور

(۳) جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے: مولانا شاہ احمد نورانی،ایم ،این ،اے کراچی، مولانا عبد الستار خان نیازی،میانوالی،مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول،لائل پور

(۴) تنظیم اہل سنت والجماعت کی طرف سے: مولانا نورالحسن شاہ بخاری،مولانا عبدالستار تونسویؒ،ڈیرہ غازیخان

(۵) اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے: مولانا غلام اللہ خان، راولپنڈی، سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

(۶) تبلیغی جماعت کی طرف سے:مفتی زین العابدین صاحب،لائل پور(فیصل آباد)

(۷) مرکزی جماعت اہل سنت کی طرف سے: مولانا غلام علی اوکاڑوی،مولانا سید حسین اللہ،مولانا سید محمود شاہ

(۸) جمعیت اہل حدیث کی طرف سے : حافظ عبد القادر روپڑی ، مولانا محمد صدیق،فیصل آباد، مولانا محمد اسحاق چیمہ، شیخ محمد اشرف، لاہور، مولانا محمد شریف اشرف لائل پور

(۹) ادراہ تحفظ حقوق شیعہ کی طرف سے: سید مظفر علی شمسی، لاہور، مولانا محمد اسماعیل صاحب لائل پور

(۱۰) قادیانی محاسبہ کمیٹی کی طرف سے: آغا شورش کاشمیری، لاہور۔ مولانا احسان الٰہی ظہیر، سیالکوٹ

(۱۱) نیشنل عوامی پارٹی کی طرف سے: مسٹر ارباب سکندر خان خلیل، پشاور۔ امیر زادہ خان، پشاور

(۱۲) مجلس احرار اسلام کی طرف سے: مولانا ابوذر بخاری، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، لاہور۔ حافظ عطا المنعم، ملتان مولانا عبید اللہ احرار، لائل پور۔ ملک عبد الغفور انوری، ملتان

(۱۳) پاکستان جمہوری پارٹی کی طرف سے: نواب زادہ نصر اللہ خان، مظفر گڑھ۔ رانا ظفر اللہ خان لاہور

(۱۴) مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے: مولانا محمد یوسف بنوری کراچی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں۔ مولانا تاج محمود صاحب ، لائل پور۔ مولانا محمد شریف جالندھری، ملتان۔ سردار امیر عالم لغاری، رحیم یار خان

(۱۵) مسلم لیگ کی طرف سے: میجر اعجاز احمد، لاہور۔ چوہدری صفدر علی رضوی لائل پور

(۱۶) اتحاد العلماء کی طرف سے: مولانا مفتی سیاح الدین، لائل پور۔ مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ

(۱۷) حزب الاحناف کی طرف سے: سید محمود احمد رضوی، لاہور۔ مولانا خلیل احمد قادری، لاہور

اس کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا عبد الرحیم اشرف اور طلباء تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔

کنونشن صبح دس بجے تا ۳، بجے سہ پہر جاری رہا۔ حضرت بنوری اور مولانا عبد الستار خان نیازی صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں کنونشن کے فیصلوں کا اعلان کیا۔ اور اپنے مطالبات بیان کئے۔ اور اس اجلاس کی خبر ۱۰، جون کے اخبارات کے اندر شائع ہوئی۔

احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک

اور ملک بھر میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک چلی۔ مجاہدین سر بکف ہو کر نئے جذبہ کے ساتھ میدان عمل میں اتر آئے۔ اس واقعہ کے خلاف ملک بھر کے اخبارات اور جرائد نے اداریئے تحریر کئے۔ (یہ کوئی نیا مطالبہ نہیں تھا، اس مطالبہ کے حوالے سے ۱۹۵۳ء میں بھی تحریک تحفظ ختم نبوت چلی تھی، جس کا ذکر اسی کتاب میں پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اُس وقت کی حکومت نے دس ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر کے تحریک سے وابستہ علماء کرام کو جیلوں میں بند کر دیا تھا، اور طاقت کے زور پر تحریک کو دبا یا تھا)۔ پنجاب آگ میں جلنے لگا، چاروں صوبوں میں تحریک نقطہ عروج پر پہنچ گئی، گرفتاریاں اور

مار دھاڑ شروع ہوگئی، پولیس اور سیکورٹی فورسز حرکت میں آ گئی۔

راولپنڈی میں مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی قیادت میں جلوس

۳۱،مئی ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں ربوہ واقعہ کے خلاف حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی قیادت میں جلوس نکالا گیا جس کی تفصیل روزنامہ امروز کے نامہ نگار کے مطابق اس طرح بیان کی گئی۔ربوہ کے واقعہ کے خلاف وفاقی دار الحکومت میں آج دوسرے روز بھی احتجاجی جلوس نکالے گئے۔نماز جمعہ کے بعد شہر کے مختلف حصوں سے متعدد چھوٹے بڑے جلوس نکالے گئے، جو راجہ بازار میں آ کر جمع ہو گئے۔ان کی قیادت قومی اسمبلی کے رکن حضرت مولانا عبدالحکیم، مولانا حبیب الرحمٰن، اور قاری حبیب اللہ کر رہے تھے۔بعد میں ایک بڑا جلوس مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عبدالحکیم کی قیادت میں چوک فوارہ، ٹرنک بازار اور مری روڈ سے ہوتا ہوا لیاقت باغ پہنچا، جہاں مولانا غلام اللہ خان، مولانا عبدالحکیم اور دیگر علماء دین نے خطاب کیا۔مقررین نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

(تحریک ختم نبوت ص ۶۳ ج ۳)

راولپنڈی میں علماء اور خطیبوں کے اجلاس میں مولانا کی شرکت

راولپنڈی میں آج (۳۱ مئی) علماء اور خطیبوں کا اجلاس ہوا،جس میں ربوہ کے واقعہ سے پیدا ہونے والی صورت حال پر غور کیا گیا۔ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں قومی اسمبلی کے رکن مولانا عبدالحکیمؒ نے بھی شرکت کی جبکہ قومی اسمبلی کے رکن مولانا غلام غوث ہزاروی نے اجلاس کی صدارت کی۔علماء نے عوام سے اپیل کی کہ وہ پرامن رہیں اور لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرنے سے گریز کریں، اور اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

تحریک ختم نبوت کے مجاہد قائد حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

تحریر: حاجی نذیر تبسّم گورسی

تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں جامع مسجد رحمانیہ راولپنڈی میں ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت حاجی محمد مرزا منعقد ہوا۔اس اجلاس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ایم۔این۔اے تھے۔

الحاج مولانا عبدالحکیم صاحب ممبر قومی اسمبلی نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میرے کلمہ گو مسلمان بھائیو!

قرآن وحدیث گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کافر، مرتد، دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہے۔یہی وجہ تھی کہ جب مسیلمہ کذّاب نے نبوت کا

دعویٰ کیا تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کا سر قلم کروادیا، اور اس کے بعد بھی ہر مدعی نبوت کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا گیا۔مگر ادھر برصغیر میں جب انگریز برسر اقتدار تھا تو مسلمانان برصغیر نے انگریز سامراج کے خلاف تحریک شروع کر رکھی تھی، اور جہاد کی تیاری پورے زور وشور سے جاری تھی تو مکار انگریز نے مسلمانوں میں نفاق ڈالنے، ان میں جذبہ جہاد کو سرد کرنے اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے اپنے ایک پٹھو مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا جس نے نبوّت کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ جہاد کو بھی حرام قرار دیا۔ اُس وقت تو اُس دور کے اکابر علماء کرام نے انگریز سرکار اور انگریزی نبی کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا۔لیکن انگریز سامراج کا بویا ہوا بیج آہستہ آہستہ بڑھتا رہا، اور آج یہ مکمل پودا بن چکا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی امت اور صحابہ کرام کے پیروکارو! یہ مرزائیوں کا گروہ غیر ملکی طاقتوں کا آلۂ کار ہے، جن کا کام مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا ہے۔ گذشتہ سال مئی میں ربوہ میں مرزائیوں کی خفیہ میٹنگ ہوئی جس میں اس بارے میں غور کیا گیا کہ چونکہ پاکستان کے دستور میں وزیر اعظم اور صدر پاکستان کے حلف میں ختم نبوّت کا اقرار شامل کر کے مرزائیوں کے برسرِ اقتدار آنے کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔اس لئے غیر آئینی راستہ اختیار کیا جائے۔ جسے لائل پور فیصل آباد سے شائع ہونے والے ہفت روزہ نے شائع کیا تھا۔جس پر میں نے قومی اسمبلی میں تحریک التوا پیش کی تھی جسے اُس وقت اہمیت نہیں دی گئی۔ بعد میں فضائیہ کیس سامنے آیا، ان کی سازش پکڑی گئی، وہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔

قلعہ اٹک میں جو کورٹ مارشل ہوا، اُس میں سات مرزائیوں کو سزائے عمر قید ہوئی ہے۔ظفر چوہدری کی معطلی بھی اسی وجہ سے عمل میں آئی ہے۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب اس مسئلہ سے بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔انہوں نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ میں حضور ﷺ کو آخری نبی مانتا ہوں، اور جو ختم نبوّت کے منکر ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ میں نے اپنا ووٹ دے دیا ہے۔ اور ممبران قومی اسمبلی سے اپیل کرتا ہوں کہ جب یہ مسئلہ بل کی صورت میں اجلاس میں پیش ہوتو وہ ہر قسم کی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مرزائیوں کے لاہوری وقادیانی گروپ دونوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوائیں۔ اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کرنے والی تنظیموں اور خصوصاً علماء کرام کو چاہئے کہ وہ اس وقت اپنی تمام تر قوت مسئلہ ختم نبوت کو حل کروانے کے لئے ممبران قومی اسمبلی پر خرچ کریں۔ تاکہ مسئلہ قادیانیت ممبران پارلیمنٹ پر واضح ہو جائے۔ اکثر ممبران قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ ختم نبوت کی باریکیوں سے کما حقہ آگاہ نہیں ہیں۔ اس تحریک کو پر امن طور پر سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھانا ہے۔

(گوجر گونج اگست ۹۲)

عدالتی تحقیقاتی کمیشن کا قیام

وزیر اعظم مسٹر ذولفقار علی بھٹو نے حالات پر قابو پانے کے لئے ربوہ کے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کرانے کی غرض سے لاہور ہائیکورٹ کے جج مسٹر جسٹس کے ایم، اے صمدانی پر مشتمل یک رکنی ٹریبونل قائم کیا جس نے ۵، جون ۱۹۷۴ء کو اپنی کاروائی کا آغاز کیا۔

☆ ۷، جون ۱۹۷۴ء کو لاہور ہائی کورٹ میں مرزا ناصر احمد کی درخواست ضمانت قبل از گرفتاری چیف جسٹس کے سامنے پیش کی گئی۔

☆ ۱۳، جون کو وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ریڈیو اور ٹی وی پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ ۳۰ جون کو بجٹ اجلاس کے فوراً بعد مرزائیوں کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے، اور قومی اسمبلی میں ارکان پر پارٹی کی طرف سے کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا، اور انہیں اس مسئلے پر کھل کر اپنے عقیدے اور نظریئے کے مطابق اظہار خیال کی پوری آزادی ہو گی۔ وزیر اعظم نے کہا کہ انہیں اپنے مسلمان ہونے اور ختم نبوت پر پختہ ایمان رکھنے کا فخر ہے۔ جو ختم نبوت کو نہیں مانتا، وہ مسلمان نہیں، یہ پہلا موقع ہے کہ ختم نبوت کا ملک کے آئین میں ذکر کیا گیا ہے۔ موجودہ آئین کے تحت کوئی ایسا شخص ملک کا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا جو ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اگر قومی اسمبلی چاہے تو یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔

☆ ۱۹، جون کو صوبہ سرحد اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر نعرہ تکبیر، اللہ اکبر کے پر جوش نعروں کی گونج میں منظور کر لی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ پاکستان کے مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، کیونکہ وہ ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔

☆ ۲۱، جون ایک عینی گواہ نے خصوصی عدالت کو بتایا کہ ربوہ سٹیشن پر طلباء کو چن چن کر ٹرین سے نکال کر مارا گیا، حملہ آور کہہ رہے تھے توبہ کرلو اور غلام احمد کو نبی مان لو۔

☆ ۲۶، جون ۱۹۷۴ء حکومت پاکستان نے قادیانی مسئلہ پر تمام عرب ممالک، اور افریقہ کے اسلامی ممالک سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں رائے طلب کر لی، سعودی عرب، اُردن اور لیبیا کی حکومتوں نے پاکستان کو اپنے موقف سے آگاہ کر دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی حمایت کرتے ہیں۔

☆ امت محمدیہ کی خوش نصیبی کے اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن جماعتیں متحد تھیں۔ چنانچہ اپوزیشن پوری کی

پوری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک ہوگئی۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

اس وقت قومی اسمبلی میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحکیم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالحق ؒ بلوچستان، جناب پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا صدرالشہید اور ان کے رفقاء نے ختم نبوت کی وکالت کی۔

قادیانیوں کے مسئلے سے متعلق قومی اسمبلی میں قرار دادیں

۳۰ جون، ۱۹۷۴ء کو دو قراردادوں اور ایک بل کی صورت میں یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔ ایک قرارداد برسر اقتدار جماعت پیپلز پارٹی کی طرف سے جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی، جو اُن دنوں وزیر قانون تھے۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر جو یقین نہیں رکھتا، اور ان کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح تصوّر کرتا ہے ان کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔

جب کہ دوسری قرارداد اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی ؒ رکن قومی اسمبلی نے ۲۲ افراد کے دستخطوں کے ساتھ (جو بعد میں ۳۷، ہوگئی) مرزائیوں کے خلاف پیش کی، جس میں کہا گیا کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ انہیں کسی بھی نام سے پکارا جاتا ہو، مسلمان نہیں ہیں۔ اور یہ کہ اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تا کہ اس اعلان کو دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ یہ دونوں قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کر لی گئیں۔ تاہم حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مولانا عبدالحکیم صاحبؒ اور مولانا عبدالحق صاحب کوئٹہ نے اپوزیشن کی قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا بل اور موقف

اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا عبدالحکیمؒ، اور مولانا عبدالحق کوئٹہ نے اپنے دستخطوں سے رہبر کمیٹی کے سامنے تیسری قرارداد بل کی صورت میں پیش کی۔ اس بل کا نام "غیر مسلم اقلیت بل" تھا جس میں مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں قادیانیوں اور لاہوریوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے اور مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے محروم کرنے کا ذکر تھا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت ہزارویؒ اور ان کے رفقاء کے پیش کردہ بل کا ذکر ۱۹۷۴ء کی

تحریک ختم نبوت سے متعلقہ کتب میں جانے یا انجانے میں ذکر نہیں کیا گیا، اور صرف حزب اقتدار و اختلاف کی دو قراردادوں تک اس کو محدود رکھا گیا ہے۔

جب اپوزیشن کی طرف سے تیار کردہ قرارداد مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے پاس دستخط کے لئے لائی گئی تو مولانا ہزارویؒ نے قرارداد پر دستخط کرنے سے انکار فرمادیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا موقف یہ تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قانون اور دستوری شکل میں حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے قومی اسمبلی میں بل کی صورت میں پیش کیا جائے۔قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ قرارداد کے ذریعے حل کرنے کی کوشش قوم کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اسمبلی میں پارلیمانی اصولوں کے مطابق قرارداد کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتی، بلکہ یہ ایک سفارش ہوتی ہے۔ آگے حکومت کی مرضی و اختیار ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے یا نہ کرے، اگر قراداد پاس بھی ہو جائے تو وہ قانون کا حصہ نہیں بنتی۔

چنانچہ مولانا ہزارویؒ نے ایک بل مرتب فرمایا، جس پر مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ایم، این، اے، مولانا عبدالحق صاحب بلوچستانی، ایم، این اے اور حضرت ہزارویؒ ایم، این، اے کے دستخط تھے اور وہ بل اسمبلی میں پیش کردیا۔ چنانچہ حضرت ہزاروی کے پیش کردہ بل پر ہی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی۔ جس کا فیصلہ ۷، ستمبر ۱۹۷۴ء کو ہوا۔

مخالفت کی انتہاء

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، اور حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنے موقف کے مطابق جب اپوزیشن کی قرارداد پر دستخط نہ کئے اور نہ ہی کسی قاعدہ یا اصول کے مطابق ان پر یہ ضروری تھا کہ وہ ایسا کرتے، لیکن جب انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کیا تو کراچی سے گلگت تک پورے ملک میں ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا، اور طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا۔ اور ایک پبلک جلسے میں مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب الازہری نے (جو کہ اپوزیشن کے ممبر تھے) تقریر کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو اس بل پر کتنے آدمیوں نے دستخط کئے ہیں۔ اس پر مولوی غلام غوث اور مولوی عبدالحکیم نے دستخط نہیں کئے۔ پھر الازہری نے فرمایا کہ ان کا کیا علاج ہے؟ مطلب صاف تھا گویا قتل کی ترغیب دی جارہی تھی۔ اس بات کو حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے (تحریک استحقاق کی صورت میں) قومی اسمبلی میں بھی اٹھایا۔ مگر بے سود۔ (سوانح حضرت ہزاروی)

☆ ۵، اگست ۱۹۷۴ء وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے کہ قومی اسمبلی قادیانی مسئلہ پر بحث ۷، ستمبر ۱۹۷۴ء تک لازماً مکمل کرلے گی، اور انہوں نے اس سلسلہ میں وزیر قانون، وفاقی وزراء، قومی اسمبلی کے سپیکر، اور قومی اسمبلی کے بعض

ارکان سے صلاح ومشورہ بھی کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ یہ مسئلہ جلد سے جلد حل اور طے کرلیا جائے۔

اپوزیشن کی طرف سے ایک بیان کتابی شکل میں اسمبلی میں داخل

جب قومی اسمبلی نے دونوں جماعتوں کے لیڈروں کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا تو قادیانی اور لاہوری دونوں گروپ کے لیڈروں نے زبانی اور تحریری شکل میں اپنا اپنا موقف پیش کیا،اور یہ باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زورصرف کردیا کہ وہ بھی ملت اسلامیہ کا ایک حصہ ہیں۔قادیانیوں نے جب قومی اسمبلی میں اپنا محضر نامہ پیش کیا تو پارلیمنٹ میں موجود علماء کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ قادیانیوں کے گمراہ کن عقائد، اور پاکستان اور عالم اسلام کے بارے میں قادیانیوں کے ناپاک عزائم پر ایک دستاویزی تحریر مرتب کر کے اسمبلی کے ممبران تک پہنچائی جائے تاکہ ملت اسلامیہ کا موقف بھی قادیانیوں کے بارے میں انہیں معلوم ہو۔چنانچہ محضر نامے کے مقابلے میں" موقف ملت اسلامیہ" کے نام سے ایک کتاب تحریر کی گئی،جس کا پہلا حصہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے تحریر فرمایاجس میں مذہبی مباحث ہیں۔اور دوسرا حصہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک نے تحریر کیا جس میں قادیانی عزائم اوران کی سیاست کا ذکر ہے۔حضرت بنوریؒ کی نگرانی میں کتاب کی تیاری مکمل ہوئی اورآل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان اور اپوزیشن کی طرف سے یہ کتاب" موقف ملت اسلامیہ" کتابی شکل میں اسمبلی کے ممبران میں تقسیم کی گئی اوراسے اسمبلی میں داخل کیا گیا،جس میں مرزا غلام احمد قادیانی، دوزخی ولعین کے کفریات و خرافات درج تھے،جن سے سارے مسلمان واقف تھے،اور سب ہی مرزائیوں کو کافر جانتے تھےصرف قانونی سقم تھا۔

حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا قومی اسمبلی میں جواب محضر نامہ مسلسل آٹھ گھنٹے پڑھنا

پھراس کتاب میں مرزا ناصر احمد قادیانی کے محضر نامے،اس کے سوالات اور اعتراضات،اورتنقیدوں کے جواب نہ تھے۔ظاہر ہے کہ وہ وکیل مقدمہ کیسے جیت سکتا ہے، جو دوسرے وکیل کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔مگر یہ سعادت حق تعالیٰ شانہ نے بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور ان کے رفقاء کو عطا فرمائی کہ انہوں نے قادیانی جماعت کے محضر نامہ کا جواب تیار کر کے،اسے کتابی شکل میں مرتب کیا،اورحضرت ہزارویؒ اور آپ کے دوگرامی قدر رفقاء حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ اور مولانا عبدالحق بلوچستانیؒ ایم،این،اے کے دستخطوں کے ساتھ قومی اسمبلی میں جمع کرایا۔

حضرت ہزارویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے بل کی تائید میں جو کتاب جواب محضر نامہ کے نام سے پیش کی، اس میں مرزا ناصر احمد قادیانی کی مکمل تردید،سوالوں کے جوابات دیئے، حیات مسیح اورختم نبوت کے مسئلے پرمکمل بحث کی تھی۔مرزا کے خرافات، اس کا ٹوڈی پن، اسمبلی کے اختیارات،مسلمانوں کی باہمی تکفیر، اور بزرگان دین کے وہ اقوال جن کو مرزائی اپنے

حق میں پیش کرتے ہیں۔اور چیلنج اور مستندات حوالہ جات، اور مسئلہ جہاد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے سوا کسی ممبر قومی اسمبلی نے ایک سوال پیش کیا، کسی نے چار سوالات، اور کسی نے چھے یا آٹھ۔مگر ہم نے مرزا جی کے بارے میں دوسو بائیس (۲۲۲) سوالات دیئے۔طریقہ یہ تھا کہ جو بھی سوال کرتا وہ اپنا سوال اٹارنی جزل کولکھ کر دے دیتا۔اور وہ اپنی صوابدید پر ان میں سے جس سوال کو چاہتا تھا پوچھتا۔اور کسی کو سوال کرنے یا بحث کرنے کی اجازت اسمبلی میں نہ تھی۔ورنہ ہڑ بونگ کا خطرہ تھا۔

(سوانح حیات حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ص ۵۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قومی اسمبلی میں علماء کرام نے قادیانیت کے خلاف زبردست معرکہ لڑا۔حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت، اور مجلس عمل ختم نبوت، اور اپوزیشن ممبران اسمبلی کا بھی تعاون حاصل تھا۔جب کہ حوالہ جات کا مسودہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک، جسٹس مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی، اور مولانا عبد الرحیم اشعر صاحب تیار کر کے مفتی صاحب کو دیتے تھے، اور حضرت مفتی صاحب اسمبلی میں جرح فرماتے تھے۔

دوسری طرف تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اکیلے قادیانیت کے خلاف مصروف عمل تھے۔حضرت ہزارویؒ ساری ساری رات جاگتے رہتے، کتابوں کا ڈھیر اردگرد ہوتا۔حوالے تلاش کرتے، ان کو مرتب کرتے، اور رات کا اکثر حصہ جاگتے میں گزر جاتا۔حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب جو حضرت کے خدام میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ اکثر و بیشتر جب ہم کھانا لاتے تو بالکل ٹھنڈا ہو جاتا، لیکن حضرت توجہ نہ فرماتے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک رات میں اور حضرت ہزارویؒ کتابیں کھول کر حوالے تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کی آذان کی آواز آئی تو میں حیرانگی سے چونک پڑا۔اس طرح حضرت ہزارویؒ نے ۸۰ سالہ پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد کے ۱۹۲ صفحات کے محضر نامہ کا جواب دوسو ساٹھ (260) صفحات اور دوسو بائیس (۲۲۲) سوالات پر مشتمل جواب محضر نامہ کے نام سے مرتب کیا۔اس طرح قومی اسمبلی کی کاروائی میں قادیانیوں کے خلاف سب سے زیادہ سوالات حضرت ہزارویؒ نے اٹھائے۔

اس طرح مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے خلاف مولانا نے الگ محضر نامہ داخل فرمایا۔جس میں مسئلہ حیات مسیح پر عالمانہ بحث فرمائی۔

☆ اسمبلی میں مولانا ہزارویؒ نے ”جواب محضر نامہ“ داخل فرمایا، اور اس کو پڑھنے کے لئے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کو دیا جسے انہوں نے حضرت ہزاروی کی موجودگی میں قومی اسمبلی میں مسلسل آٹھ گھنٹے تک اوّل تا آخر پڑھ کر سنایا۔ممبران اسمبلی سنتے رہے۔

تاریخ کی درستگی

یہاں پر تاریخ کی درستگی ضروری ہے کہ حضرت ہزارویؒ نے اسمبلی میں محضر نامہ خودنہیں پڑھا تھابلکہ اپنے رفیق خاص حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کو پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ اور یہ محضر نامہ اسمبلی میں کھڑے ہوکر آٹھ گھنٹے مسلسل پڑھنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کوعطا فرمائی تھی، جب کہ تحریک ختم نبوت یا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی کتابوں میں اس کا ذکرنہیں ہے۔ بلکہ پڑھنے کی نسبت بھی حضرت ہزارویؒ کی طرف کی گئی ہے، جوکہ تاریخی طور پر درست نہیں ہے۔ حضرت ہزارویؒ اس وقت ۸۰ سالہ پیرانہ سالی کی عمر میں تھے، کمزوری بھی تھی، اورعلالت بھی، اوراُن کی یہ خصوصیت بھی تھی کہ وہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

اور پھراس ساری کوشش میں حضرت ہزارویؒ کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بھی شریک تھے اس لئے بھی حضرت ہزاروی نے "جواب محضرنامہ" پڑھنے کے لئے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کو دیا۔لیکن افسوس کہ ان شخصیات کے ساتھ اس وقت کے متعصّبانہ رویہ کا اظہار آج بھی کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوتا رہتا ہے اور جب ختم نبوت کی قربانیوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس میں بالخصوص حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام چھوڑ دیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا عبدالحکیمؒ کی بھٹو سے ملاقات

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چھ ۶، ستمبر ۱۹۷۴ء کو حضرت ہزارویؒ نے مجھے فون پر حکم دیا کہ بھائی گاڑی تیار رکھنا شام کو پرائم منسٹر مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سے ملنے جائیں گے۔ اسمبلی کے اندر تو ہم نے اتمامِ حجت کرلیا ہے۔ اب بالمشافہ بات کریں گے، وقت میں نے لے لیا ہے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ شام کو ہم تینوں (مولانا ہزارویؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، اورمولانا عبدالحق صاحب بلوچستانیؒ) مسٹر بھٹو کے پاس گئے۔

چنانچہ جب ہم بھٹو صاحب کے ہاں پہنچے تو مولانا ہزارویؒ نے قادیانیوں کے بارے میں تمام مذہبی تجزیئے پیش کئے، تمام حالات مفصل گوش گزار کئے۔اور آخر میں فرمایا بھٹو صاحب! اب آپ کی آزمائش اورامتحان کا وقت ہے۔ ناموسِ رسالت کے لئے اگر آپ یہ فیصلہ کردیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ بھی راضی ہوں گے، اور پاکستان کی عوام بھی خوش ہو جائے گی۔تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ہوگی۔

بھٹو صاحب غور سے سنتے رہے، اور پھر کہا کہ مولانا آپ درست فرماتے ہیں، لیکن میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ تمام بیرونی حکومتوں کا مجھ پر دباؤ ہے جس کا مجھے ہی علم ہے۔ اور اس بات کو جب مسٹر بھٹو نے بار بار دھرایا تو حضرت ہزارویؒ نے

جوش میں آ کر فرمایا: بھٹو صاحب لعنت بھیجیں بیرونی دباؤ پر۔آپ اپنے رب کو راضی کریں۔اللہ کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی ،اللہ پر بھروسہ کریں۔مولانا نے یہ باتیں کچھ ایسے انداز سے کہیں کہ بھٹو صاحب پر سکتہ تاری ہو گیا، اور تین چار منٹ تک بالکل خاموش آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔

جناب مصطفیٰ صادق ایڈیٹر روزنامہ وفاق کی اس ملاقات کی تصدیق

اس ملاقات کا ذکر جناب مصطفیٰ صادق ایڈیٹر روزنامہ وفاق نے بھی کیا ہے۔اوراس میں انہوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ میں بھٹو سے ملاقات کے لئے گیا اور اس کے پاس موجود تھا کہ بیگم بھٹو بھی آ گئیں۔مسٹر بھٹو نے انتہائی تیز وتند لہجے میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں مسز بھٹو کو بتایا کہ میں نے مصطفیٰ صادق کو بتا دیا ہے کہ ہم حکومت چھوڑ رہے ہیں، ہم کسی کو کافر قرار نہیں دے سکتے۔ایسے فیصلے کرنے سے بہتر ہے کہ ہم حکومت ہی چھوڑ دیں۔مسز بھٹو بولیں۔ایسی حکومت کا کیا مطلب جس میں دوسروں کی مرضی پر چلنا ہو، اگر ہم کسی کو کافر قرار دیں تو اس میں ملّا کی جیت ہوگی۔

اس دوران مسٹر حفیظ پیرزادہ وزیر قانون ، اور مسٹر یحییٰ بختیار (اٹارنی جزل) بھی آ گئے ،تھوڑی دیر میں مولانا کوثر نیازی بھی آ گئے ،بھٹو سخت غصہ میں لگ رہے تھے اور ان کے سامنے بھی کہنے لگے کہ کسی کو کافر بنانے سے بہتر ہے کہ ہم حکومت چھوڑ دیں۔جسٹس محمد افضل چیمہ باہر بیٹھے ہوئے تھے ان کو بھی بلا لیا گیا۔اور پھر ان حضرات میں سے یحییٰ بختیار نے دلائل سے بھر پور گفتگو کی۔اور کہا کہ آپ حکومت چھوڑ رہے ہیں یا سیاست۔کیا آپ پبلک کے سامنے اپنے استعفیٰ کا جواز ثابت کر سکیں گے۔آپ کو معلوم ہے احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کا کیا خیال ہے۔

اسی ملاقات میں مصطفی صادق لکھتے ہیں کہ جب حضرت ہزاروی مسٹر بھٹو سے ملنے آئے تو بھٹو صاحب نے اپنی موجودگی میں محترمہ نصرت بھٹو کی ملاقات حضرت ہزاروی سے کرائی ۔حضرت ہزارویؒ نے مرزائیت کے عقائد جو ان کے اہل بیت اور اہل اسلام کے بارے میں ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ بمعہ حوالہ جات کے بیان کئے تو محترمہ نصرت بھٹو نہ صرف مطمئن ہوگئیں بلکہ بھٹو صاحب کو اصرار کے ساتھ کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دو، اور اس میں مزید وقت ضائع نہیں ہونا چاہئے۔

(تحریک ختم نبوت)

بھٹو صاحب کی یقین دھانی

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ہزاروی کے بار بار اصرار کے بعد بھٹو نے کہا کہ اچھا مولانا! آپ میرے لئے دعاء کریں،خداوند قدوس مجھے اس کی توفیق دے۔حضرت ہزارویؒ نے فرمایا کہ بھٹو صاحب آپ ذہین اور

بڑے مدبر آدمی ہیں۔ایسا نہ ہو کہ پارلیمانی شوشہ چھوڑ کر گڑ بڑ نہ کرادیں،ہم اس مسئلہ کا مکمل حل چاہتے ہیں۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے ہی بھٹو صاحب نے اپنا ملٹری سیکرٹری طلب کیا۔ ہماری موجودگی میں چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ سے رابطہ کر کے ان کو حکم دیا کہ آپ راتوں رات اپنے علاقے کے قومی اسمبلی کے ممبران سے کہیں کہ صبح (سات) ۷،ستمبر کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں فوراً پہنچیں،کوئی ممبر رہ نہ جائے۔

چونکہ آئین میں ترمیم کا مسئلہ ہے اس لئے تمام ممبران سے رابطہ کریں۔اور مولانا نے فرمایا کہ میں اپنی اس بات کی شہادت بھی پیش کردوں، کہ ۷ ستمبر کو جب ممبران قومی اسمبلی دو دو تین تین منٹ کی تقریر کر رہے تھے تو خان عبدالولی خان نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں تو آج نہیں آرہا تھا،لیکن مجھے کمشنر پشاور ڈویژن نے مجبور کیا کہ وزیر اعظم کا حکم ہے کہ تمام ممبران شریک ہوں،اس لئے چلا آیا۔اور یہ بات قومی اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے۔

(سوانح حیات حضرت ہزاروی ص ۱۰۴)

قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے۔

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سینٹ اور قومی اسمبلی نے آج وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی موجودگی میں منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ ۷،ستمبر ۱۹۷۴ء کو دن کے ڈھائی بجے قومی اسمبلی کے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں قادیانی مسئلے پر سفارشات کو آخری شکل دی گئی ۔ اور قومی اسمبلی کے ساڑھے چار بجے کے اجلاس میں ان سفارشات کی من وعن منظوری دے دی گئی۔

آئین کی دفعات ۱۰۶، اور ۲۶۰ ،میں ترمیم کا ایک بل منظور کیا جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص خاتم الانبیاء سرور کائنات حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل ایمان نہیں لاتا، یا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی بھی انداز میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، یا کسی ایسے مدعی نبوت یا مذہبی مصلح پر ایمان لاتا ہے،وہ ازروئے آئین وقانون مسلمان نہیں ہے۔ ترمیمی بل کے مطابق قادیانیوں اور لاہوری جماعت کے اراکین کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کرلیا گیا ہے۔

اس مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لئے قومی اسمبلی نے سارے ایون پر مشتمل خصوصی کمیٹی کی حیثیت سے ۲۸ اجلاس منعقد کئے۔اور بحیثیت مجموعی ۹۶ گھنٹے غور کیا۔کمیٹی کے سامنے ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے ۴۱ گھنٹے اور ۵۰ منٹ تک شہادت قلم بند کرائی ،اوران کا بیان گیارہ دن جاری رہا۔

لاہوری جماعت کے سربراہ پر دو اجلاس میں بحیثیت مجموعی ۸ گھنٹے ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی۔خصوصی کمیٹی کے چیئرمین قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان تھے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی کی تقریر

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بل کی تیسری خواندگی کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بل اس بات کا مستحق ہے کہ ایوان اس کی پوری حمایت اور تعریف وتوصیف کرے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات قابل تعریف ہے کہ موجودہ حکومت نے احمدی مسئلہ یعنی قادیانی اور لاہوری دونوں طبقوں کا مسئلہ حل کر دیا ہے، جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج جو فیصلہ دیا جائے گا، وہ سنہری حروف سے لکھا جانا چاہئے۔

وزیراعظم کی تقریر

وزیراعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ فیصلہ اسمبلی کے تمام حلقوں کے صلاح ومشورے کے بعد کیا گیا ہے اور یہ قومی فیصلہ ہے۔ یہ بل پاکستان کے مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو حل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک الجھا ہوا بنیادی مسئلہ تھا، جو نہ صرف گذشتہ نوے (90) سال سے موجود تھا، بلکہ اس نے قیام پاکستان کے بعد سے مسلمانوں کے ذہنوں میں احتجاج کی کیفیت پیدا کر رکھی تھی۔ 1953ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ظالمانہ طاقت استعمال کی گئی ،لیکن دراصل یہ مسئلہ کو حل کرنے کے لئے نہیں بلکہ دبانے کے لئے استعمال کی گئی تھی۔ وزیراعظم نے کہا کہ کوئی مسئلہ دبانے سے حل نہیں ہوتا۔ (تحریک ختم نبوت)

قادیانی نبوت کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا ایک بہت بڑا مسئلہ تھا، یہ بعض حوالوں سے نازک بھی تھا اور نزاعی بھی ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اوراس وقت کی قومی اسمبلی سے یہ عظیم کام لیا، قادیانیوں کو بھی اپنے موقف کے اظہار کا پورا موقع دیا گیااور آخر کار ختم نبوت کے منکرین قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ اورنوّے (۹۰) سالہ پرانا اور پیچیدہ مسئلہ جو پاکستان کی عوام کے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا ہمیشہ کے لئے حل کردیا گیا۔ اور مسلمانوں میں ہیجان، تذبذب اور بے چینی کی فضا ختم ہوگئی، جو یقیناً ایک عظیم فتح تھی۔



قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے پر مولاناؒ کا حلقہ کے احباب کو مبارکباد کا پیغام

قومی اسمبلی کی طرف سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے اس تاریخ ساز فیصلہ ہو جانے پر حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے اپنے حلقہ کے احباب کو اس عظیم الشان فتح کے حاصل ہونے پر مبارکباد کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ: الحمد للہ کہ میں آپ کو اور آپ کے ذریعہ سے پوری آبادی، اور علاقے کے بڑوں، بھائیوں اور دوستوں کو اس سال نہ صرف رمضان شریف کی برکات حاصل کرنے اور عید کی مبارکباد دیتا ہوں، بلکہ عظیم مبارک باد اللہ تعالیٰ کے اس انعام عظیم پر پیش کرتا ہوں کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب دامت برکاتہم کو یہ توفیق عنائیت فرمائی کہ ۳۰، جون سے لے کر ۷، ستمبر تک کے عرصے میں مرزائیوں کے دونوں فرقوں کے بیانات کے مدلّل ومکمل جوابات مفصل تحریری اور تقریری شکل میں ہم نے دیئے۔

اور یہ اعزاز بھی اللہ نے خاص طور پر ہمیں عطا فرمایا کہ ہم نے ان کے بیانات پر ۲۲۴ جرح کے سوالات اٹھائے۔جس کے نتیجے میں قومی اسمبلی کے ممبران اور وزراء کے ذہن صاف ہوئے اور (ان کے اشکالات دور ہوئے)۔

(اس کے ساتھ ساتھ) اس عرصہ میں ہماری وزیر اعظم پاکستان سے مسئلہ ختم نبوت کے حل کے لئے تین ملاقاتیں بھی ہوئیں، سو خداوند قدوس نے یہ خاموش محنت جو درحقیقت آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے ہوئی قبول فرمائی، اور نوے (۹۰) سال کا فتنہ ختم ہو گیا۔ ہزاروں دنیاوی کارنامے ایک طرف ہوں اور دوسری طرف یہ ایک عظیم کارنامہ (جو درحقیقت تاریخ میں آپ حضرات کے نام رہے گا اس لئے کہ میں آپ کی نمائندگی کر رہا ہوں) سب پر بھاری ہے۔

آپ کا خیر اندیش

مولانا عبدالحکیم ایم، این، اے

مہتمم: جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی

***

مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا جرأت مندانہ اقدام ہے:

پاکستانی حکومت نے 58 کروڑ مسلمانوں کے دل جیت لئے:

مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد برّ صغیر پاک وہند کے کی نامور شخصیت ،اور اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے پرنسپل مولانا قاری محمد طیّب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپسی پر پاکستان کے مختصر دورے پر جب تشریف لائے تو آپ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سے ملنے کے لئے مورخہ 4 ،فروری 1975ء کو جامعہ فرقانیہ مدنیہ تشریف لائے تو اس موقع پر علماء کرام کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حضرت مہتمم صاحبؒ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا۔اس موقع پر علماء کرام سے خطاب کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے ارشاد فرمایا:

اس وقت میں سفر حجاز سے واپس آیا ہوں ، دلی آرزو تھی کہ حج سے واپسی پر کوئی شکل نکل آئے کہ یہاں (پاکستان میں) اتر کر اپنے دوستوں اور بزرگوں سے مل سکوں ۔بظاہر ایسے کوئی اسباب نہیں تھے،لیکن میں حکومت پاکستان اور حکام کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اجازت دے دی، سب سے دعاء کا خواہشمند ہوں۔قادیانی مسئلہ کو حل کر کے بہترین اقدام کیا ہے ۔علماء کی مساعی،فتویٰ اور تحقیق تو خیر ہیں ہی،لیکن حکومتی سطح پر اس مسئلہ کا حل کرایا جانا یہ حکومت کا جرأت مندانہ اقدام ہے ۔حکومت پاکستان نے یہ اقدام کر کے دنیا کے 58، کروڑ مسلمانوں کے دل جیت لئے ہیں،اور اسلامی دنیا میں اس اقدام سے پاکستان کا وقار بہت بلند ہو گیا ہے ۔یہ لوگ اسلام کی تخریب اسلام کے نام سے کر رہے تھے۔

اس جرأت مندانہ اقدام کے ساتھ اسلامی سربراہ کانفرنس کا انعقاد بھی حکومت کا ایک بڑا عظیم کارنامہ ہے ۔اور بھی بہت سی تعمیری چیزیں ہیں مگر خصوصیت سے یہ دو چیزیں بہت مدبرانہ ہیں ۔اس کا پوری دنیا کے مسلمانوں پر اچھا اثر پڑا ہے۔ خصوصاً ہندوستان کے مسلمان اس سے خوش اور دعاء گو ہیں۔

حضرت مہتمم صاحبؒ نے اس موقع پر پاکستان کی ترقی اور خوش حالی اور استحکام و بقاء کے لئے دعاء بھی فرمائی۔



۱۹۷۷ء کے انتخابات میں حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی شرکت

۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے تو حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن میں مانسہرہ کی سیٹ سے حصہ لیا۔ان انتخابات میں پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے نو جماعتوں نے مل کر پاکستان قومی اتحاد کے نام سے ایک متحدہ قومی محاذ بنایا تھا۔۷ مارچ کو جب قومی اسمبلی کی نشستوں پر پورے ملک میں انتخابات ہوئے تو نتائج پیپلز پارٹی کے حق میں آئے اور قومی اسمبلی کی دوسو نشستوں میں سے قومی اتحاد کے راہنما صرف چھتیس (۳۶) نشستیں حاصل کر سکے۔

مولانا کے مدمقابل ان انتخابات میں بھی علاقے کا خان تھا، جو علاقے کی بااثر شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ قومی اتحاد کا بھی نمائندہ تھا، اس نے ایک طرف تو اپنا سرمایہ اور اثر ورسوخ کا خوب استعمال کیا اور دوسری طرف مولانا کے خلاف خوفناک پروپیگنڈہ بھی جاری رکھا، مولانا ان انتخابات میں سیٹ نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور بھرپور مقابلہ کرنے کے بعد یہ الیکشن ہار گئے۔

حضرت مولانا بحیثیت سینیٹر

مارچ ۱۹۷۷ء کے قومی اسمبلی کے عام انتخابات میں شکست کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے صوبہ سرحد کے صوبائی ممبران کے ذریعے حضرت مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ کو صوبہ سرحد سے سینیٹر منتخب کرالیا اور اس طرح پاکستان کے ایوان بالا کا ممبر بننے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوگیا، اور بحیثیت سینیٹر آپ عوامی خدمت کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔مگر جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی وجہ سے قومی اسمبلی اور سینٹ کا خاتمہ ہوگیا۔

قومی اتحاد کی تحریک اور بھٹو حکومت کا خاتمہ

پاکستان قومی اتحاد نے قومی اسمبلی میں شکست کے بعد ان انتخابات کے نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور حکومت پر انتخابی دھاندلی کا الزام لگاتے ہوئے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہوئے نئے انتخابات کا مطالبہ کردیا۔اس طرح صوبائی انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی بلاشرکت غیرے کامیاب ہوگئی۔

پاکستان قومی اتحاد نے پہلے ہی یہ پروگرام بنا رکھا تھا کہ انتخابات میں شکست کے بعد حکومت کے خلاف کن بنیادوں پر عوامی تحریک شروع کرنی ہے ،لہٰذا انتخابات کے انجام کے ساتھ ہی ملک میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ایک ملک گیر

تحریک کا آغاز کر دیا گیا۔اور یہ مطالبہ ہوا کہ ملک میں قرآن وسنت کے بنیادوں پر آئینی نظام نافذ کیا جائے۔اس تحریک میں عوام نے بڑی جانثاری کے ساتھ حصہ لیا، اور اپنی جانوں کی قربانیاں دینی شروع کر دیں۔

☆ قومی اتحاد کے رہنماؤں نے اسمبلی کا حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ ملک میں ہنگامے شروع ہو گئے، کرفیو کا نفاذ ہونے لگا۔

☆ بھٹو نے قومی اتحاد کے رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کئے جس کے کئی دور ہوئے۔

☆۲۹ جون، ۱۹۷۷ء کو پاکستان قومی اتحاد نے سمجھوتے کا حتمی مسودہ حکومت کو پیش کیا، اس میں کہا گیا تھا کہ دس جولائی کو اسمبلیاں توڑ کر صوبوں میں گورنر راج نافذ کیا جائے۔حکومت کو یہ بات قابل قبول نہیں تھی اس لئے مذکرات ناکام ہو گئے۔حزب اختلاف والے مسلسل بھٹو کے استعفیٰ، اور دوبارہ نئے منصفانہ انتخابات کا مطالبہ کرتے رہے۔

☆اس ساری صورت حال پر عسکری قوت پوری طرح نظر رکھی ہوئی تھی، اور فوجی ہائی کمان کی میٹنگیں ہو رہی تھیں اور بالآخر ۵، ٦ جولائی ۱۹۷۷ء کی رات کو اچانک جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کو ختم کر کے مارشل لا نافذ کر دیا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا اور مسٹر بھٹو کو حراست میں لے لیا گیا۔

☆ ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف نواب محمد احمد خان کے قتل کا مقدمہ درج کیا گیا، لاہور ہائی کورٹ نے ۱۸ مارچ ۱۹۷۸ء کو بھٹو کو پھانسی کی سزا سنائی۔

☆بعد ازاں سپریم کورٹ نے ٦، فروری ۱۹۷۹ء کو یہ فیصلہ درست قرار دیا، اور ۲، مارچ ۱۹۷۹ء کو اپیل کے بعد پھانسی کا فیصلہ بحال رکھا۔

☆ ۴، اپریل ۱۹۷۹ء کو پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو احمد رضا قصوری کے والد نواب محمد احمد خان کے قتل کے الزام میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کا اپنے حلقۂ انتخاب کی ترقی کے بارے میں مختلف تجاویز اور سوالات

جیسا کہ میں پہلے اس بات کا تذکرہ کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا مرحوم نے پارلیمان کے اندر مختلف امور پر جو سوالات اٹھائے، اورعلاقے کی ترقی کے لئے جو جو اقدامات اٹھائے ان کا تذکرہ تو انشاء اللہ علاحدہ کتاب کی شکل میں اللہ نے چاہا تو شائع کیا جائے گا۔ اور اس کے لئے مولانا مرحوم کے صاحبزدہ اور آپ کے جانشین حضرت مولانا عبدالمجید ہزاری زیدمجدہٗ کوشاں ہیں کہ اسمبلی سے مکمل ریکارڈ نکالا جائے۔

مگر یہاں مولانا کی ممبری کے ابتدائی کچھ عرصہ میں اٹھائے جانے والے سوالات ،قراردادوں اورتحریکِ التواء کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں جو مولانا کی حیات ہی میں پیرطریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے ایک کتابچے کی شکل میں شائع کئے تھے۔جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا نے بحیثیت ممبرقومی اسمبلی کون کون سی خدمات علاقے ، ملک اورملت کے لئے انجام دیں ہیں،تاکہ اس کا ایک نمونہ قارئین کے سامنے آسکے۔

بٹگرام کے موجودہ ہسپتال کو ڈسٹرکٹ کا درجہ کیوں نہیں دیا جاتا؟

سوالات:

(الف) :...... میں وزیرصحت سے پوچھتا ہوں وہ بتائیں کہ بٹگرام سب ڈویژن کے موجودہ ہسپتال کو ڈسٹرکٹ ہسپتال کا درجہ کب تک دیا جائے گا؟۔کیا اس میں زنانہ ڈاکٹر کا تقرر اور ایکسرے پلان کا انتظام اس سال ہوجائے گا؟

نوٹ: ......قومی اسمبلی کے علاوہ صوبائی سطح پر بھی حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے بٹگرام ہسپتال کے سلسلے میں مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو جب کہ وہ وزیر اعلیٰ سرحد تھے بار بار توجہ دلائی تھی،جس کے نتیجے میں صوبائی حکومت کی طرف سے وزیرصحت : خان حق نواز خان ممبر جمعیۃ علماء اسلام نے بٹگرام جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے منعقدہ جلسہ میں مذکورہ مطالبے کی منظوری کا اعلان کیا۔

(ب)ضلع ہزارہ کے پسماندہ علاقوں ،بٹگرام ، مانسہرہ تحصیلوں کے لئے طبّی سہولتیں کون کون سی فراہم کی گئیں ہیں؟

(ج)بٹگرام سب ڈویژن میں آلائی ،بنہ جالکوٹ، تھاکوٹ،بٹہ موڑی کے مقامات پر ہسپتال کب قائم ہوں گے؟

قبائل کے لئے راشن پر پابندی کیوں ہے؟

سوال:......میں وزیر داخلہ سے پوچھتا ہوں وہ جواب دیں کہ ہزارہ کے قبائل حسن زئی ،اکازئی،نصرت خیل،بسی خیل، مداخیل وغیرہ کے لئے کھانے پینے کا راشن کیوں بند کیا گیا، کیا یہاں سے اسمگلنگ کا امکان ہے؟

بٹگرام میں غلے کے لئے حفاظتی گودام کب تعمیر کیا جائے گا؟

سوال:(الف)......میں وزیر خوراک سے پوچھتا ہوں کہ کیا بٹگرام سب ڈویژن جس کی آبادی ایک ضلع کے برابر ہے، میں محکمہ خوراک نے ذخیرہ کو محفوظ کرنے کے لئے پختہ گودام تعمیر کیا ہے؟

(ب) اگر جواب نفی میں ہوتو کیا غلہ کی حفاظت کے لئے پختہ گودام کی تعمیر کی جانی ضروری ہے؟ اور یہ کب تک تعمیر کیا جائے گا؟

بٹگرام کے لئے آٹا چینی وغیرہ کی باقاعدہ سپلائی کیوں نہیں ہوئی؟

سوال:...... وزیر خوراک بتائیں کہ بٹگرام سب ڈویژن کے لئے اشیاء خوردنی آٹا چینی وغیرہ کی باقاعدہ سپلائی جنوری،فروری، مارچ، ۱۹۷۳ء میں کیوں نہیں ہوئی؟

بٹگرام میں راشن کارڈ کیوں نہیں تقسیم کئے جاتے؟

سوال:......وزیر خوراک جواب دیں کہ بٹگرام تحصیل کی پسماندہ دیہاتی آبادی کے لئے راشن کارڈ تقسیم کرنے کا ارادہ ہے یا کہ نہیں؟ جب پورے ملک میں راشن کارڈ جاری کئے گئے ہیں تو پھر اس پسماندہ علاقہ کو محروم کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

بٹگرام کے لئے معاشرتی علم طب اور رسد کے کیا طریقے اختیار کئے گئے ہیں؟

سوالات:

(الف)......کیا وزیر منصوبہ بندی بتائیں گے کہ بٹگرام سب ڈویژن کی منصوبہ بندی میں آبادی کے لئے اقتصادی، تعلیمی،طبی اور رسد کے کیا طریقے اختیار کئے گئے ہیں؟

(ب)......سب ڈویژن بٹگرام سے ملحقہ تحصیل آلائی ،کوہستان، کالا ڈھاکہ وغیرہ کی کس طرح منصوبہ بندی کی گئی ہے؟

(ج)......اس علاقے کی آبادی میں پیدائیش واموات کے اعداد وشمار کیا ہیں؟

پولیس چوکیاں کب قائم کی جائیں گی؟

سوال: (الف)...... میں وزیر داخلہ سے پوچھتا ہوں کہ جالکوٹ، پالس، کولئی، کالا ڈھاکہ میں پولیس چوکیاں کیوں قائم نہیں کی جارہی ہیں؟ کب تک ارادہ ہے؟

(ب)...... اگر پولیس کم ہے تو ملیشیاء کو کیوں نہیں متعین کیا جاتا؟ سوات ملیشیاء کا مذکورہ مقامات پر تعینات کرنے کا ارادہ ہے؟

نوٹ:......جس وقت مولانا مرحوم نے قومی اسمبلی میں یہ سوالات اٹھائے تھے اس سے قبل عرصہ دراز سے یہ علاقے پاکستان میں شامل کر دیئے گئے تھے، مگر نہ تو وہاں کوئی پولیس چوکی قائم کی گئی تھی، اور نہ ہی اور کوئی سرکاری انتظامات تھے۔ حضرت مولانا مرحوم کی کوششوں سے پھران علاقوں میں چوکیوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔

پولیس میں میٹرک پاس کتنے لڑکوں کونمائندگی دی گئی ہے؟

سوال:...... کیا وزیر داخلہ جواب دیں گے کہ بٹگرام سب ڈویژن اور اس سے ملحقہ پسماندہ علاقوں کے میٹرک پاس لڑکوں کو پولیس میں کتنی نمائندگی دی گئی ہے؟ کیا آئندہ اس علاقے کے لوگوں کو کانسٹیبل اور اے، ایس، آئی کی بھرتی میں ترجیح دینے کا ارادہ ہے؟

کوہستان میں فورس کیوں نہیں بھیجی جاتی؟

سوال:...... وزیر داخلہ سے پوچھتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ کوہستان ہزارہ میں امن و امان قائم کرنے کے لئے فورس کیوں نہیں بھیجی جاتی؟

بٹگرام سب ڈویژن کے باشندوں کو اسلحہ لائسنس کیوں نہیں دئے گئے؟

سوال: الف...... وزیر داخلہ جواب دیں گے کہ بٹگرام سب ڈویژن کے سات لاکھ باشندوں کو جن کے پاس ہتھیار ہیں، اسلحہ لائسنس جاری نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟

(ب)...... تحصیل مانسہرہ، و بٹگرام کے کتنے افراد بنگالیوں کی جگہ بھرتی کئے گئے ہیں؟

بٹگرام سب ڈویژن کے ملازمین کو ہِل الاؤنس کیوں نہیں ملا؟

سوال:...... کیا وزیر مواصلات بتائیں گے کہ بٹگرام سب ڈویژن ضلع ہزارہ میں متعین ملازمین کو ہِل الاؤنس اور پسماندہ علاقہ کی مراعات کیوں نہیں دی گئیں؟ دینے کا ارادہ ہے یا نہیں؟

چھتر پلین میں ہوائی اڈہ کی تعمیر کب ہوگی؟

سوال:......میں وزیر دفاع سے پوچھتا ہوں کہ چھتر پلین (ضلع ہزارہ) کے مقام پر محفوظ اڈہ بنانے کا منصوبہ کب عمل میں آئے گا؟ کیا یہ اڈہ تعمیر ہو رہا ہے یا نہیں؟ اگر ہو رہا ہے تو تعمیر کب شروع ہوگی؟

بٹگرام سب ڈویژن کے لئے آبپاشی کا کیا منصوبہ ہے؟

سوال:......میں وزیر قدرتی وسائل سے پوچھتا ہوں وہ بتائیں کہ بٹگرام سب ڈویژن اور مانسہرہ تحصیل میں حکومت نے زرعی اراضی کی آبپاشی کے لئے کوئی منصوبہ بنایا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آئندہ خود کفیل زراعت کے لئے وہ ایسا کریں گے؟

بنہ اور تھانہ بٹگرام سے ملحق دیہات کی مردم شماری کتنی ہے؟

سوال:......کیا وزیر شماریات بتائیں گے کہ انڈس وادی کوہستان، جالکوٹ، پالس، کولئی، پزنگ، بیلہ، ہربن، شتیال، داسو، اور تھانہ بٹگرام سے ملحقہ علاقوں اجمیرا، مٹہ میدان، تمائی، چھپر گرام، پھگوڑہ، پیپال شریف، تھاکوٹ، بٹکول، چانجل، اوتل، کوٹ گلہ، گجبوڑی، شنگلی، پشوڑہ، بانڈ یگو، بانیاں، درہ ٹکری، ترند، بلند کوٹ، سرخیلی بانڈہ، وغیرہ کی آبادی ۱۹۷۲ء کی مردم شماری میں کتنی ہے بالتفصیل بتائیں۔

نیز پولیٹکل ایجنٹ اوگی، کے ماتحت مندرجہ ذیل قصبات و دیہات کی آبادی ۱۹۷۲ء کی مردم شماری بھی بالتفصیل بتائیں۔ مونجہ کوٹ، میرا مدہ خیل، ڈبری کینہار، شنگلی و ار، کوٹ گے، سیری کوانڈی، پلوسہ، دل بنے، بلکوٹ، کوٹ لئی، جدبا، گیٹو، کالش، شگئے، زراری، میرا اخون خیل، سدوخان، کارواڑ۔

اور اسی طرح تھانہ بنہ سے ملحق قصبات: ٹنڈول، سکرگاہ، تیلوس، کسئی، رباط، بنّہ خاص، بانڈی، کرگ، پوکل، بیاری، نوگرام، راشنگ، گنگوال، گنتڑ، بٹیلا، کوشگرام، پاشتو، درہ سن گڑی۔

نیز چوکی شملائی بٹگرام سب ڈویژن کے مندرجہ ذیل دیہات دکھن، ڈونگاہ۔ بنسیر، شملائی، بانڈہ مراد، درّہ ہل، ملکال گلی، کھتوڑ، گدا، بٹہ موڑی، ککڑ شنگ، کھڑلی، سیریاں، مندری، جوز، بھیڑ، سم، توت، جیسول بازار، بٹگرام خاص، کنجری، ارغشوڑی، کنواڑی، چٹہ بٹ، میرانی، بیٹھ وغیرہ کی مردوں، عورتوں اور بچوں کی تفصیل سے آبادی بتائیں؟

کیا بٹگرام تحصیل کو مراعات دی جائیں گی؟

سوال: الف......وزیر منصوبہ بندی جواب دیں کہ کیا بٹگرام تحصیل، وادئی کونش، اگرور، اور وادئی کاغان کو پسماندہ

علاقہ میں شامل کر کے، کم ترقی یافتہ علاقوں کو مراعات دی جائیں گی یا نہیں؟

(ب)......منصوبہ بندو بست اراضی، آلائی، کوہستان، سوات، دیر، چترال پر کب عمل شروع ہوگا؟

شاہراہِ ریشم کا معاوضہ ادا کیا گیا ہے یا نہیں؟

سوالات:

(الف)...... میں وزیر دفاع سے پوچھتا ہوں کہ شاہراہِ ریشم کی تعمیر کے تحت آنے والی زمینوں اور مکانوں کا معاوضہ حویلیاں سے ہربن انڈس وادئ کوہستان تک مالکان کو ادا کیا گیا ہے یا نہیں؟

(ب)......کتنا ادا ہوا ہے اور کتنا باقی ہے؟ بقایا کی ادائیگی کب تک ہوگی؟

(ج)......اس سڑک کی تعمیر میں کام کرتے ہوئے کتنے مزدور فوت ہوئے؟ فی مزدور ایک جان کا کتنا معاوضہ ادا کیا گیا ہے؟

(د)...... ۱۲، یا ۱۳، مئی ۱۹۷۳ء کو پولیس چوکی چانجل کے موڑ پر فوجی ٹرک مزدوروں سمیت تباہ ہوا اس میں کتنی جانیں ضائع ہوئیں؟ کیا ان کے لواحقین کو معاوضہ دیا گیا ہے؟

(ھ)...... بھارت میں قید بہت سے لوگوں کی تنخواہیں ان کے لواحقین کو کیوں نہیں ادا کی جاتیں؟

کیا تربیلہ ڈیم سے متأثرہ بعض دیہات کا معاوضہ تشخیص ہوگا؟

سوال: (الف)......میں وزیر تعمیرات سے پوچھتا ہوں کہ آیا تربیلہ ڈیم کی زد میں آنے والے دربند سے ملحقہ آزاد قبائلی علاقوں مداخیل، حسن زئی وغیرہ میں کون کون سے دیہات متأثر ہوئے ہیں؟

(ب)......ڈیم میں کن کن دیہات کے مکانات اور زمینوں کا معاوضہ تشخیص ہوا؟ جو تشخیص نہیں ہوا کیا اس کی تشخیص کرانے کے لئے جلد اقدام ہو جائے گا؟

جولا گے خوڑ سے نہر کب نکالی جائے گی؟

سوالات:

(الف)......میں وزیر قدرتی وسائل وبجلی سے پوچھتا ہوں وہ بتائیں گے کہ کیا واپڈا، چھتر پلین، درّہ ٹکری، نندھاڑ، اور وادئ اگرور کی ہزاروں ایکڑ زمین کو زرخیز بنانے کے لئے مقام جولا گے خوڑ ھِل سے نہر نکالنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب)...... اگر نہیں تو یہ فیصلہ سروے کے بعد ہوا ہے یا بغیر سروے کے۔ اگر سروے کے بعد ہوا ہے تو اس کی

رپورٹ عوام کے سامنے لا سکتے ہیں؟ نیز مانسہرہ تحصیل کو سیراب کرنے کے لئے پارس کے مقام سے دریائے کنہار پر کب بند باندھا جائے گا؟

(ج)......بٹگرام سب ڈویژن میں بجلی کی سپلائی کے لئے ابتدائی سروے کتنے اور کن کن دیہات کا کیا گیا ہے؟ اگر سروے نہیں ہوا تو اس کی کیا وجہ ہے؟ جبکہ سال ۷۲۔۱۹۷۱ء میں چیف انجینئر زپشاور نے اس علاقہ کی فہرست طلب کی تھی کیا ۷۴۔۱۹۷۳ء میں ابتدائی سروے ہو جائے گا؟

(د)......کیا بٹگرام سب ڈویژن جس کا رقبہ اور آبادی ضلع ہزارہ سے زیادہ ہے اس کے لئے بجلی کی جو لائن بچھائی گئی ہے اس کے وولٹیج (یعنی طاقت) بڑھا کر ایک ضلع کی ضرورت پوری کی جائے گی؟

بٹگرام میں ٹیلی فون، تارگھر اور ڈاک خانہ کے لئے عمارتیں کب تیار ہوں گی؟

سوالات:

(الف)...... میں وزیر مواصلات سے پوچھتا ہوں وہ ارشاد فرماویں کہ بٹگرام سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر میں ٹیلیفون، تارگھر، اور ڈاک خانہ کے لئے عمارتیں کب تیار ہوں گی؟

(ب)......بٹگرام سب ڈویژن کے لئے ٹیلی فون کا نظام ہمیشہ کیوں خراب رہتا ہے؟

(ج)...... ٹیلی فون ایکسچینج کی حالت درست رکھنے کے لئے لائن مینوں کا تقرر کیوں نہیں ہوا؟ یہ تقرر کب ہوگا؟

ٹکری، دیشان، جیسول وغیرہ کو بجلی کب پہنچائی جائے گی؟

سوال:......کیا وزیر بجلی بتائیں گے کہ تحصیل بٹگرام کے درّہ ٹکری، دیشان، جیسول، کنگڑشنگ، بٹہ موڑی بنسیر وغیرہ تک بجلی کب پہنچائی جائے گی؟

اسی طرح بالاکوٹ تحصیل اور مانسہرہ کے درج ذیل مقامات، جاگیر، بسیاں، ترنہ، بت سیر، نوکوٹ، جسہ، بٹکرڑ، حسام آباد کو کب بجلی فراہم کی جائے گی؟ نیز تحصیل بٹگرام و مانسہرہ کے جن دیہات میں بجلی منظور ہوگئی ہے، وہاں میٹر کیوں نہیں سپلائی کئے جاتے؟

چھپر گرام، پھگوڑہ وغیرہ کو میٹر کیوں نہیں دیئے جاتے؟

سوال: (الف......وزیر بجلی مجھے بتائیں کہ ضلع ہزارہ کے مندرجہ ذیل مقامات پر کتنے میٹر کب منظور ہوئے؟ مانسہرہ اوگی اور ملحقہ دیہات، پھگوڑہ، چھپر گرام، تمائی، حاجی میرا (اجمیرا)۔

(ب) یہ منظور شدہ میٹرز صارفین کو تقسیم کیوں نہیں کئے جاتے ؟

مولانا مرحوم کا وزیر مواصلات سے ضمنی سوال

جناب والا:

یہ جو آپ نے جواب میں فرمایا ہے کہ واپڈا کی طرف سے میٹر مہیا کرنے میں تاخیر ہوئی تھی، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مانسہرہ سرکل میں میٹر موجود ہیں، اور رشوت نہ دینے کی وجہ سے تقسیم نہیں ہو رہے؟ وہاں ایس، ڈی، او اور نچلے درجے کے افسروں کی دھاندلی ہے، وہ محکمے اور مرکزی حکومت کو بدنام کر رہے ہیں۔

جتوئی صاحب: وزیر مواصلات کا جواب:

اگر ایسا معاملہ ہے تو آپ ہمیں بتائیں، ہم انکوائری کریں گے، اور ان کو سزا دیں گے۔

بجلی کا بل بٹگرام میں کیوں وصول نہیں کیا جاتا؟

سوال:...... میں وزیر بجلی سے پوچھتا ہوں وہ از راہ کرم ارشاد فرمائیں کہ بٹگرام سب ڈویژن کے باشندے بجلی کا بل بٹگرام میں کیوں نہیں ادا کر سکتے؟ بلوں کی ادائیگی کے لئے بٹل اور مانسہرہ تک بل سے تین چار گنا زیادہ آمد و رفت کا خرچہ غریب عوام پر کیوں ڈالا جاتا ہے؟ جب کہ بٹگرام میں بینک موجود ہے۔

بٹگرام کو ضلع کا درجہ دیا جائے، اور اس کے تمام دیہات کو بجلی پہنچائی جائے

جناب سپیکر:......ون یونٹ کے زمانہ میں بٹگرام کو ضلع بنانے کی تجویز تھی اُس وقت کے وزیر مال غلام سرور نے اسمبلی میں باقاعدہ یہ قرارداد پیش کرائی تھی، اور بعد ازاں صوبہ سرحد کی حکومت نے بھی دو دفعہ وعدہ کیا تھا۔ لہٰذا! میں جناب کے ذریعہ سے اپنی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ بٹگرام کو اُس کے رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے مستقل ضلع بنا دیا جائے۔

نیز ساڑھے آٹھ ہزار مربع میل اور سات لاکھ کی اس آبادی کے لئے بجلی کی مقدار میں بھی اضافہ کیا جائے۔ اور تمام دیہاتوں اور علاقوں کو بجلی پہنچائی جائے۔

نوٹ: مولانا مرحوم نے اپنے علاقے کی آواز بن کر زوردار انداز میں قومی اسمبلی کے اندر سوالات اٹھائے، اور اخباری بیانات، اور ذاتی ملاقاتوں کے ذریعے سے ارباب اختیار کو اس کی طرف متوجہ کیا جس کے بدولت آج الحمد للہ بٹگرام ضلع بھی ہے، اور وہ تمام بنیادی سہولتیں بھی موجود ہیں، بجلی بھی گاؤں گاؤں پہنچ چکی ہے، سڑکیں بھی تعمیر ہو چکی ہیں، بٹگرام کی

اتنی خدمت کوئی اور نہیں کر سکا جو حضرت مولانا مرحوم نے کی لیکن برا ہو معاندین کا کہ وہ اُس وقت بھی حضرت مولانا مرحوم کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے اور آج بھی اس سے باز نہیں آتے۔ اللہ ہی ان سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

ایبٹ آباد میں ریڈیو اسٹیشن کب قائم کیا جائے گا؟

سوال:...... کیا وزیر اطلاعات ونشریات ارشاد فرمائیں گے کہ ضلع ہزارہ میں ایبٹ آباد کے مقام پر ریڈیو اسٹیشن کب تک قائم کیا جائے گا؟

ایبٹ آباد میں پاسپورٹ آفس کب تک قائم ہوگا؟

سوال: (الف) ......وزیر داخلہ سے پوچھتا ہوں وہ بتائیں کہ ضلع ہزارہ کے لئے ایبٹ آباد میں پاسپورٹ آفس کب تک قائم کیا جائے گا۔

(ب) ......عوامی مطالبے اور احتجاجوں کے باوجود اس معالمے میں اب تک اس علاقے کو نظرانداز کرنے کی کیا وجہ ہے؟

دگنی فیس جمع کرانے والوں کو پاسپورٹ تاخیر سے کیوں دیئے جاتے ہیں؟

سوال:...... کیا وزیر داخلہ ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ حقیقت ہے کہ دوگنی فیس جمع کرانے کے باوجود پاسپورٹ کے لئے درخواستیں دینے والے افراد کو مقررہ تاریخ سے چھے یا سات ماہ بعد پاسپورٹ دیئے جاتے ہیں؟

کیا ہزارہ میں سوئی گیس سپلائی کی جائے گی؟

سوال:...... میں وزیر بجلی سے پوچھتا ہوں کہ کیا ضلع ہزارہ میں ہری پور، حویلیاں، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور بٹگرام تک سوئی گیس کی سپلائی کی جائے گی؟

نوٹ:...... مولانا مرحوم کے اس سوال کا جواب وزیر قدرتی وسائل کی عدم موجودگی کی وجہ سے وزیر مواصلات نے دیا۔ جس پر مولانا مرحوم نے اس سے چند ضمنی سوالات کئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:...... جناب والا! میرے سوال کی ب جز میں جن مقامات کا ذکر کیا گیا ہے ان کی آبادی بھی کافی ہے اور وہاں کارخانے اور فیکٹریاں بھی موجود ہیں، اس کے علاوہ وہاں سرکاری ذخائر بھی وافر مقدار میں ہیں، وہاں سوئی گیس کیوں نہیں مہیا کی گئی؟

غلام مصطفی جتوئی:...... میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ معاشی وجوہات کی بناء پر نہیں کیا گیا۔ ان علاقوں کے لئے

کافی خرچہ کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:......خرچہ تو سارے ملک میں سوئی گیس کی تقسیم پر ہوتا ہے،بغیر خرچہ کے تو کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔

غلام مصطفی جتوئی :......وہاں سوئی گیس لے جانے کے لئے کوئی جسٹیفکیشن (Justification) ہونی چاہئے۔اگر وہاں زیادہ فیکٹریاں ہوئیں تو خرچہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:......ان قصبات میں ایسے علاقہ جات شامل ہیں جن میں فیکٹریاں اور کارخانے موجود ہیں۔ایبٹ آباد ٹیکسٹائل ملز،سوات ٹیکسٹائل ملز، ہری پور ٹیکسٹائل ملز، ہری پور جیل،حویلیاں کی فیکٹریاں، ماچس اور لکڑی کے کارخانے،موجود ہیں،اور شائد مزید فیکٹریاں اور کارخانے بھی لگائے جائیں گے۔وہاں کی آبادی تینتیس (۳۳) لاکھ ہے، اس لئے وہاں گیس کی ضرورت ہے۔

غلام مصطفی جتوئی :...... یہ ضروری نہیں کہ ہر کارخانہ کو سوئی گیس مہیّا کی جائے۔جب بھی یہ محسوس کیا گیا کہ وہاں سوئی گیس لے جانا ضروری ہے،تو گیس لے جائی جائے گی۔ویسے ضلع ہزارہ کا منصوبہ حکومت کے ذہن میں ہے،اور اس کی طرف توجہ دی جارہی ہے۔

کیا ہزارہ میں معدنیات کی تلاش کے لئے منصوبے بنائے گئے ہیں؟

سوال : (الف)......وزیر قدرتی وسائل وبجلی جواب دیں کہ ضلع ہزارہ میں پائی جانے والی معدنیات کی تلاش کے لئے منصوبے بنائے گئے ہیں؟ کیا وزیر موصوف ان منصوبوں کی تفصیل بتائیں گے؟

(ب)......آیا یہ حقیقت ہے کہ ضلع ہزارہ میں عام طور پر نماز مغرب کے بعد سے لے کر رات کے گیارہ بجے تک بجلی بند رہتی ہے،اور اس طرح طلباء کی تعلیمی اور دوسری گھریلو مصروفیات متأثر ہوتی ہیں۔اگر یہ صحیح ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ کیا حکومت اس شکایت کو رفع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پنجاب سے ہزارہ میں آٹا لیجانے کی اجازت کیوں نہیں؟

سوال:(الف)......وزیر خوراک برائے کرم جواب دیں کہ ضلع ہزارہ میں پنجاب سے آٹا لیجانے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟

(ب)......کیا ضلع ہزارہ میں پیدا ہونے والی مکئی کی برآمد کی اجازت ہے؟

نوٹ: مولانا عبدالحکیمؒ نے قومی اسمبلی میں تحریک التواء پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ضلع ہزارہ میں گندم ،آٹااور دوسرے اجناس کی قلت ہے ،اور یہ قلت اس لئے پیدا ہوئی کہ پنجاب اور سرحد کی حکومتوں نے اجناس کی فراہمی پر پابندی لگا دی ۔اس سے 27،لاکھ انسان مشکل میں مبتلا ہیں ۔انہیں قحط سالی سے بچایا جائے ۔چار پانچ ماہ ہو گئے ہیں کہ ضلع ہزارہ کے پُرامن شہری چیخ و پکار کر رہے ہیں ،اور میرے علاوہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے بھی قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ بار بار اٹھایا ہے ۔

عوامی جلسوں کی قرار دادیں ،مطالبات اور اخباری بیانات سے کام نہ بننے کے بعد اب عوام مایوسی کے عالم میں افرا تفری میں مبتلا ہو گئے ہیں ۔مولانا نے کہا کہ ضلع ہزارہ دوسرے علاقوں کے درمیان ہے ،اس لئے یہاں سمگلنگ کا خطرہ نہیں ہوسکتا ۔جمعیت علماء اسلام کے مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی مولانا عبدالحکیمؒ کے موقف کی حمایت کی ۔

اس کے جواب میں گورنر پنجاب ملک غلام مصطفےٰ کھر اور وزیر قانون نے قومی اسمبلی میں یقین دلایا کہ گندم ٹرکوں کے ذریعہ پنجاب سے صوبہ سرحد کے ضلع ہزارہ لیجانے پر پابندی ختم کر دی جائے گی ۔ملک غلام مصطفےٰ کھر نے کہا کہ دوسرے صوبوں کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے پنجاب جو کچھ کر سکتا ہے کرے گا ۔بعض پابندیاں سمگلنگ کی روک تھام کے لئے لگائی گئی تھیں ۔انہوں نے کہا کہ وہ اپنے وزیر خوراک سے بات کریں گے ۔

مرکزی وزیر قانون مسٹر پیرزادہ نے کہا کہ اجناس کی نقل وحمل حکومت کی سطح پر ہوسکتی ہے تا کہ سمگلنگ کی روک تھام ہو سکے ۔گورنر پنجاب اور وزیر قانون کی یقین دھانیوں پر مولانا عبدالحکیم نے تحریک التواء واپس لے لی ۔

ضلع ہزارہ کے غریب عوام کو کیمیاوی کھاد کیوں نہیں ملتی؟

سوالات

(الف)...... میں وزیر موصوف سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ تحصیل بٹگرام و مانسہرہ کے غریب عوام کو کیمیاوی کھاد نہیں ملتی؟ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ کھاد چور بازاری سے فروخت کی جاتی ہے ،اس کے انسداد کے لئے حکومت کی طرف سے کیا تدابیر اختیار کی گئیں ہیں ۔نیز غریب عوام کو کنٹرول ریٹ پر کھاد کی فراہمی کا کیا انتظام ہے؟

(ب): کیا ضلع ہزارہ میں تحصیل بٹگرام و مانسہرہ کے علاقے کم ترقی یافتہ علاقوں کی فہرست میں شامل رہیں گے؟

کیا ہزارہ کے لئے ریلوے انجینئروں کا کوٹہ مقرر کیا گیا ہے؟

سوال:...... کیا وزیر مواصلات بتائیں گے کہ پسماندگی کی بنا پر ضلع ہزارہ کے لئے ریلوے انجینئروں کی تقرری میں کوئی کوٹہ مقرر کیا گیا ہے؟

ہزارہ میں بلیک کی روک تھام کیوں نہیں کی جاتی؟

سوال:...... میں وزیر خوراک سے پوچھتا ہوں کہ ضلع ہزارہ میں ایسا آٹا جو انسانوں کی خوراک کے قابل نہیں ہوتا سپلائی کیا جاتا ہے، اور اچھا آٹا بلیک ہو رہا ہے۔ کیا آٹا اور باقی ضروری اشیاء کی بلیک کی روک تھام ہو سکتی ہے؟

حویلیاں تا گڑھی ریلوے لائن کب بچھائی جائے گی؟

سوال:...... کیا وزیر مواصلات جواب دیں گے کہ حویلیاں سے گڑھی حبیب اللہ تک ریلوے لائن بچھانے کے منصوبے پر عمل کب شروع ہوگا؟

(ب):...... ایبٹ آباد میں ریلوے سکول کو کیوں بند کیا گیا ہے؟ کیا اس کے دوبارہ اجراء کا ارادہ ہے؟

کراچی تا حویلیاں سپیشل بوگیاں کیوں نہیں لگائی جاتیں؟

سوال:...... ضلع ہزارہ کی غریب عوام کی سہولت کے لئے خیبر میل، کوئٹہ ایکسپریس، چناب ایکسپریس اور تیز رو کے ساتھ حویلیاں کے لئے دو ڈبے لگانے کا عوامی مطالبہ کیوں نہیں پورا کیا جاتا؟ کیا عوامی ضرورت کا یہ مطالبہ پورا کیا جائے گا؟ حالانکہ ضلع ہزارہ کوہستان، گلگت، بٹگرام وغیرہ علاقوں سے تین چار لاکھ مزدور اور غریب لوگ جو کراچی جاتے ہیں تو بوگیاں نہ ہونے کی وجہ سے راولپنڈی ریلوے سٹیشن پر ایک ایک آدمی سے روپے، پیسے چھین لئے جاتے ہیں۔ اور بیشتر لوگ بستر وغیرہ بیچ جاتے ہیں اس لئے ان بوگیوں کو لگانا ضروری ہے۔ کیا آپ انتظام کریں گے؟

جواب: از وزیر موصوف:...... جی ہاں بوقت ضرورت ایسا کریں گے۔

جنگلات کو بچانے کے لئے کونسے اقدامات کئے گئے ہیں؟

سوالات:

(الف)...... میں وزیر تجارت سے پوچھتا ہوں وہ بتائیں کہ ضلع ہزارہ میں کن کن مقامات پر جنگلات لگانے کی اسکیم شروع ہے؟

(ب)...... موجودہ جنگلات کو تباہی سے بچانے کے لئے کون سے اقدامات کئے گئے ہیں؟

(ج)...... کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پچاس فیصد جنگلات ختم ہو گئے، اور ایک فیصد اضافہ نہیں ہوا؟

(د)...... تحفظ حیوانات کے منصوبے میں ضلع ہزارہ میں بھیڑوں، بکریوں کی افزائش اور محفوظ چراگاہوں کا انتظام کیا جائے گا؟

تحصیل بٹگرام و دیگر مقامات پر لکڑی کی مصنوعات کے مراکز بنائے جائیں گے؟

سوال: (الف)...... وزیر صنعت جواب دیں کہ صنعتی مصنوعات کو فروغ دینے کے لئے تحصیل بٹگرام سب ڈویژن وادئی کاغان، وادئی اگرور، وادئی چھتر پلین کے مقامات پر لکڑی کی مصنوعات کے مراکز بنائے جائیں گے؟

(ب)...... صنعتی پیداوار کے فروغ کے لئے ضلع ہزارہ کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے؟

ہزارہ میں ٹیکسٹائل ملز اور مختلف مصنوعات کے کارخانے کب قائم کئے جائیں گے؟

سوال:...... کیا وزیر خزانہ بتائیں گے کہ ضلع ہزارہ میں ٹیکسٹائل ملز، پتھر کی مصنوعات کے کارخانے ،لکڑی کی مصنوعات ،گنہ کی فیکٹریاں، قائم کرنے کا منصوبہ ہے؟ اگر ہے تو یہ کب تک قائم ہو سکیں گے؟

ہزارہ کے کتنے مفرور روپوش ہیں؟

سوالات:

(الف)...... کیا وزیر شعبۂ داخلہ بتائیں گے کہ ضلع ہزارہ سے کتنے افراد مفرور ہو کر روپوش ہوئے ہیں؟

(ب): ...... ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹگرام میں اُجرتی قاتلوں کے وحشتناک ہاتھوں سے قتل ہونیوالے افراد کے نام اور تعداد بتائیں؟

(ج):...... وفاقی جمعیۃ فورس میں بٹگرام سب ڈویژن، مانسہرہ تحصیل، ایبٹ آباد اور ہری پور سے کتنی نفری رکھی گئی ہے؟ تفصیل وار بتائیں۔

صوبہ سرحد کی شہری منصوبہ بندی کس طرح کی گئی ہے؟

سوالات

(الف):...... میں وزیر زراعت سے پوچھتا ہوں کہ صوبہ سرحد کی شہری منصوبہ بندی کس طرح کی گئی ہے؟

(ب)...... زرعی دیہات کی منصوبہ بندی میں ضلع ہزارہ ،سوات، دیر، چترال، سے کن کن دیہات کو منصوبے میں شامل کیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کب شامل کیا جائے گا؟

(ج)...... دیہی علاقوں میں شہری ترقی کے لئے مرکزی اور صوبائی اداروں نے کون کون سے رابطے پیدا کئے ہیں؟

(د)...... علاقائی اور ترقیاتی پراجیکٹ اسکیم کے تحت ضلع ہزارہ میں کتنے اور کہاں ترقیاتی پراجیکٹ ترتیب دیئے گئے ہیں۔ تفصیل سے بتائیں؟

صوبہ سرحد میں معدنی ذخائر کے لئے کیا انتظام ہے؟

سوال:...... وزیر شعبہ کا بینہ ارشاد فرمائیں کہ قومی اقتصادی کونسل نے صوبہ سرحد کے شمالی اضلاع ہزارہ، سوات، دیر، اور چترال کی پسماندگی دور کرنے کے لئے اور وہاں کے معدنی ذخائر، جنگلات اور دوسرے وسائل جو پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لئے اہمیت رکھتے ہیں، ان سے فائدہ اٹھانے کا کیا فیصلہ کیا ہے؟ گورنر کانفرنس میں اس کے بارے میں طے شدہ طریق کار بتا سکتے ہیں؟

صوبہ سرحد کے بعض اضلاع میں راشن کی رسد کا انتظام ناقص ہے

صوبہ سرحد کے بعض اضلاع میں راشن کی رسد کے ناقص انتظام اور راشن کارڈوں کی عدم تقسیم کے بارے میں جب حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے سوالات اٹھائے تو وزیر خوراک کی عدم موجودگی کے باعث ایک دوسرے وزیر نے گول مول سے جوابات دیئے جس پر مولانا مرحوم نے ضمنی سوالات کئے:

ضمنی سوال: مولانا عبدالحکیمؒ:......جناب والا وزیر خوراک بدقسمتی سے نہیں ہیں اور یہ حضرات ہمیں ایسے جوابات دیتے ہیں جن سے نہ ہماری تسلّی ہوتی ہے، اور نہ ہی یہ حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اور پھر ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ اس ہاؤس میں فرمایا ہے یہ بالکل غلط ہے، میں اس پر احتجاج کرتا ہوں۔

کیا وزیر خوراک رئیسانی صاحب نے سوات اور چترال،، ہزارہ اور ریاست دیر کے علاقوں کا دورہ کیا ہے؟ اور راشن کارڈوں کا پتہ کیا ہے؟ مجھے جواب دیں۔

مسٹر سپیکر:......سوال آپ کا کیا ہے؟ یہ سوال ہے کہ وزیروں نے یہاں کا دورہ کیا ہے کہ نہیں؟

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:......جناب والا غریب عوام کو کچھ نہیں مل رہا ہے۔

مسٹر سپیکر:......وہ تو کہہ رہے ہیں کہ مل رہا ہے۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:......اُن کو کچھ بھی نہیں مل رہا، یہ ایسے ہی ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ان کو جواب ہی نہیں دینا چاہئے۔ جواب متعلقہ وزیر کیوں نہیں دیتے؟

مسٹر سپیکر:...... یہ ضروری نہیں ہے۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:...... بڑا ضروری ہے یا تو یہ سوال ہم سے نہ کرائے جائیں، بالکل بے مقصد جواب مل رہے ہیں۔

کیا نمک ملک سے باہر سمگل ہو رہا ہے؟

سوال: (الف) ......میں وزیر قدرتی وسائل سے پوچھتا ہوں کہ کیا پاکستان میں نمک کی کانیں ختم ہو گئیں ہیں؟ یا نمک ملک سے باہر سمگل ہو رہا ہے؟ آج کل نمک اتنا زیادہ مہنگا کیوں ہے؟

(ب)......کیا نمک کی موجودہ مہنگائی ختم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ پسماندہ دور دراز کے علاقوں میں نمک کی سپلائی کے لئے ضرورت مند افراد کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے؟ کیا اس کی وجہ چند افراد کو سرمایہ دار بنانا ہے؟

چینی مہنگی کیوں ہو رہی ہے؟

سوالات

(الف)...... کیا وزیر خوراک بتائیں گے کہ چینی دن بدن مہنگی ہو رہی ہے، کیا چینی کی بلیک اور مہنگائی روکی جا سکتی ہے؟

(ب)......اشیائے خوردنی کی ہوشربا مہنگائی کی کیا وجہ ہے؟ کیا اس وقت اشیائے خوردنی کی ملک سے باہر جانے کی وجہ افسرانِ بالا کی سازش ہے؟

مولانا مرحومؒ کو جب اس سوال کا نامکمل جواب دیا گیا تو اس پر انہوں نے ضمنی سوالات کئے جو کہ پیش خدمت ہیں۔

ضمنی سوال: مولانا عبدالحکیمؒ:......تو میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ فرما رہے ہیں، اسمگلنگ کے بارے میں کوئی سازش حکومت کے نوٹس میں نہیں ہے۔ کیا پریس میں روزانہ ایسی خبریں نہیں آتیں؟

مسٹر سپیکر:......کس سازش کی؟

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:......چینی اور دوسری اشیائے خوراک کی، اور یہ بھی کہ اسمگلروں کے ساتھ کون کون ملا ہوا ہے۔ تین ارب اور سات کروڑ روپے کی چینی کس نے اسمگل کی ہے؟

سپیکر:......آپ کا سوال یہ ہے کہ اب بھی اسمگلنگ جاری ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر مبشر حسن:......میرا خیال یہ ہے کہ اسمگلنگ جو ہے وہ جاری ہے، مگر پہلے سے کم اور سرحد میں بہت کم ہے۔ پہلے تو حکومت ملی ہوئی تھی سمگلنگ کرانے کے لئے اور اسی لئے تو اب کم ہو گئی ہے، اور انشاء اللہ آہستہ آہستہ کم ہو گی۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ:......حقیقت یہ ہے کہ اسمگلنگ کرانے والے براہ راست خود حکمران ہیں، اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

کسٹم پوسٹ پر خرد برد ہونیوالی اشیاء کے لئے کیا انتظام ہے؟

سوالات:

الف:......کیا وزیر تجارت جواب دیں گے کہ کسٹم پوسٹوں پر جو مال پکڑا جاتا ہے وہ کس کی تحویل میں، اور کس سٹور میں رکھا جاتا ہے؟

(ب)......کیا کسٹم پوسٹ پر پکڑا جانے والا مال (کپڑا، گھڑیال، موٹر کاریں وغیرہ) خرد برد ہو جاتا ہے؟ اس سے بچنے کے لئے کیا انتظامات کئے گئے ہیں؟

(ج):......کیا یہ حقیقت نہیں کہ کسٹم والے ردّی چیزیں متبادل رکھ کر اصل چیزیں خود لے لیتے ہیں، اور اس طرح حکومت کا بھاری نقصان ہوتا ہے۔

(د)......کیا کسٹم ڈیوٹی پر متعین افسروں کی رشوت خوری کو روکنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں گے؟

اس وقت پاکستان کے ذمّہ کتنا قرض ہے؟

سوال:......کیا وزیر خزانہ بتائیں گے کہ اس وقت پاکستان کے ذمّہ کل کتنا قرضہ ہے؟

(ب)...... پاکستان سالانہ کتنا سود ادا کرتا ہے۔



حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کا اپنے حلقۂ انتخاب کی ترقی کے بارے میں مختلف تجاویز اور اخباری بیانات

حضرت مولانا مرحوم نے پارلیمان کے اندر مختلف امور پر جو سوالات اٹھائے، اور علاقے کی ترقی کے لئے جو جو اقدامات اٹھائے ان کا ایک نمونہ آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں، مگر یہاں مولانا کی ممبری کے زمانے میں اپنے حلقۂ انتخاب کی ترقی کے بارے میں ان کی طرف سے پریس کانفرنسوں اور اخباری بیانات کے ذریعے سے جو مختلف تجاویز دی گئیں اور مطالبات کئے گئے اس کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

ضلع ہزارہ کے قبائلی علاقے کے عوام کو بنیادی انسانی سہولتیں مہیا کی جائیں

بڑے زمینداروں نے غریب عوام کی زندگی دشوار کر رکھی ہے: مولانا عبدالحکیم

قومی اسمبلی کے رکن اور جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا عبدالحکیم نے کہا ہے کہ ان کے حلقہ انتخاب ضلع ہزارہ کی تحصیل بٹگرام اور ملحقہ قبائلی علاقوں کے باشندے کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں، اور گذشتہ تیئس سالوں سے انہیں حق رائے دیہی استعمال کرنے سے محروم رکھا گیا ہے۔

لاہور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ قبل ازیں بی، ڈی نظام کے لئے وہاں کے نوابوں نے اپنے مخصوص حلقہ کے ووٹ بنوائے ہوئے تھے جو ان خانوں، نوابوں کے غلام کی حیثیت رکھتے تھے۔آپ نے کہا کہ اس نظام کے تحت جو لوگ بی، ڈی ممبر اور چیئرمین بنے اس میں 80، فیصد ایسے لوگ منتخب ہوئے جن کی وجہ سے وہاں تعلیمی اور اقتصادی ترقی نہ ہوسکی۔لیکن جب عوام کو ووٹ کا حق دیا گیا تو عوام نے ہر قسم کے دباؤ سے بے نیاز ہوکر اپنا ووٹ استعمال کیا۔آپ نے کہا کہ ان کے حریفوں نے بے دریغ روپیہ خرچ کیا، اور ملیشیاء طرز کی بنائی ہوئی پولیس کے ذریعے عوام پر دباؤ ڈالتے رہے، لیکن عوام نے اپنے مسائل کے حل کے لئے انہیں ووٹ دے کر کامیاب بنایا۔

آپ نے کہا کہ تحصیل بٹگرام کا بیشتر حصّہ آج تک انتظامیہ کے کنٹرول سے محروم ہے۔اور وہاں پولیس چوکیاں تک قائم نہیں ہونے دی گئیں۔ جنگلات کے مالکان کو اپنے جنگل فروخت کرنے اور آمدنی حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

بڑے بڑے علاقوں میں ترقیاتی سکیموں کوختم کر دیا گیا، دریا ندی نالوں پر جان بوجھ کر پلوں کی تعمیر کا پیسہ روکا گیا، سلسلہ مواصلات کی سہولتیں مہیا نہیں کی گئیں، چھوٹے چھوٹے مالکان کی اراضی پر سرکاری قبضہ کرنے کے بعد تا حاصل صارفہ ادا نہیں کیا گیا۔ چار پانچ لاکھ کی آبادی کے لئے صرف دوسکول بنائے گئے، اور اکثر علاقے تعلیم سے محروم ہیں۔ حفظان صحت کے لئے کوئی انتظام موجود نہیں ہے، اور بیماروں کو چار پائی پر اٹھا کر ایبٹ آباد یا راولپنڈی لانا پڑتا ہے۔ بڑے زمین داروں نے جو جیپیں رکھی ہیں اُن کا کرایہ بہت زیادہ رکھا گیا ہے۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ حکومت کی طرف سے تعلیمی وظائف، چینی، اور اناج کنٹرول ریٹ پر فروخت کرنے کے لئے ملتا تھا اس سے بھی عوام محروم رہتے ہیں۔

بٹگرام کے لوگوں کو کئی ماہ سے قحط کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

خشک سالی سے متأثر ہونے والے کسانوں کو مالیہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے: مولانا عبدالحکیم

جمعیت علماء اسلام کے مقامی سر براہ اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا عبد الحکیم نے ضلع ہزارہ کی تحصیل بٹگرام کے چھوٹے کسانوں کو موجودہ مدّت کے لئے مالیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا ہے۔ آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبد الحکیم نے کہا کہ تحصیل بٹگرام کے کئی علاقے سڑک سے ملے ہوئے نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دشواریوں کو دور کیا جائے۔

جمعیت کے لیڈر نے بٹگرام میں مکمل ہسپتال کے قیام کا مطالبہ بھی کیا اور کہا کہ عورتوں کے طبّی معائنے اور علاج کا علیحدہ انتظام کیا جانا چاہئے۔ انہوں نے بٹگرام کے علاقے میں ٹرانسپورٹ کی سہولتوں کو بہتر بنائے جانے اور وظائف کی منصفانہ تقسیم کا بھی مطالبہ کیا۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ قبائلی علاقے میں انتظامیہ کا وجود از بس ضروری ہے۔ اور اس علاقے میں پولیس کی چوکیاں قائم کی جانی چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ اس قبائلی علاقے میں انتظامیہ کا وجود ہی نہیں ہے، لہٰذا لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آلائی کے علاقے کو اقتصادی فلاح کے لئے سڑک کے ذریعے تھا کوٹ سے ملایا جانا چاہئے۔ اور تحصیل بٹگرام کے ہر علاقے میں بجلی پہنچائی جائے۔ مولانا عبدالحکیم نے تربیلہ ڈیم کے متأثرین کو خاطر خواہ معاوضہ اور پلاٹ دیئے جانے کا مطالبہ بھی کیا۔ مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ بٹگرام کے لوگوں کو خشک سالی کے سبب کئی مہینوں سے قحط کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بٹگرام کے لوگوں کو بھی سرکاری ملازمت اور ملکی ترقی میں برابر کا حصہ ملنا چاہئے۔

مانسہرہ وبٹگرام کے قبائلی علاقوں کی پسماندگی دور کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں علاقے میں تعلیم کے فروغ کے لئے کالج اور ہائی سکولوں کا قیام اشد ضروری ہے، بٹگرام کو بجلی مہیا کی جائے: مولانا عبدالحکیم

پشاور:14، فروری، سٹاف رپورٹر: جمعیت علماء اسلام کے ممتاز لیڈر اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا عبدالحکیم نے گذشتہ روز صوبائی گورنر سے ملاقات کر کے انہیں مانسہرہ اور بٹگرام کے قبائلی علاقوں کی مشکلات سے آگاہ کیا، اور اُن پر زور دیا کہ وہ وہاں پر مزارعین کی غیر قانونی بیدخلیوں کو روکنے اور غریب کسانوں سے بیگار لئے جانے پر پابندی لگانے سے متعلق ضروری اقدامات کریں۔ انہوں نے ان علاقوں کی پسماندگی کا ذکر کرتے ہوئے بٹگرام میں کالج، بٹہ موڑی میں ہائی سکول، اور شنگلی میں مڈل سکول قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

انہوں نے گورنر کو بتایا کہ علاقے میں زیر تعمیر سڑکوں کے لئے حاصل کی گئی اراضیات کا غریب کسانوں کو ابھی تک معاوضہ نہیں دیا گیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ غریب مالکان کو ان کی زمینوں کا جلد از جلد معاوضہ ادا کیا جائے۔

انہوں نے تحصیل بٹگرام کو بجلی مہیا کرنے کرنے اور وہاں چھوٹی صنعتیں قائم کرنے کا بھی مطالبہ کیا، تاکہ وہاں بیروزگاری کا خاتمہ کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ علاقے میں رسل ورسائل کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے علاقہ میں دریائے سندھ پر پُل کی تعمیر کی ضرورت ہے۔ انہوں نے تھاکوٹ سے آلائی تک سڑک بھی تعمیر کرنے کا مطالبہ کیا۔

انہوں نے گورنر کو بتایا کہ تحصیل بٹگرام میں مالیہ کی تشخیص میں زمینداروں پر زیادتیاں کی گئیں۔ بارانی اور بنجر زمینوں پر اتنا مالیہ عائد کیا گیا، جو غریب کاشتکاروں کی قوت سے باہر ہے۔ انہوں نے مالیہ کی شرح میں تخفیف کا مطالبہ کیا۔

مغربی پاکستان میں مدغم ہونے والی ریاستوں میں محصول کا نظام بہتر بنایا جائے۔ شخصی مفادات کے لئے بنائے گئے قوانین منسوخ کرنے کا مطالبہ: مولانا عبدالحکیم

ضلع ہزارہ کے قبائلی علاقہ سے قومی اسمبلی کے رکن مولانا عبدالحکیم نے مطالبہ کیا ہے کہ سابق ریاست سوات میں ریاستی قانون کو ختم کیا جائے، اور محصول ٹیکس کی وصولی فوری طور پر روک دی جائے۔ آپ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ریاست سوات پاکستان کا ایک حصہ بن چکا ہے، تاہم وہاں ابھی تک جنگل کا قانون رائج ہے، جو والئی سوات نے اپنی دولت میں اضافہ کرنے کے لئے بنایا تھا۔ اس نظام کے تحت اب بھی وہاں مویشیوں اور دیگر اشیاء کو ریاست کی حدود میں لانے اور اور ریاست کی حدود سے باہر لے جانے پر دوہرا محصول ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اور اس دوہرے ٹیکس کی وجہ سے سرحدوں پر

رہنے والے لوگ بالخصوص زیادہ پریشان ہیں جن کی روزانہ آمدورفت رہتی ہے۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ سابقہ ریاست میں جس طرح ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بھینس، گائے، بیل اور بھیڑ بکریوں کو جس وقت بھی ریاست کی حدود سے باہر لایا جائے گا، بھینس پر 20، روپے، گائے بیل پر 10، روپے، اور بھیڑ بکری پر 5، روپے محصول ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ جب یہ مویشی ریاست کی حدود میں داخل ہوں گے تو اسی شرح سے محصول کی ادائیگی کرنی پڑے گی۔

بٹگرام کے لوگوں کو ہر قسم کی زیادتی سے بچایا جائے۔

پانچ لاکھ کی آبادی کے لئے صرف دوھائی سکول قائم کئے گئے ہیں: مولانا عبدالحکیم

جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے ممتاز لیڈر اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا عبدالحکیم نے تحصیل بٹگرام اور اس سے ملحقہ قبائلی علاقوں کے عوام کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کی روک تھام کا مطالبہ کیا ہے۔

گذشتہ روز ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ اس علاقے سے جو لوگ بی، ڈی نظام کے تحت منتخب ہوئے تھے انہوں نے بھی کچھ نہیں کیا، جس کی وجہ سے عوام گوناگوں مصائب میں پھنسے رہے۔

بہرکیف حالیہ انتخابات چونکہ آزاد فضا میں ہوئے ہیں، لہٰذا بٹگرام کے روساء تمام تر طاقت کے باوجود انتخاب نہیں جیت سکے۔ اور جب انتخابی نتیجہ سامنے آیا تو وہ ششدر رہ گئے۔

تحصیل بٹگرام کا دوتہائی علاقہ گذشتہ سترہ برس سے انتظامیہ کے کنٹرول سے محروم ہے۔ اور وہاں پولیس چوکیاں قائم نہیں ہونے دی گئیں، ترقیاتی منصوبوں کو پس پشت ڈالا جاتا رہا۔ اور چھوٹے مالکان کو ان اراضی کا معاوضہ ادا نہیں کیا گیا۔

اس کے علاوہ بٹگرام اور اس سے ملحقہ قبائلی علاقے میں پانچ لاکھ کی آبادی کے لئے صرف دوھائی سکول بنائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس علاقے میں اعلیٰ تعلیم اور روزگار کے مواقع موجود نہیں ہیں۔ (روزنامہ جنگ 10، فروری 1971ء)

قبائلی علاقے میں لاقانونیت اور تشدّد کا بازار گرم ہے:

قبائلی عوام روزمرّہ کی سہولتوں سے بالکل محروم ہیں: مولانا عبدالحکیم نے گورنر سرحد کو علاقے کے مسائل سے آگاہ کردیا۔

پشاور، 14، اپریل (نمائندہ آزاد) ضلع ہزارہ کے سابق قبائلی علاقہ بٹگرام سے قومی اسمبلی کے ممبر مولانا عبدالحکیم نے صوبہ سرحد کے گورنر اور متعلقہ حکام سے اپیل کی ہے کہ آلائی سے آگے کوہستان ہزارہ کے علاقہ میں نظم ونسق کے قیام اور

پولیس کی تعیناتی کے سلسلے میں فوری اقدامات کئے جائیں۔ مولانا عبدالحکیم نے کہا ہے کہ اس سابق قبائلی علاقہ کو بندوبستی علاقہ میں ضم ہوئے سولہ سال گذر چکے ہیں۔ لیکن یہاں ابھی تک سول نظم ونسق قائم نہیں ہوا، اور نہ پولیس متعین کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ بدترین جنگ وجدل، لاقانونیت اور تشدّد کا شکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ علاقہ کے خوانین لوگوں کو آپس میں لڑاتے رہتے ہیں اور آئے دن میدان کارزار گرم رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگ میں جس فریق کا پلہ بھاری ہوتا ہے تو وہ دوسرے فریق کے گھروں کو لوٹ لیتا ہے اور زبردست قتل وغارت گری ہوتی ہے۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ اس علاقہ میں نظم ونسق کا قیام اور پولیس کی تعیناتی کوئی مشکل کام نہیں ہے، کیونکہ شاہراہ قراقرم اسی علاقہ سے گذرتی ہے اور اس طرح رسل ورسائل اور مواصلات کا مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ آلائی اور بٹگرام کے علاقوں میں جہاں سول نظم ونسق قائم ہو چکا ہے وہاں بجلی، تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، ڈسپنسریوں اور مویشیوں کے شفاخانوں کی سہولتوں کا فقدان ہے۔ انہوں نے کہا کہ بٹگرام میں ایک ہسپتال کی ضرورت ہے، جبکہ انٹر کالج کی منظوری دے کر اُسے واپس لے لیا گیا ہے۔ انہوں نے اوگی، بٹل روڈ کے دونوں حصّے پختہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے مزید مطالبہ کیا کہ ضلع کونسل نے لوگوں سے جو زمینیں حاصل کی ہیں اُن کا معاوضہ جلد ادا کیا جائے۔

انہوں نے حکام کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ بعض بااثر افراد سادہ لوح غریب عوام کی زمینیں اور جنگلات کاغذات میں ردّوبدل کر کے اپنے نام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پچھلے پانچ سالہ ترقیاتی دور میں ان علاقوں میں کوئی کام نہیں ہوا، البتہ کاغذات پر بہت سے منصوبے مکمل دکھائے گئے ہیں، اور رقومات وصول کی گئیں ہیں۔ انہوں نے تحقیقات کا مطالبہ کیا، اور کہا کہ بہت سے پُل اور عمارتیں وغیرہ صرف کاغذات پر مکمل ہیں۔ متعلقہ مقامات پر ان کا نام ونشان نہیں۔

مولانا عبدالحکیم نے حکام کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی ہے کہ بااثر افراد کی طرف سے چھوٹے مالکان اراضی، غریب کاشتکاروں اور مزارعین کے خلاف اوچھے ہتھکنڈوں کا سلسلہ جاری ہے۔ انہوں نے کہا کہ مزارعین کو بے دخل کیا جا رہا ہے اور اُنہیں ہراساں کر کے بھاگنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علاقے کے بااثر افراد غریب طالب علموں کو تعلیمی وظائف بھی نہیں حاصل کرنے دیتے۔ انہوں نے بٹگرام اور دوسرے علاقوں کو فوری طور پر بجلی فراہم کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ (روزنامہ جنگ 15، اپریل 1971ء)

(نوٹ): اس طرح کے بے شمار اخباری بیانات اور مضامین علاقے کے مسائل پر حضرت مولانا مرحوم کے ریکارڈ پر موجود ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔

مولانا مرحوم کی ملکی سیاست سے کنارہ کشی

مارشل لاء کی حکومت کے دوران مولانا مرحوم پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے مگر مولانا مرحوم تمام مقدمات سے باعزت بری ہوئے، اور آپ اُن چند خوش نصیبوں میں سے تھے جو تمام الزامات سے مکھن میں سے بال کی طرح نکل گئے۔ ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد مولانا مرحوم نے ملکی سیاست سے عملی طور پر کنارہ کشی اختیار کر لی، اور آپ عملی سیاست سے الگ تھلگ رہنے لگے۔ صحت کے اعتبار سے بھی شوگر کے مرض کی زیادتی کی وجہ سے آپ کمزور پڑ گئے۔ مگر اس دور میں آپ نے مدارس اور مساجد کے قیام کی طرف بھرپور توجہ دی جس کا ذکر آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی مصروفیات کا مرکزی نقطہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کی عملی، فکری، اور ادبی آبیاری، اپنے شاگردوں، مداحوں اور تعلق داروں کی سیاسی فکری استعداد اور صلاحیت کو اجاگر کرنا اور رہنمائی کرنا رہا۔ اس کے علاوہ یہ دس بارہ سال کا عرصہ ۱۹۷۸ء تا ۱۹۹۰ء زیادہ تر بیرونی دنیا میں دین کی ترویج اور اشاعت، اور تعلقات عامہ کے لئے استعمال کیا گیا جس کے لئے آپ نے مختلف ممالک جیسے برطانیہ، امریکہ، سعودی عرب، طرابلس لیبیا، عراق، ایران، اردن اور کویت کے سفر کئے جن کا ذکر ہم آگے جا کر الگ عنوان سے کریں گے انشاء اللہ۔

اسلامی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو مختلف اوقات میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں خطوط ارسال کئے جن میں انہیں یہ مشورہ دیا گیا کہ ملک میں آرڈیننس کے ذریعے سے اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا جائے، اللہ نے آپ کو موقع عطا فرمایا ہے، اقتدار مکمل طور پر آپ کے ہاتھ میں ہے، اس لئے صرف زبانی جمع خرچ کرنے کے بجائے عملی طور پر اسلامی قوانین کے نفاذ کی طرف قدم بڑھائیں۔ اور اس کے علاوہ آپ اپنی تقاریر کے اندر بھی ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے۔ لیکن افسوس کے جنرل صاحب کے نفاذ اسلام کا دعویٰ بس دعویٰ ہی رہا، اور عملی طور پر وہ اس کے لئے کچھ بھی نہ کر سکے۔ حالانکہ وہ اسلام کے نام پر اقتدار پر قابض ہوئے تھے۔ اور اسلام کے نام پر انہوں نے ریفرنڈم بھی کروایا اور ریفرنڈم کا متن تھا۔ کیا آپ اسلام چاہتے ہیں؟ اگر اسلام چاہتے تو آئندہ پانچ سال کے لئے ضیاء الحق صدر ہوں گے۔ ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ظاہر ہے اسلام کون نہیں چاہتا، یہ تو قوم کو بیوقوف بنانے والی بات تھی، ایوب خان سے لے کر آج تک یہی ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ ریفرنڈم کے نتیجے میں مردِ مؤمن

مردحق ضیاء الحق تو آ گئے لیکن اسلام جس کے نام پر ووٹ لیا گیا تھا وہ نہ آیا۔

بذات خود جنرل صاحب دیندار تھے مگر اسلام کو بدنام کیا

جنرل ضیاء سے پہلے جتنے بھی سربراہ حکومت آئے اُن میں سے کوئی بھی دیندار نہیں تھا، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے زیادہ اسلام کا نام استعمال کیا تھا، لیکن جنرل ضیاء بذات خود دیندار شخص تھے۔ اسلامی ذہن رکھنے والے تھے۔ دین دار لوگوں سے ان کو عقیدت بھی تھی خاص طور پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بہت مداح اور عقیدت مند تھے۔ پارٹیشن سے پہلے جالندھر میں ضیاء الحق صاحب کا نکاح بھی مفتی صاحب نے ہی پڑھایا تھا۔ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ سے بھی جنرل ضیاء کو عقیدت تھی۔ اور اس وجہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کے موقع پر انہوں نے شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو فون کیا کہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ کو فلاں تاریخ میرے ہاں لے کر آئیں میری بیٹی کی شادی ہے اور نکاح حضرت عارفیؒ سے پڑھوانا ہے۔ چنانچہ مولانا تقی عثمانی صاحب حضرت عارفیؒ کو لے کر مقررہ تاریخ کو اسلام آباد پہنچے۔ اور جنرل صاحب بذات خود ائیر پورٹ پر ان کے استقبال کے لئے پہنچے ہوئے تھے، انہیں اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر اسلام آباد لائے۔ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ نے نکاح سے قبل ایک گھنٹہ تک وعظ و نصیحت کی، جس میں جنرل صاحب بمعہ وزراء اور جرنیلوں کے موجود تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے بھی ان کو عقیدت تھی، اپنا خاص نمبر ان کو دیا ہوا تھا، اور انہیں کہا ہوا تھا کہ جب بھی آپ اسلام آباد آئیں تو کھانا میرے ساتھ کھائیں گے میرے مہمان ہوں گے۔ تفسیر معارف القرآن گھر میں نمایاں جگہ پہ رکھی ہوئی تھی، اور اس کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ اتنا دین دار ہونے کے باوجود اپنے گیارہ سالہ دور اقتدار میں اسلام کا نام بے تحاشہ استعمال کرنے کے باوجود اسلام نہ لا سکے بلکہ اسلام کو بدیں معنیٰ بدنام کیا کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ بس اسلام یہی ہے جو ضیاء صاحب کے دور میں ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں اسلام کے نام پر ایک کانفرنس رکھی ہوئی تھی حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بھی اس کانفرنس میں شریک تھے، شوگر کی وجہ سے پاؤں میں زخم تھا، میں نے مولانا سے خود سنا آپ نے فرمایا کہ پروگرام کے اختتام پر ضیاء صاحب بذات خود میرے پاس تشریف لائے خیریت دریافت کی، میں نے کہا جنرل صاحب آپ کا اسلام کب اسلام آباد پہنچے گا۔ اسلام اسلام کرتے ہوئے آپ نے اتنا عرصہ گزار دیا اللہ نے آپ کو بہترین موقعہ عطا فرمایا ہے آپ آرڈیننس کے ذریعہ اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان فرمادیں۔ فرمانے لگے مولانا دعاء فرمائیں۔ اگر اسلام آجاتا تو قوم اسلام کی برکات سے محظوظ ہوجاتی، اور جنرل صاحب ہمیشہ کے لئے سرخرو ہوجاتے، مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا اسلام تو نہ آیا البتہ اسلام کے نام پر گیارہ سال تک جنرل صاحب اقتدار پر ضرور قابض رہے۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے عالمی اسفار اور اصلاحی و تبلیغی دورے

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے مختلف ممالک کے سفر کئے جن میں حج اور عمرے کے سفر سرفہرست ہیں۔ مولانا مرحوم کو حج اور عمرہ کے لئے حرمین شریفین کی حاضری کا ایک جنون کی حد تک لگاؤ تھا، اور وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ حرمین شریفین کی زیارت کی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ اور جب اللہ کے گھر میں حاضری ہوتی تو باوجود شوگر کی بیماری کے آپ روزانہ کی بنیاد پر دس بارہ طواف فرماتے تھے، اور روضہ اقدس پر حاضری بھی ایک عشق کی حد تک بڑھی ہوئی تھی۔

پہلا سفر حج: آپ نے پہلا حج اپریل ۱۹۵۸ء میں بذریعہ بحری جہاز کیا، اور جولائی ۱۹۵۸ء کو اس سفر سے واپسی ہوئی۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا، اور آپ نے کئی حج اور عمرے کئے۔

دوسرا سفر حج: حج وفد کے ساتھ ۸ جنوری ۱۹۷۳ء کو ہوا، اور ۲۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو واپسی ہوئی۔

تیسرا سفر حج: سرکاری حج وفد کے ساتھ کراچی سے ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ہوا، اُس وقت کے سعودی سفیر الشیخ ریاض الخطیب نے بذات خود مولانا مرحوم کے پاسپورٹ پر اندراجات کئے، اور ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء کو کراچی واپسی ہوئی۔

چوتھا سفر حج: آپ کا چوتھا سفر حج بھی سرکاری حج وفد کے ساتھ کراچی سے ۱۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو شروع ہوا، اور ۶ جنوری ۱۹۷۵ء کو واپسی ہوئی۔

ادائیگی عمرہ کے لئے آپ کے سفر

آپ ۲۹ اگست ۱۹۷۷ء کو کراچی سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے، اور ۱۰، اکتوبر ۱۹۷۷ء کو کراچی واپسی ہوئی۔

☆ ۳، اگست ۱۹۸۰ء کو آپ نے عمرہ کے لئے سفر فرمایا۔

☆ ۱۹، جولائی ۱۹۸۱ء کو آپ نے عمرہ کے لئے سفر فرمایا۔

☆ ۲۵، جنوری ۱۹۸۲ء کو لندن سے واپسی پر آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔

☆ ۷، اپریل ۱۹۸۳ء کو آپ اسلام آباد سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔

☆ یکم مئی ۱۹۸۴ء کو آپ ایران تشریف لے گئے اور واپسی پر عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا اور ۱۸، مئی ۱۹۸۴ء کو عمرہ سے واپسی ہوئی۔

☆ ۸، اپریل ۱۹۸۵ء کو آپ عمرہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۷، اپریل ۱۹۸۵ء کو واپسی ہوئی۔

☆ ۱۳، مئی ۱۹۸۸ء کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے آپ سعودی عرب تشریف لے گئے۔

☆ اور آخری سفر عمرہ کے لئے آپ کی وفات سے صرف پانچ ماہ قبل ہوا جب آپ نے امریکہ دوسری بار مرتبہ بسلسلہ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۸ اگست ۱۹۹۰ء کو سفر فرمایا اور امریکہ کے اس سفر سے جب واپس تشریف لا رہے تھے، تو واپسی پر عمرہ ادا کرتے ہوئے ۱۸ ستمبر ۱۹۹۰ء کو وطن واپس تشریف لائے۔

لیبیا کا سفر:

سعودی عرب کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم کئی بار مختلف کانفرنسوں میں شرکت کے لئے لیبیا تشریف لے گئے۔ آپ نے جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ کی منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے ۱۱، اگست ۱۹۸۲ء کو لیبیا کا سفر کیا۔

☆ ۱۵، ستمبر ۱۹۸۶ء کو جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ کی منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے آپ نے جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ کی دعوت پر طرابلس لیبیا کا سفر کیا، اور کانفرنس میں شرکت کے بعد اس سفر سے آپ کی واپسی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔

☆ مورخہ ۳، اگست ۱۹۸۸ء کو جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ کی دعوت پر طرابلس لیبیا کا تیسری مرتبہ آپ نے سفر فرمایا۔

ایران و عراق کا سفر

عراق کا سفر بھی کئی بار ہوا، جہاں عرب شیوخ بڑی توجہ سے حضرت مولانا کی بات سنتے تھے، اور اسے اہمیت دیتے تھے، اور حضرت مولانا کا بھی ان کے ساتھ انتہائی عزت و احترام کا رشتہ تھا، ایران و عراق جنگ کے دوران اس جنگ کے خاتمہ کے لئے جو وفد پاکستان سے دونوں ملکوں کو روانہ ہوا اس میں حضرت مولانا کو شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، جہاں انہوں نے دونوں ملکوں کے اعلیٰ اختیاراتی عملہ کے ساتھ جنگ کے خاتمہ اور صلح کے موضوع پر گفتگو کی۔

☆ بین الاقوامی امن کانفرنس منعقدہ بغداد میں شرکت کے لئے آپ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۸۳ء کو بغداد تشریف لے گئے اور ۲۳ اپریل ۱۹۸۳ء کو اس سفر سے واپسی ہوئی۔

☆ یکم مئی ۱۹۸۴ء کو آپ بین الاقوامی ائمہ و خطباء اسلام کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تہران ایران تشریف لے گئے جو ایران کے شہر تہران میں منعقد کی گئی تھی۔

☆ ۲۰، اپریل ۱۹۸۵ء کو آپ نے دوبارہ عراق کا سفر کیا، اور اس سفر سے واپسی ۲۸، اپریل ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔
☆ ۷، جون ۱۹۹۰ء کو عراق میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس برائے یکجہتی میں شرکت کے لئے آپ بغداد تشریف لے گئے۔

امریکہ کا سفر

حضرت مولانا مرحوم نے ۴ نومبر ۱۹۸۶ء کو امریکہ کے لئے ایک سالہ ویزہ حاصل کیا مگر پھر مصروفیات کی وجہ سے یہ سفر نہ کر سکے۔اور پھر آپ کا پہلا سفر امریکہ کے لئے بسلسلہ جلسہ سیرت النبی ﷺ ۳، مارچ ۱۹۸۹ء کو واشنگٹن میری لینڈ ورجینا سٹیٹ کے لئے ہوا۔سیرت النبی ﷺ کی یہ کانفرنس مری لینڈ واشنگٹن ،ڈی ،سی میں منعقد ہوئی۔اس سفر میں آپ کے داماد حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحبؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔کانفرنس سے خطاب کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی دینی اجتماعات سے خطاب کیا ،اور وائس آف امریکہ کے پروگرام اسلام امریکہ میں آپ کا اور قاری صاحب کا انٹریو بھی نشر ہوا، اور حضرت مولانا کے خطاب کی جھلکیاں بھی نشر کی گئیں تھیں جو میں نے اس وقت برائے راست ریڈیو پر سنیں تھیں۔ حضرت قاری صاحب مرحوم نے بھی اس کانفرنس کے اندر تلاوت کلام پاک فرمائی تھی۔

☆ آپ کے وعظ ونصیحت کے انداز سے وہاں کے مسلمان بہت متأثر ہوئے اور دوسرے سال پھر آپ کو سیرت کے جلسہ میں مدعو کیا گیا اور آپ امریکہ دوسری بار ۱۸، اگست ۱۹۹۰ء کو بسلسلہ جلسہ سیرت النبی ﷺ تشریف لے گئے، اور واپسی پر عمرہ کرتے ہوئے پاکستان واپس آئے، اور یہ آپ کی زندگی کا آخری سفر ثابت ہوا۔

برطانیہ کا سفر

حضرت مولانا مرحوم نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ممبر اسمبلی منتخب ہو جانے کے بعد ہزارہ ،کشمیر میں بالخصوص اور پورے ملک میں بالعموم جو تعلیمی ،سماجی ،فلاحی اور تبلیغی کارہائے نمایاں انجام دیئے ان خدمات کے اعتراف کے طور پر برطانیہ میں مقیم آزاد کشمیر کے غیور نوجوانوں کی تنظیم ایجوکیشن سوسائٹی آف یو کے، کے صدر حاجی محمد خان آف کوٹلی ، اور جنرل سیکرٹری چوہدری صابر حسین صاحب آف میر پور کی طرف سے دورۂ یورپ کی دعوت دی گئی۔ان مخلص دوستوں کے بار بار اصرار پر آپ نے ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے ۲۳، اگست ۱۹۸۱ء کو برطانیہ کا سفر کیا۔

ابتدائی پروگرام صرف ایک ماہ کا تھا اور واپسی پر حج کرتے ہوئے وطن لوٹنے کا پروگرام تھا لیکن برطانیہ جانے کے بعد وہاں کے علمائے کرام بالخصوص حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب، مولانا عبید الرحمٰن صاحب مرحوم ،مولانا قاری بشیر احمد

صاحب اور دیگر اکابر کے اصرار پر آپ نے وہاں پر اپنا قیام بڑھا دیا اور تقریباً چھے ماہ تک آپ نے وہاں قیام کیا۔ آپ نے ۱۳، ستمبر ۱۹۸۱ء کو مرکزی جامع مسجد برمنگھم میں پیغمبر رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس میں سیرت کے ایک پہلو حلق عظیم کے مبارک موضوع پر اڑھائی گھنٹے تک خطاب کیا جس کے انتہائی مثبت نتائج ظاہر ہوئے اور اسکے بعد ملک کے مختلف شہروں برمنگھم، ولورہمٹن، مانچسٹر، اولڈہم، رچڈیل، شفیلڈ، بولٹن، نوٹنگھم، کونٹری، ساؤتھ لندن، وغیرہ میں مختلف مساجد، اسلامک سینٹروں، انجمنوں، سوسائیٹیوں اور ہالوں کے اندر اجتماعات، اور کانفرنسوں سے آپ نے پیارے پیغمبر ﷺ کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں، فلسفہ شہادت، اسلام میں حقوق نسواں، پاکستان کی سلامتی و تحفظ، آزادیٔ کشمیر اور توحید و رسالت جیسے عنوانات پر خطاب کیا۔ اور دروس قرآن اور حدیث کے ذریعے سے آپ نے وہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ جن میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق اور یکجہتی کی طرف دعوت دی۔ جس کے الحمد للہ مثبت اور دوررس نتائج ظاہر ہوئے، اور لوگوں نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کرنے کا عہد کیا۔

حضرت مولانا مرحوم کے اس کامیاب دورہ کو سراہتے ہوئے حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے اپنی طرف سے سعودی عرب اور پاکستان کے جید علمائے کرام کو خطوط لکھے، اور آپ کے اس دورے کو کامیاب ترین دورہ قرار دیا۔

عمرہ کے لئے روانگی

الحمد للہ برطانیہ کے کامیاب دورہ کے بعد ۷، فروری ۱۹۸۲ء کو آپ کی برطانیہ سے سعودی عرب عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانگی ہوئی، اور عمرہ کی ادائیگی اور روضۂ رسول پر حاضری کے بعد ۲۱، فروری ۱۹۸۲ء کو آپ کی وطن واپسی ہوئی۔ ایک ہفتہ کراچی میں قیام کرنے کے بعد ۲۸، فروری کو آپ اسلام آباد پہنچے تو آپ کے استقبال کے لئے سینکڑوں چاہنے والے موجود تھے۔ اس طرح آپ کے چھے ماہ کا یہ تبلیغی دورہ اختتام پزیر ہوا۔

کویت کا سفر

کویت کے لئے آپ نے ۲۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو سفر کیا۔

۲۸، اپریل ۱۹۸۵ء کو آپ نے کویت کا دوسرا سفر کیا، اور اس سفر سے آپ کی واپسی ۶، مئی ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔

انڈیا کا سفر

۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء کو آپ دارلعلوم دیوبند کے قیام کے سو سال پورا ہونے پر دارلعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں شرکت کے لئے پاکستان سے علماء کرام کے ایک بہت بڑے وفد کے ساتھ انڈیا تشریف لے گئے۔ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ

چکے ہیں کہ تقسیم سے قبل حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے اپنی تعلیم ہندوستان ہی کے اندر مکمل کی تھی ،اس لحاظ سے ہندوستان کے لئے آپ کا یہ کوئی پہلا سفر نہیں تھا،البتہ تقسیم کے بعد ضرور آپ کا یہ پہلا سفر تھا،اس لئے اس سفر اور دارالعلوم کی تقریبات میں شرکت ،اور مادر علمی کی زیارات کے اعتبار سے اس سفر سے آپ کو حاصل ہونی والی غیر معمولی خوشی دیدنی تھی ۔اور اس سفر کے لئے آپ کافی عرصہ سے پر جوش تھے ۔ہندوستان جانے کے بعد آپ نے جہاں صد سالہ تقریبات میں شرکت کی تو وہیں دہلی ، اور میرٹھ کے ان تمام مدارس کا بھی دورہ کیا جہاں آپ نے تعلیم حاصل کی تھی ، اور جہاں سے آپ کی طالب علمی دور کی یادیں وابستہ تھیں ۔

اس کے علاوہ آپ نے اردن اور قطر کے ویزے بھی حاصل کئے مگر مصروفیات کی وجہ سے یہ سفر نہیں کر سکے ۔

انٹرویوز

مولانا مرحوم سے دوران سفر اور ملک میں ملکی اور غیر ملکی اخبارات و رسائل نے اور الیکٹرانک میڈیا کے نمائندوں نے کئی انٹرویوز لئے جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ اور براڈ کاسٹ ہوئے ،جن میں وائس آف امریکہ، ریڈیو پاکستان، پی، ٹی، وی، ریڈو آزاد کشمیر اور ریڈیو تراڑ کھل شامل ہیں ۔

مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری اور وفات

مولانا مرحوم پاکستان میڈیکل سائینس انسٹیٹیوٹ اسلام آباد کمپلیکس میں مورخہ ۲۶، جنوری ۱۹۹۱ء کو دوبارہ علاج معالجہ کے لئے داخل ہوئے ۔آپ کے معالجین میں ڈاکٹر غلام محمد ملک سرجن، ڈاکٹر غیور سرجن اور ڈاکٹر تاشفین فزیشن تھے جنہوں نے بڑی چاہت اور محبت سے حضرت مولانا مرحوم کا علاج معالجہ جاری رکھا۔

آپ کے ہسپتال میں داخلے کی خبر جب اخبارات میں شائع ہوئی تو آپ کے ساتھ عقیدت اور تعلق رکھنے والے ہر حلقہ کے متعلقین کی آمد و رفت ،عیادت اور ملاقات کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔آپ ہر ایک کے ساتھ اپنی روایتی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے ،انہیں دعائیں دیتے ، اور ان کی آمد کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے ۔راقم الحروف چونکہ اسلام آباد ہی میں مقیم تھا اس لئے تیمارداری ،اور تھوڑی بہت خدمت کی سعادت حاصل رہی ۔

عین وفات والے دن آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی میں متحدہ جمعیت علماء اسلام کی پہلی میٹنگ رکھی گئی تھی، جیسا کہ میں پہلے اس بات کا ذکر پیچھے کر چکا ہوں کہ جمعیت کے دو دھڑوں میں منقسم ہو جانے کے بعد حضرت مولانا اور دیگر اکابرین کی دلی خواہش تھی کہ جمعیت متحد ہو جائے اور اس کے لئے لاہور میں دو اجلاس رکھے گئے تھے

پہلے اجلاس میں حضرت مولانا مرحوم بھی شریک ہوئے تھے جس میں اتحاد کا فارمولا طے کیا گیا تھا، مگر دوسرے اجلاس میں ہسپتال میں داخل ہو جانے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے، اور اس دوسرے اجلاس میں جمعیت کے دونوں دھڑوں میں طے شدہ فارمولہ کے تحت اتحاد عمل میں آ گیا تھا، اس کے بعد جامعہ فرقانیہ میں اس متحدہ جمعیت کی میٹنگ ۱۱، فروری ۱۹۹۱ء کو رکھی گئی تھی۔ حضرت کے بڑے داماد اور جامعہ فرقانیہ کے ناظم اعلیٰ جناب قاری محمد زرین صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۱، فروری ۱۹۹۱ء کو حسب معمول جب میں آپ کی عیادت اور تیارداری کے لئے اسلام آباد کملیکس ہسپتال میں بعد از نماز فجر گیا، تو آپ نے فرمایا کہ رات کو مجھے بہت تکلیف رہی ہے۔ جب میں نے جمعیت کی میٹنگ کے بارے میں بتایا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور مہمانوں کے لئے بہترین انتظام کرو اور کوئی بدنظمی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ میں نے واپسی پر اہل خانہ کو مولانا کی طبیعت کے بارے میں بتایا، اور جمعیت کے اجلاس کے لئے انتظامات کئے۔

گھر کے افراد دن بھر وقفے وقفے سے آپ کے پاس ہسپتال حاضر ہوتے رہے، بیرونی ملاقاتیوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، پارلیمنٹ سے تعلق رکھنے والے دو ممبران اسمبلی بھی اس دن آپ کی ملاقات کے لئے آئے۔ شام کے وقت آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی جو بیماری کی وجہ سے کچھ دن آپ کی عیادت کے لئے نہیں جا سکے تھے وہ بھی اور ان کی فیملی بھی اور گھر کے دیگر افراد بھی ملاقات کے لئے گئے۔ آپ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملاقات فرماتے رہے۔ مدرسہ میں منعقد ہونے والے جمعیۃ کے اجلاس کی رپورٹ آپ کو پیش کی گئی تو خوشی کا اظہار فرمایا۔

شام کے وقت طبیعت میں بے چینی تھی، تھوڑے سے سوپ کے علاوہ کوئی چیز نوش نہیں فرمائی، اہل خانہ سے فرمایا کہ مجھے زمین پر لٹاؤ، تھوڑی دیر لیٹنے کے بعد آپ کو کرسی پر بٹھا دیا گیا، تو ڈاکٹروں نے وزٹ کیا اور تاکید کی آپ کو بستر پر لیٹا دیا جائے۔ رات کے تقریباً آٹھ بجے ایک دم سے اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں، اور ہونٹ جلد جلد حرکت کرنے لگے، اور ایک ہی جھٹکے میں گردن گر گئی، اہل خانہ نے جلدی سے ڈاکٹرز کو مطلع کیا لیکن ان کے آنے تک مولانا اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ یوں مولانا مرحوم ہزاروں پسماندگان کو چھوڑ کر مدظلہ سے رحمۃ اللہ علیہ بن گئے اور مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء بروز پیر بمطابق ۲۶ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ کو رات سوا آٹھ بجے دل کا دورہ پڑنے سے اسلام آباد کمپلیکس ہسپتال میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اور اُس ترقیات اور عروج کا لامحدود مکان میدان ہاتھ لگ گیا جس کے لئے انہوں نے عمر بھر جدوجہد فرمائی۔ مولانا مرحوم کی وفات کی خبر دل پر بجلی بن کر گری، اور دلی اضطراب وقلق رونما ہو گیا۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن﴾

فلک نے گرائی اس پر ہے بجلی　　جو اک شاخ تھی آشیانے کے قابل

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

مولانا مرحوم بہت بڑے عالم، بہادر، ولی اللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے ،ان کی وفات کا غم صرف پسماندگان کا غم نہیں تھا بلکہ ساری قوم کا غم تھا، وہ قوم کے ایک بہادر سپوت تھے۔اوران کی وفات پر عربی کا وہ مرثیہ صادق آرہا تھا:

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هَلْكُهٗ هَلْکُ وَاحِدٍ ....وَلٰكِنَّهٗ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

قیس کی وفات ایک آدمی کی وفات نہیں .... بلکہ اس کے مرنے سے گویا ایک قوم کی بنیادیں ہِل گئیں۔

نماز جنازہ

وفات کے بعد بذریعہ ایمبولیس حضرت مولانا مرحوم کی باڈی کو کمپلیکس ہسپتال اسلام آباد سے آپ کی رہائش گاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ شفٹ کر دیا گیا۔اور آپ کی رحلت اور انتقال کی خبر اسی وقت ریڈیو، ٹی ،وی اور اخبارات کو جاری کر دی گئی۔اس وقت آج کی طرح ٹیلی فون کی سہولیات میسر نہیں تھی اس لئے حضرت مولانا کے والد گرامی اور دیگر رشتہ داروں کو مطلع کرنے کے لئے ،حضرت مولانا عبد الخالق صاحب خطیب جامع مسجد سلمان فارسی اسلام آباد، اور جناب قاری عبد الشکور صاحب مرحوم کو آپ کے چھوٹے داماد حاجی عبد الطیف صاحب کے ہمراہ آپ کے آبائی علاقہ بٹگرام روانہ کر دیا گیا۔

ریڈیو اور ٹیلیویژن پر جب آپ کی وفات کی خبر رات کو ۱۱ بجے ،اور صبح کے خبر نامہ میں نشر کی گئی تو کراچی سے لے کر گلگت اور پشاور سے کشمیر تک آپ کے متعلقین ،شاگرد، رشتہ دار اور چاہنے والے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے چل پڑے ، راولپنڈی اور اسلام آباد کے علماء کرام، ائمہ مساجد اور دیگر رات ہی سے جامعہ فرقانیہ پہنچ چکے تھے۔جامعہ فرقانیہ میں تعزیتی پروگرام کے لئے صبح ہی سے لاؤڈ سپیکر ز کا انتظام کر دیا گیا تھا ہر آنے والا عالم تعزیتی کلمات کے ذریعہ سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا،اور اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کر رہا تھا۔جامعہ فرقانیہ میں بیٹھنے والوں کے لئے جگہ تنگ پڑ رہی تھی۔

راقم الحروف کا حضرت مولانا کے ساتھ جو تعلق تھا اس کی وجہ سے ہچکی بندھی ہوئی تھی ،آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔اور راقم الحروف ہی کیا ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر ایک یہی سمجھ رہا تھا کہ حضرت کا میرے ساتھ جو تعلق تھا وہ کسی دوسرے کے ساتھ نہیں۔

☆ سلسلہ تصوف میں حضرت مولانا عبد الحکیم صاحبؒ کا تعلق سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے تھا،اور آپ مرشد العلماء حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین کندیاں خانقاہ سراجیہ سے حضرت ثانیؒ کے وصال کے بعد تجدید بیعت کئے ہوئے

تھے۔اس لئے وفات کے فوراً بعد خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں حضرت کو آپ کی وفات کی خبر دے دی گئی تھی، چنانچہ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین کندیاں خانقاہ سراجیہ بھی دن کو ایک بجے تک جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی پہنچ چکے تھے۔

غسل وتکفین

غسل وتکفین کے مراحل دن کے ایک بجے تک مکمل ہو چکے تھے، اور غسل دینے اور کفنانے والوں میں مولانا مرحوم کے صاحبزادے، قاری عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی، حضرت مولانا عبدالواحد صاحب، مولانا قاری محمد زرین صاحبؒ، قاری فقیر محمد صاحبؒ، مولانا عبدالخالق صاحب، لالہ محمد مسکین صاحب، لالہ محمد داؤد صاحب، مولانا محمد نسیم صاحب، قاری عبدالاکبر بازیر صاحبؒ وغیرہ شریک تھے۔جنازہ اٹھانے کا وقت دن کے تین بجے مقرر کیا گیا تھا، زیادہ سے زیادہ لوگ جنازہ کو کندھا دے سکیں،اس مقصد کے لئے جنازہ کی چار پائی کے ساتھ مضبوط لمبے لمبے بانس باندھ دئے گئے تھے۔

☆ جب جامعہ فرقانیہ سے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو علماء کرام ،طلباء عظام اہل محلہ، اہل شہر اور دور دراز سے آئے ہوئے مسلمانوں کا جم غفیر جنازہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ایک ساتھ کئی کئی آدمی کاندھا دے رہے تھے، بنی چوک سے ہوتے ہوئے اصغر مال چوک اور پھر وہاں سے ڈگری کالج اصغر مال گراؤنڈ میں جنازہ لے جایا گیا۔

یہ تھوڑی سی مسافت بھیڑ کی وجہ سے تقریباً ایک گھنٹہ میں طے ہوئی۔گراونڈ میں پہلے سے ہی لوگوں کا جم غفیر موجود تھا صفیں سیدھی کی گئیں اور آپ کے پیر و مرشد خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین کندیاں خانقاہ سراجیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کا جنازہ یقیناً راولپنڈی کی تاریخ کا ایک بڑا جنازہ تھا۔نماز جنازہ میں ممتاز اکابرین مولانا اجمل خان لاہور، مولانا سمیع الحق، مولانا حسن جان ایم۔این۔اے، مولانا عبداللہ ہری پور، مولانا کوثر نیازی، مولانا عبدالعزیز جلالی، مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد، ممبر قومی اسمبلی سردار محمد یوسف، میاں ولی الرحمٰن بالاکوٹی، سابق وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق، مشیر اطلاعات شیخ رشید احمد، ریٹائیرڈ جنرل جناب سوار خان گوجر، نذر کیانی، اصغر کیانی، وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں ممتاز سیاست دانوں، وکلاء علماء اور عوام نے بھی شرکت کی۔



تدفین

مولانا مرحوم کی آخری فرودگاہ راولپنڈی کے قدیم ترین ''شہر خاموشاں:: عیدگاہ قبرستان ہے، جہاں آپ کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں پہلے سے ہی زمین کی چادر اوڑھے مخوِ خواب تھیں شب معراج ۲۶، رجب المرجب ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۲، فروری ۱۹۹۱ء بروز منگل کو حکیم ملتؒ دنیا کی تمام رعنائیوں، اور عارضی رونقوں کو چھوڑ کر مخوِ خواب ہو گئے۔

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سب ہی آئے ہیں مرنے کے لئے

دنیا آنی جانی ہے اور اس کی ہر شے فانی ہے۔دائم لا فانی اور جاودانی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات معلّٰی صفات ہے۔

{ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام }

اس عارضی دنیا سے نہ جانے کتنے ہی انسان روزانہ عالم آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں، مگر ان میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی زندگی عالم انسانیت کی زندگی، اور جن کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے۔ان کی موت پر ایک فرد، ایک خاندان، ایک جماعت اور ایک علاقہ ماتم کناں نہیں ہوتا بلکہ زمانہ افسوس کرتا ہے۔حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی ذات گرامی بھی ان شخصیات میں سے ایک تھی۔

پسماندگان

آپ نے اپنے بعد والد گرامی، (سوتیلی) والدہ صاحبہ، تین (سوتیلے) بھائی، ایک بہن، اہلیہ محترمہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی تھیں۔

بڑے بیٹے قاری عبدالرشید صاحب کی پیدائش ۱۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کی ہے۔قاری قرآن ہیں،نہائت ہی اچھی طبیعت اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔رب نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے،لیکن انہوں نے دنیا کے جھمیلوں سے ہٹ کر فقیری اور درویشی کی لائین اختیار کی ہوئی ہے۔

جب کہ دوسرے صاحبزادے مولانا عبدالمجید ہزاروی جو مولانا مرحوم کے جانشین ہیں،ان کی ولادت ۲۶، اکتوبر ۱۹۶۳ء کو ہوئی۔اپنے باپ کی طرح ایک باغیرت اور باحمیت عالم دین، اور اعلیٰ خطیب ومقرر ہیں۔ابتداء جوانی میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی راہنما رہے ہیں۔لیکن والد کی وفات کے بعد نہ صرف یہ کہ ساری ذمہ داریاں مسجد اور مدرسے کی احسن طریقے سے نبھار رہے ہیں بلکہ اس میں کئی گنا اضافہ کر چکے ہیں،جامعہ کی مزید کئی شاخیں کھول چکے ہیں۔قومی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سیاست کے میدان میں بھی سرگرم عمل ہیں۔کئی مرتبہ راولپنڈی سے صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں بھی حصہ لے چکے ہیں۔اور اس وقت جمعیت علمائے اسلام وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے آپ امیر ہیں۔

تین بیٹیوں میں سے سب سے بڑی بیٹی ہاجرہ باجی تھیں،جن کی تاریخ پیدائش ۱۳،اپریل ۱۹۴۹ء تھی آپ قاری محمد زرین صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں اب اس دنیا میں نہیں رہیں اور ۲،فروری ۲۰۱۷ء کو اللہ کو پیاری ہوگئیں۔قاری محمد زرین صاحب جو مولانا کے بڑے داماد تھے جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے ناظم اعلیٰ،مسجد حنفیہ کرتار پورہ کے امام اور جامع مسجد صدیق اکبر

جی،ٹن مرکز کے خطیب رہے وہ بھی ۴،جنوری ۲۰۱۸ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔

منجھلی بیٹی عائیشہ باجی ہیں جن کی ولادت ۲۷،جون ۱۹۵۸ء ہے، آپ جناب قاری محمد زرین صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی قاری محمد یوسف صاحب مرحوم کی عقد زوجیت میں تھیں، بقید حیات ہیں، قاری محمد یوسف صاحب ہزارویؒ ایم، اے اسلامیات، ایم اے عربی، فاضل وفاق المدارس عربیہ پاکستان، فاضل طرابلس یونیورسٹی لیبیا تھے۔جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے نائب مہتمم، جامع مسجد اصغر مال سکیم کے خطیب و امام اورفیڈرل گورنمنٹ کالج ایچ،نائن، اورفیڈرل گورنمنٹ کالج ایچ،ایٹ کے لیکچرار رہے،وہ بھی ۱۰،ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۶،نومبر ۲۰۱۰ء بروز منگل بعد نماز عشاء عارضہ قلب کی وجہ سے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں، رب العلمین درجات بلند فرمائے، عجیب خوش مزاج انسان تھے۔

سب سے چھوٹی بیٹی آسیہ باجی ہیں، تاریخ پیدائیش ۲۱،فروری ۱۹۶۵ء ہے اور آپ قاری عبدالمالک صاحب کے چھوٹے بھائی حاجی عبدالطیف صاحب کی اہلیہ ہیں۔حاجی صاحب تجارت اور ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔

مولانا مرحوم کے بھائیوں میں سے بڑے الحاج عبدالحئی صاحب ہیں جو ایک طویل عرصہ سے مدینۃ الرسول مدینہ منورہ میں بمع اہل وعیال مقیم ہیں، بڑے خوش اخلاق،ملنسار صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔

منجھلے بھائی الحاج عبدالناصر صاحب ہیں انہوں نے بھی زیادہ وقت مدینہ منورہ میں گزارا، اور اس وقت جامعہ فرقانیہ میں نگرانی فرماتے ہیں۔

سب سے چھوٹے بھائی خستہ خان ہیں جو اپنے آبائی گاؤں میں کھیتی باڑی کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔

اس طرح مولانا مرحوم کی وفات کے بعد،اُن کے والد گرامی، اہلیہ محترمہ، بڑی بیٹی اور دو داماد بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے،اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین یارب العلمین۔

****

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر مختلف طبقات کی طرف سے تعزیتی پیغامات اور خراج تحسین

مولانا مرحوم کی وفات پر اخبارات، رسائل اور دیگر عمائدین و اکابر علماء کرام کے تعزیتی کلمات، اخبارات نے شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کئے جن میں جنگ راولپنڈی اور نوائے وقت نمایاں رہے۔تعزیتی اداریئے لکھے گئے،قومی اسمبلی میں اسپیکر اسمبلی نے تعزیتی قرارداد منظور کروائی اور دعاء کروائی گئی۔ملک میں شائع ہونے والے دینی رسائل نے تعزیتی کلمات لکھے جن میں حضرت مولانا مرحوم کی دینی وملّی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔علماء کرام اور ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات نے جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں آ کر آپ کے صاحبزادوں قاری عبد الرشید صاحب، حضرت مولانا عبد المجید ہزاروی صاحب، اور آپ کے دامادوں حضرت مولانا قاری محمد زرین صاحب، جناب مولانا قاری محمد یوسف صاحب، حاجی عبد الطیف صاحب ، اور دیگر اہل خانہ اور متعلقین سے تعزیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور تعزیتی رجسٹر میں اپنے تأثرات کا اندراج فرمایا۔دُور کے حضرات نے تعزیتی خطوط کے ذریعہ سے اہل خانہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

مولانا مرحوم کی تعزیت کرنے والوں میں صدر مملکت، وزیر اعظم، سپیکر، وفاقی اور صوبائی وزراء، غیر ملکی سفراء، علماء و دانشور، تاجر اور طلباء کی عظیم اکثریت پیش پیش تھی۔کشمیر،مردان، پشاور، مالاکنڈ، لاہور،اٹک،ضلع راولپنڈی، مانسہرہ۔بٹگرام سے کثیر تعداد میں لوگ جنازے میں بھی شریک ہوئے،اور تعزیت کے لئے بھی حاضر ہوئے۔

سعودی عرب، قطر، دوبئ، بحرین، لندن،امریکہ سے سینکڑوں ، ٹیلی فون کالیں،اور تعزیتی خطوط موصول ہوئے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی وفات پر جو تعزیتی پیغامات بھیجے گئے، تأثرات درج کئے گئے اور خراج تحسین جو پیش کیا گیا بدقسمتی سے اس کے بارے میں مجھے پورا ریکارڈ حاصل نہیں ہوسکا تاہم جتنا میرے پاس ذخیرہ ہے وہ آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ

پہاڑوں پر رہنے والا شاھین اندھیروں میں چمکنے والی شمع

ماھنامہ گوجر گونج نے اپنے فیچر روشن ستارے میں حکیم ملت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کو مندرجہ بالا شاہ سرخی کے ساتھ ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا: نئے سال ۱۹۹۱ء کے آغاز ہی میں گوجر قوم کو جس زبردست اجتماعی قومی صدمے سے دو چار ہونا پڑا وہ بابائے سرحد اور گوجر برادری کے بزرگ ترین رہنما حضرت مولانا عبدالحکیم آف راولپنڈی کی وفات ہے۔ حضرت مرحوم مورخہ ۱۲، فروری ۱۹۹۱ء کو طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی کے قربِ خاص میں خُلد بریں کو روانہ ہو گئے، اور اس گلشن کو ویران کر گئے۔ ان کے دم سے بڑی بہاریں قائم تھیں جن کی آبیاری شائد اب اس طرح نہ ہو سکے گی۔

ماہنامہ "گوجر گونج" نے گوجر قوم کی قابل صد ہزار فخر شخصیات کے تذکرہ کے لئے دو مستقل سلسلے شروع کئے ہیں۔ مرحوم شخصیات کا تذکرہ "روشن ستارے" اور بفضل خدا بقید حیات اکابرین کا تذکرہ "زندہ مثالیں" کے عنوان سے کیا جاتا ہے۔ ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں حضرت مرحوم کی خدمات وسوانح کا مختصر تذکرہ "زندہ مثالیں" کے کالموں میں کیا گیا تھا اور ان کی کامل صحت وتندرستی اور عمر میں اضافہ کی دُعاء کی گئی تھی۔

مگر اللہ کے ہاں سے خُلد بریں کی طرف رحلت کا پیغام آ گیا، اور مولانا ہزاروں علماء وشاگردان کے ہجوم سے نکل کر فرشتوں کے جلوس میں اس شان سے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے جس شان اور طمطراق سے وہ عقیدت مندوں کی بھیڑ کے ساتھ برادری کی بڑی بڑی کانفرنسوں میں سب سے نمایاں نظر آتے تھے۔

مرحوم ادارہ کے خصوصی مشفق اور گوجری ادبی بورڈ پاکستان کے بانیان میں سے بھی تھے۔ اس لئے ان کے بے شمار شاگردوں، علمائے کرام، پوری گوجر قوم کے ساتھ ساتھ ادارہ کو اس قحط الرجال کے دور میں ان کی سرپرستی سے محروم ہونے کا ناقابل بیان صدمہ ہوا ہے۔ ہم ہر وقت مرحوم کی بلندیٔ درجات کی دعاء کرتے رہیں گے۔ اور اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ تمام قائین کرام حضرت مرحوم کو فاتحہ اور ایصال ثواب سے یاد فرمائیں۔

(گوجر گونج)

بابائے گوجراں استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کو خراج تحسین

رپورٹ: مفتی یوسف سیفی میر

مورخہ ۱۵، فروری ۱۹۹۱ء کو نماز جمعہ کے بعد حکیم ملت مولانا عبدالحکیمؒ کی یاد میں آپ کے قائم کردہ عظیم دینی درس گاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی میں ایک بڑا تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، جس میں ملک کے جید علماء اور گوجر برادری کے ممتاز رہنماؤں نے مرحوم کو زبردست خراج تحسین پیش کر کے اپنی دلی جذبات کا اظہار کیا۔ ملک کے معروف قاری مولانا قاری عبد المالک صاحب راولپنڈی نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اور مفتی یوسف سیف میر نے ایک مفصل سوانح نظم پیش کی۔ جس میں حضرت مرحوم کی عظیم مذہبی، سیاسی، ملّی اور سماجی خدمات کا تذکرہ کیا گیا۔ اس کے بعد ممتاز علماء اور وکلاء، اراکین وعمائدین حکومت اور دانشوروں نے خطاب کیا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ خطیب مرکزی لال مسجد اسلام آباد

آپ نے فرمایا کہ مولانا مرحوم ایک بے بدل خطیب اور عظیم راہنما تھے۔ ہر مجلس میں اور ہر موضوع پر کم از کم وقت میں بہتر خزانہ عطا کرتے۔ تحریک ختم نبوت اور مساجد کے تحفظ کے سلسلہ میں اُن کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ میں بھی انہی کی وجہ سے اسلام آباد کا مرکزی خطیب بنا۔ وہ ہماری ذہن سازی کرتے تھے، ہمیں ڈھارس بھی دیتے تھے اور نہایت ہی شفقت بھی فرماتے تھے۔ میں روزانہ دو رکعت پڑھ کر انہیں ایصال ثواب کرتا رہوں گا۔ ان کی عظیم شخصیت کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

سردار محمد یوسف ایم۔این۔اے

آپ نے کہا کہ مولانا ایک بہت بڑے عالم دین اور بے بدل خطیب ہی نہیں بلکہ ہمارے عظیم سیاسی قائد اور سماجی مصلح تھے۔ مظلوموں کے لئے ہر میدان میں اور حکومت کے ایوانوں میں آواز بلند کرنے والے بطل حریت تھے، ایسے لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ہزارہ کے غریب عوام کے لئے بہت کام کئے اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ مگر جس دور میں اور جس انداز میں مرحوم نے ظالم کو للکارا تھا، شائد کوئی اور مائی کا لال ایسا نہ کر سکے۔ میری آج کی کامیابی اُن کی اس وقت کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آیئے میں اور آپ سب مل کر ان کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم کریں۔

حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحب کراچی

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں مولانا مرحوم سے بے حد متأثر تھا۔ وہ ہماری ذہن سازی فرماتے، اور نہائت ہی مفید مشوروں سے نوازتے۔ ان کے اندر ملک میں دین کی اشاعت کا خاص جذبہ تھا۔

حضرت مولانا قاری محمد امین صاحبؒ راولپنڈی

آپ نے اپنے خطاب میں نہائت ہی دل گداز اور المناک انداز میں مولانا کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے خصوصاً تحریک ختم نبوت کی خدمات کو اجاگر کیا اور کہا کہ میں مولانا کے ہمراہ ہوتا تھا۔ ہم برقعہ پہن کر اور گندی نالیوں میں سے گزر کر اپنا کام کرتے رہے، اور یہ شعر پڑھا:

؎ مَاتَ بَحْرُ الْعِلْمِ لَمْ يَمُتْ فَيْضَانُهٗ — اِنَّمَا الْمَاتَ الْمُسَمّٰى وَاِسْمُهٗ لَا يَمُوْتُ

علم کا دریا مرگیا مگر اس کا فیض نہیں مرا — بے شک نام والا مرگیا مگر اُس کا نام نہیں مرا

مولانا عبدالمجید کہروڑ پکا

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ:اس دور کے اہل حق جسے اتنا اچھا کہیں ۔ ہزاروں لاکھوں انسان جسے اچھا کہیں، یقیناً اللہ کے ہاں بھی وہ بہت اچھا تھا۔ یہ عظیم الشان جامعہ ان کی اچھائی کا ثبوت اور یادگار ہے۔

چوہدری گلزار محمد لاہور

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ: مولانا مرحوم کا علمی و ادبی اور سیاسی کام اور خطیبانہ مرتبہ تو مسلمہ ہے ہی ۔ اُن کی سماجی سطح پر بھی قربانیاں عظیم ہیں۔ وہ مظلوموں کا ایک بڑا سہارا تھے۔ جہاں علم وعمل کے بحر بے کراں تھے، وہاں شفقت و محبت اور جرأت وشجاعت کا بھی بے کنار سمندر تھے۔ میرا ان سے تیس (۳۰) سال سے تعلق تھا، اور مجھے اُن کی وفات سے سب سے زیادہ صدمہ ہوا ہے۔

مولانا قاری عبدالعزیز جلالی راولپنڈی

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ: ہم راولپنڈی کے علماء تو یتیم ہو گئے ہیں ۔ وہ راولپنڈی کی ہی نہیں بلکہ پوری گوجر قوم کی ”پگ“ تھے ایک بہت بڑا خزانہ لُٹ گیا ہے ۔ وہ بیک وقت عالم کبیر، مفسر، محدث، معلّم ، سیاست دان، منتظم، خطیب ، سکالر اور سماجی مصلح تھے۔ وہ صحافی بھی تھے، لیڈر بھی تھے، مشیر بھی تھے اور مجاہد بھی۔ وہ قوم کے عظیم محسن تھے۔

حضرت مولانا نزیر فاروقی صاحب اسلام آباد

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ: مولانا کی وفات سے صرف گوجر برادری ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ہم بے سہارا ہو گئے ہیں۔ وہ ہر ملّی تحریک کے صف اوّل کے قائد تھے۔اُن کے شاگرد پوری دنیا میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحنان اختر الازہری راولپنڈی

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ: کوئی مرتا ہے تو اُس کا گھر یا محلہ اُجڑ تا ہے، مگر مولانا عبدالحکیمؒ کی وفات سے پورا ملک اُجڑ گیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب راولپنڈی

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ: مولانا عبدالحکیمؒ ایک فرد کا نہیں بلکہ ایک تحریک اور ذات میں انجمن کا نام تھا۔ افراد چلے جاتے ہیں، مگر اُن کی فکر اور تحریک باقی رہتی ہے۔

مولانا عبدالحکیمؒ کی وفات پر اظہار تعزیت

یہ تعزیت نامہ ماھنامہ گوجر گونج میں شائع کیا گیا جس میں اس بات کا ذکر کیا گیا کہ گوجر گونج کے قارئین میں سے مختلف احباب نے اپنے خطوط میں اپنی اور اپنی تنظیموں کی طرف سے گوجر قوم کے عظیم دینی، سیاسی اور سماجی مفکر حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر نہائت رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مولانا مرحوم کے اہل خانہ، شاگردوں اور متوسلین سے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

ہم اپنے قارئین کے دکھ بھرے جذبات اجتماعی طور پر حضرت مرحوم کے متعلقین کو پہنچا رہے ہیں۔ پوری گوجر قوم سوگوار اور شریک غم ہے۔خطوط میں مرحوم کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ہم طوالت کے خوف سے مکمل خطوط شائع نہ کر سکے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کو اپنے قرب خاص میں بلند تر مقام عطا فرمائے، اور ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔آمین (گوجر گونج)

****

گوجر قوم ایک عظیم راہنما سے محروم

(تحریر مولانا قاضی محمد اسرائیل)

قائد قوم حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کی خدمات کو صفحۂ قرطاس پر لانے کے لئے ایک عظیم دفتر کی ضرورت ہے۔ مولانا وہ پہلے گوجر عالم دین ہیں، جنہوں نے قوم کو جگانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا ایک بے باک اور نڈر عالم دین تھے۔ مولانا کی وفات سے جہاں قوم ایک عظیم راہنما سے محروم ہوئی، وہاں طبقۂ علماء ایک بے بدل خطیب سے محروم ہو گئے، وارثان نبی ﷺ اور علوم نبوی کے طالب علم ایک مشفق استاد اور سرپرست سے محروم ہو گئے۔

مولانا کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا کافی دنوں سے بیمار تھے اور کمپلیکس ہسپتال اسلام آباد میں داخل تھے اور وہاں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

مولانا کی نماز جنازہ اصغر مال ڈگری کالج میں ادا کی گئی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے پیر و مرشد مخدوم العلماء حضرت مولانا خان محمد کندیاں والے نے پڑھائی۔ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، اور ملک کے کونہ کونہ سے عوام اور علماء نے شرکت کی۔

ممتاز اکابرین مولانا اجمل خان لاہور، مولانا سمیع الحق، مولانا حسن جان ایم۔این۔اے، مولانا عبد اللہ ہری پور، مولانا کوثر نیازی، مولانا عبد العزیز جلالی، مولانا عبد اللہ اسلام آباد، ممبر قومی اسمبلی سردار محمد یوسف، میاں ولی الرحمٰن بالاکوٹی، سابق وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق، مشیر اطلاعات شیخ رشید احمد، ریٹائیرڈ جزل جناب سوار خان گوجر، نذر کیانی، اصغر کیانی، وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں ممتاز سیاست دانوں، وکلاء علماء اور عوام نے بھی شرکت کی۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے جنازہ کے بعد راولپنڈی کی تاریخ کا یہ بڑا جنازہ تھا جس میں ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں نے شرکت کی۔



حضرت مولانا عبدالحکیم مرحوم .... مردکوہستانی

مشاہدات وتاثرات ....مولانا کوثر نیازی

مولانا مرحوم کے رفیق خاص و سابق ممبر قومی اسمبلی و سینیٹر اور وفاقی وزیر جناب مولانا کوثر نیازی مرحوم کے مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم کے بارے میں مشاہدات وتاثرات کے نام سے ۲۷،اپریل ۱۹۹۱ء کے روزنامہ جنگ کا مضمون:

انارکلی لاہور میں ایک مشہور کلاتھ ہاؤس کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ مانسہرہ کے مولانا محمد ابراہیم یہاں خطیب تھے ،مضبوط قد کاٹھ،خوبصورت سفید داڑھی،صاف شفاف بے داغ لباس،سر پر عام طور پر استرا پھرا ہوا، لاہور کے تمام بڑے علماء کرام ان کی حمیت دینی اور جوش اسلامی کی وجہ سے ان کے قدر دان اور دلدادہ تھے۔مولانا دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے لیکن تنگ نظری سے کوسوں دور تھے...

۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء کی بات ہے کہ مولانا نے ایک شب نماز عشاء کے بعد انارکلی بازار میں سیرۃ النبی ﷺ کا جلسہ آراستہ کیا۔مجھ سے بھی خاص خطاب کا وعدہ لے لیا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ اس جلسے میں وہ مجھ سے اپنے علاقے کے ایک مرد مجاہد سے تعارف کرائیں گے۔مولانا محمد ابراہیم مفتی محمود اور مولانا ہزاروی کی جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔مگر یہ جلسہ انارکلی کے تاجروں کی جانب سے منعقد ہو رہا تھا۔میری تقریر کے بعد مولانا کے موعودہ مرد مجاہد کا خطاب تھا۔گھٹے ہوئے جسم اور صحت کی دولت سے مالا مال ایک مترشح نوجوان سٹیج پر کھڑا تھا۔سیاہ داڑھی،سفید لباس،کلاہ، دبنگ آواز، پاٹ دار آواز میں خطبہ مسنونہ پڑھا تو سامعین متوجہ ہو گئے ۔تقریر شروع ہوئی تو قرآن و حدیث کے حوالوں سے مزین،سیرت کے واقعات، فرقہ واریت ماورا انداز میں یوں بیان کئے کہ دل میں اترتے چلے گئے۔ارباب اقتدار پر تنقید شروع کی تو خطاب جلال مجسم بن گیا،کوہستان میں پیدا ہونے والا یہ مولوی اردو بھی بہت با محاورہ اور کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی بول رہا تھا۔یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے دینی تعلیم کے حصول کے لئے کئی سال دہلی میں گزارے تھے،اور زبان کی یہ صحت اور شیرینی وہیں کی صحبتوں کا عطیہ تھی، جلسے کے بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب کے حجرے میں چائے نوشی کی محفل جمی تو یہیں اس جوان عالم سے میرا تفصیلی تعارف ہوا ۔ یہ راولپنڈی کے حضرت مولانا عبدالحکیم تھے ۔میں پچیس سال کے پیٹے میں تھا اور یہ چالیس سال کے ہوں گے۔عمر میں پندرہ سال کے اس فرق کے باوجود مجلس آرائی میں مولانا نے یہ محسوس نہیں ہونے دیا جیسے وہ ہر اعتبار سے مجھ سے بڑے ہوں۔ ہر مسئلے پر یوں بات کی جیسے وہ اپنے کسی یار قدیم سے بزم آرا ہوں۔

۱۹۶۵ء کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور شیخ حسام الدین مرحوم کے ساتھ مل کر میں نے اسلامی محاذ قائم کیا، ہم چاروں کا وفد صدر ایوب خان سے بھی ملا، ملک کے طول وعرض میں ہم نے دورے کئے، بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کیا، اس زمانے میں یوں تو جمعیت علماء اسلام کے سبھی اکابر سے میرے قریبی تعلقات تھے مگر اپنے مزاج کی وجہ سے جو لگاؤ اور تعلق مجھے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی سے تھا وہ کسی اور سے نہ تھا، مولانا میری نگاہ میں اللہ کے ولی تھے، اور وقت کے ابوذرؓ۔ میں نے ایک لنگی باندھے انہیں اپنے کپڑے خود دھوتے بھی دیکھا، چائے کے ساتھ خشک روٹی کا ڈنر بھی ان کے ساتھ کیا، راتوں کو اُن کے سینے میں ہانڈی کا اُبال اٹھتے بھی دیکھا، اللہ کی یاد میں اس وقت دیکھا جب کہ خلق خدا سو رہی ہوتی، وہ یوں روتے جیسے ایک بچے کو اس کی ماں سے زبردستی جدا کر دیا گیا ہو، آنسو آنکھوں سے رواں ہوتے، اور داڑھی سے ٹپکنے لگتے، میں نے رضائی میں لپٹے اپنے بستر پر لیٹے لیٹے کئی دفعہ یہ منظر دیکھا کہ مولانا سجدے میں پڑے آدھا آدھا گھنٹہ سسکیاں لے رہے ہیں، اور سر اوپر نہیں اٹھاتے۔

افسوس! کہ لوگوں نے اُن جیسے قلندر کو بھی معاف نہیں کیا، ان پر بکنے، مال بنانے یہاں تک کہ شاندار بنگلہ بنانے اور دوسری شادی کرنے کی کہانیاں سنتا ہوں تو سوچتا ہوں دنیا کو کیا ہو گیا ہے۔ افسوس! کہ دنیا کو خدا یاد نہیں ہے۔

میری طرح حضرت مولانا عبدالحکیم کو بھی مولانا ہزارویؒ سے خصوصی تعلق تھا، ایک دفعہ خود بتایا تھا کہ جب انہوں نے دہلی کے مدرسہ عبدالرب سے دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کاروبار کرنے کا ارادہ کیا تھا تو مولانا ہزارویؒ بہت ناراض ہوئے، فرمایا چودہ سال دینی تعلیم حاصل کی اور پھر بھی دنیا دار ہی بنے رہے تو یہ جھاڑ کیوں جھونکی۔ کہیں امامت اور خطابت کر لو، روزگار کی سہولتیں حق تعالیٰ خود پیدا کرتے چلے جائیں گے۔

حضرت مولانا ہزارویؒ سے قرب خاص ہوا تو اس کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بھی مجھ پر بہت شفقت فرمانے لگے، راولپنڈی جب آتا تو ان سے نیاز حاصل ہوتے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہوتے وقت جن اکابر سے میں نے خصوصی مشورہ کیا ان میں یہ دونوں حضرات سرِ فہرست تھے۔ مولانا ہزارویؒ نے پہلے پہل تو مجھے جمعیت علماء اسلام میں شامل کرنے کی بڑی کوشش کی، مجھے خط لکھ کر جمعیت میں شامل ہونے کی دعوت دی، (ان کا یہ خط میری کتاب "جنہیں میں نے دیکھا" میں شائع بھی ہو گیا ہے)۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ میری سیاسی اُڑان کسی دینی مکتب فکر کے حدود وقیود سے کہیں زیادہ وسیع ہے تو پیپلز پارٹی میں میری شمولیت پر راضی ہو گئے۔

یہ اُس کانفرنس کے انعقاد کے کچھ ہی عرصہ کے بعد کی بات ہے جو باغ بیرونی دہلی دروازہ لاہور میں "کل پاکستان آئین شریعت کانفرنس" کے نام سے منعقد ہوئی تھی، اور جس میں جمعیت کے اکابر کے ساتھ میں نے بھی کانفرنس سے خطاب

کیا تھا، مولانا عبد الحکیم مرحوم اس تقریر کے بعد سے بار بار مجھے جمعیت میں باقاعدہ شمولیت کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہے، مگر جب مولانا ہزارویؒ نے اپنے سیاسی تدبر سے میرا رجحان طبع دیکھ کر فیصلہ پیپلز پارٹی کے حق میں کر دیا تو مولانا عبد الحکیمؒ بھی بادل ناخواستہ اس فیصلہ پر رضامند ہو گئے۔

۱۹۷۰ء میں جیل سے الیکشن لڑ کر میں قومی اسمبلی میں پہنچا تو مولانا عبد الحکیم مرحوم بھی کوہستان سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو چکے تھے۔ کوہستان کا انتخابی حلقہ اس زمانے میں مانسہرہ سے شروع ہو کر کوہستان تک پھیلا ہوا تھا، آج کل اس حلقہ سے ایک ممبر کی جگہ تین ممبر منتخب ہوتے ہیں، اتنے وسیع وعریض حلقے سے ایک بہت بڑے خان کو شکست دے کر جو اپنے قبیلے کے چیف بھی تھے، اور پہلے سے اسی حلقے سے منتخب ہوتے چلے آ رہے تھے، مولانا جیسے درویش صفت عالم کا منتخب ہونا ان کی ہر دلعزیزی کا روشن ثبوت ہے۔ اصل میں راولپنڈی منتقل ہونے کے بعد سے مولانا عبد الحکیم نے حضرت ہزاروی اور مولانا مفتی محمود کی معیت میں جس طرح ملک کے طول وعرض میں دورے کئے تھے، یہاں تک کہ مشرقی پاکستان میں بھی اپنی تقریروں سے مقبولیت حاصل کی تھی، اس کی وجہ سے مولانا کا نام پورے ملک میں جانا پہچانا جاتا تھا، اور یہ پہلا موقع تھا کہ کوہستان کے لوگ اپنے علاقے کے ایک غریب عالم دین کو ملکی سطح کے راہنما کی حیثیت سے دیکھ دیکھ کر فخر کرنے لگے تھے۔

مولانا اسمبلی میں پہنچے تو ہمارا رات دن کا ملنا رہنے لگا، اسمبلی میں ان کی تحاریک التواء، ان کی قرار دادیں، اور ان کے پوائنٹ آف آرڈر آج بھی قومی اسمبلی کے ریکارڈ کا ایک قابل فخر حصہ ہیں۔ انہوں نے عمر تو مسجد و مدرسہ میں گزاری، مگر جب وہ اسمبلی میں بولنے لگتے تو محسوس ہوتا جیسے پوری زندگی کام ہی پارلیمنٹ کا کیا ہے۔ ان کی تقریریں مدلّل اور ٹو دی پوائنٹ (to the point) ہوتیں، اپنے مقررہ وقت میں بات ختم کرتے، مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں جب ان کی تقریر کے دوران میں کسی رکن نے نکتہ اعتراض اٹھایا ہو، یا سپیکر نے انہیں تقریر مختصر کرنے کی ہدایت کی ہو، گفتگو، نپی، تلی کرتے، کبھی کوئی سوقیانہ یا غیر پارلیمانی لفظ ان کی زبان سے نہیں نکلا۔ اور وہ اسمبلی بھی کیا اسمبلی تھی ایک سے ایک بڑا پارلیمنٹرین (parliamentarians) اس میں موجود تھا، ہماری طرف سے بھٹو صاحب، حفیظ پیرزادہ، رفیع رضا، ممتاز بھٹو، مصطفیٰ جتوئی، ڈاکٹر مبشر حسن، اور شیخ رشید تھے، تو اپوزیشن میں خان عبد الولی خان، غوث بخش بزنجو، مفتی محمود، مولانا ہزاروی، ممتاز دولتانہ، شوکت حیات، عطاء اللہ مینگل، سردار خیر بخش مری، پروفیسر عبد الغفور، اور مولانا نورانی جیسی دیو قامت شخصیتیں۔

آج کی اسمبلیوں کو دیکھتا ہوں تو اس زمانے کے مقابلے میں یہ بلدیہ کونسلیں نظر آتیں ہیں۔ مولانا عبد الحکیم اتنے پائے کے راہنماؤں میں بات کرنے کھڑے ہوتے تو سب توجہ سے سنتے، انہیں معلوم تھا کہ مولانا مذہبی عالم ہی نہیں سیاست کے اسرار ورموز سے بھی اُنہی کی طرح واقف وآگاہ ہیں۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء تک کے اس زمانہ رکنیت میں مولانا نے اپنے حلقہ انتخاب کے عوام کی بے دریغ خدمت کی، مظلوموں کی داد رسی ، بیروز گاروں کے لئے تلاش روزگار، ٹیلی فون ایکسچینج کی تنصیب، ہرطرح کی ترقیاتی سکیموں کا اجراء، تربیلہ ڈیم کے متاثرین کی امداد، کتنے ہی کام تھے،جن کے لئے وہ شب و روز وزیراعظم سے لے کر تمام متعلقہ وزیروں تک مارے مارے پھرے،حقیقت یہ ہے کہ اس علاقے میں آج جتنی بھی ترقی نظر آتی ہے وہ مولانا ہی کی جدو جہد کا نتیجہ ہے۔

ہمارے زمانہ حکومت میں مولانا سرکاری حج وفد میں بھی تین مرتبہ میرے ساتھ تھے،خوش قسمتی یہ تھی کہ حضرت ہزارویؒ اور حضرت مفتی صاحب بھی ہمارے ہم سفر تھے، پہلی مرتبہ جنوری ۱۹۷۳ء میں ، دوسری مرتبہ دسمبر ۱۹۷۳ء میں اور تیسری مرتبہ دسمبر ۱۹۷۴ء میں ۔کئی کئی دن دیار حبیب میں ہم ایک ساتھ رہے، کہتے ہیں کسی کو پرکھنا ہوتو اس کے ساتھ طویل سفر کرو، اور پھر سفر بھی حج کا سفر،جس میں اژدھام اور بے شمار دوسرے مسائل کی وجہ سے مسافروں کا مزاج ویسے ہی برہم ہوتا ہے،مگر مجھے ان تینوں اسفار میں کوئی ایک ہلکا سا واقعہ بھی ایسا یادنہیں جس میں مولانا کی ذات سے ان کے کسی رفیق سفر کو شکایت پیدا ہوئی ہو۔مولانا ایثار پیشہ بزرگ تھے،اپنے ساتھیوں کی سہولت کے لئے اپنے اوپر تکلیف لے لیتے، تاکہ دوسرا بے آرام نہ ہو۔ان اسفار حج میں حضرت ہزارویؒ کے ساتھ بالخصوص ہم دونوں کی روضۂ رسول ﷺ کے سامنے جو خصوصی نشستیں رہیں وہ بلا تأمل زندگی کا حاصل کہی جاسکتی ہیں۔آہ:

جانے والے کبھی یاد آئے چلے جاتے ہیں
ٹھنڈکیں دے کے کہاں سائے چلے جاتے ہیں

”آں قدح بشکست وآں ساقی نماند“ کے مصداق اسمبلی ٹوٹی اور اس دور کی بساط اُلٹ دی گئی تو مولانا میری طرح آہستہ آہستہ عملی سیاسیات سے الگ تھلگ ہوتے چلے گئے۔اس زمانے میں البتہ آپ تبلیغی دوروں پر ضرور آتے جاتے رہے۔واپس آکر ملاقات نہ ہوتی توفون پر ہی اپنے تأثرات سے ضرور آگاہ کرتے، انگلستان، امریکہ، لیبیا،عراق،کویت، اور انڈیا بھی گئے۔ایران میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی آئمہ وخطباء کانفرنس میں بھی شریک ہوئے،عمرے بھی کئے۔

مولانا عرصے سے شوگر کے مرض میں مبتلا تھے،مگر اس عالم میں بھی دینی اور تبلیغی سرگرمیوں میں برابر شریک رہتے، میں کئی دفعہ عیادت کے لئے ان کے جامعہ میں حاضر ہوا تو انکے حوصلوں کو اسی طرح جوان پایا،اس دور میں بھی مجھ پر شفقتیں ویسی ہی رہیں۔اپنے داماد مولانا قاری محمد یوسف سے فرماتے :

کوثر نیازی کی طرح سیلف میڈ (self made) آدمی بنو،کس طرح اس شخص نے غریبی میں نام پیدا کیا ہے۔

میں کیا اور میرا نام کیا یہاں تو　　　تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے

والا حال ہے، مگر ان جملوں کو نقل کرنے سے مقصود ان کی شفقت اور محبت مذکور ہے۔

اُن کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی اپنے باپ کی طرح ایک باغیرت اور باحمیت عالم دین ہیں۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی راہنما ہیں۔ اور یہ نامہ سیاہ اپنی صلح کل پالیسی کے تحت شیعہ سنی نزاعات سے بالاتر ہوکر اکثر و بیشتر شیعہ حضرات کی محفلوں میں بھی جا نکلتا ہے۔ اگر چہ وہ سپاہ صحابہ کے نوجوانوں کی دینی حمیت کا دل سے قدر دان ہے، مگر انتہا پسندی کا قائل نہیں۔ وہ صرف اپنے دوستوں کو اتنا کہتا رہتا ہے کہ دیکھو اکتیس علمائے کرام نے مل کر ۲۲ نکات طے کئے، تو اس میں آپ نے شیعہ علماء کو بھی ساتھ شریک کیا، تحریک تحفظ ختم نبوت چلائی تو اس میں بھی انہیں شانہ بشانہ رکھا، اب شریعت بل کا مرحلہ آیا ہے تو آپ حضرات کے ساتھ یہ حضرات پھر برابر کے شریک ہیں۔ بلکہ قاضی حسین احمد، مولانا عبدالستار خان نیازی، اور حضرت مولانا سمیع الحق، علامہ ساجد نقوی کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں۔ جب تاریخ کے مشکل اور نازک مرحلوں میں تم اس طرح ایک ہو جاتے ہو تو پھر عام حالات میں ایک دوسرے کو کافر کیوں کہتے ہو؟ اختلافی معاملات صدیوں سے چلے آرہے ہیں، انہیں علمی اور تبلیغی انداز میں اٹھاؤ، میں جانتا ہوں، مجھ گناہ گار کی اتحاد کے لئے ان کوششوں کو انجمن کے پُر جوش کارکن اچھے انداز میں نہیں دیکھتے۔

خود مولانا عبدالمجید ہزاروی بھی اندر ہی اندر اس پر مجھ سے خفا ہوں گے، لیکن اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم مرحوم کی شفقت اور دوستی کو دیکھتے ہیں تو جب ملتے ہیں اپنے باپ کا دوست جان کر ادب سے ملتے اور حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں۔

دو تین سال پہلے حضرت مولانا عبدالحکیم مرحوم کی بیماری کی شدت کے زمانے میں ایف، 7/4 اسلام آباد میں مجھ عاجز کی کوششوں سے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی، (جس میں ڈاک خانہ، دینی مدرسہ، لائبریری، تار گھر اور ڈسپنسری بھی شامل ہے) محلے والوں نے اس کا نام ہی "مسجد الکوثر" رکھ دیا ہے، اس کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی تو لاچاری کے باوجود حضرت مولانا مرحوم بھی اس میں شریک ہوئے، اور آخر میں بڑی دلسوزی سے میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

مولانا کی وفات سے کچھ عرصہ قبل کی ملاقاتوں میں سے ایک ملاقات عراقی سفارتخانے کی تقریب میں اسلام آباد کے ہوٹل میں ہوئی، ان دنوں شوگر کی وجہ سے مولانا کے پاؤں کا انگوٹھا زخمی ہو چکا تھا، وہ لنگڑا کر چلنے لگے تھے، میں محفل میں پہنچا تو وہ دور ایک کونے میں لگی کرسیوں پر اپنے دو چار رفقاء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں سیدھا ان کی خدمت میں پہنچا فرمایا: شوگر نے لنگڑا کر دیا ہے، اس لئے یہاں آکر بیٹھا ہوں۔ میں نے کہا مگر اس سے آپ کی قدر و منزلت میں کیا کمی آسکتی

ہے،فرمانے لگے"اب ہمیں کوئی کیا پوچھے گا لنگڑے ہی تو ہیں" میں نے کہا،" تیمور لنگ بھی لنگڑا تھا مگر اس سے اس کی اہمیت میں تو کوئی کمی نہیں آ گئی تھی" اس پر شرکائے گفتگو میں ہنسی کی لہر دوڑ گئی۔

کچھ ہی دنوں کے بعد اخبار میں نظر سے گزرا کہ مولانا کمپلیکس ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے ہیں، اور سخت علیل ہیں، میں برادر عزیز علامہ سعید الرشید عباسی کے ہمراہ عیادت کو حاضر ہوا تو شاداں وفرحاں ہسپتال کے کمرے میں بیڈ پر بیٹھے تھے۔ راولپنڈی کے دو چار حضرات بھی موجود تھے، مجھے دیکھا تو بے حد خوش ہوئے، فرمایا مشاہدات و تاثرات کی تقریب رونمائی کا پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی ہے مگر گلہ ہے کہ آپ نے کتاب دارالعلوم کے لئے نہیں بھیجی۔

عباسی صاحب نے کہا" حضرت آپ نے خرید لی ہوتی" فرمایا: ڈھائی سو قیمت ہے اتنے پیسے کہاں سے لاؤں؟ عباسی صاحب کہنے لگے"لوگ تو کہتے ہیں مولانا کے پاس بڑی دولت ہے" فرمایا سنا تو میں نے بھی یہی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ڈھائی سو روپے خرچ کرنا بھی میرے لئے بہت مشکل ہے۔ میں نے صحت کا پوچھا تو فرمایا: میں لاہور جانے والا تھا، ڈاکٹر نے کہا اگر سفر کرو گے تو زخم اتنا بڑھ جائے گا کہ پوری ٹانگ کاٹنی پڑ جائے گی۔ میں یہ سب سن کر کانپ گیا۔ میں شوگر کی وجہ سے انگوٹھے ہی کے زخم میں مبتلا حضرت مفتی محمودؒ کی زبان سے ہسپتال میں عیادت کے وقت اسی طرح کے کلمات سن چکا تھا مگر ظاہراً مولانا ماشاء اللہ پوری طرح توانا اور چاق و چوبند تھے۔تشویش کی وجہ نظر نہیں آئی، کچھ دیر بیٹھ کر واپس آ گیا۔

دو چار دن گزرے ہوں گے کہ جامعہ فرقانیہ سے مولانا کے انتقال کی خبر ملی، خدا کا شکر ہے کہ میں ان کے جنازے کے دن راولپنڈی میں تھا۔ورنہ اپنے تیس سال کے پرانے دوست کو سفر آخرت پر روانہ ہوتے وقت رخصت نہ کر سکنے کا مجھے ہمیشہ غم رہتا، جنازے میں ہزاروں لوگ شامل تھے۔ ان میں علماء بھی تھے اور وزراء بھی، طالب علم بھی تھے اور تاجر بھی۔ سینکڑوں تو مولانا کے شاگرد ہوں گے، دور دور سے بھی اطلاع ملنے پر عقیدت مند کھنچ کر آ گئے تھے۔ لاہور سے خطیب بے بدل حضرت مولانا محمد اجمل خان نماز میں میرے ساتھ کھڑے تھے،اس لئے ان کا نام یاد ہے، مولانا مرحوم تصوّف میں نقشبندی سلسلہ سے وابستہ تھے، دلائل الخیرات بہت شوق سے پڑھا کرتے تھے، اُنکی خوش قسمتی ہے کہ جنازے کی امامت ان کے مرشد حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی نے کرائی۔مولانا غلام اللہ خان اور شاہ عارف اللہ قادری کی طرح مولانا کا جنازہ بھی راولپنڈی کا سب سے بڑا جنازہ تھا، اتنی کثیر خلق خدا جس بندہ مؤمن کے لئے اللہ کے آگے دست دعاء دراز کرے اس کی مغفرت میں شک ہی کیا باقی رہ جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ایک کسان زادہ عالم دین اور سیاسی رہنما

(تحریر: نذیر احمد تبسم گورسی ۔ ہفت روزہ گوجر گزٹ لاہور)

صوبہ سرحد کی سب سے بڑی ڈویژن ہزارہ کے ضلع مانسہرہ کی دو تحصیلوں (مانسہرہ اور بٹگرام) میں اکثریت کسانوں کی ہے۔ یہ وہ حریت پسند لوگ ہیں جن کے آباؤ واجداد نے انگریز کے خلاف اسلامی تحریکوں میں حصہ لیا۔ اور انگریز سامراج کے غضب کا شکار رہوئے۔ اُن کی زرعی اراضی ان سے چھین کر انگریز نے اپنے وفادار اور پالتو خوانین میں تقسیم کردی تھیں۔ یہ کسان دراصل اِن دنوں وہاں کے خوانین کے مزارع ہیں۔ یہ کھیت کے مزدور صدیوں سے دھرتی کا سینہ چیر کر دن رات کی محنت سے اناج پیدا کرتے ہیں مگر انہیں اس میں سے صرف ایک چوتھائی ملتا ہے۔ باقی اناج خوانین کے گھروں میں چلا جاتا ہے۔ وہاں کے برسرِ اقتدار طبقہ نے ان کسانوں کو سکول کالج کی تعلیم سے تو بے بہرہ رکھا ہے۔ لیکن یہ لوگ دینی تعلیم میں پختہ ہیں۔ جو بچے، جوان اور بوڑھے سب پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔

آدھی صدی پہلے انہی کسانوں میں سے گوجروں کے باگڑی قبیلہ میں ایک بچے نے جنم لیا۔ والدین نے عبدالحکیم نام رکھا، اس نے ابتدائی دینی تعلیم گھر میں اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ اس ہونہار کے دل میں زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ اور شوق تھا۔ جب وہ سرکار دو عالم ﷺ کی اس حدیث کو پڑھتا کہ علم حاصل کرو اس کے لئے خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ تو اس کے دل میں تعلیم کا شوق اور بھی شدت سے اُبھرتا۔ یہی شوق اس کو سہارن پور، دہلی اور میرٹھ کی طرف لے گیا۔ وہاں مختلف مسلمانوں بزرگوں کی جمعیت میں رہ کر دینی علم سیکھتا ہے۔ دیوبند کے علماء کرام سے مذہبی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اپنی دینی تعلیم کی پیاس بجھانے کے بعد اسے اپنے وطن اور قبیلہ کی یاد آتی ہے تو پھر واپس وطن صوبہ سرحد کے پہاڑوں کی طرف آجاتے ہیں۔

ادھر آکر جب وہ اپنے بزرگوں کو ظالم خوانین کی بیگار کرتے دیکھتا ہے تو اس کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ کیا خان کا بیٹا خان اور مزارع کا بیٹا مزارع ہی رہے گا، نہیں یہ قانون قدرت تو نہیں ہے۔ اس نوجوان کے ذہن میں نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث مبارکہ آتی ہے کہ جو کچھ سیکھو، دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں دل میں یہ خیال اُبھرتا ہے کہ وہ اپنے پست علاقے کے پس ماندہ لوگوں کو مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور کرے گا۔

اس جذبے کے پیش نظر یہ مولانا عبدالحکیمؒ نامی نوجوان سرحد کے ایک بزرگ عالم دین غلام غوث ہزاروی کے تعاون

سے علاقہ پھوٹھوار کے شہر راولپنڈی میں ایک چھوٹا سا مدرسہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے نام سے اجراء کرتا ہے۔اب وہ کسان زادہ عالم دین کے رُوپ میں روشناس ہوتا ہے۔صوبہ سرحد،آزاد کشمیر، دیر، چترال اور سوات جیسے پسماندہ علاقوں سے سینکڑوں طلباءاس مدرسے سے تعلیم پا کر نکلتے ہیں۔

اُن کی طویل جدوجہد سے آج اس مدرسہ فرقانیہ کا شمار ملک کے اعلیٰ ترین دینی مدارس میں ہوتا ہے۔اس وقت مولانا صاحب کے کافی تعداد میں شاگرد مدینہ منورہ کی یونیورسٹی اور مصر میں از ہر یونیورسٹی میں تعلیم کے زیورات سے آراستہ و پیراستہ ہورہے ہیں۔ چندایک وہاں پروفیسر کی حیثیت میں خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا عبدالحکیم کا سیاسی دور شروع ہوتا ہے۔انہیں جمعیت علماء اسلام کا انفارمیشن سیکرٹری مقرر کیا جاتا ہے۔اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت کے ٹکٹ پر ایوب خان آف آلائی کو زبردست شکست دے کر ایم۔ این۔ اے منتخب ہوتے ہیں۔اور تاریخ کا رُخ موڑ دیتے ہیں۔

پھر جب ۱۹۷۳ء کا آئین بنا تو اس میں مولانا صاحب نے اہم کردار ادا کیا۔مرزائیوں کو اقلیت قرار دیتے وقت انہوں نے نیشنل اسمبلی میں مرزا ناصر کے ساتھ مذاکرات میں عالم اسلام کی طرف سے ایک وکیل کا کردار ادا کیا۔

پارلیمنٹ میں ہمیشہ اپنے علاقے بلکہ پاکستان بھر میں کسانوں اور مزارعین کی بے دخلیوں کے خلاف آواز اٹھاتے رہے۔مولانا کو سیاسی بصیرت کے پیش نظر سابق پیپلز پارٹی کی عوامی حکومت نے ۱۹۷۷ء میں انہیں سینٹ آف پاکستان کا ممبر نامزد کیا۔

آزاد کشمیر میں جو طبقے ضد اور تعصب کی بنا پر ہمیشہ نظر انداز کئے گئے تھے،مولانا صاحب کی سیاسی حکمت عملی کے زیر اثر وہاں سے کافی تعداد میں کسانوں کے نمائندے منتخب ہو کر سامنے آئے۔ان کی جدوجہد نے صوبہ سرحد، آزاد کشمیر۔اور دوسرے شمالی علاقہ جات میں خوانین اور وڈیرہ ازم کے استحصال زدہ عوام کو جرأت اور سیاسی شعور عطا کیا ہے۔

☆☆☆☆☆



حضرت مولانا عبدالحکیمؒ

مقالہ: قاری محمد یوسف مرحوم نائب مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی

آنکھ جھپکتے ہی ۳۰ سال کا عرصہ بیت گیا اور مولانا عبدالحکیمؒ کا یوم وفات ۱۱ فروری آچکا۔ اس عرصہ میں شاید ہی کوئی دن گزرا ہو جس میں اُن کا تذکرہ نہ ہوا ہو۔ ان کی یاد میں کلمات خیر نہ کہے گئے ہوں، یا ان کے زندگی کے واقعات میں سے کوئی واقعہ، لطیفہ یا نصیحت نہ دہرائی گئی ہو۔ مولانا عبدالحکیمؒ نہ صرف سیاسی زعماء میں سے ایک تھے کہ انہوں نے پارلیمانی طرز جمہوریت کے تحت پہلا الیکشن ۱۹۷۰ء میں لڑا، اور ایم، این، اے منتخب ہو کر ایوان اقتدار و سیادت پر قدم رکھ دیئے۔ بلکہ مسلسل سات سال عملی سیاست کے نشیب و فراز سے نکل کر کندن بن گئے۔ وہ سیاسی و سماجی دونوں پہلوؤں سے ایک عظیم انسان تھے۔

یہ دعویٰ کرنا کہ وہ لغزش سے بالاتر تھے، بے وقوفی اور نادانی ہوگی، مگر بایں ہمہ وہ بہترین اور پرکشش انسان تھے۔ ان کی محفل میں بیٹھنے والا انسان نہ تو اُن سے اکتاتا تھا، اور نہ اُن کی مجلس میں بیٹھنے کو" وقت ضائع کرنا" گردانتا تھا۔ وہ مخاطب کو اپنی باتوں میں ایسا مسحور کر دیتے کہ وہ جانے سے پہلے بار بار سوچتا کہ جاؤں یا ابھی اور بھی بیٹھوں۔ اُن میں انسانی خصوصیات اور فضائل و مکارم اخلاق کافی حد تک موجود تھے۔

خدا ترس، مخلوق پر رحم، دوسروں کے لئے بھلائی، رفاہی اور خیراتی اداروں سے محبت، اپنوں اور بیگانوں سے وفاداری، سیاسی اور سماجی بصیرت، دو دشمنوں کو ٹھنڈا کر کے ایک میز پر بٹھا دینا، دو بگڑتے گھروں کو ٹوٹنے اور بکھرنے سے محفوظ رکھوانا، غریب اور محتاج کو "خودی" سے نوازنا مرحوم مولانا عبدالحکیم کا خاص مشن تھا۔

انسانی خصوصیات بے شمار ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی میں یہ خصوصیات سو فیصد جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ یقین کامل سے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں انسانی مکارم اخلاق کا بہت بڑا حصہ موجود تھا۔ وہ نہ صرف اپنوں کے لئے راہنما تھے بلکہ بیگانوں کے لئے بھی۔ انہیں دل کو مسحر کر لینے پر ملکہ حاصل تھا۔ اُن کی باتیں شیریں، اُن کے موضوع جاذبیت کے حامل، اور اُن کے دلائل ناقابل تردید ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے مخاطب کو غور وفکر کرنا لازمی ہو جاتا۔

مرحوم عبدالحکیم اپنے سات سالہ سیاسی دور میں پاکستان ٹیلی ویژن کے مذہبی پروگرام اور ریڈیو پاکستان کے دینی پروگرام میں بھرپور شرکت کرتے رہے۔ یہ قدرت کا عطیہ ہے کہ وہ بغیر کسی تحریر شدہ تقریر کے زبانی تقریر کو ترجیح دیا کرتے

تھے۔ اور وہ اپنے موضوع میں بہت حد تک کامل ہوتی۔ ان کی تقریروں کو ریڈیو پاکستان کے سامعین عرصہ دراز تک یاد کرتے رہے۔ جب ذکر چھڑ گیا تو ان کی خداداد استعداد کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ مرحوم مولانا بغیر کسی تعصب اور حق تلفی کے اس بات کے خواہشمند تھے کہ معاشرے کا پسماندہ طبقہ سیاسی میدان میں آگے بڑھے۔

یہ اس لئے بھی ضروری تھا اور آج بھی ہے کہ معاشرہ کے پسماندہ طبقہ پر آج بھی سندھ کے وڈیروں، بلوچستان کے سرداروں، پنجاب کے چوہدریوں اور صوبہ سرحد کے خانوں کا کنٹرول ہے۔ اور یہ ملک کا دو فیصد سامراجی ذہنیت ہندو بنیہ دماغ کا حامل طبقہ ملک کی ۹۸ فیصد آبادی کو اپنے سیاسی اقتصادی اور مالی مفادات کے لئے نچاتا پھرتا ہے۔

اس پس منظر میں مولانا مرحوم کی یہ عادت ہوگئی تھی کہ وہ ایک برادری و خاندان کے مختلف گروپوں میں موجود شکر رنجی کو صلح کرا کر مٹا دیا کرتے تھے۔ تاکہ پسماندہ طبقہ مزید پریشانیوں میں نہ جکڑا جائے۔ ایسے ہی ایک صلح اور سیاسی و سماجی میٹنگ کے لئے مرحوم کئی بار آزاد کشمیر بھی گئے۔

اس وقت ایک معاصر سیاسی ہفت روزہ نے سیاسی تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالحکیم کشمیر میں ڈاکٹر ہنری کسنجر کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اگر چہ ہفت روزہ نے یہ تبصرہ حسد وبغض کی آگ میں جل کر کیا۔ مگر اس سے بہر حال مرحوم کی شخصیت کا اہم پہلو اجاگر ہوتا ہے کہ مرحوم سیاسی میدان میں کچھ کر کے دکھلانے کے قابل تھے۔ قوموں کا عروج و زوال ازل سے تا ابد جاری رہے گا "قَوْمٌ يَوْمٍ" ہر قوم کے دن ہوتے ہیں، یہ عروج و زوال قوموں کو درس عبرت اور گوشمالی کی خاطر سہنے پڑتے ہیں۔ ہزاروں لیڈر آئے، اور ہزاروں گئے، لیکن اپنے بھائی کے لئے، اپنے خاندان کے لئے، اپنے قبیلہ کے لئے اور اپنی قوم کے لئے کچھ کرنے والے ہی یاد کئے جاتے ہیں۔

مولانا مرحوم اُس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں انہوں نے اپنی ذاتی خواہشات کی نفی کر دی تھی، اور قوم، برادری اور انسانیت کے لئے کچھ کرنے کی تڑپ موجود تھی۔ مجھے اکثر یہ دیکھ کر بڑی حیرانگی ہوتی ہے کہ کبھی اُن کے مقبرہ پر جاتا ہوں، فاتحہ پڑھ کر کھڑا ہو کر دیکھتا ہوں تو وہاں ایک دو ایسے انجان چہرے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ جو آ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے فاتحہ پڑھ کر یہ جا، وہ جا ہو جاتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں یہ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ اس کا مرحوم سے کیا رشتہ تھا؟ مگر میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں ہوتا۔ شاید یہ اُن کی نہ نظر آنے والی نیکیاں تھیں۔

بزرگوں کا سایہ کس قدر نعمت ہے، اس کا اندازہ آج ہو رہا ہے۔ جب تک مولانا عبدالحکیمؒ زندہ سلامت تھے، اس کا احساس نہیں ہوا۔ بڑی سی بڑی تکلیف ہماری ذات تک نہ پہنچتی۔ تکلیف ہماری ذات کے لئے اٹھتی اور ہماری سمت میں سفر کرتی، مگر جامعہ فرقانیہ کے صدر دروازے پر بیٹھے مولانا عبدالحکیم اپنے عبقری قلب و نگاہ سے اس تکلیف کو اُچک لیتے، اور خود

ہی اُس کا حل کر لیتے۔ اُن میں یہ اہلیت بھی تھی اور صلاحیت بھی کہ وہ ہزاروں بیوروکریٹس، ٹیکنوکریٹس کے استاد، ہزاروں سیاسی ورکروں کے راہنما، اور سینکڑوں ارکان قومی اسمبلی وسینیٹ کے رفیق کار تھے۔

آج اُن کی تیسری برسی کے موقعہ پر سوچتا ہوں کہ ہم نے اُن کی تربیت سے وہ فائدہ حاصل نہ کیا جو ہمیں کرنا چاہئے تھا۔ اور ہم نے اُن کی وہ قدرومنزلت نہ کی جس کے وہ مستحق تھے۔ وہ آج بھی زندہ ہیں، زندہ رہیں گے، اور تا ابد رہیں گے کہ اُن کی روح عالم جاودانی سے آئی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، اور انہیں کروٹ کروٹ جنت کے اعلیٰ مقامات میں اپنی رضا وخوشنودی سے نوازے۔ آمین (گوجر گونج فروری ۱۹۹۴ء)

حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ ایک عہد ایک شخصیت

بقلم: ابوراشد قاری محمد یوسف صاحبؒ

انسان فانی ہے اور انسانی فنا کے لئے کسی فلسفہ اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے تقریباً تمام معاملات میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، لیکن اگر کسی بات میں اختلاف نہیں ہے تو وہ موت کا لفظ ہے، جہاں ہر ایک موت کو تسلیم کرتا ہے اور موت کو مانتا ہے۔ ہر دن ایک ہی گاؤں میں بے شمار بچے پیدا ہوتے ہیں اور کئی افراد مرتے ہیں۔ یہ تعداد گاؤں سے تحصیل کی سطح پر لائیں، پھر تحصیل سے ضلع، ضلع سے ڈویژن، ڈویژن سے صوبہ اور پھر پاکستان کے چاروں صوبوں کی مجموعی تعداد لیں تو روزانہ ہزاروں افراد پیدا ہوتے ہیں اور ہزاروں اس جہان فانی سے کوچ کرتے جاتے ہیں۔

یہ ایک سرکل ہے جو ازل سے قیامت تک چلتا رہے گا، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود وہ خوش قسمت افراد کتنے ہوں گے جنہیں ہزاروں لوگ فراموش کرنا چاہیں بھی تو فراموش نہ کر سکیں، یقیناً ان کی تعداد بہت کم ہوگی۔ اور ان ہی میں سے ایک چمکتا دمکتا ستارہ مولانا عبدالحکیم کے نام سے بھی شمار ہوگا۔ جنہیں بے شمار لوگ فراموش کرنا چاہیں بھی تو نہ کر سکیں گے۔ وہ عنبر ومشک کی خوشبو کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بہت کچھ کرنا چاہیں گے مگر مشک وعنبر کی بھینی بھینی خوشبو ان سے کنٹرول نہ ہو سکے گی۔

مولانا عبدالحکیم صرف ایک امام، خطیب، مدرس، شعلہ بیان مقرر، ایک ادارے کے مہتمم، ایک مذہبی تنظیم جمعیت علماء اسلام کا نائب مرکزی امیر، ایک غیر سیاسی جماعت اہل سنت والجماعت کا امیر وسرپرست کا ہی نام نہیں، بلکہ آج یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک شفیق باپ، ایک تجربہ کار استاد، ایک مؤثر تربیت کار، ایک مدبر سیاست دان، ایک دانشور مفکر، ایک سلیقہ شعار

واعظ، ایک صاحب بصیرت تجزیہ نگار، ایک مستقل مزاج منتظم کی جامع حیثیات کا مالک بھی تھا۔

وہ ایک فرد تھا مگر اس میں انفرادیت کے بجائے اجتماعیت زیادہ تھی۔ وہ ظاہری طور پر ایک جان تھا مگر عملی طور پر وہ ایک ادارہ اور انجمن تھا، اس کی صفات ہمہ جہات تھی۔ وہ وعظ کہتا تو مجمع پر چھایا رہتا، وہ سیاسی تجزیہ کرتا تو لوگ اسے صف اوّل کا سیاست دان تصور کرتے، وہ عام بول چال کرتا، تو مجلس میں صدر مجلس محسوس ہوتا، وہ مستقبل کے بارے میں سیاسی اور معاشرتی رائے زنی کرتا تو لوگ اسے نجومی اور ستارہ شناس گردانتے، وہ ہمہ جہت اور ہمہ پہلو صفات کا مالک تھا، اور ان کی ذاتی خوبیاں اور صفات، انسانی نقائص کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھیں وہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

مولانا کی مادری زبان گوجری اور علاقائی زبان پشتو اور ہندکو تھی، اردو زبان پر انہیں عبور حاصل تھا، اور فارسی زبان و ادب کے بھی بہت ماہر تھے۔ فارسی کے بے شمار اشعار از بر یاد کر چکے تھے، اور موقع کی مناسبت سے موزوں ترین اشعار بطور حوالہ ارشاد فرمادیتے تھے۔ اس کے علاوہ مولانا عربی کے بھی بہت ماہر استاد تھے، عرصہ دراز تک آپ نے ادب، عربی فقہ، اسلامی میراث، منطق حدیث اور اصول حدیث کی کتابیں پڑھائیں۔ کسی بھی فن سے متعلقہ کتاب کا پڑھانا ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

مولانا کی فارسی دانی کا کمال مجھے اور حاضرین کو چند سال پہلے، جمہوریہ اسلامی ایران کے سفیر صاحب کے گھر دعوت استقبالیہ میں ہونے والی گفتگو سے ہوا، جب مولانا نے فارسی میں گفتگو شروع کی تو سفیر صاحب سمیت پورا سٹاف خاموشی سے ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ آپ نے جس روانی، فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کی اس سے تمام ایرانی مہمان حیران رہ گئے۔ سفیر محترم نے سوال کیا مولانا آپ نے فارسی کہاں سے سیکھی تو آپ نے جواب دیا گلستان و بوستان سعدی شیرازی سے سیکھی۔

مولانا عربی کے بھی بہت فصیح مقرر تھے، طرابلس لیبیا میں مولانا مرحوم جب اپنا مقالہ پیش کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو پاکستانی وفد نے پریشانی کا اظہار کیا کہ مولانا کہیں اردو میں تقریر کر کے ہمیں پریشان نہ کر دیں۔ مگر مولانا نے عربی میں آدھا گھنٹہ تقریر کر کے پورے ہال میں بار بار تالیاں بجوا کر یہ ثابت کرادیا کہ مولانا صرف لقب کے مولانا نہیں بلکہ علم، عقل و دانش کے خزانہ ہیں۔

مولانا کی تقریر بڑی نپی تلی اور موضوع کے اندر ہوتی تھی، میری خوش قسمتی ہے کہ مولانا کے امریکہ کے پہلے سفر میں مجھے ان کی معیت حاصل تھی۔ یہ سفر پندرہ دنوں پر محیط تھا، اور اس میں مولانا نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے میری لینڈ، ورجینیا، اور واشنگٹن ڈی سی میں مختلف مساجد اور گھروں میں درس قرآن درس حدیث، اور جلسۂ سیرت النبی ﷺ سے

خطاب کیا۔ میری لینڈ کے سینٹ جوزف ہائی سکول میں جلسہ سیرت النبی میں مولانا نے ڈھائی گھنٹے خطاب کیا، مگر کمال ہے جو اس دوران اپنی سیٹ سے ہلا ہو۔ ہر ایک حلقہ بگوش اور پوری توجہ سے مولانا کا خطاب سننے میں مصروف تھا۔

مولانا مرحوم کی زندگی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے عبارت تھی، انہیں سستی، کاہلی حد سے زیادہ نینداور وقت کے ضیاع سے دشمنی تھی۔ وہ چائے، کھانے اور آرام کے لئے پروگرام بدلنے کے سخت مخالف تھے، تکلفات سے کوسوں دور تھے، روٹی کھانا ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا، جو دال، ساگ سامنے آیا پوری چاہت سے کھا کر الحمدللہ پڑھ لیا۔

مولانا مرحوم منفرد شخصیت کے مالک تھے، اپنا ہو یا بیگانہ اس سے اس کی زندگی کے متعلق سوالات کرتے، وہ کیا کر رہا ہے، علم کہاں تک حاصل کیا، اخری ڈگری کونسی لے چکا ہے، ان تمام معلومات کو حاصل کرنے کے بعد تھوک کے حساب سے اس کو نصیحتیں کرتے، اس کی ڈھارس بندھواتے، اس کو شاباش دیتے اور مزید سے مزید اور اچھے سے بہتر کی طرف توجہ دلاتے۔

گرتوں کو سہارا دینا، اور بے سہاروں کو تھامنا مولانا کی خصوصیت تھی۔ بے روزگاروں کو روزگار دلاتے، اس کے لئے کوشش فرماتے، مختلف افراد سے رابطہ رکھنا مولانا کی مستقل ڈیوٹی تھی۔

مولانا دعاء مانگنے میں بڑے حریص تھے، کوئی بھی محفل ہو اس کے اختتام پر دعاء مانگ کر اٹھتے، ساتھیوں کو صلہ رحمی کی بہت تاکید فرماتے، مولانا کی یہ بہت بڑی خصوصیت تھی کہ لوگوں کی ان کے خلاف سازشوں، اور حسد اور بغض رکھنے کے باوجود جب وہ اپنے مخالفین سے ملتے تو یہ تأثر نہیں دیتے تھے کہ ان کی سازشوں کے بارے میں وہ جان چکے ہیں۔ ان کے بغض اور عدوات کو اپنے تحمل اور بردباری سے مٹا ڈالتے۔

مولانا مرحوم ایک عہد ساز شخصیت اور عالمی طور پر تسلیم کئے ہوئے ایک مرد قلندر تھے جن کے احترام میں بڑے بڑے سفیروں، وزیروں اور کروفر کے مالکوں کی جبین نیاز جھک جاتی تھی۔

مولانا کے تعلقات اور ان کی خوبیوں کا احساس تو اب ان کے مرنے کے بعد ہوا، اور یہ بھی یقین ہوا کہ مولانا عبدالحکیم زندہ جاوید رہنے والوں کی صف میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ ایک بیدار مغز رہنما، ایک دردمند انسان

بقلم: علامہ محمد سعید الرحمٰن علوی لاہور

فروری کی ۱۲، تاریخ تھی، صبح صبح راولپنڈی سے میرے چھوٹے بھائی عزیزی حافظ ابوبکر خالد نے فون پر بتلایا کہ مولانا عبدالحکیمؒ رات آٹھ بجکر تیس منٹ پر انتقال کر گئے، {اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔} -

خبر سنتے ہی پنڈی کا عزم سفر باندھا، اور عین وقت پر پنڈی پہنچ کر مرشد گرامی مولانا خان محمد صاحبؒ کی امامت میں اپنے ابا حضور مولانا محمد رمضان علویؒ کے ۳۵ سالہ ساتھی، دوست، پیر بھائی اور اپنے استاذ محترم کی نماز جنازہ پڑھی۔ جنازہ میں علماء، طلباء اور دینی شخصیات کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور غروب آفتاب سے ذرا قبل راولپنڈی کے قدیمی قبرستان عیدگاہ کے ایک کونے میں انہیں سپرد خاک کردیا۔ مرنے والے تجھے روئے گا زمانہ ہزار برس۔

فون سنتے ہی میرے سامنے ۳۵ سالہ پرانی پکچر آ گئی۔ مولانا کی شخصیت، ان کی جدوجہد، عزم وحوصلہ، دردمندی اور بشری کمزوریاں سبھی باتیں سامنے آ گئیں، کمزوریوں سے کوئی پاک نہیں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد عربی ﷺ خاتم النبیین کے ساتھ ساتھ "خاتم المعصومین" بھی تھے۔ ان کے بعد عصمت کا سوال ہی نہیں، البتہ صحابہ کرامؓ کی محفوظیت کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا شعار ہے۔ ان کے بعد کے افراد اور شخصیات کا اس انداز سے جائزہ لیا جائے گا کہ ان کی عملی زندگی میں خیر غالب تھا یا شر؟ انہوں نے حیات مستعار کے دوران اپنے رب کی عبادت و بندگی، اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی مخلوق کی خدمت کس حد تک کی۔ کیونکہ عہد قریب کے ایک مفسر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بقول اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کا یہی خلاصہ ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مولانا مرحوم کے متعلق بے ساختہ شہادت سامنے آئے گی کہ وہ دنیا سے کامیاب و بامراد گئے۔ انہوں نے فانی زندگی کے مختصر ماہ وسال اپنی ہمت کی حد تک اس طرح گزارے کہ "حق بندگی" ادا کردیا۔ وہ کسی بڑے گھرانے کے فرد نہیں تھے، ان کی پشت پر علم، طریقت، جاگیرداری، صنعت کاری اور سرمایہ داری کی چھاپ نہیں تھی۔ لمبا چوڑا خاندانی پس منظر نہ تھا، ہزارہ ڈویژن کے دشوار گزار علاقے کے ایک محنت کش زمیندار گوجر خاندان سے ان کا تعلق تھا۔

ان کے والد گرامی بقید حیات ہیں (اب وفات پا چکے ہیں) اب بھی اپنے گاؤں میں مقیم ہیں، اپنی عظیم فرزند کی آخری زیارت کے لئے اسی روز راولپنڈی پہنچے، ظاہر ہے کہ وہ اب بڑھاپے کی آخری منزل میں ہیں، ان کے چہرے پر

داڑھی کا نور بھی ہے اور چہرے کی جھریاں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ اس بندۂ مؤمن نے طویل زندگی کس طرح مشقت میں گزاری، اور رزق حلال کی جدوجہد میں اسے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے۔

مولانا مرحوم اسی باپ کے بیٹے ہیں، غربت کی گود میں پلے، لیکن باہمت والدین نے انہیں علم کی راہ پر ڈالا، اور علاقائی مدارس سے فیض حاصل کرنے کے بعد وہ میرٹھ پہنچے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حوالے سے اپنی ایک پہچان رکھتا ہے۔ کہ غیرت مند مسلمانوں کو توپوں کے منہ پر باندھ کر اڑا دیا گیا۔

اس لئے ابتداء ہی سے ان کے قلب ونظر میں ایک خاص طرح کے خیالات سما گئے تھے۔ اور پھر وطن واپسی پر ہزارہ کے مرد آہن اور مخلص و مدبر عالم مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی تربیت اور سرپرستی انہیں میسر آ گئی، جس نے انہیں زر خالص بنا دیا، اور زندگی کی دوڑ میں مردانہ وار آگے بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو صلبی و نسبتی فرزندوں کے ساتھ ساتھ معنوی فرزندوں کی اتنی بڑی کھیپ چھوڑ گئے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

ان کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ عزیزوں کی کھیپ کراچی سے ہزارہ تک پھیلی ہوئی ہے، بلکہ بہت سے عزیز بیرون ملک مقیم ہیں، اور ہر جگہ قرآن مجید کی خدمت، علوم اسلامیہ کی تدریس، اور خدمت انسانیت کے مقدس کاموں میں مشغول ہیں۔ اسلام آباد کے جڑواں مرکزی شہر راولپنڈی کی مرکزی شاہراہ رضا شاہ پہلوی روڈ (مری روڈ) سے متصل محلہ کرتار پورہ کے جنوبی کونہ پر ایک وسیع وعریض دینی درس گاہ ان کے عزم وحوصلہ اور جرأت اور استقامت کی یادگار کے طور پر موجود ہے۔ جبکہ محلہ کے قلب میں موجود مختصر سی مسجد آج ایک وسیع جامع مسجد کے طور پر ایستادہ ہے، جس کی تعمیر جدید جہاں ان کے عزم پیہم کی یاد دلاتی ہے، وہاں تعمیر میں ان کے حسن ذوق ونفاست کی بھی یاد دلاتی ہے۔

وہ جس علاقے کے باسی تھے، وہ علاقہ خوفناک قسم کے انسانیت دشمن جاگیرداروں کا علاقہ تھا، یہ وڈیرے خوانین علاقہ کی ہر چیز پر قابض تھے۔ مولانا مرحوم نے ۱۹۷۰ء میں اپنی جماعت جمعیت علماء اسلام اور اس کے بیدار مغز رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی کے حکم سے میدان میں اترنے کا فیصلہ کیا۔ کراچی سے ہزارہ تک پھیلے ہوئے قرآن وحدیث کے لاتعداد طالب علم جو ان کے فیض یافتہ تھے، ابابیل بن کر وڈیرہ شاہی کے جنم کدہ پر ٹوٹ پڑے، علاقہ کے غریب، مسکین، دکھی اور پسے ہوئے انسانوں نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔ اور یوں مولانا نے اپنے علاقے کے سب سے بڑے جاگیردار کو چاروں شانے چت گرا کر کامیابی حاصل کی۔

ان کی یہ کامیابی معمولی بات نہ تھی، یہ اس بات کا اعلان تھا کہ خدا کی زمین کے پوشیدہ وسائل پر ساری انسانیت کا حق ہے۔ یہ زمین محض امرأ کی جولان گاہ نہیں، اس پر غربأ بھی برابر کا حق رکھتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ غربا منظم ہوں، ان

کی لیڈر شپ مخلص ہو، حالات پر اس کی نظر ہو، اور وہ ماہر جرنیل کی طرح لڑائی کے داؤ پیچ سے نہ صرف واقف ہو بلکہ ہر داؤ پیچ کو اپنے اپنے وقت پر استعمال کرے تو اسے کامیابی ہوسکتی ہے۔ظاہر ہے کہ اس کے لئے بڑے عزم وحوصلہ، تدبر ومحنت اور ایثاروقربانی کی ضرورت ہے۔

مولانا میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم تھیں۔اور انہوں نے ان خداداد خوبیوں کو سلیقہ سے برتا، اور کامیابی حاصل کی، ان کامیابیوں کے ساتھ ساتھ وہ پشتو، گوجری، ہندکو، عربی، فارسی اور اردو کے شعلہ بار خطیب تھے۔علم مستحضر تھا، قرآن کریم کے انقلابی فلسفہ سے روشناس تھے،۔قدرت ان پر مہربان تھی، اس لئے ان کا ہر قدم آگے بڑھتا گیا، اور انہوں نے زندگی کو بھرپور طریقے سے گزار کر آخرت کی راہ لی۔

انہوں نے پسے ہوئے طبقات کو نہ صرف احساس وشعور دلایا، بلکہ انہیں منظم کیا، ان کے ہونہار بچوں کو شہر میں لاکر ان کی تعلیم وتربیت کی، اور انہیں باوقار زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور سلیقہ سکھلایا۔جاگیرداروں نے ان لہروں کو روکنے کی غرض سے روایتی استبدادی ہتھکنڈے اختیار کئے۔لیکن مولانا کوہ استقامت بن کر ڈٹ گئے، اور جبر واستبداد کے تمام ہتھکنڈے ناکام ہوگئے۔

مولانا جس قافلہ حریت سے متعلق تھے اس کو زیروزبر کرنے کی غرض سے ۱۹۷۰ء کے بعد سے ہی مختلف قوتوں نے جو سازشیں شروع کی تھیں۔وہ ۱۹۷۲ء کے آواخر اور ۱۹۷۳ء کے اوائل میں ابتدائی طور پر کامیاب ہوگئیں۔اور اب تک ان کے اثرات باقی ہیں، ورنہ جس انداز سے یہ قافلہ ۱۹۷۰ء میں ابھرا تھا، اسی انداز سے سرگرم عمل رہتا تو یقین ہے کہ آج بیس برس کے بعد ملک کا سیاسی نقشہ اور ہی ہوتا، اس ملک کو نہ تو طویل مارشل لاء کے نیچے سسکنا پڑتا، نہ اس پر اباحیت پسند طبقات کا راج ہوتا، لیکن افسوس کہ کھلے میدان میں شکست کھانے والا مراعات یافتہ طبقہ خفیہ میدان میں بازی لے گیا، اور یہ قافلہ شکست وریخت کا شکار ہوگیا۔

مولانا اس پورے عرصہ میں برابر سرگرم عمل رہے۔ان کے قلب ونظر پر شدید اثر تھا۔لیکن وہ کمال خلوص و استقامت سے اپنی سوچ کے مطابق صحیح راہوں پر گامزن رہے اس قافلہ کی باہم پیوستگی کے لئے سرگرم عمل رہے، نوجوان خون کو اعتدال کا سبق پڑھاتے رہے، ان کے آخری ایام میں یہ کوششیں بارآور ہوتی نظر بھی آئیں، لیکن ہو نہ سکیں۔معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ملت کی سیاہ بختی کے ایام ختم نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی تقسیم شعوب وقبائل کے فلسفہ کے حوالے سے وہ گوجر برادری سے تعلق رکھتے تھے، یہ برادری ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہے، بالخصوص آزاد کشمیر اور ہزارہ میں تو اس کا بڑا مقام ہے۔اس ملک کی اجتماعی زندگی میں اس برادری

کے بعض بڑے لوگوں نے اپنے خون، تدبر، اور سوچ سے گہرا رنگ بھرا ہے۔ بہتر مقاصد کے لئے برادری کو منظم کرنا بری بات نہیں بلکہ کارِ خیر ہے۔ مولانا اپنی برادری کے ان افراد میں شامل تھے جو بکھرے ہوئے بزرگوں اور نوجوانوں کو منظم کرنے میں کوشاں تھے۔ تاکہ منتشر صلاحیتیں مجتمع ہوکر ملک و ملت کے کام آسکیں، اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ اس میں خاصے کامیاب رہے کہ آج اس ملک میں جو برادریاں خاصی منظم ہوکر کام کر رہی ہیں۔ ان میں یہ برادری بھی شامل ہے۔

اس برادری کا ایک سرمایہ فخر وہ ہے کہ اس کے بزرگوں نے حضرت الامیر السید احمد بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی تحریک حریت و جہاد کی نہ صرف زبانی تائید کی بلکہ اس دور کے ہزارہ کی سنگ لاخ چٹانوں پر اپنا خون بھی بہایا تاکہ سکھ اور انگریز سامراج کی چیرہ دستیوں سے انسانیت نجات حاصل کر سکے، اور یہ وسیع وعریض خطۂ اسلام کے عدل اجتماعی کا گہوارہ بن سکے۔ مولانا کی رگوں میں برادری کے انہی غیرت مند سپوتوں کا خون گردش کر رہا تھا۔ کہ وہ ہر موڑ پر قافلہ سالار نظر آتے۔

میں نے ان کی زیارت ابتداء میں ۵۶۔۱۹۵۵ء میں کی۔ میرے والد گرامی مولانا محمد رمضان علویؒ مری میں مقیم تھے، مذہبی و سیاسی حوالہ سے اس انتہائی پسماندہ علاقہ میں انہوں نے انجمن اصلاح المسلمین کے نام سے ایک پلیٹ فارم مہیا کر کے مختلف النوع کام شروع کر رکھے تھے، ایک کام دعوت وتبلیغ کا تھا، مولانا عبدالحنان صاحبؒ، مولانا قاری محمد امین صاحبؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ، مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ، مولانا بہاء الحق قاسمیؒ اور مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کے مختلف مساجد میں وعظ ہوتے تھے، پہلی مرتبہ میں نے آپ کی تقریر مرکزی مسجد میں سنی تھی۔

وہ ابا مرحوم کے دوست ہونے کی ناطے ہمارے لئے چچا کا درجہ رکھتے تھے، اور ہم اس حوالہ سے ان کی نیازمندی کا دم بھرتے۔ پھر ابا حضور بھی پنڈی منتقل ہو گئے۔ اور ہر معاملہ میں مولانا مرحوم کے ساتھ رہے، اس مشترکہ جدو جہد نے ہمارے دل میں ان کی محبت اور ابّا حضور سے ان کے تعلقات کے نقوش گہرے ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی تعلیمی زندگی کے ۲ سال پھر اس مدرسہ میں گزارے۔

میرے اساتذہ میں سے ہزارہ ہی کے بزرگ عالم مولانا محمد عثمان تھے جن کی پوری تعلیم مولانا سید حسین احمد مدنی کی نگرانی میں ہوئی، مولانا حبیب اللہ تھے، اور خود مولانا مرحوم کبھی کبھار اعزازی طور پر ہمیں تفسیر اور ادب عربی کا سبق پڑھاتے۔ ان کا طریق تدریس حد درجہ دل کو لبھا دینے والا تھا، افہام وتفہیم کی خوبیاں ان میں بدرجہ اتم تھیں، تفسیر کے سبق کے دوران عصر حاضر کے مسائل، مہمات اور مذہبی وعلمی فتنوں کی نشاندہی بڑی خوبی سے کرتے، اور نہائت درجہ مؤثر رہنمائی فرماتے۔

تکمیل علم کے بعد میں چند ماہ وہاں مدرس بھی رہا، پھر حضرو، فیصل آباد سے ہوتا ہوا لاہور آ گیا، لیکن ان سے جو تعلق

خاطر تھا، نیازمندی تھی، اس میں فرق نہ آیا، تعلیمی سند اور روحانی رشتہ کے ساتھ ساتھ ابا مرحوم اور مولانا مرحوم ہم سفر تھے، یہاں تک کہ سال گذشتہ ۱۸ فروری کو میرے والد گرامی ایک ٹریفک حادثہ میں شہادت کی موت سے ہمکنار ہوئے تو مرحوم سفر عمرہ پر تھے جہاں ان کی طبیعت بگڑ گئی، شوگر اور اس کے زخم بہت بڑھ گئے۔

ہم آبائی شہر بھیرہ ضلع سرگودھا میں والد گرامی کی تدفین کے بعد واپس پنڈی پہنچے تو مولانا مرحوم دو آدمیوں کے سہارے آئے، اُن پر اپنی زندگی کے عظیم ساتھی کی جدائی کا گہرا اثر تھا، اور پھر اس کا افسوس کہ جنازہ اور آخری زیارت نہ ہوسکی۔ بیماری اور صدمہ نے انہیں نڈھال کر دیا تھا، ہمیں گلے لگایا، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، مغفرت کے کلمات دعائیہ دھرائے، اور فرمایا کہ باری تو میری تھی، چلے گئے حافظ صاحب، وہ ابا جان کو حافظ صاحب کہتے تھے، اس کے بعد ان کا ذکر خیر کیا، ہمیں نصائح اور ہر قسم کی سرپرستی کا وعدہ کیا، اور پھر اس کا حق بھی ادا کیا۔

وہ ایک عرصہ سے شوگر جیسے موذی مرض کے شکار تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اور کئی بیماریاں انہیں لاحق تھیں، لیکن راہ حق کی جدوجہد سے وہ لمحہ بھر کو غافل نہیں ہوئے، بیماری کے دوران بھی رہنمائی کا فرض سرانجام دیتے رہے، مشورے دیتے رہے، دور دراز کے عزیزوں کو خطوط کے ذریعے مسائل و معاملات کی طرف متوجہ کرتے رہے، اور ذرا طبیعت سنبھلتی تو عصا بدست چل کھڑے ہوتے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری، اور ۱۱، فروری کی رات ۸، بجے ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن میرے چھوٹے بھائی حافظ عبدالرحمٰن علوی مل کر آئے، انہیں بتایا کہ ایک آدھ دن میں گھر آجاؤں گا، اور پھر رات ۸ بجے تھکے ہوئے مسافر کی دائمی راحت کا وقت آپہنچا تھا جو لبیک کی صدا بلند کرتے ہوئے اپنے مالک کے حضور جا پہنچا۔ ان کی لاش جامعہ فرقانیہ لائی گئی۔ رات بھر اعزہ و احباب آتے رہے اور اگلے دن اس مسافر راہ حق کو عصر سے متصل لحد کے سپرد کر دیا گیا۔

آسماں اس کی لحد پہ شبنم افشانی کرے　　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

******

یادرفتگان حضرت مولانا عبدالحکیمؒ

تحریر: قاری محمد زرین صاحبؒ ایم اے اسلامیات راولپنڈی

حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کوفوت ہوئے ۱۱،فروری ۱۹۹۳ءکو دوسال ہو گئے،اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ایک تو مولانا رحمۃاللہ علیہ کی وفات کا پورا یقین نہیں ہوتا، اور دوسرا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کل ہی ہم سے مولانا جدا ہوئے ۔ جہاں تک یقین نہ آنے کا تعلق ہے تو اس لئے نہیں کہ موت نہیں آتی،موت تو یقینی ہے،ہر نفس نے یہ ذائقہ چکھنا ہے، اور موت کو ایک مؤمن کے لئے حضور علیہ السلام نے تحفہ فرمایا ہے۔

بلکہ اس لئے کہ اگر چہ مولانا شوگر کے مریض تقریباً بیس بائیس سال سے چلے آرہے تھے ۔لیکن جب آپ کو اس مرض کا یقین ہوا تو ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق کہ مولانا اس مرض میں دوائی سے زیادہ پرہیز سے متأثر رہتا ہے۔اور سب سے اہم چیز میٹھی چیزوں سے اجتناب ہے۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ خطیب جامع مسجد بھوسہ منڈی کو یہ مرض تھا تو آپ ایک ڈبی رکھتے تھے، اور چائے پیتے وقت اس میں سے ایک گولی نکال کر ڈالتے اور پھر چائے استعمال کرتے ۔اکثر لوگ یہ عمل کیا کرتے تھے،لیکن مولانا مرحوم نے جب میٹھا چھوڑا تو پھر ان تکلفات سے الگ ہی رہے۔دوائی سے زیادہ پرہیز فرمایا کرتے تھے، اور آخری سالوں میں تو آپ ہر ایک تعلق والے کو یہ نصیحت کرتے کہ میٹھا کم کرو آگے یہ نقصان کرے گا۔

اور جب ایک مضمون میں مولانا کوثر نیازی صاحب نے چینی کے بارے میں یورپ کے کسی ڈاکٹر کا حوالہ دیا کہ یہ چینی سفید زہر ہے تو اس بات کو مولانا اکثر مجالس میں دہرایا کرتے تھے۔اس شوگر کے علاوہ آخری سالوں میں کچھ بلڈ پریشر کی شکایت رہتی تھی ، جب طبیعت کے خلاف کوئی کام ہوجاتا ۔لیکن اس کے علاوہ ان کو کوئی بیماری نہ تھی ۔

آپ پر کسی قسم کے مایوسی کے آثار نہ تھے جسے ہم متعلقین میں سے کسی نے محسوس کیا ہو کہ مولانا ہم سے جدا ہونے والے ہیں،اور نہ ہی آپ نے ایسا ہمیں محسوس ہونے دیا۔اس لئے آپ کی وفات کا یقین نہیں آتا۔

دوسرا جہاں تک آپ کی یاد کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ مولانا کی شفقت ومہربانی ہی اتنی زیادہ تھی کہ آپ کا جس سے بھی تعلق رہا وہ کبھی آپ کو بھول نہیں سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس پر موت آگئی اس پر قیامت ہی آگئی، جانے والا چلا جاتا ہے،اس نے جو

اعمال زندگی میں کئے ہوئے ہوتے ہیں ان کا صلہ اس کو ظاہر ہے کہ موت کے بعد ہی ملتا ہے۔لیکن پیچھے رہنے والے ہمیشہ غمزدہ ہوتے ہیں، ان کا غم تازہ ہی ہوتا ہے۔مولانا اپنوں کے لئے تو ہمیشہ ہمدرد رہتے تھے،لیکن آپ کی ہمدردیاں دوسروں کے لئے بھی اسی طرح ہوتی تھیں،کسی کا کوئی مسئلہ ہوتا،گھریلو زندگی ہو یا سیاسی زندگی،اجتماعی کوئی مسئلہ ہوتا یا انفرادی ہر مسئلہ میں آپ ذاتی دلچسپی لے کر اس شخص کے اس دکھ اور غم کو اپنا دکھ اور غم سمجھ کر اس کی دلداری کرتے، اور اس کو حوصلہ دلاتے۔

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ جب آپ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے تو اس وقت آپ کا حلقہ بہت بڑا تھا۔آج اس حلقہ کی تین سیٹیں ہیں۔تو آپ نے اپنی ممبری صرف اس حلقہ تک محدود نہ رکھی، بلکہ آپ کی ممبری کراچی سے خیبر تک تھی، علاقہ کا مسئلہ ہو یا صوبہ کا یا کسی فرد کا،آپ نے کسی کو مایوس واپس نہیں کیا۔

آپ نے ممبری کے دوران بے شمار لوگوں کو روزگار پر لگایا۔ بے شمار لوگوں کے مسائل حل کرائے۔ جو یقیناً آج آپ کے حق میں دعاء گو ہیں،اور یہی آپ کے لئے قیمتی سرمایہ اور صدقۂ جاریہ ہے۔

اپنی دینی ذمہ داری اور ایک دینی ادارہ کے بانی ہونے کے سبب بے شمار یتیم اور بے آسرا بچوں نے آپ کے زیر نگرانی ادارہ میں تعلیم مکمل کی، اور پھر ملک کے اندر اور بیرون ملک دینی خدمات انجام دینا شروع کیا۔ یہ بھی آپ کے لئے روحانی اولاد ہونے کے ناطے آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

اچھے لوگ خود تو اس دنیاء فانی سے چلے جاتے ہیں،لیکن اپنے پیچھے بڑی بڑی یادیں چھوڑ جاتے ہیں جن کے سبب وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، ان کی یاد کبھی نہیں بھولتی، ایسی ہی شخصیات میں سے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ میرے خسر مرحوم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اور ہم سب روحانی و جسمانی اولاد کو ان کے لئے بہترین صدقۂ جاریہ بنائے۔

خدا رحمت کنند ایں خاک پاک طینت را

(گوجر گونج فروری ۱۹۹۳ء)

****

یادرفتگاں : مولانا عبدالحکیمؒ : ایک عالمگیر شخصیت

بقلم : قاری محمد موسیٰ شاکر چوہان اسلام آباد

آہ ! مجاہد ملت ،لسان العصر، مرد میدان حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ احرار اسلام اور جمعیۃ علماء اسلام کے دور پر شکوہ کی ایک یادگار تصویر جن کو آنکھوں سے اوجھل ہوئے ایک برس بیت گیا۔

پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں اللہ پاک نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں علماء سے آج تک جو کام لیا ہے۔ واقعی وہ انبیاء سابقین کے کام کے تابع اور مماثل ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا یہی تقاضہ ہے کہ آپ کے فیضان نبوت کے مختلف شعبوں کو امت میں آپ کی امت کے علماء علم وعمل کے ذریعے پیش کرتے رہیں گے۔ صحابۂ کرامؓ جو فیضانِ نبوت کے مجموعہ کے خلاصہ تھے کے بعد علماء ربانیین میں سے رب کائنات نے ہر دور کے لئے اپنی منشاء کے مطابق صلاحیتیں عنایت فرما کر دین متین کا کام لیا ہے۔

چنانچہ عصر حاضر میں فکر مجدد الف ثانی اور تحریک شاہ ولی اللہ کے فیضان سے پیدا ہونے والے سینکڑوں بزرگانِ دین کو خدا نے یہ شرف نصیب فرمایا کہ انہوں نے علمی و روحانی جدوجہد ،تصنیف وتقریر کی خدمات ،قلم وتلوار کے جہاد اور عظمتِ اسلام کی خاطر مصائب برداشت کرنے کے میدان میں اپنے اسلاف کے اسوۂ حسنہ کو زندہ رکھتے ہوئے سیرت صحابۂ کرام کو زندہ رکھا۔ نیز سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں خداوند قدوس کی توحید کو ہمہ پہلو شرک کی الائیشوں سے دور رکھنے کی ایسی کوشش کیں جو آنے والی نسلوں کے لئے علم وعمل کے روشن مینار ثابت ہوں گی۔

ان عظیم ہستیوں میں سے ایک مجاہد ملت ،لسان العصر، مرد میدان، جامع معقولات ومنقولات ،منفرد اسلوب کے عظیم خطیب حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ تھے۔ جنہیں فروری ۱۹۹۱ء میں موت کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا تھا۔ اور موت نے فتح پالی تھی ایک ایسے درویش صفت انسان پر جو مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔، اور تکالیف کی آندھیوں میں عزم وثبات کی مشعلیں روشن کرتا رہا۔ جو راہ حق میں اپنوں اور پرایوں کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنا۔ اور جو سفر وحضر میں میں حق وصداقت کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ جس کی غیرت مندی کی سب ہی قسم کھاتے تھے۔ جس کے علم وعمل کے سب ہی مداح تھے۔ اور جس کی جرأت آہنی انسانوں کو بھی استقامت کا درس دیتی تھی۔ جس کا حوصلہ دوسروں کو آگے بڑھانے کی ترغیب دیتا

تھا۔ جس کے روشن خیالات ایک نئی تاریخ مرتب کرنے کے لئے تھے۔ جو تاریخ ساز تھا۔ جو عہد آفرین تھا۔ جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھا۔ جو جیا تو اسلام کی سربلندی کے لئے۔ اور مالک حقیقی سے ملا تو {كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ} کی تصدیق کے لئے۔

یہ اُن کئی تاریخی شخصیات میں سے ایک تھا جن کی عظمت و رفعت، اور غیرت دینی کے نقوش مستقبل کی قوموں کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ جو افکار، و اعمال اور کردار سے قوموں میں ایک انقلاب بپا کر دیتے ہیں۔ اور جن کی وفات سے تاریخ کا ایک نیا باب اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

مجاہد ملت، بابائے سیاست محسن قوم حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ منفرد حیثیت کے مالک تھے کہ جہاں سے آپ کی ابتداء ہوئی وہاں سے موجودہ انتہاء کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس عالمِ رنگ و بو میں بڑی بڑی شخصیات نے جنم دیا ہے، لیکن اکثر بڑے لوگوں کی زندگی میں سازگار ماحول کا بڑا عمل و دخل ہوتا ہے۔ دیگر مشاہیر کے مقابلے میں حضرت مولاناؒ کے حالات قطعاً برعکس نظر آئیں گے۔

مولانا نے غریبوں کو شعور دیا، مفلوک الحالوں کو خودی کی نعمت سے آشنا کیا، اور خان ازم کے بتوں کو پاش پاش کرنے کی ہمت دی۔ انہوں نے جمہوری عمل میں ایک ووٹ کی قیمت سے دہقانوں، مزارعین اور ادنیٰ ترین طبقات کو واقفیت عطا کی۔ مولانا بالخصوص اپنے حلقۂ انتخاب مانسہرہ اور بالعموم سب کے لئے بہت محنت کی، لوگوں کی سیاسی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی اقدار کو اجاگر کرنے اور انہیں بہترین درس عمل سکھانے کا عمل سرانجام دیا۔

آج وہ دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں مگر ان کے دوست، شاگرد، عزیز، مداح اور چاہنے والے مشرق تا مغرب اور شمال تا جنوب پھیلے ہوئے ہیں، اور اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ واقعی ایک عالمگیر شخصیت کے مالک تھے۔

بلاشبہ گوجر برادری ایک نہائت قد آور قابل فخر شخصیت سے محروم ہو چکی ہے۔ اور سیاسی وملّی حلقے ایک اچھے سپاہی اور جمعیۃ علمائے اسلام ایک بڑے فہیم وفراست والے راہنما سے محروم ہو گئی ہے۔ ان کی موت سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پُر نہیں ہو سکے گا۔

؎ بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

(گوجر گونج: ۳۰، اگست ۱۹۹۲ء)

****



ایک عظیم راہنما

(تحریر: عبدالرشید چوہدری)

حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے سے پہلے ان حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے جن کا انہوں نے جوانمردی سے سامنا کیا اور وہ کیا عوامل تھے جنہوں نے انہیں اپنے دور کے باقی راہنماوں سے منفرد اور محترم رکھا۔ ان کی دینی خدمات کا احاطہ تو ان کے ہم عصر علماء کرام ہی کر سکتے ہیں۔ میں صرف مظلوم اور پسے ہوئے طبقات کے بارے میں ان کی جدوجہد کو اجاگر کرنے کا خواہشمند ہوں۔

حضرت نے جس وقت اور جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ اپنے اندر ظلم جبر اور بربریت کی داستانیں لئے ہوئے تھا۔ اس وقت کی معاشرتی طرز زندگی عام آدمی کے لئے نہ صرف ناہموار بلکہ ناخوشگوار بھی تھی۔ ایک طرف ضلع ہزارہ کے عوام کو پہلے ہی سے اپنی آبائی زمینوں سے محروم کیا جا چکا تھا جو یا تو خوانین اور دیگر بالادست طبقات کی مزارعت پر مجبور تھے یا پھر خانہ بدوشی کی حالت میں اپنے مال مویشیوں کو لئے جگہ جگہ سرگرداں رہتے تھے۔ سال ہا سال کی اس بے سروسامانی نے ان قبائل کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا تھا۔ وقت کے بالادست طبقات نے یہاں کے مختلف قبائل کو تادیر تہی دست رکھنے کے لئے ان ہی ہتھکنڈوں کا استعمال کیا جو اس دور میں باقی ہندوستان میں عوام الناس پر روا رکھے جاتے تھے۔ برس ہا برس کی غلامی کی وجہ سے ان طبقات نے اپنے آپ کو اس ماحول سے ہم آہنگ کر لیا تھا اور اس جال سے نکلنے کی نہ تو کوئی جدوجہد تھی اور نہ آرزو۔ سکول تو دور کی بات ہے اس وقت یہاں دینی درسگاہیں بھی نہ ہونے کے برابر تھیں۔

ان حالات میں شاید حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اولین عمر میں ہی علاقے کو خیرآباد کہا اور حصولِ تعلیم کے سلسلے میں دہلی اور سہارنپور جا پہنچے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تعلیم مکمل ہوئی تو انہیں دو بڑے چیلنجوں کا سامنا تھا جو انہیں ہمیشہ بے چین رکھتا تھا۔ ایک طرف برسوں سے غلامی میں پھنسے لوگوں کی ذہن سازی، انہیں تعلیم کی طرف راغب کرنا اور دوسری طرف اسلام کی تبلیغ سے عوام الناس کی ذہن سازی کرنا اور احساس کمتری کو ختم کرتے ہوئے انہیں باقی اقوام کے برابر لا کھڑا کرنا تھا۔

اسی وجہ سے حضرت کو بیک وقت کئی محاذوں جنگ لڑنا پڑی۔ حضرت مولانا عبدالحکیم اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ تعلیم کے بغیر نہ تو کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی ذہنی غلامی اور احساس کمتری سے جان چھڑائی جا سکتی ہے۔ اس مقصد کے حصول

کے لئے حضرت نے مشکل ترین حالات میں راولپنڈی میں جامعہ فرقانیہ کی بنیاد رکھی جس میں ضلع ہزارہ کے پسماندہ طبقات کے بچوں کولا لا کر داخل کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں بچے اس درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوئے جنہوں نے نہ صرف ضلع ہزارہ بلکہ صوبہ سرحد کے باقی اضلاع اور آزاد کشمیر تک آزادیِ فکر اور حریت کے چراغ روشن کئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

1947ء میں جب پاکستان بنا تو اسے انگریزوں کا طبقاتی جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام ورثے میں ملا جہاں عام انسان کی حیثیت ایک مشینی پرزے کی سی تھی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آزادی کے ساتھ ہی ان قباحتوں کا خاتمہ ہو جاتا مگر بدقسمتی سے بابائے قوم حضرت قائدِ اعظمؒ کی وفات کے بعد مملکتِ خداداد پاکستان کی بھاگ انگریزوں کے پروردہ سرمایہ داروں جاگیرداروں اور آمریت کے ہاتھوں میں چلی گئی جنہوں نے آزادی کے ثمرات کو عام آدمی تک نہ پہنچنے دیا جس کی وجہ سے غریب، غریب تر اور امیر، امیر ترین ہوتا چلا گیا۔

دوسری طرف ہندوستانی تہذیب سے ورثے میں ملی ہوئی سماجی ناہمواری، ذات پات، اونچ نیچ اور دیگر رسم ورواج بھی عام انسان کی شخصی آزادی کی راہ میں حائل تھے۔ ان سماجی رویوں کے ذریعے جاگیردار اور وڈیرے عام آدمی کی گردن میں غلامی کا طوق ڈالے رکھنا چاہتے تھے۔ یہ وہی جاگیردار تھے جنہیں انگریزوں نے اپنی وفاداری اور خدمت گزاری کی بنا پر نوازا تھا اور انہیں اپنی رعایا پر ظلم وستم کی کھلی چھٹی تھی۔ جاگیردار اپنی جگہ مگر ان کی قوم سے تعلق کی بنا پر دیگر عام لوگوں کی گردنیں یوں ہی اکڑی رہتی تھیں جس کی وجہ سے عام آدمی کو دوہرے عتاب کا سامنا تھا۔ آزادی کے ساتھ ہی اگرچہ ملکی قوانین رائج ہو چکے تھے مگر بالادست طبقات جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا رائج الوقت قانون استعمال کرتا تھا۔

اس کے علاوہ جاگیرداروں کا ایک دوسرا طبقہ مذہب کی آڑ میں عام انسانوں کی گردنوں پر سوار تھا جو ہمارے خانقاہی نظام پر حاوی تھا اور سٹیٹس کو میں کوئی دراڑ برداشت کرنے کو تیار نہ تھا۔ اگرچہ جاگیرداروں کے خلاف مدہم سی مزاحمت کی آواز موجود تھی مگر پیر نما وڈیروں کے خلاف آواز اٹھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ تعلیم اور شعور نہ ہونے کی وجہ سے عوام پیر اور جاگیردار کا فرق معلوم کرنے کی صلاحیت کھو چکے تھے۔ اسی رویے کو حضرت علامہ اقبالؒ نے یوں بیان کیا تھا

شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ۔ مانند بُتاں پُجتے ہیں کعبے کے برہمن

حد تو یہ تھی کہ ہندوستان کی تہذیب میں رچ بس کر خاندانِ سادات سے تعلق رکھنے والے کچھ پیر صاحبان بھی برہمن کا پروٹوکول استعمال کر رہے تھے۔ اس طرزِ عمل سے پیرانِ طریقت اور اولیاء اللہ کا اصلی کردار کہیں گم ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ آستانے جہاں اللہ کے بندوں کی بلاتمیز مذہب، ذات، برادری خیر خواہی ہوتی تھی، انسانیت کی خدمت جن کا شعار تھا وہ ناپید ہو چکے تھے، وہ آستانے جہاں انسان کی عزت تھی، جہاں تبلیغ دین کا چرچا تھا اور جن کے لنگروں سے خلقِ خدا شکم سیری کے

علاوہ روحانی فیوض و برکات سمٹتی تھی ناپید ہو گے تھے۔جس طرح پیر صاحبان کو پیری وراثت میں ہاتھ آئی تو اسی طرح مریدین بھی وراثت میں ہاتھ آ گئے۔یوں غلامی کی ایک نئی اور مقدس شکل ایجاد ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے ایک طرف غلامی کی اس نئی شکل کے خلاف جدوجہد کی تو دوسری طرف جا گیرداری اور سرمایا داری کے خلاف محاذ جنگ بر پا رکھا اور کلاہِ خسروی سے بوئے سلطانی نکالنے کی جہد مسلسل جاری رکھے رہے۔ان کی یہ جدوجہد نہ صرف ضلع ہزارہ تک محدود تھی بلکہ اس کا دائرہ کار آزاد کشمیر سمیت پورا پاکستان تھا۔آزادی کے وقت چونکہ آزاد جموں کشمیر کی گوجر قوم تعلیمی میدان میں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔جس کی وجہ سے سرکاری ملازمتوں میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر تھا۔سادگی ناخواندگی اور تاریخ سے عدم واقفیت کی بنا پر ان کے آس پاس کے قبائل نے اپنے آپ کو گوجروں سے بالاتر مخلوق سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

اس رویے کی درستگی اور غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے تعلیم کی اشد ضرورت تھی جسے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کی قیادت میں ہمارے اکابرین نے بروقت محسوس کیا اور جدوجہد شروع کی۔اس جدوجہد کے سرخیل حضرت مولانا عبدالحکیمؒ اور چوہدری غلام نبی (مرحوم) تھے۔اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے آزاد کشمیر میں تعلیمی انجمنِ گوجراں کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے پہلے صدر حضرت مولانا فضل کریمؒ تھے۔سردار رحمت اللہ (مرحوم) چوہدری راج محمد، مولانا لال محمد بانیا، چوہدری سلطان علی (مرحوم)، چوہدری مقبول رضا،فیض اللہ جوشی (مرحوم) چوہدری وزیر علی، محمد شریف طارق (مرحوم)، چوہدری ممتاز سابق جج (مرحوم) چوہدری مصری احمدؒ چوہدری غلام حیدر، نمبردار علی زمان، صوبیدار (ر) محمد شفیع نمبردار اسرائیل (مرحوم) منشی سید اکبر اور چویدری محمد جمیل اس تحریک کے روح رواں تھے۔جبکہ ادبی محاذ پر ڈاکٹر صابر آفاقی، مولانا اسمٰعیل ذبیح، بابائے گوجری حاجی رانا فضل حسین، مولانا مہر دین قمر راجوروی اور اسرائیل مہجور، مخلص وجدانی نے اپنا کام بخوبی انجام دیا۔

ان تعلیمی اور سماجی سرگرمیوں کی نگرانی اور مشاورت حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے کاھندوں پر تھی۔اس انجمن کے منشور کے بنیادی نقاط گوجر قوم کو تعلیم کی جانب راغب کرنا، طالب علموں کی مالی معاونت کرنا، گوجروں کو اپنی شاندار تاریخ سے آگاہ کرنا اور تعلیم کے ساتھ ایک ایسی فضا قائم کرنا جس کی وجہ سے یہاں کی تمام اقوام اور برادریاں متحد ہوں اور ایک انسانی برادری کی بنیاد رکھی جاسکے۔

حضرت مولانا عبدلحکیمؒ اور دیگر اکابرین کی جدوجہد کے نتیجے میں جہاں پاکستان کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اچھی خاصی تعداد میں گوجر ممبران منتخب ہوئے وہاں آزاد کشمیر میں بھی صاحبزادہ اسحاق ظفر، چوہدری لطیف اکبر، مولانا لال محمد بانیا، چوہدری بشیر چوہدری محمد عزیز، چوہدری عبدالعزیز، چوہدری یٰسین گلشن، چوہدری راج محمد اور جموں کشمیر کونسل میں سردار رحمت

اللہ (مرحوم) چوہدری یعقوب اور چوہدری جاوید اقبال بڈھانوی ممبر منتخب ہوئے۔انہی کی کوششوں سے تعلیمی انجمن گوجراں بڑے بڑے شہروں میں سالانہ کنونشن بلاتی تھی جہاں آزاد جموں کشمیر اور پاکستان سے اکابرین جمع ہوتے اور گوجروں کی ذہنی تربیت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں باقی انسانوں کے ساتھ مل جل کر اسلامی بھائی چارے کے طریقوں سے روشناس کروایا جاتا اور فرسودہ رسم ورواج، معاشرتی ناہمواری اور انسانوں کے درمیان نفرت کی دیوار گرانے کی کوشش کی جاتی تھی۔

اسی جدوجہد کے ذریعے گوجر قوم اب تعلیمی اور مادی لحاظ سے باقی اقوام کے ہم پلہ ہے۔غریب اور پسے ہوئے طبقات کے حقوق کے لئے جدوجہد میں مولانا عبدالعزیز جلالی (مرحوم) اور قاضی محمد اسرائیل گڑنگی کا کردار بھی سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے جنہوں نے نچلے طبقے کو اوپر اٹھانے کے لئے ساری زندگی وقف کئے رکھی۔حضرت مولانا عبدالحکیمؒ تمام غریب، پسے ہوئے طبقات اور دکھی انسانوں کے نمائندہ تھے، ان کی جدوجہد کا مقصد غریب، مزدور اور کسان کو ان کا جائز حق دلوانا تھا۔ وہ شہید ذوالفقار علی بھٹو سے اس لئے متاثر تھے کہ وہ غریبوں مزدوروں کسانوں اور ہاریوں کی بات کرتے تھے۔اسی دور میں حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سینٹر بھی منتخب ہوئے اور دکھی انسانوں غریب کسانوں اور ہاریوں کے لئے کام کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔

ذوالفقار علی بھٹو کا ساتھ دینے کی وجہ سے جمعیت علمائے اسلام کا ایک دھڑا ان سے ناراض ہوا مگر حضرت کا خیال تھا کہ اقتدار کا سینگ لگے بغیر بڑے بڑے جغادریوں کے ساتھ پنگا نہیں لیا جاسکتا۔حضرت نے اقتدار کے سینگ کو پسے ہوئے طبقات کے حقوق کے لئے خوب استعمال کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی دیگر سروں پر بھی سینگ ابھر آئے تو خودساختہ بالادستی کے زعم باطل پر کھڑی عمارتیں زمیں بوس ہونے لگیں۔اسی سلسلے کی ایک کڑی سردار یوسف بھی ہیں جنہوں نے پسے ہوئے لوگوں کی بھرپور نمائندگی کی ہے۔

1971ء اور 1975ء کے دوران تعلیمی انجمنِ گوجراں راولپنڈی اسلام آباد کا جنرل سیکریٹری ہونے کے ناطے مجھے حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سے بارہا ملنے کا اتفاق ہوا۔حضرت ایک رُعبدار گرجدار آواز کے حامل پراثر شخصیت کے مالک تھے۔وہ گوجروں کو گوجری بولنے کی ترغیب دیتے۔ایک بار ہماری ایک چھوٹی سی میٹنگ میں تشریف لائے تو ہمیں پنجابی زبان میں محوِ گفتگو پا کر سخت برہم ہوئے فرمانے لگے تم کدھر سے گوجر ہو یہ زبان ہی تو ہماری پہچان ہے یہ چھوٹ گئی تو پیچھے کیا باقی رہے گا ان کی ڈانٹ کے بعد ہم یہ کوشش کرتے تھے کہ ہر مجلس میں اپنی زبان کا ہی استعمال ہو۔

تعلیمی انجمن گوجراں کے کنونشن میں باغ تشریف لے گئے۔میں نے اور مرحوم کمال دین کمال نے ان کا استقبال کیا۔مجھ سے کہنے لگے کوئی چیز گوجری میں لکھی ہو تو سناؤ۔میں نے اس کنونشن کے حوالے سے لکھی گئی ایک نظم سنائی جو انہیں

بہت پسند آئی۔ آبپارہ اسلام آباد میں ان کا ایک پلاٹ تھا جس پر تعمیر شروع ہوئی تو کئی بار میں ان سے ملنے گیا۔ ایک بار ہماری مسجد کے امام حضرت مولانا محمد اسحاق نظیریؒ نے مجھے میلاد شریف کے اشتہارات لگانے کے لئے دیئے اور میں دیواروں پر اشتہارات چپکاتے چپکاتے مولانا عبدالحکیمؒ کے پلازے کے ساتھ ان کے سامنے آ گیا تو فرمایا لڑکے گھبراتے کیوں ہو لگا دو اشتہار ادھر بھی۔ حضرت کی اس فراخدلی اور مسلکی عصبیت سے پاک ہونے کی وجہ سے میرے دل میں ان کے احترام میں اضافہ ہوا۔ دورِ حاضر میں امت مسلمہ کو فرقہ واریت اور گروہی عصبیت کا سامنا ہے جس کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ آج ہمیں حضرت کی یاد اس لئے بھی ستا رہی ہے کہ اگر آج وہ ہم میں موجود ہوتے تو مختلف فرقوں میں بٹی امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کر رہے ہوتے۔

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے تحریک ختم نبوت میں بھی مثالی جدوجہد کی تھی اور اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ حضرتؒ نے بھارت اسرائیل سمیت دنیا کی غاصب قوتوں کو ببانگِ دہل للکارا اور اپنی حیثیت کے مطابق فلسطینیوں اور کشمیریوں کے حق میں آواز بلند کی اور آخر دم تک دنیا کی جابر اور غاصب قوتوں کو للکارتے رہے۔

مگر کیا کیجئے کہ بقول حضرت علامہ اقبالؒ بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی۔ بدقسمتی سے آزادی کے بعد پاکستان کے حالات میں کوئی خاطرخواہ تبدیلی نہ آ سکی اور یہاں کے عوام جاگیرداروں اور وڈیروں کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکے۔ ایک المیہ یہ بھی ہے کہ کئی جاگیرداروں کی بیٹیاں آج بھی خاندان میں بر نہ ملنے اور وراثت کی تقسیم کے خوف سے قرآن سے بیاہی جاتی ہیں۔ اس جدید دور میں بھی غیرت کے نام پر قتل ہوتے ہیں۔ عورت تو کیا یہاں مردوں کو بھی اپنی قسمت کا فیصلے کرنے کا اختیار بہت کم ہے۔

وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے ایک طرف امراء بسیارخوری سے لقمہ اجل بنتے ہیں تو دوسری طرف غریبوں کے بچے کچرہ کنڈیوں سے روٹی کے ٹکڑے چُن چُن کر روح اور جسم کا رشتہ برقرار رکھنے پر مجبور ہیں۔ بیروزگاری کی وجہ سے جرائم کی شرح میں اضافہ ہو چکا ہے اور چوک چوراہے بھکاریوں سے بھرے پڑے ہیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان کی باگ دوڑ آج بھی انہی وڈیروں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے جن کے ساتھ چھیڑی گئی جنگ میں جناب ذوالفقار علی بھٹو جان کی بازی ہار گئے تھے۔ اپنے حلقہ انتخاب اور مزارعوں پر مضبوط گرفت کی بنا پر یہی سرمایہ دار اور جاگیردار ہمیشہ کے لئے ایلکٹ ایبل رہے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ شاہد ہے کہ یہ لوگ ہر دور میں سدابہار کی بیل کی طرح ہرے رہتے ہیں اگر مارشل لا لگا تو صفِ اول میں کوئی لنگڑی لولی جمہوریت قائم ہوئی تو ان ہی کے بل بوتے پر۔ حکومت کے اکھاڑ بچھاڑ میں ہمیشہ اسی اصطبل کا

انتخاب ہوتا ہے۔یہی لوگ ہیں جو اس ملک کے وسائل پر قابض رہے۔

یہ بھی ایک کڑوا سچ ہے کہ یہاں ووٹر مکمل آزاد نہیں، دیہاتوں میں وڈیروں اور جاگیرداروں کے حکم پر بیلٹ بکس بھرے جاتے ہیں اور شہروں میں روپے پیسے کے بل بوتے سے۔ یہاں بادشاہ اور قاضی اکثر ایک صفحے پر ہوتے ہیں۔ان ہی وڈیروں اور جاگیرداروں کے اشاروں پر پٹواری، تھانیدار سے لے کر ایس پی تک کی تعیناتی ہوتی ہے جو ریاستی طاقت سے ان کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اور اسی شان وشوکت سے غریبوں کو مرعوب اور خوفزدہ کیا جاتا ہے۔

آئین وقانون کی بالادستی صرف دل کو بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے والی بات ہے وگرنہ اصل بالادستی تو اُن ہی کی ہے جن کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔اسی ستر سالہ اکھاڑ بچھاڑ کی بنا پر وطن عزیز میں نہ تو کوئی مستحکم جمہوری حکومت قائم ہوسکی اور نہ ہی ملک ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوسکا۔ وہ دماغ جنہوں نے وطن عزیز کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا تھا ان کی بہترین صلاحیتیں سیاسی اکھاڑ بچھاڑ میں صرف ہونے لگیں تو ملکی ترقی پر توجہ نہ دی جاسکی۔نقصان اور خوف کی وجہ سے کارخانے بند اور کاروبار ٹھپ ہوگیا۔سرمایہ دار اپنی دولت بیرون ملک لے گئے۔نتیجۃً ملک چلانے کے لئے بیرونی قرضوں پر انحصار کرنا پڑا اور مملکت پاکستان آج بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہے اور ہماری معشیت وینٹی لیٹر پر چلی گئی ہے۔ عالمی دنیا میں ہماری حیثیت ایک پیشہ ور بھکاری کی سی ہوچکی ہے۔

معشیت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور اقدار کا بھی جنازہ نکل چکا ہے۔ اسی صورت حال اور ہماری عالمی تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے جموں کشمیر کو ہڑپ کرلیا ہے اور ہم کفِ افسوس ملتے رہ گئے۔اس صورتحال میں آج ہمیں پھر حضرت مولانا عبدالحکیم جیسی دبنگ اور بے باک قیادت کی ضرورت ہے مگر بدقسمتی سے میدانِ سیاست میں جو کچھ بچ گیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ ہماری کشتی کو بادِ مخالف کے تھپیڑوں سے نکال سکے۔

ہمارا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہماری مذہبی جماعتیں فرقہ واریت پر مبنی ہیں جو اپنا الگ الگ تشخص رکھنے کی بنا پر پورے دیندار طبقے کی توجہ حاصل نہیں کرسکیں اور پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ والی بات پسِ پشت چلی گئی ہے۔فرقہ واریت ان جماعتوں کی سیاسی ضرورت بن چکی ہے جس کی وجہ سے اس دلدل سے نکلنا مشکل ہوچکا ہے۔اس باہمی کشمکش کی وجہ سے عوام الناس کا رجحان مغربی جمہوریت کی علمبردار بڑی سیاسی جماعتوں کی طرف ہوجاتا ہے۔بہرحال کسی نہ کسی مذہبی جماعت کو اکثر وبیشتر اقتدار کی گنگا میں اشنان کا موقع ہاتھ آ ہی جاتا ہے جو نیک نامی کا باعث نہیں بنتا۔اس وجہ سے وہ لوگ جو ملکِ پاکستان کے تمام مسلمانوں کو اُمتِ مسلمہ کی صورت میں یکجا دیکھنا چاہتے ہیں ان کے خواب چکنا چور ہوجاتے ہیں۔

یوں بھی برصغیر کے مسلمان غلامی پسند واقع ہوئے ہیں۔کوئی جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں کے نیچے دبا ہوا

ہے اور کسی کی گردن پیر صاحبان اور علماء کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ جاں بھی گروغیر، بدن بھی گروغیر۔ خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھرے جائیں۔ کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری۔

اس صورتحال سے نکلنے کے لئے بھی ہمیں حضرت مولانا عبدالحکیم جیسے نڈر اور وسیع القلب لیڈر کی ضرورت ہے جو اس قوم کو تکمیل پاکستان کی راہ پر گامزن کر سکے اور عالم اسلام کے سامنے پاکستان کا روشن چہرہ عیاں کر سکے۔ آج اگر حضرت مولانا عبدالحکیمؒ ہم میں نہیں مگر ان کے کارہائے نمایاں کے نتائج ہمارے سامنے آ چکے ہیں جو نئی نسل کے لئے مشعل راہ ہیں۔ حضرت نے علم کی روشنی اپنے کردار سے پھیلائی اور ان کی جلائی ہوئی شمعیں ملک کے طول وعرض میں فروزاں ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ان کی ان قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ملک خداداد پاکستان میں عدل وانصاف اور انسانیت کا بول بالا ہو۔ آمین۔

گوجر برادری کے لئے حضرت مولانا کی کاوشیں

گُجرات سے چل کے گجرات تک گئے شہر لے کر وہ دیہات تک
وہ کابل گئے چھوڑ کونکن گئے شوالک سے اُٹھ کر وہ دکن گئے
وہ غزنی کے حاکم تھے پنجاب کے وہ یارو مالک تھے دوآب کے
زمانہ گجّر تھا گجّر کی شان وہ گجّر گئے رہ گیا بس نشان

(رانا محمد اکبر خان کالس)

یوں تو حضرت مولانا عبدالحکیمؒ نے بغیر کسی تفریق کے ہر ایک غریب کے لئے کام کیا، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی برادری سے ہوتا اور اس کی بے شمار مثالیں ریکارڈ پر موجود ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ مولانا نے اپنی گوجر برادری کے لئے بہت کام کیا، اس لئے کہ یہ مظلومیت کا شکار تھی۔گوجر قبیلہ جو صوبہ سرحد میں ۶۰ فیصد کی تعداد میں آباد ہے۔پنجاب اور دیگر صوبوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ پشتو بولنے والے سب لوگ پٹھان ہیں حالانکہ یہ تاثر غلط ہے۔قبائلی علاقہ جات، پشاور، مردان، سوات اور مینگورہ میں ۷۰ فیصد پشتو بولنے والے گوجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ضلع مردان میں گوجر گڑھی، گوجرانو کلے، گوجرات اور گوجر کالونی جیسے نام گوجر برادری کے تناسب کو ظاہر کرتے ہیں۔

ریاست ہزارہ گوجراں

اسی طرح ہزارہ ڈویژن کے اضلاع میں گوجر سب سے زیادہ قدیم عرصے سے آباد ہیں۔صرف ضلع مانسہرہ، وادیٔ کاغان اور بٹگرام میں لاکھوں کی تعداد میں گوجر آباد ہیں۔ بلکہ ہزارہ مشہور ہی گوجروں کی وجہ سے ہے۔آئین اکبری اور تاریخ گرجر کے مطابق سابق ضلع ہزارہ اور موجودہ ہزارہ ڈویژن کا نام ریاست ہزارہ گوجراں تھا۔اور اس دور میں یہاں گوجروں کے ایک ہزار گاؤں آباد تھے، جن کی تعداد اب کئی ہزاروں تک جا پہنچی ہے۔ ہزارہ گوجراں رفتہ رفتہ کثرت استعمال کی وجہ سے صرف ہزارہ استعمال ہونے لگا۔

یہ وہ علاقہ ہے جس نے گوجروں کے زوال کے زمانے میں یعنی اکبری دور میں بھی گوجر قوم کا نام زندہ رکھا۔ چنانچہ آئین اکبری میں جہاں آبادی کی ذاتیں درج ہیں، مغربی پنجاب میں سوائے علاقہ مینگمری کے کسی علاقہ میں گوجر قوم تحریر نہیں ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ گوجروں کا اقتدار بقایا علاقہ جات پر باقی نہیں رہا تھا۔مگر علاقۂ ہزارہ کو صاف طور پر ہزارہ گوجراں

تحریر کیا گیا ہے۔اس سے کوہستانی گوجروں کی عظمت صاف عیاں ہے۔

۱۷۳۹ء میں جب نادر شاہ درّانی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کی فوجوں نے گوجروں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے، کیونکہ گوجر قوم ہی صرف وہ قوم تھی جو اس علاقے میں درّانیوں کی پیش قدمی اور حکومت میں مزاحمت کر رہی تھی۔مگر جونہی نادر شاہ دلّی کو لوٹ کر واپس گیا تو گوجروں کے ایک سردار نجیب اللہ نے تمام علاقہ سے درّانیوں کو نکال دیا۔

۱۷۶۲ء میں اسے راجہ تسلیم کر لیا گیا، اور اُس نے وہ زمینیں جو درّانیوں نے علاقہ میں داخل ہو کر گوجروں سے چھین لی تھیں دوبارہ واگزار کر دیں۔اب راجہ نجیب اللہ کے نام پر ایک شہر آباد ہے جو کوٹ نجیب اللہ کہلاتا ہے۔اس کا تعلق گوجروں کی گوت تن تری سے تھا۔

راجہ نجیب اللہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے محمد خاں کے نابالغ ہونے کی وجہ سے اس گوجر حکومت کا انتظام رانی بیگم نے سنبھالا۔اور کچھ عرصہ کے بعد جب لوٹ مار کی کثرت ہوئی تو اس نے اقتدار کوٹ نجیب اللہ کے ایک بہادر شخص مشرف گوجر کے حوالے کر دیا۔اس نے علاقے کا انتظام بہترین طریقہ سے سرانجام دیا۔چوروں کو سزائیں دیں، اور پٹی گوجری اور پٹی ترینی کی تمام جائیدادیں دوبار گوجروں کو آباد کرنے کے لئے دی گئیں۔اور ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا۔

راجہ نجیب اللہ کے لڑکے راجہ محمد خان کے جوان ہونے پر راجہ مشرف گوجر نے یہ گوجر سلطنت اس کے حوالے کر دی اور خود بحیثیت وزیر کام کرنے لگا۔ (تاریخ گرجر ص ۳۴۹، ج ۴)

ہزارہ میں گوجر قوم کی شاخیں

رواج نامہ بندوبست اراضی ضلع ہزارہ ۱۸۷۲ء کے مطابق ہزارہ میں گوجر قوم کی پینتالیس شاخیں آباد تھیں۔

مثلاً چوہان، کشان، پوسوال، کالس، جٹ، کھٹانہ، عالم، بری، برگٹ، بجاڑ، بوکل، کھاری، جاگل، چیچی، گھیلا، ٹھیکری، نکیال، ٹنجر، جگل یا جاگل، جانگل، باہروال، بانیاں، جھارا، بوکرہ، رواناں، سوھا، بڈھانہ، بھلوٹ یا بھالوت، کوھلی، بھوملہ، برلا، تیڑور، بجراں، شاہنگی، بھلیسر، متیارہ، لانڈے، گورسی، کونشی، باگڑی، جیندڑ، ڈوئی، ٹھیکریہ، بارواڑ، دھدڑ، برکٹ، چھالہ، ٹوگرو، کٹاریہ اور سوہوتنترا وغیرہ وغیرہ۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں گوجر رجمنٹ میرٹھ کا علمِ آزادی بلند کرنے کا فیصلہ

گوجر قوم کو حکومت برطانیہ کے وقت سے ہی پسماندہ رکھا گیا ہے۔اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب فرنگی کے کالے قوانین کی وجہ سے گوجر قوم کے جذبات اور عقائد پر مسلسل ضربیں پڑنے لگیں تو ایک دن گوجر رجمنٹ میرٹھ کے مجاہدوں نے

علمِ آزادی بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔۱۰ مئی ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ کی ابتداء میرٹھ سے ہوئی۔ ویسے تو گوجر مسلسل چوالیس (۴۴) سال سے کسی نہ کسی شکل میں انگریزوں سے لڑتے چلے آرہے تھے اور انہوں نے ۱۸۱۳ء میں جنگ آزادی کی ابتداء کردی تھی۔ میرٹھ میں گوجروں کی ریاست پریچھت گڑھ واقع تھی، اور اسی طرح دلّی کے ہر چہار طرف ڈیڑھ سو میل کے نصف قطر کے دائرہ میں گوجر برسرِاقتدار تھے، جنہیں شاہان دہلی نے اٹھارویں صدی میں آزاد و خودمختار ریاست تسلیم کرلیا تھا۔ اس زمانے میں میرٹھ میں سب سے زیادہ انگریز رہتے تھے، اور اسی طرح وہاں سے چالیس میل دور دلّی میں بھی زبردست انگریزی فوج رہتی تھی۔

مغل بادشاہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کرا کے تمام علاقوں کی مال گزاری کی وصولیابی انگریزوں کے سپرد کردی تھی۔ مگر گوجر یہ ماتحتی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اور جب علاقہ بھگوان پور کے راجہ کوڑا سنگھ کے علاقوں میں تخفیف کرنے کی کوشش کی گئی تو راجہ کوڑا سنگھ کے بیٹے راجہ وجے سنگھ نے تلوار نیام سے نکال لی، اور بھگوان پور میں ۱۸۱۳ء کو گوجروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ایک تاریخی تقریر کی جسے اپنی قوم کے نوجوانوں کے لئے یہاں نقل کرنے کو میرا جی چاہتا ہے اس بہادر نوجوان نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

آزادی کے داعی اوّل بہادر وجے سنگھ کی بھگوان پور میں تقریر ۱۸۱۳ء

بھادر گوجرو! آج تم لوگوں کو اس لئے یہاں بلایا گیا ہے تاکہ ہم مل کر سوچیں، آیا ہمیں آزادی سے اپنے ملک میں رہنا ہے یا بیرونی قوتوں کا غلام بن کر رہنا ہے؟ گجرات گجروں کا وہ ملک ہے جس نے تیمور کو پسپا کیا۔ جہاں سے شیر شاہ سوری اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اکبر نے ہماری سرداری قبول کی۔ ہمارے بزرگوں نے آج کی تاریخ ۱۸۱۳ء تک کسی غیر قوم کو باج و خراج نہیں دیا۔ بیرونی مسلمانوں نے جب دھارانگری تباہ و برباد کردی تو ہم نے ماتحتی قبول کرنے کے بجائے پناہ گاہوں میں پناہ ڈھونڈی، مگر اپنا سر خم نہیں کیا۔

جہاں جہاں آج تک گوجر بستے ہیں بلاشک وہ دریاؤں کے کھادر، پہاڑوں کی گھاٹیوں اور ریگستانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں، اور ان میں سے بیشتر نے اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرلی ہے۔ مگر ملک دشمن لوگوں نے میر صادق، میر جعفر اور نواب اودھ وغیرہ کی شکل میں اپنے وظیفے مقرر کرا کے ملک کی باگ وڈور انگریزوں کے سپرد کردی ہے۔

یہ ملک ہمارا ہے، اس کو زرخیز بنانا ہمارا کام ہے۔ اس میں باغات لگانا ہمارا فرض ہے۔ اس کی حفاظت کرنے کی وجہ سے ہمارے بزرگ کھشتری کھلائے۔ ملک کے دشمنوں اور بدمعاشوں کو اکھاڑ پھینکنے کی وجہ سے ہمارے بزرگ گوجر کہلائے۔

گوجر قوم پر آج حیرت ہے کہ اُن کے ملک میں ایک نئی حملہ آور قوم بڑھی چلی آرہی ہے، لیکن وہ جائیدادوں اور تعلقہ داری کے فریب کے چکر میں آ کر اپنی آزادی کھو بیٹھے ہیں۔ آج تمام گوجر آہستہ آہستہ ماتحتی قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر ہم نے بلا چوں و چرا اس ماتحتی کو قبول کر لیا تو آئندہ آنے والی نسلیں ہم پر بزدلی کا الزام لگائیں گی۔

مجھے یقین ہے کہ اگر ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو دیگر قوموں کے لوگ بھی اس کی حرمت کے لئے کٹ مرنے کو تیار ہو جائیں گے، مگر ان کے ساتھ دیکھ بھال کر چلنا ہوگا۔ ایسا نہ ہو اس آزمائش سے اُن کی کوئی غرض وابستہ ہو۔ وطن کو بچانے کے لئے صرف وطنی جذبہ ہی کام آ سکتا ہے۔ میں نے تمام گوجروں میں اپنے آدمی بھیجے ہیں۔ تمام مسلمان گوجر ہمارے ساتھ ہیں، مگر علاقہ کاندھلہ کے سردار رانا فتح جنگ چوہان، اور ستگاؤں کے سردار رانا گلاب علی چوہان نے یہ کہلا کر بھیجا ہے کہ کاندھلہ کے متولی شیخ صاحبان اس جنگ کو بادشاہ وقت کے خلاف بتاتے ہیں۔ اور ایسا کرنا گناہ بتاتے ہیں معلوم ہوتا ہے شیخ صاحبان نے جاگیر لینے کے لالچ میں انگریزوں سے ساز باز کر لی ہے۔

مگر مجھے یقین ہے کہ جس دن آزادی کے نقارہ جنگ پر چوب ماری جائے گی۔ کوئی گوجر خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہرگز جنگ سے باہر نہیں رہے گا۔ اور نقارہ سنتے ہی جھوم اُٹھے گا۔ اس طرح اس نے چند اور سرداروں کا ذکر کیا جو جنگ کی تیاری میں مصروف تھے اور پھر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اگر آپ لوگوں کا مشورہ ہو تو ہم باقی لوگوں کو بھی یہاں بلا کر آزادی کا اعلان کر دیں۔

سب حاضرین نے بیک زبان ہو کر کہا ہمیں منظور ہے۔ پھر سردار بساون سنگھ نے کہا: بہادرو! آج ہی سے اعلانیہ تیاری شروع کر دو، اور جو بھی انگریز افسر بندوبست آراضی کے بہانے دلّی سے یہاں آئے اُسے گرفتار کر کے فوراً وجے سنگھ کے حوالے کر دو۔ حاضرین گھوڑوں پر سوار ہو کر یہ نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے۔ راجہ وجے سنگھ زندہ باد۔ گوجر قوم زندہ باد۔

اس کے بعد یہ گوجر انگریزوں کے خلاف گوریلا وار مختلف علاقوں میں وقفے وقفے سے لڑتے رہے۔ گجرات کے تمام زمیندار اُن کے حمایتی تھے۔ انہوں نے جنوب میں میرٹھ اور مشرق میں مراد آباد تک کے تمام علاقوں سے انگریزوں کو نکال باہر کر دیا۔ انگریز خاص سہارنپور میں محصور ہو کر لڑتے رہے۔ انگریزوں کی طرف سے راجہ وجے سنگھ کو باغی قرار دے دیا گیا تھا مگر اسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو ہندوستان کے سپاہی بھی اس جنگ میں شریک ہو گئے اور ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کی صبح کو میرٹھ میں ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے انگریز افسروں کو تہ تیغ کر دیا۔ ہر طرف سے گوجر جنگجو نکل آئے اور بیگم بازار میں انگریزوں کی کوٹھیاں تباہ کر دی گئیں۔

میرٹھ سے انگریز کے اقتدار کا سورج غروب کرنے کے بعد گجر رجمنٹ کی غیور سپاہ دہلی کی جانب روانہ ہو گئیں۔دلّی کے راستے میں لاکھوں گوجرآ آ کر شریک ہوتے رہے۔اور ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کی صبح جب یہ لوگ دلّی کے سامنے جمنا کے بائیں کنارے پر نمودار ہوئے تو انگریزوں نے دریائے جمنا کا پُل توڑ دیا۔لوگ جنوب کی طرف سے دریائے جمنا کو عبور کر کے دلّی میں داخل ہونے کے اندر کامیاب ہو گئے جو انگریز سامنے آیا اُسے گولی سے اڑا دیا یہاں تک کہ قلعہ کے سامنے پہنچے اور بہادر شاہ مغل کو بادشاہ بننے کی پیشکش کی ،اور اُس نے مجبوراً آزادی پسندوں کی سرپرستی قبول کر لی۔اس جنگ میں تمام ہندو مسلمان شریک تھے جنہیں اپنے ملک کی آزادی سے پیار تھا۔ (تاریخ گرجر ص۴۰۶،ج۲)

چڑھتے سورج کے پجاری تو ہر دور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ،اور پاک وہند کی سرزمین تو اس معاملے میں زیادہ ہی زرخیز ثابت ہوئی ہے۔ابھی آزادی کو چھے ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ کچھ مفاد پرست لوگوں کی وجہ سے یہ جنگ آزادی بغاوت میں تبدیل ہوگئی۔

سردار کالا خان گوجر کا انگریزوں کے ساتھ مقابلہ

ادھر ٹیکسلا کو مرکز بنا کر سردار کالا خان گوجر نے حریت پسندوں کو متحد کیا ،اور ہزارہ صوبہ سرحد میں انگریزوں کے دانت کھٹے کئے۔آج کے جاگیردار جو اُس وقت مفلسی کا شکار تھے انگریزوں کے لئے جاسوسی کرتے رہے اور گوجروں کے متعلق معلومات فراہم کرتے رہے۔اور جب جنرل نکلسن کو سردار کالا خان گوجر کے ایک مجاہدِ حریت نے گولی کا نشانہ بنایا تو وہی جاسوسی کرنے والا شخص اسے اٹھا کر انگریزوں کے مورچوں تک لے کر گیا۔

آج آپ جب ٹیکسلا کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو سڑک کے بائیں ہاتھ پہاڑی پر ایک مینار نظر آتا ہے، اور ارد گرد کی پہاڑیاں کرش مشینوں کی وجہ سے زمین بوس ہوتی نظر آتی ہیں۔یہ مینار جنرل نکلسن کی یادگار کے طور پر تعمیر کیا گیا ہے، جو گوجروں کی جنگ آزادی، اپنوں کی سازش، اور جنرل نکلسن کی شکست جیسے اہم واقعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

انگریزوں نے وفاداری کے صلہ میں ٹیکسلا اور اس کے نواح میں سینکڑوں ایکڑ اراضی گوجروں سے چھین کر اس غریب مزارع کو دی جس نے جاسوسی کی اور جنرل نکلسن کو زخمی حالت میں انگریزوں تک پہنچایا۔

سردار کالا خان گوجر کی اولاد آج بھی ٹیکسلا،حسن ابدال اوراس کے نواح میں آباد ہے۔اور ٹیکسلا میں بہت سے مقام جیسے کالا پل، ،سرائے کالا، نالا کالا اور موضع کالا سردار کالا خان کی یادگار کے طور پر موجود ہیں۔

گوجروں کی طرف سے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے لشکر کی مدد

شعبان ۱۲۴۶ھ میں جب تحریک ولی اللّٰہی کے جانثار اور سید احمد شہید کا لشکر تھا کوٹ سے ہوتا ہوا بٹگرام میں داخل ہوا تو اُن دنوں اس علاقے پر ناصر خان کی حکومت تھی سید احمد شہیدؒ اور اس کے لشکر نے چند دن موضع راج دواری میں قیام کیا تو وہاں کے گوجروں نے سید صاحب کے لشکر کے لئے اپنے گھر خالی کر دیئے تھے، اور آپ مع اپنے لشکر کے وہاں پر مقیم ہوئے۔

اسی قیام کے دوران سعادت خان کا بیٹا حبیب اللہ خان جن کے نام پر گڑھی حبیب اللہ مشہور ہے سید صاحب سے ملنے کے لئے راج دواری میں آیا، اس زمانے میں ناصر خان اور حبیب اللہ خان کے درمیان پتنہ داری تھی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حبیب اللہ خان کے باپ سعادت اللہ خان نے ناصر خان کے کسی عزیز کو مار ڈالا تھا۔

ناصر خان نے جب سید صاحب سے اس بات کا شکوہ کیا کہ میری اور حبیب اللہ خان کی پتنہ داری اور عداوت ہے، یہ آپ کے پاس کیوں آیا تو سید صاحب نے ناصر خان کو سمجھایا کہ ہم یہاں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آئے ہیں اس لئے اس دشمنی کو ختم کرو۔ آپ کے سمجھانے سے وہ صلح پر راضی ہوئے اور آپ نے ان دونوں کے درمیان صلح کروائی۔ راوج دواری کے قیام کے دوران اردگرد کے بستیوں کے رہنے والے گوجر آپ کے لشکر کے لئے غلہ اور اناج کا بندوبست کرتے رہے۔

اسی راج دواری کے قیام کے دوران اکثر غازیوں نے سید صاحب کے دست مبارک پر اصحاب صفہ کی بیعت کی۔ جس میں اس بات کا عہد و پیمان تھا کہ اپنی چھوٹی بڑی سب حاجتیں سوائے اللہ کے کسی سے طلب نہیں کریں گے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا لشکر جب سچاں، جبوڑی، بھوگڑ منگ سے ہوتا ہوا بالا کوٹ کی طرف روانہ ہوا تو پہاڑ برفباری ہونے کی وجہ سے سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ برف باری میں مجاہدین کے لئے راستہ بنانے کی خاطر گوجر پیال کی چپل پاؤں میں پہنے برف پر چلتے تھے، ان کے چلنے سے برف پر نشان سا بنتا جاتا تھا، اسی نشان پر سب آگے پیچھے چلتے تھے۔

اس عرصہ میں ابر آ گیا اور برف برسنے لگی۔ عصر اخیر کو برف برسنی موقوف ہوئی تو پہاڑ کا نشیب و فراز برابر ہو گیا تھا، اندازے سے لوگ چل رہے تھے بعض راستے پر چلتے ہوئے گر رہے تھے، اتنے میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بھی گر پڑے، لوگوں نے پکار کر آواز دی کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گر گئے، یہ سن کر تمام لوگ مارے غم کے رونے لگے۔

جو گوجر لشکر کے ساتھ چل رہے تھے انہوں نے گوجری زبان میں اپنے دوسرے مقامی گوجر بھائیوں کو مدد کے لئے آواز دی تو اُسی وقت وہ تمام گوجر اپنے اپنے گھروں سے ایک ایک کلہاڑی اور چیڑ کی ایک ایک لکڑی جسے مقامی زبان

میں دینڈی، اور پشتو میں لیت یعنی مشعل کہتے ہیں جلا کر دوڑے، ان میں سے ایک گوجر نے مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کو اپنی پشت پر سوار کر لیا۔ شاہ اسمٰعیل شہید صاحب نے ان سے فرمایا اُوپر اور بہت سے غازی بھائی گرے پڑے ہیں، ان کو سنبھالو، انہوں نے جا کر ان کو اپنی پشت پر سوار کیا اور وہاں سے اتار کر اپنے اپنے گھروں میں لائے، اُن کے نزدیک آگ جلائی اور اُن سے کہہ دیا کہ خبردار آگ کے نزدیک نہ جانا، دور ہی سے دیکھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

پھر ان گوجروں نے غازیوں کو گرم گرم دودھ پلایا اور اسی وقت کئی بکرے ذبح کئے اور اُن کا گوشت بھون بھون کر غازیوں کو کھلایا اور کہا کہ اس وقت تمہاری یہی دوا ہے۔ (سیرت سید احمد شہید ص ۴۲۱)

سید احمد شہیدؒ کے بالاکوٹ کے اس سفر میں گوجر قوم نے سید احمد شہید کے ہراوّل دستہ کا کام دیا اور آخر تک سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ساتھ دیا۔ پھاڑوں میں برف کے اندر راستے بنائے، جہاد میں جانیں لڑائیں، بیماروں کی تیمارداری کی۔ چنانچہ سیرت احمد شہید میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

سید احمد صاحبؒ کو جب معلوم ہوا کہ مولوی خیر الدین صاحب کاغان کے دشوار گزار راستے پر گئے ہیں جہاں سے بالاکوٹ کا راستہ برف باری کی وجہ سے بند ہے تو آپ نے چالیس پچاس گوجروں کو برف ہٹانے اور راستہ صاف کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ مولوی خیر الدین صاحب جب بیمار ہوئے تو ان کی تیمارداری کے لئے دو گوجروں کو ان کے پاس چھوڑا۔

سید احمد شہیدؒ کی طرف سے گوجروں کی توقیر

سید احمد شہیدؒ کے پاس ایک دن گوجروں کا ایک سردار (جس کو وہ لوگ مقدّم کہتے ہیں) سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ ملاقات کے لئے آیا، وہ سب لوگ کمّل کا لباس پہنے ہوئے تھے، آپ اُن سے بڑے تپاک سے ملے، اور بڑی عزت و توقیر سے اپنے پاس بٹھایا، اور ہر ایک سے عافیت مزاج پوچھی، اور ان کے واسطے مکلّف کھانا پکوایا، اور حاضرین سے فرمایا کہ یہ لوگ بڑے دیندار ہیں۔ پہاڑوں پر رہتے ہیں، بھیڑ بکریاں، گائے، بھینس پالتے ہیں اور انھیں کے دودھ دہی وغیرہ سے اپنی گزران کرتے ہیں۔ اور شر وفساد سے کام نہیں رکھتے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ لوگ ہمارے بڑے مخلص انصار ہوں گے۔

اسی طرح اکثر اوقات اس ملک کے صاحب اخلاص گوجر آپ کی خدمت میں آتے اور آپ ان کی بہت عزت و توقیر کرتے تھے، اور اُن سے محبت کرتے تھے۔ (سیرت احمد شہید ص ۷۴۳ ج ۲)

گوجر عورتوں کی محبت وتواضع

سیرت سید احمد شہید کے صفحہ ۴۴۰ پر لکھا ہے کہ بالاکوٹ کے سفر میں جب آپ سچاں سے روانہ ہوئے تو ایک جگہ

پہاڑ کی چڑھائی کے دوران جب اس علاقے کی عورتوں کو معلوم ہوا تو کئی گوجر عورتیں دہی کی ہانڈیاں لے کر آئیں، اور لوگوں سے پوچھنے لگیں کہ سید بادشاہ کہاں ہیں؟ وہاں کا راستہ نشیب وفراز کا زیادہ تھا۔ آپ اس وقت ہاتھی سے اتر کر پیادہ پا دوسری طرف سے تھوڑا پھیر کھا کر آرہے تھے، لوگوں نے اشارہ کر کے بتلایا کہ سید بادشاہ وہ آتے ہیں، وہ عورتیں وہیں بیٹھ گئیں۔

آپ قریب آئے اور آپ کو معلوم ہوا کہ وہ آپ کے لئے کچھ دودھ، دہی لائی ہیں، تو آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھیر جاؤ، ہماری بہنیں ہمارے لئے کچھ نذر لائی ہیں، ہم ان کے پاس جاتے ہیں۔ سب لوگ ٹھیر گئے اور آپ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئیں، اور آپ کو دعائیں دینے لگیں کہ جس مطلب کے لئے جارہے ہیں اس مطلب کو اللہ پورا کرے، اور دہی کی وہ ہانڈیاں آپ کے سامنے رکھ دیں۔

آپ نے ہر ہانڈی سے تھوڑا تھوڑا کھایا اور لوگوں سے فرمایا کہ یہ دہی آپس میں تقسیم کرلو۔ سب نے تھوڑا تھوڑا دہی تقسیم کرلیا اور آپ نے سب لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو، ان بہنوں کے واسطے تم سب دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کی گائیوں، بھینسوں اور مال اور اولاد میں برکت دے! پھر آپ نے اور سب نے دعاء کی اور شائد کچھ نقد بھی ان کو دیا۔

☆ اسی سفر کے دوران جب آپ ایک پہاڑ پر ایک میدان کے اندر اپنے سو غازیوں کے ساتھ ٹھرے تو غازیوں نے آپس میں کہا کہ ہم دن بھر کے تھکے اور بھوکے ہیں یہاں پہاڑ پر کھانے کی ظاہراً کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی۔ عشاء کی نماز کے بعد جب آپ آرام کرنے کے لئے لیٹے اور غازی آپ کے ہاتھ پاؤں دبانے لگے تو اس اثناء میں دو تین مشعلیں نظر آئیں، جب وہ لوگ قریب آئے تو پہرے والوں نے آواز دی کی کہ کون ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم سید بادشاہ سے ملنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا آنے دو۔ وہ سب کمل پوش (گوجر) تھے آگے ایک صاحب تھے جس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ ان کے پیچھے ایک کے سر پر چارپائی تھی اور بچھونا تھا، اور دو آدمیوں کے سر پر ایک ایک گھڑا دودھ کا تھا۔ پھر سب نے وہ اسباب و سامان رکھ کر آپ سے مصافحہ کیا اور عذر کیا کہ ہم کو دیر سے خبر ہوئی اس وجہ سے اس وقت آئے۔ آپ نے ان سے کچھ دیر باتیں کیں اور پھر وہ جدھر سے آئے تھے اُدھر چلے گئے۔

☆ مختصر یہ کہ گوجر قوم نے آخری وقت تک سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کا ساتھ دیا، اور مجاہدین و غازیان اسلام کے ساتھ غلبہ حق کے لئے اپنا خون بہایا۔ آج ان مجاہدین کی اولاد بالاکوٹ، کاغان سے لیکر آلائی و بشام تک اس پٹی پر اور اس کے گرد ونواح میں آباد ہے۔ اسلام کے نام پر مر مٹنے والے آزادی کے متوالے گوجروں نے چونکہ تحریک جہاد کا بڑھ چڑھ کر ساتھ دیا تھا، اور انگریزوں اور سکھوں ہر دو سے مقابلہ کیا، اس لئے انگریزوں نے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ گوجروں کو خصوصاً وہ جو ہزارہ میں آباد تھے نہ صرف پسماندہ رکھا جائے، بلکہ ان کی زمینیں چھین کر انہیں مزارعین کی صفوں میں شامل

کر دیا جائے۔ تا کہ یہ حریت پسند لوگ اقتصادی طور پر بالکل مفلوج ہو کر رہ جائیں۔

انگریزوں کی شہ پا کر ہزارہ کے خوانین نے بھی اپنے سامراجی آقاؤں کی خواہش کے مطابق گوجروں پر ہر قسم کے مظالم ڈھائے۔ اور انگریز اپنے اس مقصد کے اندر کامیاب بھی ہو گیا۔ انگریزی مظالم سے بچ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسنے والے ان مجاہد گوجروں کی اولادوں کو جہالت اور پسماندگی کے اندر ڈبو دیا گیا۔ اور ان کے ذہنوں میں یہ بٹھا دیا گیا کہ آسمانوں پر خدائی اللہ تعالیٰ کی ہے، اور زمین پر بادشاہت خان کی ہے۔ انھیں خدا نے بڑا بنایا ہے، اور ہمیں ہر حال میں ان کی تابعداری کرنی ہے۔ اور یہ کہ گوجر زمین کا مالک نہیں ہوسکتا۔ زمین کا مالک تو صرف خان یا سواتی ہوسکتا ہے۔ زندہ رہنا ہے تو خان اور سواتی کی تابعداری کرو۔

اس لئے پشت در پشت گوجر قوم کنڈری، دھقان اور مزارع شمار ہوتے رہے، اور ان پر خوانین کی طرف سے وہ مظالم ڈھائے گئے جن کا کچھ ذکر آپ پیچھے مولانا کے الیکشن کے بیان میں پڑھ آئے ہیں۔

تاریکیوں میں روشنی کی شمع

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تاریکیوں میں روشنی کرنے والی کئی شمعیں جلا دیں، اور ظلم کی طویل و بسیط رات کے اختتام کی نوید لے کر طلوع سحر کا ایک ستارہ بٹگرام کے پہاڑوں سے مولانا عبدالحکیم کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ دہقان زادہ بھی خوانین کے ظلم وستم کے سائے میں پروان چڑھا، مگر اللہ نے اس کی قسمت میں علم کی صورت میں اجالا لکھا تھا۔

علم کے حصول کے لئے گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کے بعد جب علم کا اجالا اور روشنی سے بہرور ہوا اور جوانی میں قدم رکھا تو ہر فرعونے را موسیٰ است کے مصداق قدرت نے اس کے ہاتھوں ان ظالموں اور جابروں کو سبق سکھانا چاہا، اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ان جاگیرداروں، اور ان کے حاشیہ برداروں کو عبرتناک شکست دے کر قومی اسمبلی میں پہنچ کر صوبہ سرحد کے مظلوموں اور کسانوں کی زوردار آواز بن گیا۔ اس کی آواز کو اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمت اور حوصلہ کی دولت سے نوازا، اور اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی۔

اس نے اس سوئی ہوئی قوم کو پھر سے بیدار کرنے، اور اس کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اُسے سیاسی شعور دیا۔ اور ارباب اقتدار وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو اور صدر مملکت جناب چوہدری فضل الٰہی کے ذریعے سے ان لاکھوں گوجروں کو جو سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ساتھ دینے، اور وطن عزیز کی آزادی کے لئے انگریز سے ٹکرانے کی پاداش میں زمینوں سے محروم کر کے مزارع، کنڈری اور دہقان بنا دیئے گئے تھے، انصاف دلانے کی کوشش کی۔

اور بندوبست کے دوران ان کے کاغذاتِ مال کی درستگی، اور بحالی ملکیت کے لئے آواز اٹھائی۔

گوجر قوم سے جنگ آزادی کا تاوان اور اس کے زوال کے اسباب

ایک تو یہ جابر اور بہادر قوم ہے اور لوگ ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ دبے رہیں، اس لئے کہ اگر یہ دبے رہیں گے تو تب ہی وہ غالب رہیں گے۔

☆ دوسری وجہ اس کے زوال کی یہ بھی ہے کہ ہندوستان کی شہنشاہیت حاصل کرنے کے لئے اس قوم نے مغلوں سے بھی ٹکر لی اور سوری خاندان سے بھی لیکن نا کامیاب ہوئی، لہٰذا ان قوموں نے بھی گوجر قوم کو اپنا مد مقابل سمجھتے ہوئے ان کو اچھی طرح برباد کرنے کی کوشش کی۔

☆ صوبہ سرحد میں درّانیوں نے گوجروں کو کافی نقصان پہنچایا، اور ان کے مقابلے میں پٹھانوں کو بہت سہارا دیا۔ اس لئے کہ درّانی افغان تھے اور انہیں پٹھانوں کے مقابلے میں گوجروں سے زیادہ خوف تھا اس لئے انہوں نے پٹھانوں کا ساتھ دیا۔

☆ اور پھر انگریزوں نے انہیں نا قابل تلافی نقصان پہنچایا، اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کی وجہ سے گوجر قبیلہ پر انگریزوں کی طرف سے کاری ضرب لگائی گئی، اور اس جنگ کا غصہ تمام ملک کے گوجروں پر اتارا گیا۔ گوجر رجمنٹ ختم کر دی گئی۔ گوجروں کی جاگیریں چھین کر وفاداری کا عملی مظاہرہ کرنے والوں کو دے دی گئیں۔

اودھ، میرٹھ، گجرات کے گوجروں اور صوبہ سرحد کے اضلاع خصوصاً ضلع ہزارہ، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹگرام سوات، مردان گلگت، اور چترال میں گوجروں پر بے شمار مظالم ڈھائے گئے۔ مکّار فرنگی نے جنگ آزادی میں سرگرم حصہ لینے کی پاداش میں گوجر قوم کے نہ صرف سردار اور راجہ مارے، بلکہ ان کو من حیث القوم اجاڑا گیا۔ ان کی بستیاں جلا دی گئیں، اُن کے مکانات توپوں کے گولوں سے اُڑا دیئے گئے۔

پشاور سے کلکتہ تک کے گوجروں سے یہی سلوک کیا گیا۔ جن کو گرفتار کیا انہیں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ اُن کے لئے فوج اور دیگر محکموں میں اعلیٰ ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے گئے جن پر ۱۹۱۴ء تک عمل ہوتا رہا۔۔ اور اُس پر آشوب دور میں اپنے آپ کو گوجر کہلوانا نہ صرف بہت بڑا جرم بن گیا، بلکہ گوجر کہلوانا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف بن گیا۔ نتیجے کے طور پر گوجر قوم ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئی۔ زمینوں، اثاثوں، تعلیم اور ملازمتوں سے محروم ہو گئی۔ اور نوبت فاقوں تک جا پہنچی۔ اس طرح یہ عظیم قوم پہاڑوں، جنگلوں، غاروں، کھادروں، اور ریگستانوں تک محدود ہو گئی۔

ہزارہ اور کاغان ویلی میں سو فیصد زمینیں گوجروں کی ملکیت تھیں ،مگر بندوبست کے بہانے تمام علاقے کی زمینیں سیدوں اور سواتیوں کے نام کر دی گئیں،اور ایک گز زمین پر بھی گوجروں کا اقتدار انگریزوں نے تسلیم نہ کیا۔ یہی حال راجستھان اور گوالیار میں ہوا۔

☆ ۱۸۵۷ء تک تمام گوجروں کی بولی گوجری زبان ہی تھی،اور وہ گوجری ہی بولا کرتے تھے۔مگر جب انگریز کامیاب ہو گئے تو انہوں نے ہر اعتبار سے گوجروں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔اس لڑائی کے بعد مہینوں تک یہ کیفیت رہی کہ اگر کسی انگریز کو اپنے بنگلے سے نکل کر راستے میں اتفاقیہ طور پر کوئی راہگیر مسافر مل جاتا تو وہ اس سے اس کا نام اور گاؤں وغیرہ کے بارے میں پوچھتا اگر وہ گوجری میں جواب دیتا، اور اس کی زبان گوجری ہوتی تو اُسے فوراً بغیر کسی جرم کے گولی مار دی جاتی۔اس سے بڑھ کر ظلم وستم کی مثال تاریخ میں مشکل ہی سے ملتی ہے کہ سڑکوں اور نہروں کے کنارے انگریز ٹہلنے کے لئے نکلتے تو راہ چلتے گوجروں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا۔ (تاریخ گرجر ص۱۹،ج۲)۔

یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے اپنی جان بچانے کے لئے گوجری زبان چھوڑ کر دیگر زبانیں بولنی شروع کر دیں۔ پاک و ہند کے بڑے بڑے جاگیرداروں کے پس منظر میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنے بیرونی آقا فرنگی کی وفاداری کا حق کس طرح جانفشانی سے نبھایا۔سواتی قبائل نے بھی جو سوات سے ہجرت کر کے ہزارہ میں آئے تھے گوجروں کو نیچ سمجھا اور انہیں اقتصادی ، سیاسی اور تمدنی طور پر تباہ کرنے کی کوشش کی۔ان کے ساتھ ہر قسم کا تعصب روا رکھا گیا۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ایم ،این ،اے وسنیٹر کی گوجر قوم میں شعور بیداری کی تحریک

سرحد کے علاقہ سوات اور گردونواح میں کھٹانہ برادری کے مولوی عبد الغفور المعروف حضرت اخوند صاحب قادری علیہ الرحمۃ کی وجہ سے گوجروں میں بیداری شروع ہوئی ،انہوں نے گاؤں گاؤں قریہ قریہ دورے کئے،اور اپنی فصاحت و بلاغت اور روحانیت سے لوگوں کو راستہ دکھلایا۔اور ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادوں اور پوتوں نے عوام کی فلاح و بہبود کے کام کئے،اور باقاعدہ ریاست کے مالک ہو گئے۔

☆ مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ایم ،این، اے وسنیٹر نے گوجر قوم میں شعور بیداری کی تحریک کے لئے ایک طرف تو برادری کے بچوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا اور دینی مدارس قائم کر کے اور ان کو ان مدارس میں داخل کروا کر دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔تو دوسری طرف ممبر قومی اسمبلی ہونے کے پیرڈ میں پڑھے لکھے اور بیروزگار افراد کو روزگار مہیا کرنے کی کوشش کی ، اور ملک کے کونے کونے میں ہونہار لڑکوں کو مختلف سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور محکموں میں ملازمتیں دلانے کے لئے شب

وروز کوشاں رہے۔اوران کے لئے اعلیٰ تعلیم کے راستے ہموار کئے۔انہیں داخلے اور وظائف دلوائے۔

قومی اسمبلی کی ممبری کے زمانے میں گوجر قوم میں شعور بیداری پیدا کرنے کے لئے آپ نے مختلف علاقوں میں پروگرام رکھے جہاں برادری کے احباب کو جمع کر کے ان کو شعور وآگہی کا پیغام دیا۔اسی سلسلہ کا ایک پروگرام بحرین سوات میں مورخہ 26/08/1976 کو منعقد کیا گیا جس میں آپ نے پشتو زبان میں ان کے سامنے خطاب فرمایا۔جس کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا گوجر قوم میں شعور بیداری کے موضوع پر بحرین سوات میں مورخہ 26/08/1976 کو کیا گیا ایک خطاب

حضرات گرامی:

گزارش یہ ہے کہ جو قوم بیدار نہیں ہوتی ،تو یاد رکھئے وہ ساری عمر کے لئے نقصان میں رہے گی۔ان تیس سالوں میں جن قوموں نے سیاست میں حصّہ لیا ہے آج وہ ہم سے آگے ہیں،ملازمتوں میں بھی ،تعلیم میں بھی ، اچھے لباس میں بھی،ظلم سے بچنے میں آج وہ قومیں ہم سے آگے ہیں۔

یہ ہمارے قریب تنول کا علاقہ ہے،اورتنول کے نواب کا ظلم مشہور ہے، وہ تنولیوں پر اس قدر مظالم ڈھاتا تھا کہ جب کسی بچی کی شادی ہوتی تھی تو اس کو اپنی پہلی رات تنول کے نواب کے گھر میں گزارنی پڑتی تھی ، وہ رات کو اس کے ساتھ زنا کاری کرتا، اور صبح کو پھر اس کی وہاں سے رخصتی ہوتی تھی۔تنولی قوم کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اُس سے پوچھ سکتے ، یا اس کے ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتے۔فرعون سے زیادہ مظالم ڈھائے جاتے تھے اس قوم پر۔

میری طرف توجہ رکھیں ،اورغور سے سنیں۔تنولی قوم تعداد میں ایک لاکھ سے بھی کم ہیں ،لیکن انہوں نے نواب کے خلاف آواز اٹھائی، گرفتاریاں دیں ، اُن کے آدمی مارے گئے ، یہاں تک کہ ان کے لیڈروں کو ترنول کے نواب نے بیڑیوں میں جکڑ دیا اور دَربند سے اَم تک اور پھر اَم سے دَربند تک ان کو گھسیٹ کر لایا اور لے جایا جاتا رہا۔اور اسی حال میں ان کی موت واقع ہوئی، ان میں سے ایک مولانا عبدالرحمٰن بھی تھے۔

میں اس زمانے میں دہلی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، اور ہم نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی تھی۔اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے اس کے خلاف اخباری بیانات کے ذریعہ سے احتجاج کیا تھا۔ان کی جدو جہد جاری رہی ،اور وہ تنولی قوم جو اس قدر مظلوم تھی آج وہ تنول میں زمینوں کے مالک بن گئے ہیں۔

اور اس کی وجہ کیا بنی ؟ وہ کیوں آج اُن زمینوں کے مالک ہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے خود تو بیگاریں کیں، لیکن اپنے بچوں کو سکولوں میں بٹھایا اور انہیں تعلیم دی، جہاں قریب سکول نہیں تھے تو دور دراز اُن علاقوں کے اندر انہوں نے اپنے بچوں کو مسجدوں میں چھوڑا، جہاں وہ وظیفے مانگ کر اپنی کھانے پینے کا بھی انتظام کرتے رہے، اور مسجد کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکولوں میں بھی پڑھتے رہے۔ آج وہ ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر، ڈی، ایس، پی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس طرح وہ اپنی قوم کی آواز بن گئے۔

یہاں جو صدر صاحب اور دوسرے واقف کار ساتھی ہیں ان کا بیان یہ ہے کہ تمہاری تعداد یہاں سوات میں ساڑھے چار لاکھ (450000) ہے۔ چلو ساڑھے چار لاکھ نہیں تو چار لاکھ تو ہیں، اور اگر ہم ڈیڑھ لاکھ اور نکال دیں تو تین لاکھ کی تعداد تو بالکل یقینی ہے ناں؟ تین لاکھ افراد اگر کسی ضلع میں آباد ہوں، اور ان کے لئے اُس ضلع کے وسائل میں کوئی حق نہ ہو، وہ کسی شمار میں نہ آئیں ۔ نہ تو اس قوم کا کوئی فرد سرکاری ملازمت میں ہو، نہ تجارت میں ہو، نہ جنگل کی تجارت میں ہو، نہ ٹھیکداری میں ہو، نہ ان کا کوئی اعزازی مقام ہے، نہ کوئی اُن میں مقامی لیڈر ہے۔

اور جب ووٹنگ کا زمانہ آتا ہے تو ساڑھے چار لاکھ ووٹ آپ ان کو دیں۔ اب آپ اپنی اس عادت کو تبدیل کریں یہ آنے والی نئی نسل کل آپ کو معاف نہیں کرے گی ، اور آپ لوگوں کو برا بھلا کہے گی کہ ہمارے ان بڑوں نے ہمارے لئے کچھ نہیں کیا۔

آج کے زمانے میں پرانے والئی سوات ، اور اُس کا جو بڑا بیٹا آج زندہ ہے، اور میں جو قومی اسمبلی کا ممبر ہوں، میرا اور ڈپٹی کمشنر کا اور پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والا وہ غریب آدمی جو صرف تین بکریوں کا مالک ہے ان سب کے ووٹ کی ایک ہی قیمت ہے، اور سب کے ووٹ کی پرچی ایک برابر ہے۔ اگر ہم دو آدمی الیکشن میں کھڑے ہیں اور دونوں کے ووٹ تین تین ہزار ہیں، تو وہ جو ہمارا بھائی پہاڑی پر رہ رہا ہے اگر وہ مجھے ووٹ ڈال دے تو ایک ووٹ کے فرق سے میں جیت جاؤں گا یا نہیں؟ جیت جاؤ گے جی۔

دیکھو آپ مہربانی کریں، آج وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا ہم گوجر قوم پر دنیا کے اندر یہ احسان ہے کہ اس کے وزارت عظمیٰ کے زمانے میں ہمیں آزادی ملی ہے۔ اس کے دور حکومت میں ہم خانوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ظالمو! ہم پر ظلم نہ کرو ہم بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں۔ جب کہ اس کی حکومت سے پہلے ہم اپنے آپ کو انسان نہیں کہہ سکتے تھے۔

☆ مجھے سوات کا علم تو نہیں ، لیکن میرے علاقے میں کاغان میں، مانسہرہ میں، آلائی اور بٹگرام میں اور آزاد کشمیر میں اور پنجاب کے بعض ضلعوں میں لفظ گوجر کو گالی بنا دیا گیا تھا۔ گوجر کو شادی اور غمی میں چارپائی پر اور کرسی پر بیٹھنے کا حق

حاصل نہیں تھا۔اس آدمی (یعنی ذوالفقار علی بھٹو) نے اس ملک کے لئے یہ کام کیا ہے کہ گری پڑی قوموں کو اوپر اٹھایا ہے۔ پورے ملک کے اندر تمام پسے ہوئے طبقات کو اٹھایا ہے۔اس لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں،اور کچھ نہ کچھ فائدہ آپ کو بھی ضرور پہنچا ہوگا آپ خود دیکھ لیں۔مگر سیاسی فائدہ جلد نظر نہیں آتا۔مکان نظر آتا ہے،سکول نظر آتا ہے،سڑک نظر آتی ہے، ہسپتال نظر آتا ہے،مگر سیاسی فائدہ جلد نہیں نظر آتا،دیر سے نظر آتا ہے۔

آپ سیاسی فائدہ کا اندازہ اس سے لگائیں کہ فروری کے مہینے میں یہاں پر جب آپ کی قوم پر ظلم ہوا،اور باقاعدہ تین دن تک جنگ جاری رہی،اس کے بعد ضلع کے حکام نے ظالموں کے ساتھ مل کر جو فیصلہ کیا،ان ظالموں کی اس زیادتی اور ظلم کے جواب میں اگر آپ کے پیچھے سیاسی قوت نہ ہوتی تو کس طرح آپ کو یہ فائدہ پہنچتا کہ انہیں لیا ہوا مال پھر آپ کو واپس کرنا پڑا۔اس کو سیاست کہتے ہیں۔

☆ جو لوگ گوجر کا لفظ برداشت نہیں کر سکتے تھے،اب جب پانچ بجکر پچیس منٹ ہوتے ہیں تو خبرنامہ میں اعلان کیا جاتا ہے کہ اردو میں خبریں ختم ہوئیں،ابھی آپ گوجری میں خبریں سنیں گے۔دوسری طرف سے اعلان ہوتا ہے" یو ریڈیو پاکستان پشاور ہے ہونڈتم گوجری ماں خبراں سنوؤں" تو اس وقت جو بھی ریڈیو سن رہا ہے چاہے وہ خان کا بیٹا ہے یا نواب کا،اس وقت اس کو وہ خبریں سننی پڑتی ہیں یا نہیں؟ اس کو کہتے سیاسی فائدہ۔سمجھے کہ نہیں۔

☆ آپ میں سے جو بڑی عمر کے لوگ ہیں ان کو یہ بات یاد ہوگی کہ آج سے دس سال پہلے ایک بکری، پانچ اور دس روپے میں ان تھانوں کے اندر نیلام ہوتی تھی۔اور ملک میں گوٹ آرڈیننس نافذ کیا گیا تھا،سوات میں یہ قانون نہیں تھا اس لئے کہ سوات اس وقت ریاست تھی۔لیکن پاکستان میں یہ قانون تھا۔ہزارہ اور کیمل پور کی طرف جب بکریاں چلی جاتی تھیں تو ایک ایک بکری پانچ پانچ روپے میں پکڑ کر نیلام کر دی جاتی تھی،اس لئے کہ بکریاں رکھنا جرم تھا۔

جب میں اسمبلی میں گیا تو میں نے اس قانون کو چیلنج کیا،اور اس پر بحث کروائی،اور بھٹو صاحب کی یہ مہربانی ہے کہ اس نے یہ قانون منسوخ کر دیا۔بکریاں رکھنی کی اجازت نہیں تھی۔اب ایک بکری کی قیمت کتنی ہے جی اس علاقے میں؟ حاضرین: پانچ سو روپے (۵۰۰)۔تو یہ سیاسی فائدہ ہے۔اور یہ فائدہ صرف گوجر قوم کو نہیں پہنچا بلکہ بکریاں رکھنے والے سارے طبقے کو یہ فائدہ پہنچا ہے،چاہے پٹھان بکریاں رکھے،تنولی رکھیں،ترک رکھیں، یا کوئی اور، پورے پاکستانی طبقے کو یہ فائدہ پہنچا۔یہ سیاسی فائدہ ہے اور یہ مثالیں میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں تاکہ آپ لوگ جاگ جائیں،اور منظم ہو جائیں۔

☆ جھاڑو کے تنکے ملا کر جب آپس میں باندھ لئے جاتے ہیں تو اس کو جھاڑو کہتے ہیں، اور اس کے ساتھ آپ

کھلیان کو بھی صاف کر سکتے ہیں اور مکان کو بھی۔لیکن اگر اس کو کھول کر تنکے الگ الگ کر دیں تو اس کو جھاڑو نہیں کہتے بلکہ اس کو گند کہتے ہیں۔وہ تنکے پھر پاؤں کے نیچے آتے ہیں، اور گندگی کے ڈھیر میں چلے جاتے ہیں۔اسی طرح قوم اگر منظم ہو اور جھاڑو کی طرح ایک اتفاق میں بندھی ہوئی ہو تو وہ پھر ہر ایک بدی کا مقابلہ کر سکتی ہے، ہر ظلم کا راستہ روک سکتی ہے۔اور ہر چیز کا انتظام کر سکتی ہے۔اور اگر قوم منظم نہ ہو، متحد نہ ہو تو اس کی مثال بھی ان بکھرے ہوئے تنکوں کی ہے۔جنہیں لوگ روند دیں گے۔سمجھے کہ نہیں؟

☆ اب آپ تنظیم اس وقت کریں گے کہ پہلے ہماری کچھ گزارشات سن لیں۔جب آپ اپنے کاموں سے فارغ ہو جائیں، گھاس وغیرہ کاٹ لیں، مکی سنبھال لیں، اور دیگر بڑے بڑے کاموں سے فارغ ہو جائیں تو پھر ہم سوات میں ایک بڑا جلسہ کریں گے جس میں پنجاب، کراچی اور پورے ملک سے برادری کے جتنے بڑے بڑے لوگ ہیں سب کو دعوت دیں گے اور وہ اتنا بڑا جلسہ ہونا چاہئے کہ آپ کے یہاں کے ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ گوجر قوم صرف سوات میں آباد نہیں ہے کہ تم اس پر چڑھائی کرو اور مارو۔ بلکہ یہ قوم آزاد کشمیر سے لے کر پورے پاکستان میں آباد ہے، اور ان کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔اور دوسری طرف گورنمنٹ کو پتہ لگ جائے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حکومت کے ساتھ ہیں، اور گوجر قوم پٹھانستان اور پختونستان کی مخالف ہے، اور یہ پاکستان کے حامی ہیں۔ یہ اس جلسہ سے معلوم ہو گا۔

اب آپ رمضان کے مہینے میں منظم طریقے سے یہ ایک کام کریں، اور یہ کام پڑھے لکھے افراد کر سکتے ہیں کہ اس پورے سوات میں جتنے حفّاظ ہیں، قاری ہیں، علماء ہیں، ماسٹر ہیں اور اسی طرح دیگر پڑھے لکھے افراد ہیں ان کی ایک مکمل فہرست تیار کریں، جس میں ان کا مکمل اڈریس بھی درج ہو تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہمارا فلاں بھائی جو فلاں کا بیٹا ہے، اور یہ اس کی کوالیفکیشن ہے، اور فلاں علاقے میں رہتا ہے، تا کہ رابطے میں آسانی ہو۔اس طاقت کو پہلے رجسٹر میں جمع کریں۔

اور پھر ہم ان افراد کو جمع کر کے بتائیں گے کہ قوم کی خدمت کرنا یہ بھی عبادت ہے۔فرض نماز، روزہ، زکوٰۃ کے بعد اپنی قوم کی خدمت کرنا اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اس کا ثواب نفلی روزوں، نفلی نماز، اور نفلی حج سے بڑھ کر ہے۔مخلوق کی خدمت کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔مظلوم کو ظلم سے چھڑانا عین عبادت ہے۔

یہاں تک شرعی مسئلہ ہے کہ اگر آپ کھڑے فرض نماز پڑھ رہے ہیں، اور دوسرے آدمی سے ایک شخص پانچ روپے یا اس سے زیادہ کی کوئی چیز چھینتا ہے، زبردستی چھیننے یا چھپا کر، اور وہ آپ کو اپنی مدد کے لئے بلائے تو آپ پر فرض ہے کہ نماز توڑ کر اس کی مدد کریں۔اس لئے کہ نماز آپ دوبارہ پڑھ سکتے ہیں، قضاء کر سکتے ہیں، مگر آپ پر جو ظلم ہوا ہے اس کی قضا نہیں۔ سمجھے کہ نہیں؟۔

تو یہ خدمت جس کے لئے ہم اور آپ دوڑ دھوپ کر رہے ہیں یہ عبادت ہے، یہ صلہ رحمی ہے، اور اس کے ساتھ علاقے میں امن پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ مظلوم لوگ منظم نہیں ہوں گے تو آپ کی زندگی اجیرن بن جائے گی۔ ظالم خوانین تو علاقے کے آفیسرز کے ساتھ مل جائیں گے، انہیں رشوت دے لیں گے اور یہ دونوں مل کر کے مظلوم پر مظالم ڈھائیں گے اور ان سے مال لے لے کر کھائیں گے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ تو بالآخر مظلوم تنگ ہو کر مفرور بن جائے گا، اور جب مفرور بنے گا تو پھر علاقے میں بدامنی پیدا ہوگی۔ اس بات کو متعلقہ آفیسرز جو گدھے ہیں سمجھتے نہیں، ورنہ وہ ان ظالموں پر ڈنڈا چلاتے کہ تم ہمارے علاقے میں مفرور بڑھا کر بدامنی پیدا کرنی چاہتے ہو۔

اللہ نے چاہا تو یہ تقریر میں لاؤڈ سپیکر پر جلسے میں کروں گا تا کہ ڈی سی اور کمشنر سب سنیں، اگر علاقے کے سمجھدار لوگ مظلوموں کی امداد نہیں کریں گے تو علاقے میں بدامنی پھیلے گی۔ اس لئے ہم آپ کو منظم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ منظم ہو کر امن کے قیام میں بھٹو صاحب کا ہاتھ بھی مضبوط کریں۔ امن قائم ہوگا تو ہر آدمی کاروبار کر سکے گا، آپ لکڑیاں لا کر بازار میں فروخت کر سکیں گے، مال مویشی رکھ سکیں گے، دوکاندار دوکانداری کر سکے گا۔ لیکن اگر جنگ کی حالت ہوگی جیسے کہ سوات کے بعض خوانین نے جنگی حالت پیدا کر رکھی ہے۔

یہ تو بھٹو صاحب کی مہربانی ہے کہ یہ لوگ اُس سے ڈرتے ہیں اور پھر اسمبلی میں ہم اس موضوع پر بحث کرتے ہیں ورنہ یہ لوگ تو لوگوں کے مکانوں کو آگ لگا کر انہیں زندہ جلا دیتے۔ یہ تو سیاسی پریشر کی وجہ سے، سوات، دیر، چترال، اور ہزارہ کے غریبوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اور ہر ظالم یہ کہتا ہے چاہے وہ ہندکو زبان بولتا ہے، یا پشتو، یا پنجابی وہ یہ کہتا ہے کہ یہ مولوی ہمارے لئے مصیبت ہے۔ تو ہمیشہ میں اُن کو یہ جواب دیتا ہوں کہ میں مصیبت نہیں ہوں، بلکہ ظالموں کے لئے اللہ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے کہ میں ظالم کو ظلم سے روکتا ہوں تا کہ کل وہ دوزخ میں نہ جائے۔ یہاں تو ظلم کر لیں گے مگر کل دوزخ میں جائیں گے۔ اور اللہ کے رسول فرماتے ہیں کہ ظالم کی مدد کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ظالم کی کس طرح امداد کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روکو تا کہ وہ اللہ کی پکڑ میں نہ آ جائے۔

تو جس طرح ایک آدمی کو مکان کے نیچے آنے سے بچانا، یا دریا میں ڈوبنے سے بچانا امداد ہے، اسی طرح ظلم سے، اور دوزخ میں جانے سے بچانا بھی تو امداد ہے ناں، مگر یہ ظالم، خوانین، نواب، سردار، وڈیرے اور یہ افسر گدھے ہیں، جو سمجھتے نہیں، جبکہ ہم ان کے خیر خواہ ہیں اور ان کی امداد کرنے والے ہیں۔

ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ غریب مزارع، کسان، گوجر اُٹھ کر کے دوسروں کی زمینوں پر، ان کی ملکیت پر قبضہ

کر ئیں۔ہم نے کبھی آپ کو یہ نہیں کہا کہ آپ دوسروں کی ملکیتی زمینوں پر قبضہ کریں۔شریعت اسلام میں ، قانون میں اور اسلام میں اگر زمین پر، یا مکان پر یا کسی اور چیز پر کسی کی ملکیت ثابت ہے تو میں بھی تو کبھی بھی یہ نہیں کہوں گا تم بندوق کے زور پر اس پر قبضہ کرلو۔ٹھیک ہے کہ نہیں؟

ہمارا جھگڑا تو اس بات پر ہے کہ ایک چیز پر ایک شخص کو نہ قانونی طور پر حق حاصل ہے، اور نہ شرعی طور پر اسلام میں اس کو کوئی حق حاصل ہے۔لیکن وہ کہتا ہے کہ نہیں یہ ہمارے باپ دادا کا رواج ہے میرے باپ دادا بیگار لیتے تھے،ظلم کرتے تھے، اس لئے میں بھی بے گار لوں گا۔ جبکہ پاکستان کے قانون میں بیگار بند ہے،اسلام میں بیگار نہیں ہے۔ دنیا میں بیگار نہیں ہے،دنیا کے انسانوں کے رواج میں بیگار نہیں ہے، اب صرف اور صرف ہزارہ میں یا سوات اور دیر میں ، یا چترال میں ، یا پنجاب کے ان بعض علاقوں میں یہ ظلم ہے کہ جو انسان کو غلام بنا کر اُن سے بیگار لیتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے وطن اور علاقے میں یہ قانون ہے کہ غریب زمین کرے گا حصّہ پر، اجارہ پر، قلنگ پر، اور جو آدمی یہ حصّہ، قلنگ ، اور اجارہ با قاعدہ دیتا ہے تو اُس کو بے دخل نہیں کرتے ،لیکن یہ ظالم خوانین با وجود اس کے بے دخل کرتے ہیں۔ ان کو تو اگر آپ با قاعدہ حصہ داری دیتے رہیں ، چکاؤ دیتے رہیں، اجارہ دیتے رہیں، قلنگ دیتے رہیں،اور پھر اس کے ساتھ عید وشب قدر کا محصول بھی دیتے رہیں ۔لیکن جب یہ ناراض ہوتے ہیں تو فوراً کہتے ہیں ہمارے گھر سے نکلو۔

تو ہم یہ آئینی اور قانونی بات کرتے ہیں کہ یہ لوگ یہ ظلم نہ کرئیں ، تا کہ حکومت کے خلاف لوگوں کی نفرت میں اضافہ نہ ہو، اور یہ بات یاد رکھیں کہ ہر وہ آدمی جو اپنے آپ کو خان، اور بڑا کہتا ہے، سردار کہتا ہے، بڑا چوہدری ہے، بڑا نواب ہے، بڑا شیخ ہے، بڑا ملک ہے ۔ یہ ملک میں حکومت کے خیر خواہ نہیں ہیں ، اور نہ ہی پیپلز پارٹی اور بھٹو کے خیر خواہ ہیں ، بلکہ یہ تو صرف لوگوں پر مظالم ڈھانے کے لئے پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے ہیں ۔

اور اس بات کو سارے بڑے اور بھٹو صاحب بھی جانتے ہیں۔اور ہم نے یہ بات کہی ہے کہ غریب کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں ، نہ تو اُسے علاقے کا خان چھوڑتا ہے، اور نہ ہی علاقے کا تھانیدار۔ اب وقتی علاج غریب کے پاس یہ ہے کہ وہ اپنے مکان اور دوکان پر بھٹو صاحب کا جھنڈا لگا لے،اور پیپلز پارٹی میں شامل ہو جائے تا کہ یہ اُس کے لئے بچاؤ کی ایک آڑ ہوگی۔ اور وہ اس سے ڈریں گے کہ اگر ہم ان پر ظلم کیا تو یہ اوپر جا کر فریاد کرئیں گے ، اور وہاں سے ہمارا راستہ روک لیں گے۔ سمجھے کہ نہیں؟

ہم ضرورت مند ہیں ، اور سیاست لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے قوم کو فائدہ پہنچے، علاقے کو فائدہ پہنچے ،ہمیں سکول چاہی ہیں ،ہمیں ہسپتالوں کی ضرورت ہے،ہمیں علاقے میں سڑکوں کی ضرورت ہے،ہمیں علاقے میں امن چاہئے کہ نہ

ہمیں کوئی مارے، نہ ہمارے گھروں، اور ہمارے بچوں کو کوئی جلائے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اور یہ سب چیزیں ہمیں حکومت سے ملیں گی۔ اور حکومت کا بڑا ذوالفقار علی بھٹو ہیں۔ تو جب ہم ایک چھوٹے خان کی تابعداری کرتے ہیں تو پھر وزیر اعظم کی تابعداری کیوں نہ کریں۔

تو اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ لوگ منظم ہو جائیں، اور جب آپ منظم ہو جائیں گے تو پھر باقی فائدے بھی ملنے شروع ہو جائیں گے۔ اور پھر ہم دیکھیں گے کہ علاقے میں اگر کوئی آدمی اس قابل ہوا کہ وہ الیکشن لڑ سکے تو اس کو ہم پیپلز پارٹی سے ٹکٹ دلوانے کی کوشش کریں گے، اور وہ الیکشن لڑے گا۔ اور اگر علاقے میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے، تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے، یا اوپر سے پارٹی اُس کو ٹکٹ دینا مناسب نہیں سمجھتی تو پھر بھی اگر آپ منظم ہوں گے تو جو بھی آدمی الیکشن لڑے گا وہ آپ کے دروازے پر آئے گا کہ آپ کے پاس اتنے ووٹ ہیں میری مدد کرو اور مجھے ووٹ دو تو جب وہ آپ کے پاس جرگہ لے کر آئے گا، منت سماجت کرے گا، تو آپ اس سے کہہ سکیں گے کہ ہمارے اس علاقے میں اتنے ہزار ووٹ ہیں، ہم تمہیں ووٹ تو دیں گے لیکن کل فلاں آدمی نے ہمارے اوپر یہ یہ مظالم ڈھائے ہیں، تم ہمیں لکھ کر دو گے کہ ہمارے یہ یہ مطالبے تمہیں پورے کرنے ہوں گے، ہمارے یہ یہ حقوق ہوں گے، اور تم ہمارے دہقان بن کر ہمارے پاس آؤ گے۔ ممبر تو علاقے کا نوکر ہوتا ہے۔

☆ اگر آپ منظم ہوں گے تو افسران بھی آپ کا لحاظ کریں گے۔ کہ یہ غریب طبقہ بڑا منظم ہے، اگر ہم نے ان پر زیادتی کی تو ان کی انجمن اسلام آباد میں موجود ہے، پشاور میں موجود ہے، یہ اپنی فریاد لے کر ان کے پاس جائیں گے، اور وہ آگے حکومت میں بات اٹھائیں گے، اخبارات میں بات آئے گی، تو ہمارے لئے مسائل پیدا ہوں گے۔

یہ بھی ان لوگوں پر بہت بڑا خوف ہوتا ہے، ان کی نوکریاں داؤ پر لگ جاتی ہیں۔ یہ یہاں کے جو آفیسرز ہیں یہ تو ابھی سوئے ہوئے ہیں، ان کو ابھی خبر نہیں۔ لیکن جب آپ نے منظم ہو کر ایک بڑا جلسہ یہاں کر لیا تو ان کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی اور یہ دور سے پھر آپ کو سلام کریں گے۔ یہ شکائیت سے ڈریں گے کہ اگر ہم نے یہاں بدمعاشی کی تو یہ جا کر ہماری شکائیت کر دیں گے۔

اور یاد رکھنا حکومت کا مقصد غریب آدمی کو تنگ کرنا نہیں ہے، بلکہ حکومت کا مقصد اور منشاء یہ ہوتا کہ عوام مطمئن ہوں، مزدور مطمئن ہوں۔ ہم سب مزدور ہیں، کوئی بھیڑیں رکھتا ہے، کوئی بکریاں رکھتا ہے، کوئی بھینس اور گائے رکھتا ہے، کوئی کاشتکاری کرتا ہے، کوئی کیا۔ سب مزدور ہیں۔ اس لئے کہ محنت کرنے اور کام کرنے کو مزدوری کہتے ہیں، اور وہ ہم سب ہیں۔
اس علاقے میں یہ کام چونکہ نیا ہے اور یہ آسانی سے نہیں ہوگا، یہ مشکل کام ہے، علاقے میں غربت ہے، ہر روز

آپ لوگ ہمارے ساتھ آ جانہیں سکتے ،اور نہ ہی ہم آپ کو روزانہ بلائیں گے ۔ ابھی کل ہمارا ایبٹ آباد میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا ،اور رمضان تک تحصیل ایبٹ آباد میں سات مزید جلسے ہوں گے ، بہت سارے لوگ پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کریں گے ، اور بھٹو سے تعلق جوڑیں گے ۔لیکن ہم آپ کو ان تمام جلسوں کے لئے نہیں بلا سکتے ، اس لئے کہ نہ تو آپ اتنے فارغ ہیں ، اور نہ ہی آپ اتنا مالی بوجھ برداشت کر سکتے ہیں ۔

آپ فلحال اتنا کریں کے اپنے علاقے کے بھائیوں کے ساتھ ملاقاتیں کریں ، اور پڑھے لکھے لوگوں کی فہرستیں تیار کرلیں ، جو آپ کے دفتر کے اندر لگی ہوئیں ہوں کہ اس علاقے میں اتنے ماسٹرز ہیں،اتنے پرائمری پاس ہیں، اتنے مڈل اور میٹرک پاس ہیں، اتنے علماء ہیں ، اتنے قراء ہیں، اتنے قرآن کے حافظ ہیں۔ان لوگوں سے پھر ہم کام لیں گے ، سمجھے کہ نہیں ۔ پھر اکیلا میں تقریر نہیں کروں گا انشاء اللہ یہ سب لوگ پھر تقریریں کریں گے ۔

اب یہ دو آدمی پڑھے لکھے یہاں بیٹھے کام کر رہے ہیں ،لیکن صرف ان دو سے تو کام نہیں چلتا ، سب کو منظم کرنے کی ضرورت ہے ۔کارتوس جتنے زیادہ ہوں ،اور گھی جتنا زیادہ ہو تو اتنا ہی مزہ دیتا ہے ۔ایک مہینہ آپ اس پر لگائیں کے ہر علاقے کے وڈیروں کو رقعے بھیجیں یا زبانی جواب بھیجیں،اور اس علاقے سے متعلقہ معلومات حاصل کریں ،اور ایک مہینے کے بعد جب آپ لوگ کاموں سے فارغ ہو جائیں گے تو ٹائم رکھ کر کے ایک بڑا جلسہ یہاں رکھیں گے ۔

اب اگر یہ سیلاب نہ آیا ہوتا تو پیپلز پارٹی صوبہ سرحد کے صدر اور صوبے کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خان خٹک صاحب نے با قاعدہ میرے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ بھی میرے ساتھ یہاں سوات آتے ۔ اور وزیر اعظم صاحب نے با قاعدہ ان کو خط لکھا تھا، جب دس آدمیوں کا وفد ملاقات کے لئے گیا تھا، اور پھر اخبارات میں اور ٹیلی ویژن پر وزیر اعظم کا با قاعدہ بیان آیا تھا سوات کی برادری کے متعلق،تو اس کے بعد وزیر اعظم صاحب نے وزیر اعلیٰ کے نام پر مجھے دستی خط لکھ کر دیا تھا کہ ٹائم نکال کر سوات کا دورہ کرو۔لیکن یہ آسمانی مصیبت آگئی اور آپ سمجھتے ہیں کہ آسمانی مصیبت آنے کے بعد جلسے تو نہیں کئے جاتے وہ اُدھر مشغول ہو گئے ہیں ۔

اب یہ رمضان کا مہینہ گذر جائے تو پھر انشاء اللہ مرکزی وزراء میں سے بھی کسی کو بلائیں گے ، اور صوبہ سرحد سے بھی اور ایک کھلے میدان میں جہاں بہت سے لوگ سما سکیں ، وہاں جلسہ کریں گے ۔لیکن اس وقت تک آپ کو اپنی تنظیم منظم کرنی ہو گی ۔اور گاؤں گاؤں کی فہرستیں تیار کرنی ہوں گی ہمارے بھائی کہاں کہاں کتنے کتنے رہتے ہیں ۔تحصیل مٹہ میں اتنے لوگ ہیں، تحصیل بونیر میں اتنے لوگ ہیں ،شانگلہ میں اتنے ہیں ۔

دوسرا کام آپ نے اب یہ کرنا ہے کہ ہر علاقے کے پٹواریوں کے دفاتر میں جا کر ووٹر لسٹ میں اپنا نام دیکھیں کہ

درج ہے یا نہیں۔آپ کے جس جس آدمی کا ووٹ درج نہ ہوتو فوراً اطلاع کر کے اس کا اندراج کرائیں۔اور مرد وعورت دونوں کا اندراج کروائیں،تا کہ کل جو ہمارا کنڈیڈیٹ ہواس کو ہم کامیاب کراسکیں۔پارٹی جس کو کھڑا کرے سوائے خان کے اسے ہم کامیاب کریں گے۔اور خان کی مخالفت کریں گے،اور پارٹی کی منت سماجت کریں گے کہ ان ظالموں کو ٹکٹ مت دو۔اوراس بات کومسٹر بھٹو بھی سمجھتے ہیں کہ ان کے خیر خواہ غریب عوام ہیں، چاہے وہ غریب پٹھان ہو،غریب گوجر ہو،غریب عالم ہو،سیّد ہو یا کسی بھی قوم سے اس کا تعلق ہو۔

دولت مند، زمیندار اور جاگیردار چاہے وہ سندھ میں ہو پنجاب میں ہو، بلوچستان میں ہو یا صوبہ سرحد میں، جو سردار کہلاتا ہے، یا نواب، یا خان یہ بہت بڑے خنزیر ہیں۔یہ جب آپس میں بیٹھتے ہیں تو سب کو گالیاں دیتے ہیں، چاہے بھٹو ہو، یا مولوی ہو۔ان بڑے لوگوں کا کوئی ایمان نہیں ہے یہ یادرکھیں یہ جو بھی حکومت ہوتو اس کے ساتھ ہوتے ہیں، چاہے سکھ ہو یا انگریز یا مسلمان۔جب صدر ایوب تھا تو اس کے گیت گاتے تھے،یحییٰ خان آیا تو اس کے گیت گاتے رہے اب بھٹو صاحب ہیں تو اس کے گیت گا رہے ہیں اور کل کو کسی اور کے گیت گا رہے ہوں گے۔ان کا کام حکومت وقت کی چاپلوسی کرنا اور اپنا کام ان سے لینا ہے،غریب کو لوٹنا ان کا مذہب ہے۔

اگر یہ لوگ کسی وزیر کو کھانا کھلاتے ہیں، کسی ڈپٹی کمشنر کو کھانا کھلاتے ہیں یا کسی ممبر کو ان کا مقصد اُن سے اپنا کام نکلوانا ہوتا ہے۔مجھے جب بھی کسی نے کھانے پر مدعو کیا تو دوسرے دن وہ میرے پاس پہنچ جاتا ہے کہ میرا فلاں کام کر دو،ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ان کی کہی ہوئی باتوں کی کوئی پرواہ مت کرو، اور اپنے کام میں لگے رہو۔کتے بھونکتے رہتے ہیں اور قافلے گزرتے رہتے ہیں،فقیر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔

سیاست نکاح کا نام نہیں ہے کہ جس سے ہوگیا تا عمر نبھانا ہے۔اس وقت طاقت پیپلز پارٹی کے پاس ہے،حکومت اس کی ہے، ہماری جماعت کی حکومت نہیں،اس لئے ہماری ضرورت ہے کہ پیپلز پارٹی میں شریک ہوں،تاکہ اس کے ذریعے سے غریب لوگوں کو فائدہ ہو۔اس وقت صرف ہماری تحصیل بٹگرام میں ان زرعی اصلاحات کی وجہ سے آپ کی برادری کے بارہ سو افراد زمینوں کے مالک بن گئے ہیں۔بارہ سو(۱۲۰۰) گھر گوجروں کے زمین کے مالک بن گئے ہیں صرف بٹگرام میں۔پہلے وہ لوگ خانوں کے کنڈری تھے، بیگاریں کرتے تھے،اب وہ مالک بن گئے۔

آزاد کشمیر میں اس جماعت کی برکت سے اس وقت ہماری برادری کے چھ ممبر ہیں۔اور ان میں سے ایک وزیر تھا چوہدری محمد رضا کھٹانا جو اب فوت ہو چکے ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ایک ان میں سے آزاد کشمیر کے وزیراعظم کا مشیر ہے اس وقت مولوی عبدالرحمٰن لیڈر اس کو کہتے ہیں۔اور ایک کشمیر کونسل میں ہے۔یہ ساری کامیابی ہمیں پیپلز پارٹی کی وجہ سے

حاصل ہوئی ہے۔اس سے قبل ایسانہیں تھا۔اس لئے آج ہی سے یہ کام شروع کردو،اپنے گھروں پر جھنڈے لگادو،ممبر سازی میں حصّہ لو، ہر تنظیم میں آگے آنے کی کوشش کرو۔ جہاں خالص تمہاری آبادی ہے وہاں اپنا اقتدار قائم کرو۔خود ایم، این، اے اور ایم، پی،اے بنو۔سیاست کو سیاسی پارٹی کے طریقے پر کریں گے،اور اسی لئے اپنی قوم کو منظم کررہے ہیں کہ یہ ایک جگہ جمع ہوکر مظلومیت سے باہر نکلیں۔

☆ بھائیو! آپ خود ہی سوچیں۔گوجر قوم کو لفظ پختونستان کے ساتھ دشمنی کرنی چاہئے کہ نہیں؟اب اس حال میں یہ ہم پر اس قدر مظالم ڈھارہے ہیں،اور کل خدانخواستہ پختونستان کے نام سے ان کی حکومت قائم ہوجائے تو یہ ہمارے بچوں کو دریائے جہلم سے نیچے نہیں دھکیلیں گے؟ کہ پختونوں کے علاقے سے باہر نکلو۔

اس لئے صرف ایک ہمارا گوجروں کا قبیلہ اور گوجر قوم ہی ہے جو پاکستان کی وحدت اور پاکستان کی سالمیت کی ضمانت دے سکتی ہے۔اس لئے کہ ہم سرحد، پنجاب سندھ، اور بلوچستان چاروں صوبوں میں آباد ہیں۔اور ہم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

بلوچی صرف بلوچستان میں آباد ہیں، سندھی صرف سندھ میں ہیں، اور پختون صرف صوبہ سرحد میں ہیں اسی لئے تو وہ پختونستان بنانے کا نعرہ لگاتے ہیں۔بنگالی بھی اگر چاروں صوبوں میں آباد ہوتے تو پھر وہ اپنے لئے بنگلہ دیش بناتے؟ کبھی نہیں،وہ بھی ایک علاقے میں آباد تھے،مشترکہ آبادی نہیں تھی اس لئے بنگلہ دیش بن گیا۔تو صرف ہماری گوجر قوم ہے جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس لئے ہم نہ تو کسی گھر کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ کسی ایک بھائی کو۔

اور یہی بات میں نے قومی اسمبلی کے اندر بھی کہی ہے۔اور ہر جگہ کہتا ہوں۔اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود وزیراعظم کے ذہن میں بھی یہی بات بیٹھی ہوئی ہے کہ یہ قوم پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے۔اور پاکستان کے تحفظ اور سالمیت کی ذمہ داری لے سکتے ہیں۔سمجھے کہ نہیں؟ اس لئے سمجھنے کے لئے یہ باتیں کافی ہیں۔اپنے اندر ہمت پیدا کریں، ناامیدی چھوڑ دیں،اور اپنے آپ کو منظم کریں۔

السلام علیکم۔

خطاب برموقع گوجر کنونشن باغ آزاد کشمیر

مورخہ: ۳۰ اپریل ۱۹۷۹ء

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ :اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ { وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ }

ڈسپلن کو قائم رکھو

صدر محترم ،اور صدر حکومتِ آزاد کشمیر،معزز حاضرین: میرے عزیزو ،میرے بھائیو! میں نے مولانا سیف الدّین سیف صاحب سے یہ عرض کیا تھا کہ آپ کی تقریر جب ہو گی کہ چندے والوں کی تقریر بند کرائیں ،ایک وقت میں دو تقریریں نہیں ہوسکتیں،اور یہ انجمن پنے کا پہلا مسئلہ تو اب یہیں ظاہر ہو کہ آپ ڈسپلن کا مظاہرہ کریں ، پیسے خدا دے گا۔ میں اکیلی کھوپڑی سال کے دو لاکھ روپے اکھٹا کر کے پانچ سو طلباء کو سب کو معلوم ہے کہ خرچہ دیتا ہوں ،کبھی کنونشن کر کے نہیں مانگا، اور لاف زنیاں کرتے ہو کہ ہم تعداد میں اتنے زیادہ ہیں، اور صدر مملکت کو بٹھا کر کے اور سارے ملک کے معززین کو بٹھا کر کے دو دو ٹکوں کے لئے شور کر رہے ہو،آرام سے بیٹھو۔ یہ سارا چندہ میں مانگ کر دوں گا بیٹھ جاؤ یہاں آرام سے ۔ پیسہ قیمتی نہیں ہیں باتیں قیمتیں ہیں۔ جو بوڑھے یہاں کہہ رہے ہیں کہ چندہ کرنے دو یہ ہے وہ ہے ،مال کیا چیز ہے؟ مال ہاتھ کی میل ہے ۔مال کوئی چیز نہیں ہے۔

سر سیّد کے پاس پیسے نہیں تھے کہ علی گڑھ یونیورسٹی بنی ہے ،مولانا قاسم نانوتوی کے پاس پیسے نہیں تھے جس نے انگریز کو للکار کر کے سارے برصغیر میں محمد الرّسول اللہ کی تعلیم کو عام کیا تھا۔ پیسے تنظیم سے آتے ہیں، پیسے ہمت سے آتے ہیں، پیسے ڈسپلن سے آتے ہیں، پیسے میں بتاتا ہوں ،گوجرو سنو میری بات ۔ پیسے لینے ہیں تو اپنی شادیوں میں جتنے پیسے ڈوموں کو دیتے ہو وہ انجمن تعلیمات گوجراں کو دو، پیسے لینے ہیں تو بچوں کے ختنوں پر جتنے تم خرافات کرتے ہو، اور لغو پیسے ضائع کرتے ہو وہ پیسے اس انجمن کو دیا کرو، پیسے لینے ہیں تو جتنے مرغے اس پٹواری کو کھلاتے ہو، پٹواری ،چمڑا پٹواری ،پٹواری خفا نہ ہونا،اُتنے پیسے اس انجمن تعلیمات کو دیا کرو، پیسے لینے ہیں تو جتنے بیٹیوں اور بیٹوں کی شادیوں میں سوغاتیں لیجا کر دیتے ہو کہ خان جی یہ لے لیں ،راجہ جی یہ لے لیں ،مولوی جی یہ لے لیں اُتنے پیسے انجمن تعلیمات کو دے دیں ، دیکھیں پھر آئندہ نسلیں

پیدا ہوتی ہیں کہ نہیں ہوتیں۔

اور جلسے میں پیسہ لینا ہے تو یہ پیسہ لینے والوں کو وہاں باہر بیٹھاؤ، وہاں بورڈ لگاؤ، ہر آنے والا آتے جاتے وہاں چندہ دیتا جائے۔جلسہ کے ڈسپلن کو قائم رکھو، ورنہ یقین جانو کہ یہاں پر اندرا گاندھی اور واجپائی کے ایجنٹ کوئی نہ کوئی یہاں بیٹھا ہوا ہوگا، اور وہ یہ رپورٹ لیجائے گا کہ ساتھ ہمیں بھی للکار رہے تھے، اور ساتھ پیسے کے لئے جلسہ میں بد انتظامی بھی کی ہوئی تھی۔اور وہ پرانا مقولہ جو تمہارے دشمنوں نے ایجاد کیا تھا،مجاہدو! تم نے نہیں ایجاد کیا تھا،تمہارے دشمنوں نے ایجاد کیا تھا کہ:

"آپے تپ سی تے ٹھُس کرسی"۔

اپنے ان دشمنوں کے مقولے کو سچا ثابت مت کراؤ یہ مجاہدین کی سرزمین ہے، یہ جذبات کا جہاد کرو، پیسے کا جہاد کرو، ڈسپلن کا جہاد کرو، تنظیم کا جہاد کر کے دکھاؤ،اتنی بڑی حاضری کے سامنے اور اتنی بڑی تحصیل کے سامنے،اور اتنی بڑی قوم کے سامنے ایک کالج تو درکنار، یہ تو یونیورسٹی بھی چلا سکتی ہے۔

بھول گئے صدر ایوب مرحوم کے زمانے میں جب پانچ روپے میں ایک بکری نیلام ہوا کرتی تھی،اور آج ایک ایک بکری پانچ سو، چھ سو،سات سو میں بکتی ہے، کیوں نہیں بکریوں والا ایک ایک بکری دیتا اس انجمن کو تاکہ یہ قوم کے بچے پڑھ کر کے آئندہ اس ملک کے محافظ بنیں،آئندہ اس ملک کے لئے خطیب بنیں، آئندہ اس ملک کے لئے مجاہد بنیں، آئندہ اس ملک کے لئے بریگیڈیئر اور جرنل بنیں، اور آئندہ اس ملک کی بیٹیوں کی، اس ملک کی زمین کی، اور اس ملک کے کلمۂ طیبہ پڑھنے والوں کی حفاظت کریں۔

میرے دوستو، میرے عزیزو! میں بڑے صدمے سے یہ باتیں کہہ بیٹھا ہوں،اس لئے کہ آپ حضرات خاموش نہیں ہو رہے تھے۔اب کہہ رہا ہوں، جو جو جیب میں پیسہ لایا ہے آج وہ ڈسپلن کے ساتھ پیسہ دے کر جائے۔ لینے والے باتیں نہ کریں،اور دینے والے باتیں نہ کریں، اور لینے والے مہربانی کر کے باہر جا کر بیٹھو! ابھی جاؤ تاکہ تمہیں یہ لوگ دیکھ لیں کہ باہر چندہ لینے والے بیٹھے ہوئے ہیں، یا صرف دو آدمیوں کو دے دو، دو آدمی چادر لے کر اِدھر سے پھیریں، اور دو اُدھر سے، چندہ بھی ہوتا رہے گا اور تقریر بھی، یہ نور جہان کا گاڑھا تو نہیں جناب من کہ چندہ بھی چلتا رہے، اور ساتھ تالیاں بھی بجتی رہیں، اور تقریریں بھی ہوتی رہیں، اور سگریٹ کے کش بھی لگتے رہیں۔اوسوچو تو صحیح قرآن پڑھا جا رہا ہے، اسلام کی تعلیم کے لئے مجاہدوں کی تعلیم کے لئے آپ تنظیم کر رہے ہیں۔

میرے عزیزو، میرے بھائیو! میں اور زیادہ کچھ نہیں کہتا، ایک ہی بات کہتا ہوں کہ تعلیم کے بغیر انسان مردہ ہے، اور تعلیم سے انسان زندہ ہے، میں آپ سے صرف ایک بات کہتا ہوں کہ جب اس برصغیر پر انگریز قابض ہو گیا تو اس وقت شاہ

ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے دو شاگردوں نے بیٹھ کر دہلی پلان بنایا، انجمن تعلیم والو اور تمام سوسائٹیوں والو سن لو، دونوں شاگرد بھائیوں نے بیٹھ کر سوچا کہ ملک تو غلام ہو گیا، اب اگر ملک والوں کو ہم تعلیم دے کر نہیں بچائیں گے تو اس برصغیر کا حشر وہ ہوگا جو اسپین کا ہوا تھا آٹھ سو سالہ حکومت کے بعد، تو دونوں شاگردوں نے ایک کا نام سید احمد خان ہے جو بعد میں سرسید ہوا، دوسرے کا نام ہے محمد قاسم نانوتوی جو بعد میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ہوا۔ ایک نے ان فیکٹریوں کے لئے تعلیم کا پروگرام بنایا علی گڑھ یونیورسٹی کا،

اور دوسرے نے مدینہ منورہ سے سرکار دوعالم کی روحانیت کا کرنٹ اس ملک میں لانے کیلئے اور باکردار مسلمان پیدا کرنے کے لئے قرآن وسنت اور صحابہ کرام کی اور اہل بیت کی سیرت کی تعلیم کا انتظام پیدا کرنے کے لئے دہلی سے دور دیوبند کے ایک قصبے میں جا کر تعلیم کا یہ نظام شروع کیا، جس کے نتیجے میں اس ملک کے اندر ایک سو سال کے بعد یہ ثقافتی انقلاب آیا، تعلیمی انقلاب آیا، اور سیاسی انقلاب آیا، اور اُن دو معماروں کی، اُن دو تنظیموں کا نتیجہ یہ تھا کہ علی گڑھ اور دیوبند نے اس ملک کے اندر وہ لوگ پیدا کئے جنہوں نے لارڈ میکالے اور کرزن کی روحانی اولاد کو لاتوں سے مار کر کے اور سمندر پار کر دیا۔

حصول تعلیم کی ترغیب

اوہے پروگرام بڑھاؤ، اگر صرف پٹواری پیدا کرو گے، اور پروفیسر پیدا کرو گے، پیشگی معافی چاہتا ہوں، خفا نہ ہونا، اور اگر صرف تھانیدار پیدا کرو گے تو اس خطۂ زمین کے اندر روحانیت نہیں اُبھرے گی، اس خطۂ زمین کے اندر وہ دینی جذبہ نہیں اُبھرے گا، کہ جو دینی جذبہ تجھے ڈوگرہ کے ساتھ، سکھ کے ساتھ، عیسائی کے ساتھ لڑنے پر، غازی ہونے پر، شہید ہونے پر ابھارا کرتا ہے۔ آپ تعلیم کی دونوں آنکھیں لے کر چلئے گا، محمد الرّسول اللہ کی روحانی تعلیم جو اسلام کی ہے، قرآن کی ہے، حدیث کی، فقہ اسلامی کی ہے اس کو سب سے پہلے نمبر پر رکھ کر اپنی اولاد کو پڑھائیں، اور اس کے ساتھ عصر حاضر کی یہ اقتصادی اور تمدنی تعلیم ہے یہ بھی اپنی اولاد کو دیجئے گا۔

میرے عزیزو، میرے بھائیو! مجھے اکثر جانتے ہیں، کچھ میرے دوست جانتے ہیں، اور کچھ میرے خیر خواہوں نے پچھلے سالوں میں اخبارات میں میرے خلاف جتنا پروپیگنڈہ کیا ہے آپ کو یاد ہے ناں کہ یہاں سے ایک رسالہ نکلا کرتا تھا کہ عبدالحکیم کشمیر کے معاملے میں کسنجر کا کردار ادا کر رہا ہے۔ لیکن یہ آگے نہ لکھا ظالم نے کہ میرے اس کردار کی وجہ سے ملک کے عوام کے اندر تعلیمی، سماجی، ثقافتی، سیاسی شعور پیدا ہو کر کے ان کو آگے بڑھانے کے میں نے مشورے دیئے ہیں ان کو تخریب کا میں نے کبھی مشورہ نہیں دیا۔

تم مجھے اکثر جانتے ہو، اور جونہیں جانتے تو سن لو، میرے پاس زمین، اور کوٹھیاں، باغ اور دولت نہیں ہے، میں نے اپنے علاقے میں جو بڑے بڑے نوابوں کا مقابلہ کیا، ساری عمر کیا، اب کر رہا ہوں اور ساری عمر جب تک زندہ ہوں گا کرتا رہوں گا، ظلم کے خلاف اس دھرتی پر جہاں ہو ہم سینہ سپر رہیں گے، مظلوم کے ساتھ جہاں ہو ہاتھ میں ہاتھ ملا کر جائیں گے، چاہے وہ مظلوم کسی کی بھی نسل میں سے ہو۔

تو ہم نے جو مقابلہ کیا ہے، پیسے اور دولت کے زور پر نہیں کیا، اس علم دین کے زور پر کیا ہے اور آزاد کشمیر میں یہ ترغیب دینا بیکار ہے، ان بوڑھے راوَلاکوٹ والوں سے پوچھو، بوڑھوں سے، اور یہ کیانی صاحب کو بھول گیا ہے اس باغ میں انجمن تعلیم القرآن اور سیرت النبی کے جلسوں میں بیگار کے خلاف میں ہی تقریریں کیا کرتا تھا، اور یہ مجھے سنایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے خطۂ مجاہدین کو شاہ اسماعیل شہید کے روحانی بیٹے عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے آکر کے اس علاقے کو جگایا تھا، اور اُس نے کہا تھا کہ سکھوں کے مقابلے میں، کھتریوں کے مقابلے میں اے مسلمانو دکانیں کھولو۔ اور راوَلاکوٹ میں عطاء اللہ شاہ بخاری دکانیں کھلوا کر گیا تھا۔ بوڑھوں سے پوچھو۔

تو میرے عزیزو میرے بھائیو! تعلیم اس پیٹ کے پالنے کے لئے نہیں ہے، تعلیم تو ساری قوم کو اٹھانے کے لئے ہوتی ہے، یہ پیٹ تو لکڑیاں بیچ کر بھی پالا جا سکتا ہے، یہ پیٹ تو بھینسیں رکھ کر بھی پالا جا سکتا ہے۔

گوجری زبان میں باتیں

اور گوجرو! (تَم ناں ایک گل کووَں، تھارے نال، یو گوجری بولے تھو، مخلوط گوجری، ڈالڈا گوجری گوجری میری سنڈوَں، تھارے نال ایک گل کروَں، تَم یو خوگلہ کریں کہ ہَم پچھے رہ گیا تعلیم کے اندر، لیکن تَم نے اپناں نکہ نکہ بچاں نہ ہمیشہ بھیڑ تے بکری، مھیس تے ڈنگر دے کے ہمیشہ بَنڈ ماں مال چرایو ہے تے تعلیم کنگاں تے آوے گی؟۔

تَم ان بڈھاں خڑپّاں ناں جڑا سوٹی لے کے تے بیٹھ کے ٹُرٹُر کریں، تے جیڑا بیٹھ کے شرارت سکھائیں، کہ فلانڈاں کی بیٹکی ناں اُدھاڑ کے لیجاوَوں، تے فلانڈاں کی بھیڑ لے جاوَوں۔ تے مقدماں کروَوں رے جاوَوں تے فلانڈاں ناں تھانہ ماں پھسا کے آووَں، اِن بڈھاں ناں آگے کروں کہ یہ مھیس چاریں، ڈنگر چاریں، بکری چاریں، لکڑی آنڑیں۔

اور بچاں ناں سکول میں بٹھاوؤں ، پھر جیڑا ، بچاں ناں سکول ماں داخل نی کراتا اُن کے خلاف حیات ناں شکایت کروں ، خدا اس ناں حیاتی دے ۔یو بھی اُن ناں سمنبھالے گو، اور ان کو انتظام کر لے گو۔تعلیم کوئی مکئی کی لیٹی ہے ؟ کہ اس کو نوالو بنڈا کے تَم منہ ماں گھل لیں گاں اور غڑپ کر کے کھا لیں گا،تعلیم کیواسطےتعلیم کوراہ اختیار کروں،نئی نسل ناں،نئی پود ناں سکول تے کالجاں ماں بٹھاوؤں،)۔

حکومت یہی کر سکتی ہے کہ جس گاؤں میں سکول نہیں ہے کالج نہیں ہے ،حکومت سے سکول مانگو وہ آپ کو سکول دے گی ،جس علاقے میں کالج نہیں ہے وہ آپ کو کالج دے گی ۔جو افسر سرکاری کرسی پر بیٹھ کر کے خاندان اور نسلی تعصب میں سکول یا کالج نہیں دے گا ، یا داخلہ نہیں دیتا تو یہ ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ اس کے کان پکڑے گی ، اور علاقائی لیڈر کا کام ہے کہ وہ اس کی نشاندہی کرے کہ فلاں آدمی وہ دو بھائیوں میں اختلاف پیدا کر رہا ہے ۔

اور اس کے ساتھ میں یہ عرض کر دوں کہ یہ انجمنیں ، یہ سوسائیٹیں ،اور یہ تمام چیزیں یہ ایسی ہیں جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں بیٹھ کر کے کام تقسیم کرتے ہیں کہ ایک کے ذمہ ہے کہ لکڑیاں لائے ، دوسرے کے ذمہ ہے کہ پانی بھرے ، تیسرے کے ذمہ ہے کہ وہ مال چرائے ، چوتھے کے ذمہ ہے کہ وہ تجارت کرے ، پانچویں کے ذمہ یہ ہوتا کہ باپ کہتا ہے کہ جا اور آج تاریخ بھگتا آ،لیکن اجتماعی ذمہ داری سارے بھائیوں کی ہوتی ہے کہ وہ گھر کی حفاظت کریں ۔

ایسے ہی سدھن بھائی ، ایسے ہی راجے بھائی ، ایسے ہی سید بھائی ، ایسے ہی راجپوت بھائی ، ایسے ہی گوجر بھائی یہ ایک گھر کے کنبے کے بسنے والے ہیں اور اُس گھر کا نام ہے پاکستان اور آزاد کشمیر ،اور یہ ایک برادری کے افراد ہیں اور اُس برادری کا نام ہے اسلام ۔

یہ قوم قوم کبھی نہ کہا کرو کہ یہ گوجر قوم ، اور سید قوم ، اور سدھن قوم ، ہم قوم مسلمان ہیں اور کوئی قوم نہیں ہے ، دنیا میں دو ہی نظریات ہیں ، دو قومیں ہیں ایک مسلمان قوم اور ایک کافر قوم ، بلال قریشی نہیں تھا ، حضرت صہیب جو ہے وہ قریشی نہیں تھا ، اور حضرت سلمان فارسی قریشی نہیں تھا ،لیکن وہ ابو بکر وعمر وعثمان وعلی اور ابوعبیدہ بن جراح رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ایک صف میں بیٹھا کرتے تھے اس لئے کہ اسلام نے اُن کو اسلامی قوم کا ممبر بنا کر کے اللہ نے عرش سے اعلان فرمایا:

{اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ} تمام ایمان والے آپس میں ایک بھائی ہیں ۔تو قوم ہم صرف مسلمان ہیں ، باقی رہ گئے اس کے ساتھ قبیلے ،تو اس کے لئے اللہ نے فرمادیا:

{ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ }

فرمایا قبیلوں پر فخر مت کرو، ناز مت کرو کہ ہم فلاں قبیلے سے ہیں اور فلاں سے، اس پر ناز تو ابوجہل بھی کرتا تھا۔ابو لہب بھی کرتا تھا،عکرمہ بھی کرتا تھا،خدا نے فرمایا یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ {لِتَعَارَفُوْا} یہ پہچاننے کے لئے ہے،عبدالحکیم گوجر، عبدالحکیم ہاشمی،عبدالحکیم راجہ،عندالحکیم سدھن، اگر ایک ہی گاؤں میں ایک ہی نام کے چار آدمی ہوں،ڈاک آئے گی تو جب تک ذات کی یہ پوچھل نہیں لگے گی ڈاک ہی نہیں مل سکتی۔ یہ صرف تعارف کے لئے ہے،اور باقی خدا کے ہاں برتری:

{ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ }وہ نیکی پر ہے،اور نیکی اسلام پیدا کرے گا،لارڈ میکالے اور کرزن کی تعلیم نیک کسی کو نہیں بناسکتی۔سمجھے: جس تعلیم کا قاعدہ شروع ہوتا ہو الف الُّو،ب بکری، اور ت جناب من تاش، اور ن جناب من نور جہان،اور ک کنجری اور ک کتا۔جس تعلیم کی ابتداء یہاں سے ہوگی وہ نیک کیسے پیدا کرے گی؟ اور جس تعلیم کی ابتداء یہاں سے ہوتی ہے الف اللہ، اور ب برکت، اور م محمد، اور ک کعبہ، اور ق قرآن، جو تعلیم اس سے شروع ہوگی اس سے جا کر نیک پیدا ہوں گے۔

تو میرے دوستو! میرے عزیزو! مجاہدین کی سرزمین پر بیٹھ کر بات کر رہا ہوں،اور جہاد کا جذبہ قائم رہ سکتا ہے اسلام کے ساتھ،اور اسلام کا مرکز ہے قرآن اور رسول اللہ کی حدیث اور فقہ اسلامی،ان نصابوں کو اپنی اولاد کو،اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پڑھاؤ،تاکہ اس ملک کے اندر مزید مجاہدین پیدا ہوں۔اور جہاد کے بغیر آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

لیکن یہ یاد رکھئے گا، ان ریزولیشنوں سے اور تقریروں سے ہمارے مظلوم کشمیریوں اور ہندوستان کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا، جب تک کہ ہمارے پاس تنظیم،اور تنظیم کے ساتھ ڈسپلن،اور تنظیم اور ڈسپلن کے ساتھ ساتھ ایثار اور قربانی،اور خدا کی راہ میں شہید ہونے کا جذبہ ہمارے اندر نہیں ہوگا ہم ان کا کوئی انتظام اور امداد نہیں کر سکتے، یاد رکھو کہ تنظیم اور اتحاد اور خدا کے خوف کا ڈنڈا ہاتھ میں لے کر کے پھر بات کرو، دنیا میں مشہور ہے کہ ڈنڈا پیر ہے بیگڑ یاں تگڑیاں دا۔تو تنظیم اور جہاد کا ڈنڈا تمہارے پاس نہ ہو اور یہاں صرف لاف زنیاں کرتے رہے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اور ایک بات جاتے جاتے صدر مملکت سے عرض کرتا جاؤں کہ ہماری ملکی اور سیاسی آزاد کشمیر اور پاکستان کے مفاد میں یہ ہے کہ یہاں کے ان بے تعلیمی علاقوں میں، چاہے وہ کسی قبیلے کا علاقہ ہو،اور خصوصاً گوجروں میں تعلیم کو پھیلائیں اس لئے کہ: جموں کشمیر کے صبح سات بجے کا ریڈیو میں ہمیشہ سنتا ہوں،وہ شرارت کے لئے روازنہ وہاں سے پروگرام پیش کرتا ہے کہ گوجر بکروالوں کے لئے اتنے لاکھ ہم نے منظور کئے اور اُن کے بچوں کے لئے اتنے ہوسٹل بنائے، اور چھوٹے قبیلوں کے لئے ہم نے اتنے کئے۔تو یہ دشمن کا ریڈیو جو روازنہ ایسا پروپیگنڈا کرتا ہے، وہ ادھر والوں کے دلوں میں شکستگی اور ناامیدی کے

جذبات پیدا کر کے ہمارے اندر بے اتفاقی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اُس کے جواب میں اِدھر بھی کچھ ہونا چاہئے، اس آنے والے بجٹ کے اندر خصوصاً ان طبقوں کے لئے تاکہ کم از کم ہمارے مقبوضہ علاقوں کے مسلمان اس آزاد علاقے کے امن و آمان اور ترقی کے ساتھ رشک کر کے کل کو جب بھی رائے شماری کا وقت آئے تو اُدھر کے مسلمان یہ کہیں کہ آزاد کشمیر کے مسلمان ہم سے آگے جا چکے ہیں، وہاں کی حکومت نے انہیں بہت کچھ دیا ہے لہٰذا انڈیا کے ساتھ رہنے کے لئے ہم تیار نہیں، ہم اپنے مسلمانوں کے ساتھ جائیں گے۔ یہ سیاسی فائدہ ہے۔

اور ایک جملہ اور عرض کردوں، صدر آزاد کشمیر کی وساطت سے صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب سے جو میں نے ہمیشہ اسمبلیوں میں بھی کہا ہے کہ پاکستان کو قبائلی نظام سے بچانے کے لئے اور خاص کر کے بزنجو اور ولی خان کی پٹھانستان وغیرہ کی سازشوں سے بچانے کے لئے اگر کوئی قبیلہ ضمانت دے سکتا ہے پاکستان بھر میں تو وہ صرف گجر دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ گجر بلوچستان میں بیٹھا ہے، اور یہ صوبہ سرحد میں بیٹھا ہے، اور یہ آزاد کشمیر میں بیٹھا ہے، یہ پنجاب میں بیٹھا ہے، یہ سندھ میں بیٹھا ہے، یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے جسم کا یہ بازو جدا ہو یا یہ۔ باقی ہر ایک کسی ایک صوبے کے ساتھ مخصوص ومحدود ہیں لیکن گجر سارے پاکستان کے اندر پھیلا ہوا ہے۔

اور یہ شکایت بجا بھی ہے اور بیجا بھی ہے۔ قبیلوں سے ہم شکایت نہیں کرتے کہ پسماندہ رکھا ہے، لیکن قبیلوں کے بعض آدمی جو لیلائے اقتدار کی کرسیوں پہ جاتے رہے، پچھلے بتیس سال کے اندر میرے صوبہ سرحد کے آئینے میں جب میں دیکھتا ہوں، اور صوبہ سرحد جدا نہیں ہے درمیان میں ایک پانی بہتا ہے، پار و اُوار (یعنی ادھر اور اُدھر) ہماری ایک ہی برادری ہے، ایک ہی خاندان ہے، ایک ہی رسم و رواج ہے۔

تو ہمارے ساتھ با اختیار لوگوں نے گورنمنٹ کی پالیسیوں کو غلط استعمال کر کے بعض آدمیوں نے جو اپنے آپ کو پٹھان کھلواتے تھے یا بعض دیگر قبیلے والے انہوں نے گورنمنٹ کے فیض عام سے ہماری تعداد کو سامنے رکھ کر کے کہ اگر یہ تعلیم یافتہ ہو گئے تو کل کو پھر ان کے ووٹ سے پھر ان کے آدمی منتخب ہو کر کے آئیں گے، تو اس سازش کے تحت بعض لوگوں نے بعض اوقات کے اندر جان بوجھ کر ان کو پسماندہ رکھا گیا، اس میں بھی شک و شبہ نہیں، یہ شکایت ویسے نہیں ہے، یہ شکایت حقائق پر مبنی ہے۔

میں نے اپنی تحصیل بٹگرام میں پچھلے ۶ چھے سال میں دو مرتبہ کالج منظور کرایا، جب بھی کالج کے لئے زمین کا سوال پیدا ہوتا تو یہ سارے مقامی خوانین جو اپنے آپ کو پٹھان کھلواتے، چپ کر کے بدمعاشی کر کے رپورٹ لکھ کر کے بھیج دیتے کہ ہمیں کالج کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایک نے تو ایک مرتبہ اپنی تقریر میں کہہ ہی دیا کہ جی:

"منگا خوا خپل بچولہ پوایبٹ آباد کے لولوے شؤ"

ہم اپنے بچوں کو ایبٹ آباد میں پڑھا سکتے ہیں یہاں کالج ہوا تو یہ کشمیری اور گوجر، تندولی اور سیّد جو وہاں آباد ہیں، ان کے بچے پڑھ کر کے کل کو ہمارے بچوں کے ساتھ برابر ہو جائیں گے۔اب ظاہر بات ہے کہ ایسی باتیں جہاں کہیں بھی کسی نے کہی ہیں اُس سے شکایت ہوا ہی کرتی ہے۔اور بابا سعدی کہتا ہے کہ جب کسی علاقے میں کسی قوم کا ایک آدمی بیوقوفی کا کام کرتا ہے تو بے عزتی سب کی ہوا کرتی ہے۔تو قبیلوں سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن قبیلوں کے بعض افراد نے ایسی حرکتیں کی ہیں کہ وہ پورے قبیلے کو بدنام کرنے کا سبب بنے ہیں۔

تو میرے دوستو! میرے عزیزو! میں اور لمبی تقریر نہیں کروں گا، میں صرف یہ عرض کروں گا انجمن تعلیمات گوجراں کے منتظمین کان کھول کر سُن لو! کہ اس تنظیم کے فنڈز کے وصولی کے لئے ایک مفصل پروگرام بناؤ، اور یہ جو آپ سخات کے نام سے، مُش ٹنڈوں کے اندر دائرہ بنا کر پیسے تقسیم کرتے ہو، اُس میں صاحب نصاب بھی بیٹھ کر لے لیا کرتے ہیں، ایک اُس کھاتے کو ختم کرا کر وہ سخات کے نام کے جو پیسے دیا کرتے ہو وہ انجمن تعلیم گوجراں کے فنڈز میں، انجمن تعلیم سدھن کے فنڈز میں، اور ہر قبیلہ اپنی تعلیم کے فنڈز میں دے، جب آئندہ تعلیم دی جاتی رہے گی تو دینے والے کو قیامت تک اس کی روح کو ثواب ملتا رہے گا۔

اسی طریقے سے آپ اپنے رسومات کو بھی کم کریں، رواجات کو بھی کم کریں، جب آپ اپنے رسوم ورواجات کو کم کریں گے، تو آپ کے اندر تعلیم بھی آئے گی اور اقتصادی شعور بھی پیدا ہوگا۔ پیسے زیادہ ہوں گے تو تعلیم دے سکیں گے، بھوکے رہو گے تو کیا تعلیم دو گے؟۔

اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا، اور یہ تجربے کی بناء پر کہہ رہا ہوں، کہ جس شخص نے سماجی خدمت کرنی ہے، سماجی خدمت کرنے والا کبھی وہ سیاسی پلیٹ فارم پر جا کر نہ تقریر کرے، اور نہ کسی سیاسی امیدوار اور پارٹی کے لئے کام کرے، ورنہ یہ متنازع آدمی بن جائے گا، پھر سماجی تعاون اس کے ساتھ کوئی نہیں کرے گا۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر نظام اسلام آپ نے نافذ کرنا ہے اس ملک میں عملی طور پر، اور بتیس سالہ وعدوں کی طرح یہ وعدے بھی کھوکھلے نہیں ہیں، تو نظام اسلام کے جاننے والے جید علماء کرام کو، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ اور تمام اداروں کے اندر باقاعدہ وہی باعزت مقام دے کر شریک کریں جو آپ نے لارڈ میکالے اور کرزن کی تعلیم کے پڑھنے والوں کو دیا ہوا ہے۔

اور اگر عملی طور پر آپ ایسے لوگوں کو یہ مقام نہیں دیتے اس لئے کہ صاحب بہادر خفا ہوتے ہیں تو لارڈ میکالے اور

کرزن کی تعلیم والے تو پھر اس ملک کے اندر یہ کش مکش آئندہ بھی جاری رہے گی، اس کش مکش کو کوئی روک نہیں سکتا، یہ ازل سے شروع ہوئی ہے ابد تک چلتی رہے گی، علم کبھی جہالت کے ساتھ صلح کر نہیں سکتا۔ اور علوم کے اندر اصل علم قرآن کا اور رسول اللہ کا ہے، نبوت کا علم ہے، ہم اس کے دعویدار بھی ہیں اور اس کے وارث بھی ہیں، اور اس کو پھیلانا بھی چاہتے ہیں۔ باقی یہ جو دنیوی علوم ہیں اس کی ہمیں ایسی ہی ضرورت ہے جیسے، ہل چلانے کے لئے ہمیں بیلوں کی ضرورت ہے، جیسے لکڑیاں کاٹنے کے لئے کلہاڑے کی ضرورت ہے، جیسے گھاس کاٹنے کے لئے درانتی کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مولانا مرحوم کی کامیابی

مولانا اور اُن کے ساتھیوں کی شبانہ روز مسلسل کوششوں کے نتیجے میں غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ بیگار کی لعنت کو ختم کر دیا گیا۔ غریب کی بیٹی کا ناموس محفوظ ہو گیا، اور جرم غریبی میں غریب کا ناحق بہنے والا خون بند ہو گیا۔ زرعی اصلاحات کے ذریعے ۷۳، ۱۹۷۲ء میں بارہ سو (۱۲۰۰) خاندان زمینوں کے مالک بن گئے۔ اور ہزاروں کاشتکاروں کو بیگار، شخصی محصولات، اور طرح طرح کے ٹیکسوں سے نجات ملی۔ قومی اسمبلی میں گوجری زبان اور ادب کے فروغ کے لئے آپ نے قرارداد پیش کی۔ اور ریڈیو پشاور سے گوجری زبان میں دس منٹ روزانہ دورانیہ کا پروگرام نشر ہونے لگا۔ اور پی، ٹی، وی پر بھی گوجری زبان میں خبرنامہ کو جگہ ملی۔ امید ہے کہ نئی نسل کے رہنما وقت کو بڑھانے کے لئے کوشش کریں گے۔

آپ نے سیاسی کارکنوں کی تربیت اور حوصلہ افزائی بھی کی، جس کے نتیجے میں الحمد للہ اس وقت ضلع مانسہرہ اور بٹگرام میں برادری کے کئی وکلاء، ارکان ڈسٹرکٹ کونسل، چیئرمین اور لوکل کونسل کے ممبران موجود ہیں۔

بٹگرام، دیر سوات اور جہاں کہیں ظالم خوانین اور جاگیردار طبقے کی طرف سے مظالم ڈھانے کی اطلاع ملتی تو مولانا ان مظلوموں کی آواز بن جاتے اور ظالموں کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے تھے۔

دورۂ یورپ میں برادری کی تنظیم

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ جب ۲۳، اگست ۱۹۸۱ء کو یورپ کے دورہ پر گئے تو وہاں پر برادری کے لوگوں کو منظم کیا۔ برمنگھم میں گوجرا یجوکیشن آف یو کے قائم کی۔ برطانیہ کے مختلف شہروں میں گوجر آبادی پھیلی ہوئی ہے اور برادری کے اکثر احباب نہائیت فعال اور منظم ہیں، جن میں الحاج چوہدری محمد خان آف کوٹلی، صدر اور چوہدری صابر حسین آف میر پور جنرل سیکرٹری کے علاوہ بہت سے درد دل رکھنے والوں نے گوجرا یجوکیشن کو چلایا، اور کئی لائق اور مستحق طلباء کے لئے وظائف

جاری کئے جو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور، نشتر میڈیکل کالج ملتان، اور پشاور اور بہاولپور کے میڈیکل کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔

مولانا مرحوم نے گوجر ایجوکیشن کے سالانہ کنونشن میں شرکت کی۔ اور احباب کے اصرار پر مانچسٹر، بریڈ فورڈ، شفیلڈ، نوٹنگھم لندن، گلاسگو، لوٹن وغیرہ گئے اور مختلف اجلاسوں سے خطاب فرمایا۔ گوجر برادری کو منظم اور فعال بنانے کی ترغیب دی، اور خصوصاً اسلام کی تعلیمات اور اس کی سربلندی کے لئے کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

انجمن گوجراں مرکزیہ پاکستان کی سرپرستی

مولانا مرحوم انجمن گوجراں مرکزیہ پاکستان کے فعال رہنما اور بنیادی سرپرست تھے ،اورانجمن گوجراں مرکزیہ پاکستان کے ہر اجلاس یا کنونشن میں شرکت یا صدارت فرماتے تھے جسے انجمن سے متعلقہ لوگ اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ مولانا مرحوم نے کراچی، رحیم یار خان، لاہور، راولپنڈی، فیصل آباد میں ہونے والے ہر اہم اجلاس میں شرکت فرمائی، اور برادری کو اپنی سحر انگیز تقریروں اور تجاویز سے مستفید فرمایا۔

آپ انجمن گوجراں آل جموں وکشمیر کے دل و جان سے ہمدرد رہے۔ اور ہر اجلاس میں شرکت اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ نے انجمن گوجراں آل جموں وکشمیر کے راولپنڈی کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اور انجمن کے خصوصی اجلاسوں میں بھی متعدد مرتبہ شرکت فرمائی جو صدر انجمن چوہدری احمد دین کے گھر حویلی دھیان سنگھ لاہور میں ہوئے۔

مولانا مرحوم نے انجمن گوجراں آل جموں وکشمیر ضلع لاہور کے زیر اہتمام ۱۳، مارچ ۱۹۸۱ء کو دہلی مسلم ہوٹل میں منعقدہ پروقار تقریب حلف وفاداری کے موقع پر بھی خصوصی شرکت فرمائی جس میں پورے ملک اور آزاد کشمیر کے چیدہ چیدہ نمائندوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس موقع پر نہایت ہی خوبصورت اور دل نشین انداز میں اردو، پنجابی، گوجری اور پشتو زبانوں میں تقریر فرمائی ، اور اہم تجاویز دیں۔ برادری میں اتحاد و اتفاق اور خصوصاً نئی نسل کو تعلیم کی طرف راغب کرنے پر زور دیا۔

☆ اسی پروقار تقریب میں انجمن گوجراں آل جموں وکشمیر ضلع لاہور کے نئے عہدیداروں چوہدری عبدالباقی نسیم، صدر انجمن گوجراں آل جموں وکشمیر ضلع لاہور، چوہدری عبدالغفور ڈھینڈہ نائب صدر اوّل، چوہدری سعید اختر نائب صدر، چوہدری محمد لطیف ایڈوکیٹ جنرل سیکرٹری ، چوہدری مقبول حسین جوائنٹ سیکرٹری، چوہدری عبدالرؤف آفس سیکرٹری، چوہدری محمد حسین سیکرٹری نشر و اشاعت اور چوہدری محمد اشرف خزانچی نے جلسۂ عام میں سامعین کے رُو برُو حلف اٹھایا۔ اس یادگار

تقریب کے روح رواں بھی آپ ہی کی ذات گرامی تھی۔

☆ چوہدری کمال الدین سابق صدر انجمن مرکزیہ نے کراچی میں انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان کے زیر اہتمام ۲۳، مارچ ۱۹۸۲ء کو تین روزہ کنونشن منعقد کرایا جس میں مہمانوں کے لئے قیام و طعام، سیر و تفریح اور آرام کا بہترین انتظام کیا گیا تھا، اور جس میں درۂ خیبر سے لے کر کراچی تک، اور بلوچستان، آزاد جموں و کشمیر کے دور دراز علاقوں سے تمام اکابرین نے شرکت فرمائی تھی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء کے اس کنونشن کی صدارت بھی حضرت مولانا نے فرمائی تھی، اور اس موقع پر آپ نے ایک تاریخی تقریر فرمائی جو ایک عرصہ تک یاد رکھی جائے گی۔

☆ اسی طرح ۶، ستمبر ۱۹۸۶ء کو مری کی تاریخ میں گوجر یوتھ فورم کے تحت سب سے بڑا عظیم الشان گوجر کنونشن منعقد کیا گیا جس میں پاکستان اور آزاد کشمیر سے تمام اکابرین تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے باوجود بیماری کے مولانا عبدالعزیز جلالی صاحبؒ کے ساتھ اس کنونشن میں شرکت فرمائی۔ اس عظیم الشان کنونشن کی صدارت فرمائی۔ اور گوجر یوتھ فورم کے قائدین اور سامعین کو اپنے مخصوص انداز میں تقاریر اور مفید مشوروں سے نوازا۔

****

چوہدری رحمت علی مرحوم کی برسی کے موقع پر مولانا عبدالحکیم کا پیغام

دنیا کی تمام آزاد اور غیور قومیں ہمیشہ اپنے محسنوں کی قدر کرتی ہیں، اور رہتی نسلوں تک اُن کی یاد تازہ رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی یادگار قائم کرتی ہیں جس سے آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کی ماضی کی تاریخ کو اپنے حال میں ڈال کر اپنے مستقبل کو سنوارتی ہیں۔لیکن ملّت اسلامیہ پاکستان کے لئے یہ کتنا افسوس کا مقام ہے کہ جس عظیم ہستی (چوہدری رحمت علی) نے پاکستان کا تخیل سب سے پہلے پیش کیا۔ پاکستان کی تھیوری کے لئے اپنے ذہن اور قلم کا جہاد کرتے ہوئے اس وقت کے کرّہ اندیشوں سے مخالفت مول لی اور اپنے عزم و استقلال کے ساتھ پاکستان کا تصور کیمرج یونیورسٹی کے ماحول میں زیر تربیت برصغیر کے نوجوانوں کے ذہنوں میں ڈالتے رہے،اور اپنے پروگرام کی دعوت برصغیر کے مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے پاکستان نیشنل لبریشن مومنٹ کی تحریک شروع کی۔

ان کی استقامت اور اولوالعزمی کے نتیجہ میں اُن کو یہ فتح نصیب ہوئی کہ عاشق رسول علامہ محمد اقبال مرحوم نے اپنے مخصوص انداز اور لہجے میں چوہدری رحمت علی مرحوم ومغفور کے پیش کردہ تصور اور نظریئے کو مزید فروغ دیا۔ یہ فطرت کا اصول ہے اور تاریخ کا قانون ہے کہ بسا اوقات کسی عظیم الشان تحریک کے داعی اوّل اپنے اخلاص کی وجہ سے شہرت کے بجائے گمنامی کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ایک قانون فطرت ہے کہ بسا اوقات محرک اوّل اتنا مشہور نہیں ہوتا جتنا کہ اس کے مؤید ہوتے ہیں۔ چنانچہ چوہدری رحمت علی مرحوم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

قارئین کرام :اور خصوصاً عظیم تاریخ کے مالک گوجر قوم کے نوجوانوں، دانشوروں اور تعلیم یافتہ بھائیوں کے لئے چوہدری رحمت علی کی استقامت بطور مثال پیش کرتا ہوں ، اور دعاء کرتا ہوں کہ چوہدری رحمت علی مرحوم کے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانے کے لئے اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ قانون نافذ کرنے کی کوشش کرے، اور اس ملک کی عظیم اکثریت اپنے محبوب قائد کی (اقتصادی پسماندہ اور تعلیمی لحاظ سے ناخواندہ غیور اور مخلص گوجر برادری کی) قابل قدر،خدمات سے سبق حاصل کرے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم مسلسل جدوجہد اور مشکلات کے مقابلے میں استقامت کے ساتھ اللہ پر بھروسہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے مندرجہ بالا پروگرام کے لئے جدوجہد کریں۔ یہی چوہدری مرحوم کے لئے بہترین خراج تحسین کا ذریعہ ہے۔ مستقبل آپ سے بیسیوں رحمت علی مانگتا ہے۔ (ہفت روزہ گوجر گزٹ لاہور)

مولاناؒ کا آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد کے گوجری پروگرام کے لئے پیغام

خداوند قدوس، ربّ العالمین اپنے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اے دنیا کے آدمیو! اے انسانو! ہم نے تمہیں مختلف برادریوں، قبیلوں اور ذاتوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے افضل وہ ہے جو گناہ سے بچے اور نیک کام کرے۔

قرآن پاک کی اس آیت کی روشنی میں گوجری پروگرام میں یہ عرض کرتا ہوں کہ مختلف برادریوں کی زبان اور بولی آپس میں رابطہ کے واسطے ہے تاکہ آپس میں اتحاد اور اتفاق بڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے کہ ہر گاؤں، بستی، ضلع اور ملک میں مختلف بولیاں بولنے والے انسان بستے ہیں۔ اُن میں مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی۔

آزاد کشمیر کا یہ خطہ جس پر ساری دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں، مقبوضہ کشمیر کے مسلمان دن رات اس آرزو میں ادھر دیکھ رہے ہیں کہ آزاد کشمیر کی برادریوں اور قبیلوں میں سب سے زیادہ جو گوجر برادری آباد ہے، یہ لوگ کس دن اللہ کا نام لے کر مظلوموں کی امداد کے واسطے پہنچیں گے۔ ساری ریاست جموں وکشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو وہ دن دکھائے۔

ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کا پاکستان کے ساتھ مذہبی، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور کئی دیگر لحاظ سے تعلق ہے اور ان مشترکہ قدروں کی بناء پر جموں وکشمیر کے مسلمان پاکستان کے ساتھ ملے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ فطری اور قدرتی طور پر یہ مطالبہ درست ہے کہ سارا کشمیر پاکستان سے الحاق کرے گا۔ تاکہ مسلمانوں کی ایک عظیم قوت و طاقت بن جائے۔ اور وہ طاقت اسلام کی حفاظت، بقاء، اور اشاعت کا ذریعہ بنے۔

گوجری زبان میں تراڑکھل سے جو پروگرام ہوتا ہے وہ کشمیر کے بعض علاقوں میں نہیں سنا جا سکتا تھا۔ اب خوشی کی بات ہے کہ آزاد کشمیر کے دارالحکومت واقع آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد سے گوجری پروگرام شروع کر دینا اس علاقے کی ترقی اور عوام کی کامیابی کے لئے نیک فال ہے۔

جس علاقے اور ملک میں جو لوگ تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں جب تک ان لوگوں کو بیدار نہیں کیا جاتا۔ اور وہ لوگ بیدار ہو کر اپنے علاقے کی زمینداری، تعلیم، ملازمت، تجارت، فوج اور پولیس میں آگے پہنچ کر اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں گے، اس وقت تک وہ علاقہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اکثریت کا آگے آنا بہت ہی ضروری ہے۔ جب تک افرادی قوت کا

استعمال نہیں کیا جائے گا، اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اچھی فصل پیدا نہیں ہو سکتی۔

گوجری زبان کے پروگرام کے ذریعہ آزاد کشمیر کے مسلمان یہ فائدہ اٹھاسکیں گے کہ ان میں اور زیادہ سیاسی، مذہبی، اور وطن بیداری پیدا ہوگی، اور زیادہ شعور پیدا ہوگا۔ یہ اور زیادہ کام کریں گے۔ اور خاص کر اس خطۂ کشمیر کو آباد کرنے کے لئے اس کی زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانے، ذخائر کو نکال کر بازاروں میں پہنچانے کے لئے زمینداری کو ترقی دینے کے لئے بھیڑ، بکریاں پال کر ملک کو امیر کرنے کے لئے یہ بہت مفید کام کرسکیں گے۔ ہماری بکریوں کے بال، بھیڑوں کی اُون، ہمارے مویشیوں کا چمڑہ، ہمارے جنگلوں میں موجود قیمتی بوٹیاں، پہاڑوں میں قیمتی پتھر، یہ سب چیزیں بازاروں میں پہنچائی جائیں گی۔ پھر ہم یہ چیزیں برآمد کر کے زرِمبادلہ کمائیں گے۔

جب آزاد کشمیر کے یہ مسلمان اور زیادہ خوشحال ہوں گے، تعلیم میں اور زیادہ ترقی کریں گے، ملازمتوں میں زیادہ پہنچیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے وہ بھائی جو اُس پار مقبوضہ کشمیر میں رہتے ہیں، ہمارے اس گھر کی ترقی اور خوشحالی دیکھ کر اسلام کے ساتھ ہماری محبت دیکھ کر، لازمی طور پر ہمارے ساتھ ملنے کے لئے رات دن جدوجہد کریں گے۔ اب بھی وہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ تحریک باقاعدہ جاری ہے۔

انشاء اللہ وہ وقت آئے گا کہ تحریک آزادی کشمیر کامیاب ہوگی۔ وہ وقت آئے گا کہ 25، 26، برس کے دوران جو ظلم وستم برداشت کئے ہیں، جس مقصد کے لئے چھ نومبر کو جموں میں مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا تھا یہ ساری قربانیاں اور محنتیں رنگ لائیں گی۔ جموں وکشمیر کے عوام کو اپنا پیدائیشی حق ملے گا۔

اس موقعہ پر آزاد کشمیر ریڈیو مظفرآباد کے ذریعے سارے مسلمانوں کو اور خاص کر گوجری زبان بولنے والے غیور گوجر بھائیوں کو اور حکومت آزاد کشمیر کو مبارکباد دیتا ہوں کہ گوجری زبان کا جو پروگرام انہوں نے شروع کیا ہے، اس کے ذریعے آزاد کشمیر کے مسلمان اور زیادہ بیدار ہو کر اپنے علاقے کی ترقی کے لئے کام کریں گے۔

اور خاص کر اسلام کی تعلیمات خدا کی توحید، رسول اللہ ﷺ کی نبوت، آل بیت، ازواج مطہرات، اولیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں کی تعلیمات اس گوجری پروگرام میں پیش کر کے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں تک پہنچا کر ان کے دماغ اور دل اسلام اور ایمان کی گرمی سے اور گرمائیں گے۔ تاکہ کشمیر کی پاکستان کے ساتھ الحاق کی تحریک اور زوروں پر ہو جائے۔

اللہ پاک وہ وقت نصیب کرے کہ کشمیر اور پاکستان مل کر دو بھائیوں کی طرح پورے برصغیر بلکہ سارے ایشیاء کے مسلمانوں کی دینی، جانی اور مالی حفاظت کا ذریعہ بن جائیں۔ یہ دونوں بھائی اسلام کی ایک طاقت بن جائیں۔

اس پر میں ختم کرتے ہوئے آزاد کشمیر کے مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنی ترقی کی طرف ایک اہم

قدم اٹھا کر گوجری پروگرام مظفر آباد سے شروع کیا ہے۔ اللہ پاک اس کو کامیاب کرے۔ اسلام، ملک اور قوم کے لئے اس کے اچھے اچھے نتائج نکلیں۔ ربّ العالمین اس کامیابی سے دین اور دنیا کو فائدہ پہنچائے۔آمین

(ہفت روزہ انصاف راولپنڈی/مظفر آباد)

اقتباس از مکتوب گرامی مولانا عبدالحکیمؒ ایم این اے وسنیٹر

حضرت مولانا مرحوم نے ماہنامہ گوجر گونج کو مورخہ 20/07/1990 کو جو خط لکھا اس میں سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

آپ کی روز وشب کی محنتوں کے نتیجے میں ماہنامہ" گوجر گونج"،عملی طور پر میدان صحافت میں گونج رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سدا قائم رکھے، قیامت تک اس کی گونج جاری رہے۔آمین۔

ماہ محرم کا اداریہ بہت اچھا ہے۔ اعتدال ہے، مسلک حق اور توحید وسنت کے مطابق ہے، آئندہ بھی اسی معیار کو قائم رکھیئے۔

("گوجر گونج")

*****

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ: کے مضامین ومراسلے

﴿بوذرِ عصر مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ﴾

تحریر: حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ: سابق ایم،این،اے وسنیٹر
صدر: انٹرنیشنل اسلامک کونسل،مہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازارراولپنڈی

مجاہد ملت، بوذرِعصر مجسم علم وعمل حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ مرحوم ومغفور کی موت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہے۔مولانا ہزاروی مرحوم کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۴،فروری ۱۹۸۵ءکو چار سال پورے ہو جائیں گے۔لیکن دینی تڑپ رکھنے والے لوگ مولانا ہزاروی مرحوم کے سانحۂ موت کو یوں تازہ محسوس کرتے ہیں جیسا کہ یہ حادثہ ابھی کل ہوا ہے۔اس کی وجہ درحقیقت مولانا ہزارویؒ کا وہ اخلاص اور تنظیمی عمل تھا جس نے انگریز کے دوسو سالہ غلامی کے منحوس دور کی تمام نحوستوں کے باوجود اپنی خداداد قابلیت اور مسلسل جدوجہد کی وجہ سے اہلِ حق کو منظّم فولادی قوت بنا دیا تھا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ اپنی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے مصلحت کوش افراد کو ناپسند کرتے تھے۔لیکن مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی صلابت اور عظیمت نے دینی قوتوں کو اسلامی مؤقف مضبوطی سے اپنانے اور اظہار خیال کرنے کی جرأت دلائی۔مولانا ہزارویؒ نے ساری زندگی اپنے آپ کو شہرت سے دور رکھا، اور ناموری سے بچایا۔اس لئے کہ مولانا نے اپنی زندگی کا مقصد حصول رضائے الٰہی اور اتباعِ سنت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم، پیرویٔ صحابہ کرامؓ بنا رکھا تھا۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ساتھ قریبی صحبت،سفر وحضر میں کام کرنے والے حضرات اس بات پر گواہ ہیں کہ مولانا ہزارویؒ کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اسلام تھا۔مولانا اسلام کے لئے متحرک تھے، اور اسلام کے لئے جیتے رہے۔مولانا ہزاروی مرحوم نے ہمیشہ اسلام، کتاب وسنت اور حیات صحابہ کرامؓ کے مؤقف کو فوقیت دی۔

مولانا کی نظر میں سیاسی، وقتی، اور مقامی مصلحتیں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھیں۔مولانا ہمیشہ اپنے ساتھیوں، کارکنوں کو یہی نصیحت کرتے تھے کہ ہم دین کے لئے ہیں،اور دین ہی ہماری زندگی کا مقصدِ اوّلین ہے۔

مولانا ہزارویؒ کا نظریہ یہ تھا کہ دورِ غلامی کے بعد اسلامی احکام اور عقائد وتعلیمات کو اپنانے کے لئے دینی قوت مجتمع کرنا ضروری ہے۔عہد حاضر میں جماعتی تنظیم کا ہونا قوت کے اسباب میں سے ایک ہے۔اس لئے مولانا تنظیم کے کام کو

فوقیت دے کر منظم جدوجہد کے داعی تھے۔

مولانا کا ماضی مجسم عمل کا منہ بولتا ثبوت تھا۔یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء اسلام کا مغربی پاکستان کی سطح پر تنظیم جدید کا جب عمل شروع ہوا تو ملتان کے تنظیمی اجلاس میں ناظم عمومی کے لئے دو چار بزرگوں کے نام تجویز ہونے پر منتخب امیر قطب وقت، شیخ التفسیر، بانی انجمن خدام الدّین، داعی توحید وسنت، پیر طریقت، عارف ربانی، ولیٔ کامل حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے مولانا غلام غوث ہزارویؒ مرحوم کا نام تجویز فرمایا تھا۔ چونکہ حضرت لاہوریؒ کا کشف اہلِ حق کے ہاں مسلّم تھا، بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت امام لاہوریؒ نے مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم کی تنظیمی صلاحیتوں کے پیشِ نظر ان کی تجویز فرمائی۔

یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت شیخ التفسیر پر منکشف فرمایا ہوگا کہ جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ہاتھوں پروان چڑھے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مولانا ہزارویؒ نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے کونے کونے قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں پہنچ کر تنظیمیں قائم کیں، اور دفاتر کھولے۔ ۱۹۷۰ء میں صرف مغربی پاکستان یعنی موجودہ حصے میں دو ہزار فعال دفاتر قائم کر رکھے تھے۔ یہ مولانا ہزارویؒ کی محنت، صداقت اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی منہ بولتی کرامت تھی۔

مولانا ہزارویؒ کی تنظیمی محنت کا پھل جمعیۃ علماء اسلام نے ۱۹۷۰ء میں سیاسی پارلیمانی موڑ پر حاصل کیا۔قومی اسمبلی میں جمعیۃ علماء اسلام کے سات مقتدر عظیم حضرات کامیاب ہو کر ممبر بنے۔جن کے علمی اور عملی وزن کے سامنے باقی سب لوگ طفل مکتب کی حیثیت رکھتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ممبران کی کامیابی کا سہرا درحقیقت مولانا ہزارویؒ کی تنظیمی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیمی قوت کا مظاہرہ قومی اسمبلی کے موقعہ پر ہو چکا تو باطل نظریات کی حامل جماعتوں پر خوف و ہراس کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

بعض لوگ تو یہاں تک مذبوحی حرکتیں کرنے لگ گئے، خصوصاً صوبائی اسمبلی کے الیکشن کے موقعہ پر کہ ان نام نہاد روشن پسند، آزادی پسند فیض یافتگانِ ماسکو کی آنکھوں سے روایتی شرم وحیاء اور علاقائی مروّت بھی جاتی رہی۔

جمعیۃ علماء اسلام سے خوف کے اس پس منظر میں جمعیت کی مخالف قوتوں نے در پردہ جمعیۃ علماء اسلام کو کمزور کرنے کی مختلف سازشیں شروع کئے رکھیں۔ ان تمام قوتوں کا منتہائے مقصد مولانا ہزارویؒ کو راستے سے ہٹانا تھا، جو اپنے کارکنوں کی پختگی اور عملی جدوجہد کا نشان بن چکا تھا۔ اس غرض کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کی مذہبی، سیاسی مخالف قوتوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔ ناپختہ ذہن کارکنانِ جمعیت کے لئے پروپیگنڈہ مشینوں کے دہانے کھول دیئے گئے۔ کذب و افتراء کا طوفان اس طرح

چلایا گیا کہ اللہ کی حفاظت کے بغیر بڑے بڑوں کا سنبھلنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

یہ سب کچھ بالواسطہ جمعیۃ میں دراڑیں ڈالنے اور جمعیۃ کی تنظیمی قوت کو ختم کرنے کے لئے باطل قوتوں کی سازش تھی۔" پرائی لسّی کی خاطر اپنی مونچھیں کٹوا ڈالیں" کا محاورہ یہاں پر صادق آتا ہے۔ باطل نظریات وعقائد کے حامل لوگوں سے عارضی اور وقتی دوستی کی خاطر ہم نے اپنا وہ نقصان کیا جس کا صدیوں تک تدارک کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

۱۹۷۲ء کے بعد اس ملک میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم میں کیا اضافہ ہو سکا؟ یہ صرف اس لئے کہ افرادی قوت کو منظم کر کے کام پر لگانے والا، تنظیم کو چلانے اور تنظیموں کو تنظیمی تڑپ دینے والا مولانا ہزارویؒ میدان سے ہٹا دیا گیا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ دین کو سمجھنے سمجھانے اور عمل میں لانے کے لئے اصحاب رسول ﷺ کی پیروی اور ان کے اقتدار کو لازمی شرط قرار دیتے تھے۔ صحابہؓ کی وکالت اُن کا جزوِ ایمان بن چکی تھی۔ سیاست کی مصلحتوں کو وہ شریعت پر قربان کرتے تھے۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ، قاسم العلوم حضرت نانوتویؒ جیسے اکابر کے فکر و عمل پر پختگی کو مولانا ہزاروی لازمی قرار دیتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ فکر ونظر میں ناہموارگی رکھنے والی جماعتیں حضرت مولانا ہزارویؒ سے خصوصاً، اور ان کے دور میں جمعیۃ علماء اسلام سے عموماً ناراض رہیں۔ اپنی اس ناراضگی اور خفگی کا انتقام اگر چہ ان قوتوں نے ۱۹۷۳ء کے بعد بڑی خوبصورت تدابیر کے ذریعے لے لیا۔ اس آتش انتقام کے جھلسے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں کے تنظیمی جسم کے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہو سکے۔

دنیا کا وہ کون سا جھوٹ ہے جو نام نہاد اتحاد کے سٹیج سے مولانا ہزاروی مرحوم اور ان کے ہم خیال ساتھیوں کے بارے میں نہ بولا گیا ہو۔ الزامات کے کارخانے میں اور تہمتوں کے گودام میں جو کچھ جس کو میسّر آتا تھا ہر ایک نے اپنا اپنا حصّہ مولانا ہزارویؒ کے کھاتے میں ڈالا۔ لوگ خوش تھے کہ ہم نے مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو ختم کر دیا۔ لیکن تاریخ کہہ رہی تھی کہ نادانو! اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی آشیانے کو آگ لگا رہے ہو۔

تدبّر و ہوش کے دامن کو چھوڑ کر جوش کی موجوں پر شہسواری کرتے ہوئے بے ادبی اور گستاخی کی چھینٹیں ہزارویؒ کے دامن پر پھینکنے کی جس سعی نا مسعود کا آغاز کیا تھا۔ آج قدرت کے ہاتھوں اس بے ادبی، گستاخی کے طوفان میں کسی کی پگڑی اچھلے بغیر نہ رہی۔ غلط بیانی اور الزام سازی میں آج ہم امریکہ کے پروپیگنڈے کو مات کر گئے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام کے ماضی سے واقف اور جمعیۃ علماء اسلام کے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، عمل صحابہ کرامؓ کی پیروی مقصدِ حیات بطور پالیسی اپنانے والے ملک کے عظیم کارکنوں کو چاہئے کہ اپنی نشاۃ ثالثہ کا آغاز اُسی طرز پر کریں جیسا

کہ مولانا ہزارویؒ اور اُن کے عظیم ہم سفر اکابرین نے کیا تھا۔ عقائد ونظریات میں پختگی کے لئے مولانا ہزارویؒ کی زندگی کو اپنائے بغیر مسلکِ حقہ کا تحفظ نہیں ہوسکتا۔

آج سب سے زیادہ نقصان فیضانِ قاسمی ،تجلیات گنگوہی کے مسلک کا ہو رہا ہے۔ باطل قوتیں منظم،مضبوط، فعّال،متفق اور متحد ہوتی جا رہی ہیں۔ اور اہل حق عدم تنظیم کی وجہ سے نہ صرف انتشار کا شکار ہیں بلکہ رُو بہ تنزّل و پسپائی اختیار کر رہے ہیں۔

لہٰذا! میں اپنے قارئین کرام سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے یہ توقع رکھتا ہوں کہ گذرے ہوئے سفر کے دوران کی غلط راہوں سے بچ کر اپنے مستقبل کے لئے سوچئے۔

مولانا ہزارویؒ کے چوتھے یوم وصال کے موقعہ پر میں جمعیۃ کے اکابرین ،اور کارکنان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مولانا ہزارویؒ کے دکھائے ہوئے راہ پر چل کر اس باغ کی آبیاری کریں۔ مولانا ہزارویؒ جیسے اکابر کے ساتھ اظہارِ عقیدت کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ان کے علم وعمل کو ہم اپنائیں۔ اور اُن کی سیرت پر عمل کریں۔ اس لئے کہ اکابرین کی زندگیاں سنت مطہرہ کے مطابق تھیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں مقامات عالیہ نصیب فرمائے۔ اور ہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

(بشکریہ: ہفت روزہ خدام الدّین لاہور۔ ۸،فروری ۱۹۸۵ء)

☆☆☆☆☆

عراق ایران جنگ فوراً بند کی جائے: حضرت مولانا عبدالحکیمؒ

مندوب بین الاقوامی اسلامی کانفرنس بغداد وممبر مصالحتی کمیٹی برائے عراق ایران جنگ:

05/07/1983

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب سابق ایم این اے وسینٹر: ورکن بین الاقوامی اسلامی کانفرنس مصالحتی کمیٹی برائے عراق ایران جنگ نے عراق سے واپسی پر اپنے ایک اخباری بیان میں بین الاقوامی کانفرنس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علماء عراق کی دعوت پر ۱۴، اپریل تا ۱۷، اپریل ۱۹۸۳ء بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پچاس سے زائد ملکوں کے چار سو سے زائد مندوب شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کا سب سے اہم اور نمبر ون عنوان ایران عراق عوام کی جان و مال کا تحفظ اور لڑائی کی آگ کو بجھانا تھا۔

اس کانفرنس کے تقریباً ۱۳، اجلاس ہوئے جن میں مسلمانوں کے عالمی مسائل عموماً، ایران عراق کی جنگ خصوصاً اور فلسطین، لبنان، افغانستان، فلپائن، ایریٹیریا اور آسام کے مسلمانوں کے مصائب اور حالات پر کئی درجن مقالے پڑھے گئے۔ کانفرنس کے چار روزہ اجلاسوں پر جنگ بندی کرانے کا تصور اور خیال چھایا ہوا تھا۔ یہ مندوب اور مقرر خونِ مسلم کی بلا وجہ ارزانی پر نہ صرف اشکبار تھے، بلکہ ہر مقالہ اور تقریر کا خاتمہ طرفین سے جنگ بندی کرانے کی اپیل پر ہوتا تھا۔

کانفرنس نے قرار داد کی روشنی میں مختلف کمیٹیاں تشکیل دیں۔ نو افراد پر مشتمل ایک کمیٹی طرفین سے جنگ بندی کرانے کے لئے مقرر ہوئی، اس میں سعودی عرب، مصر، سوڈان، سینگال، ملائیشیاء، بنگلہ دیش، بھارت اور پاکستان سے نمائندے لئے گئے، چنانچہ پاکستان سے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب سابق ایم این اے وسینیٹر اور علامہ رضی مجتہد نمائندہ مقرر ہوئے۔ مولانا نے کہا کہ کانفرنس کے آخری بھرپور اجلاس میں جو مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا اس میں ان کمیٹیوں کا اعلان ہوا۔ ۱۸، اپریل سے جنگ بندی کرانے والی کمیٹی نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ایرانی قونصل خانے سے رابطہ اور ایران جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی بات چیت ہوئی۔ طرفین سے ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ مہم بند کرنے کی قرار داد اس کمیٹی نے منظور کی، جس پر عمل درآمد کے لئے عراق تو تیار ہو گیا، بشرطیکہ فریق ثانی بھی تسلیم کر لے۔

ہمارے ایرانی بھائیوں کے ذمہ دارانِ حکومت نے نہ معلوم کس وجہ سے اس عالمی کانفرنس کی منتخب کردہ کمیٹی کے ساتھ تعاون کرنے میں لیت ولعل سے کام لیا، آخر جنگ بندی کرانے والی کمیٹی نے ایران سے ۲۴، گھنٹے کے لئے جواب طلبی

کا وقت مقرر کیا، لیکن وقت معین گزارنے اور جواب نہ ملنے پر کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ بغداد میں ٹھرنے کے بجائے اپنے اپنے ملکوں کے سفارت خانوں کے ذریعے رابطہ رکھا جائے۔جس وقت تہران جانے اور بالمشافہ بات چیت اور ملاقات کوحکومت ایران تسلیم کرلے تو اراکین کمیٹی فوراً پہنچیں گے۔حکومت عراق نے بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کی قرار دادوں کوتسلیم کرنے اور عملی جامہ پہنانے کا اعلان اپنے انقلابی کونسل کے اجلاس میں پیش کرنے سے پہلے ہی ان کے لیڈر صدام حسین نے کانفرنس کے عام اجلاس میں کر دیا تھا۔ان کے اس اعلان کو کانفرنس کے تمام مندوبین اور جنگ بندی کرنے والی کمیٹی نے خصوصاً مستحسن قدم سمجھا تھا، اور بجا طور پر یہ توقع کی جارہی تھی کہ ایرانی بھائی، اور ان کے اپنے ایرانی انقلاب کے سربراہ جناب خمینی صاحب جو اتحاد کے داعی کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کررہے ہیں، عالم اسلام کے اتحاد اور اسلامی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یقیناً خوش آمدید کہیں گے، کہ قرآن پاک میں صراحتاً حکم ہے کہ:

اے میرے پیغمبر اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی صلح کی جانب مائل ہو جائیں۔یہ اس وقت کا حکم ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدمقابل مسلمان نہیں تھے۔مقصد یہ ہے کہ مصالحت کو ضرور قبول کیا جائے یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تو ان حالات میں دنیا کے تمام اداروں کی طرف سے جنگ بندی کرنے کی اپیل نظر انداز کرنا اسلام کے طالب علم کے لئے بڑی تعجب انگیز بات ہے۔ اور جنگ بھی دو مسلمان پڑوسی بھائیوں کے درمیان بغیر کسی واضح مقصد کے ہے۔جس جنگ کے نتیجے میں بےقصور عوام کا خون بہایا جاتا ہے، اور دونوں پڑوسی بھائیوں کی اقتصادی قوت ضائع ہوتی ہے، اور اس جنگ کا سیاسی، اقتصادی اور فوجی فائدہ نہ صرف عراق ایران بلکہ پورے عالم اسلام، اور پر امن اسلامی ممالک کے دشمن اسرائیل اور صیہونیت کو پہنچتا ہے۔جس کے دو بڑے ستون مشرق اور مغرب میں ہیں۔ اس بے مقصد جنگ کے اثرات بد پوری مسلم دنیا پر پڑھ رہے ہیں۔

تیسری عالمی جنگ کی آگ کی لپیٹ میں آنے سے دنیا کو بچانے کے خواہش مند ہر فرد، ادارے، جماعت اور ملک کا فرض بنتا ہے کہ وہ دونوں بھائیوں کو مجبور کریں کہ وہ آپس کی جنگ بندی کریں۔اور متنازع معاملات، اپنے اسلامی اصولوں اور بین الاقوامی عالمی اخلاقی قواعد وضوابط کی روشنی میں اپنے مسلّمہ ثالث قوت کے ذریعے تصفیہ کر والیں۔ دونوں برادر ملکوں کی معیشت تباہ ہورہی ہے، ترقیاتی منصوبے بیکار پڑے ہیں، پیداواری قوت مفلوج ہوگئی ہے، ان کو ہزاروں سالہ ماضی کی تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ جنگ وجدال کے ذریعے قوموں کا کس طرح برا انجام ہوتا ہے۔ ذاتی وابستگی، شخصیت پسندی، محبت اور عقیدت کے رشتوں سے لاتعلق ہوکر ہر مسلمان کو دونوں برادر پڑوسی ملکوں کے جان و مال عزت وآبرو کا تحفظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجۃ الوداع کے خطبہ کی روشنی میں سوچنا چاہئے۔

ایرانی قیادت اوراس کے پالیسی ساز اداروں کو چاہئے کہ وہ اپنی آنے والی نسلوں کے مفاد میں عالم اسلام کی جنگ بندی کی اپیل کوقبول کریں ،اور اسلامی کانفرنس کے منتخب کردہ (9) نو رکنی کمیٹی کوخندہ پیشانی سے بات چیت کے لئے دعوت دے کر اسلام کے سنہرے اخلاقی اصولوں کوقبول کرنے کا ثبوت دیں۔

یادرہے کہ عالمی قومی کانفرنس بغداد کی اس جنگ بندی کے لئے یہ ساتویں کوشش تھی ۔قبل ازیں سلامتی کونسل ، اقوام متحدہ، اسلامی کانفرنس مکہ مکرمہ،مؤتمر عالم اسلامی کولمبو،غیر جانبدار کانفرنس نیو دہلی ، یک ہزار سالہ جشن مصر، اور یہ کانفرنس بغداد میں ساتویں کوشش ہے جس کا حکومت ایران نے کوئی جواب نہیں دیا۔لہٰذا! ہم درخواست کرتے ہیں ان دونوں برادر ملکوں کا تنازع جلد ختم کیا جائے۔

قادیانیوں کی سرگرمیاں ملک کے لئے خطرناک ہیں:

انہیں اپنا علیٰحدہ تشخص متعین کرنے پر مجبور کیا جائے: مولانا عبدالحکیم

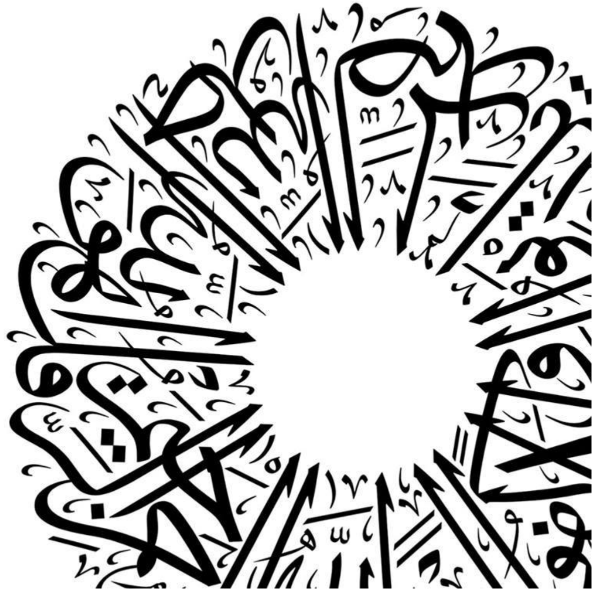
مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی سینٹرل کمیٹی کے رکن ،اور ۲۷ ، اپریل کو ہونے والی آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس کے ترجمان مولانا عبدالحکیم نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان اندرونی اور بیرونی خطرات سے دو چار ہے ،جن میں سب سے بڑا خطرہ قادیانیوں کی روز افزوں بڑھتی ہوئی سرگرمیاں ہیں،جنہیں خاک میں ملانے کے لئے ساری مسلم قوم کوسیسہ پلائی دیوار ثابت ہونا چاہئے۔

انہوں نے حکومت اور صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق پر زور دیا کہ مجلس عمل کے تمام مطالبات پر عملدرآمد کرواتے ہوئے نو کروڑ مسلمانوں کی قومی اسمبلی کی متفقہ آئینی ترمیم کو بذریعہ آرڈی ننس کے نافذ کیا جائے ۔انہوں نے کہا کہ تاریخ شاہد ہے مرزائیوں نے شروع دن سے پاکستان کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔تازہ صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بھارت سے تھر پارکر سندھ کے راستے پاکستان میں چھوٹے ہتھیار اور گمراہ کن لٹریچر پہنچایا جا رہا ہے ،جس سے ملک میں افراتفری ، ہنگامے اور بدامنی پھیلانے کا کام لیا جا رہا ہے ۔انہوں نے مزید بتایا کہ یہ چیز ثابت ہو چکی ہے کہ مرزائیوں کی بڑی تعداد اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو گئی ہے ۔ ان تمام تاریخی اور حالیہ واقعات پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ موجودہ حکومت نے وعدوں کے باوجود گذشتہ چھ سات برسوں میں کوئی عملی اقدام نہیں کیا۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے ،اس میں کسی دوسرے نظریئے کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔انہیں غیر مسلم فرقوں کی طرح اپنا جدا تشخص متعین کرنے پر مجبور کیا جائے،

انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کانفرنس ملک بھر میں منائی گئی، لیکن راولپنڈی میں اس کانفرنس کے انعقاد کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں جو افسوسناک امر ہے۔ انہوں نے صدر مملکت، مرکزی وصوبائی حکومتوں، ضلعی حکام میونسپل کارپوریشن کے میئر اور کونسلروں سے مطالبہ کیا ہے کہ اس نیک و با مقصد کانفرنس کے لئے وہ اپنا بھر پور تعاون پیش کریں، اور تمام ضروری سہولیات فراہم کرنے کے لئے اپنے وسائل استعمال کریں۔

برصغیر کے علماء کی اکثریت نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرایا تھا: مولانا عبدالحکیم



سردار شوکت حیات کو غالباً علماء کے اس تاریخی کردار کا علم نہیں

برصغیر کی جدو جہد آزادی اور خصوصاً ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ برصغیر کے عام مسلمان پاکستان کے مطالبہ کی حمایت پر تب آمادہ ہوئے جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دوسرے ہر مکتبہ

فکر کے اکابر علماء و پیران عظام نے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت میں فتوے دیئے، اور اپنے مریدوں، شاگردوں اور لاکھوں عقیدت مندوں کو مسلم لیگ کا ساتھ دینے پر زور دیا۔ یہ الزام سراسر غلط ہے بلکہ تاریخ کو مسخ کرنے کی سازش ہے کہ علماء کرام کی اکثریت نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

یہ بات جمعیت علماء اسلام کے رہنما اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے مہتمم مولانا عبدالحکیم نے سردار شوکت حیات خان کے بیان کے جواب میں کہی۔ مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ مطالبہ پاکستان کی حمایت میں اخبارات اور رسائل و دیگر تصنیفات پر مشتمل ریکارڈ موجود ہے جس میں مطالبۂ پاکستان، دوقومی نظریہ اور اسلام اور قرآن کے لئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پورے برصغیر میں ہر چھوٹا بڑا لیڈر مسلسل اسلام اور قرآن کا واسطہ دے کر پاکستان کے وجود کے لئے حمایت طلب کر رہا تھا۔

غالباً اس وقت سردار شوکت حیات خان کو علماء کرام کے اس تاریخی کردار کا علم نہیں ہے، ورنہ سردار صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ سلہٹ اور آسام کا ریفرنڈم شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے طفیل جیتا گیا تھا۔ برصغیر کی اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے استاد الکل مفسر قرآن، شارح حدیث ''مسلم شریف'' حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جب میدان میں نکلے تھے تو سیاسی اختلاف رائے رکھنے کے باوجود اپنے استاد کے ادب و احترام میں سرحد و سلہٹ کے تمام علماء کرام نے ریفرنڈم کی مہم کو کامیاب کرایا۔ سردار شوکت حیات اور ان جیسے دوسرے حضرات جو اپنے پیدائیشی ذہن کے مطابق اسلام سے چڑتے ہیں، اور آج ۳۸، سال بعد یہ نیا شوشہ بابائے پاکستان محمد علی جناح کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پاکستان کی تحریک معاشی مسئلہ تھا، یعنی روٹی، کپڑا اور مکان، حالانکہ یہی شوکت حیات خان اور ان جیسے دوسرے وڈیرے آج تک اپنے مفادات کے لئے اسلام کو ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ اگر بقول محترم شوکت خان صاحب کے پاکستان کا قیام اسلام کے لئے نہ تھا تو پھر وہ دوقومی نظریہ کیا معنیٰ رکھتا ہے، جس کے لئے پورے چالیس سال مسلم لیگ پروپیگنڈہ کرتی رہی ہے۔ پھر تو سردار شوکت حیات غیر مسلم لیگی مسلمانوں کے اُس نظریہ کی تائید کرنے لگ گئے ہیں جس نظریہ کی مخالفت چالیس سال کرتے رہے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ہم واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ جیسے ۱۸۵۷ء سے آج تک علماء اسلام نے زندگی کے ہر محاذ پر اور ہر حکمران کے دور میں سرکار دو عالم، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کے تحفظ اور اسلام کی بقاء اور اشاعت کے لئے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ علماء کرام آج بھی دین کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہیں کریں گے۔

مولانا نے کہا کہ میں ریکارڈ کی درستگی کے لئے پریس میں یہ بیان جاری کر رہا ہوں۔ مولانا نے کہا کہ اگر سردار صاحب نے علماء کے بارے میں غلط بیانی نہ کی ہوتی تو شائد میں ان کے بیان کا نوٹس نہ لیتا۔ اس لئے کہ پاکستان کی جدو جہد کفر و اسلام کے دوقومی نظریہ کے لئے تھی یا نہ؟ اس کی وکالت اور سابقہ کردار کی حفاظت کرنا پرانے مسلم لیگیوں کا فرض

ہے۔سردار صاحب کے اس بیان نے دوقومی نظریہ اور مسلم لیگ کی تاریخ کو رد کر دیا ہے۔ میں پرانے مسلم لیگیوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس بارے میں اپنی پوزیشن صاف کریں۔مولانا نے کہا کہ سردار صاحب الزام تو دوسروں کو دیتے ہیں کہ وہ آج نئی نئی باتیں قائداعظم کے منہ میں ڈال کر بیان کرتے ہیں ،مگر افسوس ہے کہ سردار صاحب آج خود ہی وہ کردار سرانجام دے رہے ہیں جس کا وہ دوسروں سے گلہ کیا کرتے تھے۔

مولانا عبدالحکیم نے ہر مکتبہ فکر کے بیدار مغز علماء اسلام سے درخواست کی کہ وہ ان باتوں کا نوٹس لیں، ایسا نہ ہو کہ مغرب زدہ طبقہ اپنی مغرب پرستی کی مجبوری کی وجہ سے علماء کرام کی سنہری تاریخ کو مسخ کر دیں۔

قرآنی احکام کی تفاصیل کے لئے پیغمبر ﷺ کے ارشادات منجانب اللہ ہوتے ہیں:

زکوٰۃ کی شرح رواجی نہیں بلکہ ارکان اسلام میں سے ہے: مولانا عبدالحکیم

جمعیت علماء اسلام کے رہنما اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے مہتمم اور ضلع ہزارہ سے قومی اسمبلی کے منتخب رکن مولانا عبدالحکیم نے آزاد کشمیر کے ڈائیریکٹر تعلیم مسٹر محمود شیخ کے اس بیان کی مذمت کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ قرآن شریف میں زکوٰۃ کی کوئی شرح مقرر نہیں ، اور موجودہ شرح رواجی ہے۔مولانا عبدالحکیم نے آج یہاں ایک بیان میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈائیریکٹر تعلیم مقام رسالت کو سرے سے جانتے ہی نہیں ،اگر انہیں اسلام کے عقیدے کا پتہ ہوتا تو انہیں معلوم ہونا چاہئے تھا کہ قرآنی احکام کی تفاصیل کے لئے پیغمبر ﷺ کے ارشادات منجانب اللہ ہوتے ہیں۔جیسا کہ قرآن خود گواہی دیتا ہے کہ پیغمبر ﷺ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ ہماری رضا مندی ہے۔انہوں نے کہا ڈائریکٹر تعلیم کو معلوم ہونا چاہئے کہ زکوٰۃ کی شرح رواجی نہیں بلکہ نماز ، روزہ اور حج کی طرح ارکان اسلام میں سے ہے جسے اسلام کی بناء کہا جاتا ہے۔انہوں نے کہا ڈائیریکٹر تعلیم کی معلومات کا یہ عالم ہے کہ قرآن شریف کی مقرر کردہ چور کی سزا کو بھی محض قیاس پر مبنی تصور کرتے ہیں۔

مولانا عبدالحکیم نے صدر یحییٰ اور دیگر اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ وہ افسران کو اس قسم کی باتیں کرنے سے روکیں انہوں نے آزاد کشمیر کے ڈائیریکٹر تعلیم کو مشورہ دیا ہے کہ وہ قوم سے اپنی غلطی کی معافی مانگیں۔

(روزنامہ نوائے وقت 26،جنوری 1971ء)

غزوہ بدر حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن جنگ تھی: مولانا عبدالحکیم

اسلامی جذبے کو بروئے کار لاکر بڑی سے بڑی باطل قوت کو بھی شکست دی جاسکتی ہے۔

پاکستان نیشنل سنٹر اسلام میں حضرت مولانا مرحوم کے زیر صدارت یوم بدر کے عنوان پر ایک سیمینار منعقد ہوا جس

سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے فرمایا کہ:

غزوہ بدر حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ تھی، جس میں فتح و کامرانی حق کی ہوئی اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ 17، رمضان المبارک کو جب آفتاب طلوع ہوا تو فرزندان توحید کا لشکر جو کہ تین سو تیرہ (313) پر مشتمل تھے، باطل کے ہزاروں کے لشکر کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور مشرکین کو شکست فاش دی، اور حق قلت کے باوجود غالب آیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک اسلامی جذبہ تھا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ حالانکہ مسلمانوں کی نہ کوئی باضابطہ فوج تھی، اور نہ ہی دشمن کے مقابلہ میں فوجی ساز وسامان کی فراوانی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا خدا اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ یقین تھا، اور مسلمان قلت کے باوجود باطل پر چھا گئے۔ اور مشرکین کو عبرتناک شکست دی۔

مولانا نے فرمایا کہ حق کو حق ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ ثابت قدم رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر کفار نے اپنے سامان جنگ پر بھروسہ کیا اور ذلیل وخوار ہوئے۔ حالانکہ مؤمنین جن کو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ تھا، ان کے بچوں نے بھی ایمانی قوت کے بل بوتے پر وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ یہ جنگ کہ جس میں خونی رشتہ رکھنے والے ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار تھے۔ بھائی بھائی کے خلاف لڑا، باپ بیٹے کے خلاف، چچا بھتیجے کے خلاف لڑا۔ یہ صرف نظریات کی جنگ نہ تھی، اس میں کوئی ذاتی اغراض و مقاصد نہ تھے۔

اسی طرح اگر ہم میں بھی جذبہ اسلامی پیدا ہو جائے، تو ہم بڑی سے بڑی باطل قوت کو بھی مغلوب کر سکتے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہ کرنا چاہئے۔ اور ہمیں کفر کی جنگی طاقتوں اور مادی وسائل سے نہیں گھبرانا چاہئے۔ ہمیں متحد ہو کر اپنے دشمنوں کے خلاف سینہ سپر ہو جانا چاہئے۔ پاکستان اسلام کا ایک قلعہ ہے، ہمیں اس قلعہ کی حفاظت کرنی ہے، اگر پاکستان رہے گا تو اسلام بھی رہے گا۔ اس لئے ہم سب کو اپنے ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلام اور پاکستان کی پاسبانی کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے ذرا بھی غفلت کی اور اپنے اندر اتحاد اور اسلامی جذبے سے روگردانی کی تو ہم صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی 27، ستمبر 1975ء)

اولیاء اللہ کی تعلیمات پر عمل کر کے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے مولانا عبدالحکیم

خلفائے راشدین نے قرآن کے ایک ایک لفظ پر عمل کیا اور عظیم کامیابیوں سے نوازے گئے۔

اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر تھے کہ قرآن پاک جو تئیس (۲۳) سال میں نازل فرمایا گیا، ایک دن میں نازل

فرما دیتے۔اس طویل عرصہ میں قرآن پاک نازل کرنے میں حکمت یہ تھی کہ ساتھ ہی ساتھ احکامات ربانی پر عمل کا عملی نمونہ بھی پیش کیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے قرآن پاک کے ایک ایک حکم ، ایک ایک لفظ پر عمل کر کے دیکھایا۔لیکن افسوس کہ آج کے دور میں علم میں بے بہا اضافہ کے باوجود عمل کے میدان میں ہم تہی دست ہو کر رہ گئے ہیں۔

ان خیالات کا اظہار سابق ممبر قومی اسمبلی وسنیٹر،ممتاز عالم دین اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحکیم نے جامعہ اسلامیہ رحمانیہ میں ماڈل ویلج ہمک شرقی میں سہ روزہ سیرت کانفرنس کے پہلے روز حسن قرأت ،نعت خوانی اور تقریری مقابلوں کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ جب تک نصاب تعلیم تیار کرنے والے اسلامی تعلیمات اور احکامات سے مکمل آگاہ اور اس پر عمل درآمد کرنے والے نہ ہوں گے ،اسلامی تعلیمات کے مطابق نصاب تعلیم کی تیاری ناممکن ہے۔

انہوں نے کہا کہ گذشتہ ۳۷،سالوں میں متعدد بار مصنف بھی بدلے ،اور بورڈ بھی بدلے لیکن اسلامی نصاب تعلیم تیار نہ ہو سکا۔انہوں نے کہا کہ نوآزاد اور ترقی پذیر ممالک کے پاس مالی وسائل کی کمی ہوتی ہے، اور استعماری قوتوں کا نصاب ہی اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں ۔لیکن جب تک لارڈ میکالے اور کرزن کا نصاب تعلیم تبدیل نہیں کیا جاتا صحیح قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے والے نوجوان پیدا کرنے کا خواب پورا نہیں ہوسکتا۔



حکیم ملّت

حضرت مولانا

عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ

کے مواعظ وخطبات

تالیف

{مولانا} مُحمَّد مُوسیٰ شاکر

غَفَرَ اللہ لہٗ

شفیلڈ یوکے

حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کے مواعظ ،خطبات ومقالات

قارئین کرام:

حضرت مولانا مرحوم کے مواعظ وخطبات بدقسمتی سے محفوظ نہیں رکھے جا سکے ، ایک تو اس زمانے میں آج کی طرح کی سہولیات میسر نہیں تھیں ، دوسرے چند ایک مواعظ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ سے جو محفوظ کئے گئے یا تو ان کے بیان مکس تھے ، یا اس قدر آواز کم تھی کے اس کا سمجھنا ہی مشکل تھا ،تاہم جو تھوڑی بہت کیسٹیں میرے ہاتھ لگیں تھیں اُن سے میں نے ریکارڈ کر کے آپ کے ان مواعظ کو یوٹیوب اور فیس بک پر لگا دیا ہے ۔آپ یوٹیوب ، یا گوگل پر حضرت مولانا مرحوم کا نام لکھ کر سرچ کریں تو ان خطبات تک رسائی ہو جائے گی ۔ ان کو خود بھی سماعت فرمائیں ، اور آگے دوسروں تک بھی پہنچائیں ، اور یوٹیوب پر میرے اس پیج کو سبسکرائیب بھی کریں ۔ ان ہی خطبات اور مواعظ کو ان اوراق میں تحریری شکل میں بھی لانے کی کوشش کروں گا ، اللہ ربّ العزت سے دعاء فرمائیں کہ میری یہ کاوش مقبول ہو ۔ اور عوام الناس حضرت مولانا مرحوم کے خطبات سے استفادہ کر سکیں جو حضرت مرحوم کے لئے بھی اور میرے لئے بھی صدقۂ جاریہ بن جائے ۔آمین

معاشرہ میں امام مسجد کی ذمہ داریاں

<u>مقالہ: حضرت مولانا عبدالحکیمؒ بانی ومہتمم جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی پاکستان</u>

یکم مئی ۱۹۸۴ء کو حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ بین الاقوامی ائمہ وخطباء اسلام کانفرنس میں شرکت کی غرض سے ایران کے شہر تہران تشریف لے گئے جو جامعہ الدراسات الاسلامیہ کے تحت (دور ائمة المساجد فی المجتمع) (یعنی معاشرہ میں امام مسجد کی ذمہ داریاں) کے عنوان سے ایران کے شہر تہران میں منعقد کی گئی تھی ۔اس موقعہ پر حضرت مولانا مرحوم نے جو مقالہ پیش کیا ، وہ حاضر خدمت ہے:

بعد خطبۂ حمد وصلوٰۃ کے:

حضرات گرامی!

''امام'' ایک بابرکت اور قابل احترام نام ہے، اسی طرح منصب امامت ایک عظیم ترین دینی سیادت ہے ۔امام اور امامت دونوں مناصب جلیلہ ہیں جن سے بڑھ کر ڈکشنری میں اور کوئی لفظ موجود نہ ہوگا ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا:{إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا} اے ابراہیم علیہ السلام میں تجھے لوگوں کا پیشوا بناتا ہوں۔

کسی مسجد کا امام ہونا درحقیقت بہت بڑا اعزاز ہے، اگر دینی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی دوسرا اعزاز نہ ہوگا۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ دوسری حیثیات سے قطع نظر یہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر امام مسجد کے طور پر بھی پہچانے گئے۔ مسجد نبوی کے اوّلین پنج وقتہ امام، اور مسجد نبوی کے اوّلین خطیب ہونے کا اعزاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت شروع ہوا، جس کی بنا پر آپ خود امامت کرنے سے قاصر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منصب جلیلہ کے لئے موزوں ترین شخصیت کے طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب فرمایا اور اپنے حکم سے ان کو مصلیٰ پر کھڑا کر کے یہ ظاہر فرما دیا کہ اب امام کا اعزاز انہیں حاصل ہوگا۔ اور پھر وہ اپنے دور خلافت میں خلیفۃ المسلمین کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کے امام کی اضافی ذمہ داری بھی اپنے پورے دور خلافت میں ادا کرتے رہے۔

اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالت سفر میں رہنے کی بنا پر یہ اعزاز حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو بھی حاصل تھا لیکن ان کی مثال ہم بطور نائب امام کے لیں گے۔ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مضافات مدینہ کی مسجد قباء کی امامت کا اعزاز حضرت معاذؓ کو حاصل تھا، حضرت معاذؓ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھاتے، اور قرأت بہت طویل کرتے جس کی وجہ سے درگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن کی شکایت کی گئی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشور الفاظ {أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مَعَاذ} کے بلیغانہ انداز سے سرزنش کی، جو آداب امامت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد امام مسجد کا یہ اعزاز دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطابؓ کی قسمت میں آیا۔ آپ خلافت کی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کے پانچ وقتہ امام اور خطیب تھے۔ آپ ساڑھے دس سال تک امام مسجد کے فرائض ادا فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کو یکم محرم ۲۴ھ میں راہ حق کا شہید بنا دیا گیا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد یہ منصب حضرت عثمان بن عفان امام مظلوم رضی اللہ عنہ کے مقدر میں آیا، وہ مسجد نبوی کے امام اور خطیب کی حیثیت سے اپنے دور خلافت میں فرائض ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ ۳۵ھ میں سبائی بلوائیوں نے آپ کو ناحق شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کے بعد یہ فریضہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہوا۔ آپ مسجد نبوی کے امام، خطیب کے علاوہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مفتی اعظم بھی تھے۔ آپ کا دور ۴۰ھ بمطابق ۶۶۱ عیسوی کو ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں اختتام پذیر ہوا۔ آپ اس سے واقف ہیں کہ ابن ملجم خارجی نے آپ کو نماز فجر پڑھاتے ہوئے قتل کیا۔ یوں مسجد کوفہ کا محراب آج بھی حضرت علیؓ کی امامت کے لئے شاہد و گواہ ہے۔

آپ تاریخ کے حوالے سے یہ بات جانتے ہیں کہ خارجی گروہ نے اپنی طے شدہ سازش سے ایک ہی تاریخ، ایک ہی وقت مقررہ پر حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس دن حضرت عمرو بن العاصؓ بیماری کی وجہ سے مسجد نہ آسکے، حضرت معاویہؓ کا قاتل پکڑا گیا کہ وہ مغالطہ میں کسی اور پر وار کر چکا تھا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ قاتلانہ حملہ کا شکار ہو گئے۔

حضرات گرامی!

اسلام کے ابتدائی دور میں امام مسجد کا اعزاز خلیفۃ المسلمین ہی کو حاصل ہوتا تھا، جو امامت کبریٰ کے لئے منتخب کیا جاتا وہی امامت صغریٰ کی ذمہ داریاں بھی بجالاتا، یہ اس لئے کہ اس وقت کے مسلمانوں کے ہاں دین جدا اور دنیا جدا کا فلسفہ نہیں تھا۔ ان مسلمانوں کی دنیا بھی دین کے لئے اور دین بھی دنیا کے سنوارنے اور نکھارنے کے لئے تھا۔ وہاں" **لا رهبانية في الاسلام**'' پرعمل تھا۔ اور:

{ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً }

کی آرزو تھی۔ پھر وہ وقت آیا جب مشرق ومغرب، شمال وجنوب ہر سمت اسلامی مملکت پھیل گئی، اور خلیفہ یا امیر کے لئے انتظامی، فوجی، سیاسی، معاشرتی، عدالتی اور تمدنی مسائل پیدا ہونے شروع ہوئے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کا اصول یہ طے ہوا کہ عید، مناسبات دینیہ، ایام حج اور نماز جمعہ خود امیر المؤمنین پڑھاتا جب کہ عام پنج وقتہ نمازوں کے لئے نائب امام کا تقرر کیا جانے لگا۔

تاریخ کے جھروکوں سے ہمیں امام مسجد کے لئے جو نام ملتے ہیں ان میں اس وقت کے بڑے بڑے سپہ سالار، فوجی جرنیل، چیف جسٹس، مفتی اعظم اور بڑے بڑے نامی گرامی افراد موجود ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں شاہی مسجد میں نماز ظہر اور عصر پڑھانے کی ذمہ داری اس وقت کے چیف جسٹس حضرت امام ابو حنیفہ کے علمی جانشین اور شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسف یعقوب کی ہوا کرتی تھی۔ اور دوپہر کا کھانا خلیفہ وقت ہارون الرشید اور امام ابو یوسف ایک ہی دسترخوان پر تناول کیا کرتے تھے۔ تاکہ عدالتی فیصلوں میں باہمی مشورہ اور تمام متعلقہ امور کھانے کے دوران ہی خلیفہ وقت کے گوش گزار کر کے طے کر دیئے جائیں۔

اب یہ حقیقت واشگاف ہو چکی ہے کہ مسلمان خلفاء سے اپنے اپنے وقت میں اگر روزانہ اور ہر نماز پڑھانا نہ ہوسکتا تھا تو کم از کم نماز جمعہ تو ضرور پڑھایا کرتے تھے، جس کی بناء پر ان کی حیثیت خطیب مسجد کی بھی ہوا کرتی تھی۔

اموی دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کے دبدبہ، شان وشوکت اور اس کی سخت گیری سے کون واقف نہیں ہے، مگر وہ بھی نماز جمعہ کا خطبہ اور نماز کی امامت خود کیا کرتا تھا، اور کوفہ کی مرکزی مسجد میں جمعہ پڑھاتا تھا، اس کے تاریخی خطبوں میں کئی خطبے عربی اور ادب عربی کی جان اور اعلیٰ چاشنی کے حامل تھے جو کتب تاریخ اور تاریخ ادب عربی میں مذکور ہیں۔

اسی طرح عباسی دورِ حکومت اور فاطمیہ دور سلطنت میں بے شمار خلفاء اور امراء امام مسجد اور خطیب مسجد کی حیثیت سے بھی پہچانے گئے۔ یہ سلسلہ چلتے چلتے ہمیں مغلیہ دورِ حکومت میں بھی بے شمار واقعات ملتے ہیں جہاں سلطان امام مسجد اور خطیب مسجد کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ سلطان قطب الدین التمش اور عالمگیر اورنگ زیب بطور مثال پیش کرنا چاہوں گا۔

اس پس منظر میں یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمان امراء، خلفاء، قائدین کی موجودگی میں یہ خود ہی جماعت کے امام ہوا کرتے تھے۔ اگر آپ توجہ دیں تو فقہ حنفی کی کتابوں میں امامت کا سب سے زیادہ مستحق کون کے جواب میں سلطان اور ولی الامراء ہی کو عید، نماز جنازہ اور نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ٹھرایا گیا ہے۔ اور یوں درجہ بدرجہ ترتیب مقرر کر دی گئی ہے۔ لہٰذا جس کے پاس دنیوی سیاسی قیادت ہوتی تھی اسی کو دینی قیادت بھی سونپی جاتی تھی، اور یہ اس لئے کہ مسلمانوں کے ہاں دین اور دنیا دونوں ایک ہی منزل کے دو نام تھے، کیوں کہ ہر مسلمان کی دنیا بھی اس کے دین کے تابع اور ہر مسلمان کا دین بھی دنیا داری سے خالی نہ تھا کہ دنیا دین کے تابع تھی۔

امامت بطور پیشہ و ذریعۂ رزق قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں ہرگز نہ تھا، ان کے ہاں امامت ایک دینی اعزاز اور دینی ذمہ داری شمار ہوتی تھی۔ یہ امامت نہ کسب و کمال تھی نہ پیشہ نہ وسیلۂ رزق کہ امام مسجد کو ملازم اور ہنر مند کے طور پر متعارف کیا جاتا۔

حضرات گرامی:

برصغیر میں انگریزوں کی آمد اور پھر ۱۷۵۷ء سے ان کے خلاف مسلمانوں کی للکار، پھر ۱۸۵۷ء میں جہادِ آزادی کی ناکامی کے پسِ منظر میں انگریزوں کا تسلط اور پھر دوسو سال تک ان کی مکمل حکمرانی کے حوالہ سے اگر ہم ان معاملات میں غور کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

ا: یہ کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے صرف انگریزی زبان کو نافذ کیا اور اسی زبان کو فروغ دیا۔

ب: سینکڑوں برس سے نافذ سلاطین مغلیہ کی زبان فارسی اور اس کے معاون کے طور پر عربی زبان کو سرکاری دفاتر تعلیمی اداروں اور علم و ہنر کی زبان سے کامل طور پر بندش کرانا اور ان دونوں زبانوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے وسائل اور پالیسی بنانا۔

ج: امورِ سلطنت کو کامل طور پر صرف انگریزی میں سرانجام دینا، اور تمام خط و کتابت، رپورٹ، بیانات، اور ہر عملِ انتظامی انگریزی زبان سے منسلک رکھنا۔

د: عربی، فارسی پر روزگار کی بندش، اور عربی فارسی پڑھانے والے اساتذہ کی معاشرتی اہانت اور ان کو ناخواندہ افراد کی فہرست میں شامل کرنا۔

ھ: انگریز باج گزار، انگریزوں کے ٹوڑی نواب، خان، وڈیرہ، چوہدریوں کی کامل سرپرستی، اور اس کے مقابلے میں مذہبی خدمات سرانجام دینے والوں اور امام مسجد کو لوہار، ترکھان، جولاہہ اور موچی کے لئے مخصوص لفظ ''کمّی'' کی فہرست میں شامل کرانا۔

و: اوقاف کی تمام آمدنی سرکاری تحویل میں لے کر اور پھر دینی خدمات ادا کرنے والوں کو فراموش کر کے آئمہ مساجد کو معاشی ابتری اور اقتصادی بدحالی سے مجبور رکھنا تاکہ عام مسلمان اس مقدس ترین منصب کی طرف رغبت نہ رکھیں، اور یوں دین کی خدمت کرنے والے خود بخود نیست و نابود ہو جائیں۔

ز: لفظ مولانا، مولوی، (جو مفہوم اور معنیٰ کے لحاظ سے معزز ترین لفظ تھے) کو حقارت سے معاشرہ میں متعارف کرانا تاکہ یہ الفاظ سُبکی کا ذریعہ بن جائیں، اور لوگوں کے دلوں سے ان الفاظ کا احترام نکل جائے۔

ح: لباس، معاشرت، افکار و خیالات کی یکسر تبدیلی جو برطانوی استبدادیت کے لئے موزوں ہو، اور دین کے لئے ضرر رساں ثابت ہو۔

یہ تھے وہ حالات جس سے برصغیر ہند و پاک کا امام مسجد ابتلاؤ و آزمائش کے لئے منتخب ہوا۔

حضرات گرامی:

اس حقیقت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ امام مسجد کا کردار معاشرہ پر انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک امام مسجد دن میں پانچ بار معاشرہ کے مختلف طبقات کے افراد سے ملتا ہے، ان کو دیکھتا ہے، ان کے دُکھ درد، ان کے غمی و خوشی اور ان کی معاشرتی تقریبات میں شریک ہو کر ان کے خاندان کا ایک فرد شمار ہوتا ہے۔ امام مسجد اپنے حلقہ اور اپنے ارد وگرد کے ماحول کے لئے ایک سفیر ہوتا ہے، لوگ امام مسجد سے فقہی مسائل، تعویذ و عملیات، اور مختلف ذاتی امور میں مشورہ طلب کرتے ہیں۔ عام طور پر آپ نے انتخابات کے دور میں امام مسجد کی اہمیت کا مشاہدہ کیا ہوگا کہ ہر پارٹی اس کی طلب گار اور اس سے دست تعاون دراز کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ امام مسجد کی بات سنی جاتی ہے اور اس کے مشوروں پر عمل کیا جاتا ہے۔

حضرات گرامی!

امام مسجد بذات خود اپنی اہمیت سے واقف ہو اور اس میں صلاحیت اور اہلیت موجود ہو تو وہ معاشرہ کی خدمت کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اگر اس میں جذبۂ صادق ہو تو وہ ناموافق بادسموم کو نسیم بادصبا سے بدلنے کی جرأت وصلاحیت رکھتا ہے۔ اس میں اہلیت ہو تو وہ دشمن کو دوست بنا سکتا ہے، وہ اپنے حلقۂ اثر میں علم کی روشنائی پھیلا سکتا ہے، وہ چاہے تو مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کو توحید پرست بنا سکتا ہے، وہ چاہے تو گناہ گاروں کو عابد وزاہد اور نافرمانوں کو فرمانبردار اور مطیع کر سکتا ہے۔ آج کے اس پرفتن دور میں بھی ایسے بے شمار امام مسجد ہیں جن کی ابتدائی زندگی اگرچہ تلخ اور پُرآشوب تھی مگر بعد میں انہیں وہ راحت اور سکون نصیب ہوا جس کی مثال نہیں ملتی۔ پچھلے وہ علاقہ تھا کہ جہاں ہرطرف بادمخالف کے جھونکے تھے یکایک ان ہی کا نام عزت وآبرو کی نشانی بن گیا۔

جہاں تک امام مسجد کے کردار اور ان کی خدمات کا موضوع ہے اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور لمبی سے لمبی روداد سنائی جا سکتی ہے مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جو میں معذرت کیساتھ کرتا چلوں؟

کیا آج کا امام کامیاب ہے؟ کیا اس کا کردار ویسا ہی ہے جو ہمارے اسلاف کا تھا؟ کیا آج کے جدید دور کے تقاضے اور اس کا چیلنج دینے کی سکت ہمارے آئمہ مساجد میں ہے؟ یہ اور اس جیسے کئی سوال ہم سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں چند گزارشات کرتا چلوں، جس کی روشنی میں ہمارے آئمہ مساجد کی صلاحیتیں دو چند ہو سکتی ہیں۔ میری گزارشات مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہیں۔

۱) اس منصب امامت کے لئے پہلا زینہ اخلاص نیت ہے کہ یہ منصب دنیاوی جاہ وجلال سے بالکل الگ تھلگ دینی منصب اور وراثت انبیاء ہے اور وراثت انبیاء درہم ودنانیر کا نام نہیں بلکہ ان کی وراثت علم، فہم، عقل وشعور اور تقویٰ ہے۔

۲) ہر شخص کی اہلیت اور صلاحیت، میلان طبعی، خواہشات اور کمالات یکسر دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

{وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ} لہٰذا! اہل علم کو علم پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔

۳) طلب علم کی جستجو زندگی کے ہر موڑ پر کرنی چاہئے {رَبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا} کی دعاء کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھے، زندگی کے کسی بھی موڑ پر علم کو منجمد نہ کرے۔

{ أُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْد}

کے مفہوم کو دل میں باندھ لے۔

۴) وسائل علم میں مطالعہ، درس، مجالس علم، محافل علماء میں سے جو ذریعہ ملے کسی سے احتراز نہ کرے۔

۵) اپنے فارغ اوقات کو ضبط رکھے، لایعنی اور فضولیات سے کامل پرہیز کرے۔

٦) اپنے لباس، وضع قطع، نشت وبر خاست، آدابِ مجالس، معاشرتی اقدار اور ادب و انکساری کی طرف توجہ رکھے۔ خاص طور پر اپنے لباس سے غفلت نہ برتے، اور نظافت ایمان میں سے ہے کہ قول کی طرف توجہ رکھے، {أَلنَّاسُ بِاللِّبَاس} کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

۷) امام میں شجاعت، دلیری، صبر، استقلال کا ہونا بھی ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایک امام مسجد میں سب سے اہم ترین صفت تحمل، بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس میں تنقید، اعتراض کے سننے اور برداشت کرنے کی سکت ہونی ضروری ہے۔ جس طرح عام نمازی امام مسجد کے ترش وشیریں گفتگو اور تقریر صبر وعزیمت سے سنتے ہیں، اسی طرح امام مسجد میں بھی یہ قوت ہو کہ وہ دوسرے کی تنقید اپنے اوپر سُن کر برداشت کرنے کی صلاحیت رکھے۔ امام مسجد میں اگر وسعت ظرف اور کشادہ دِلی نہ ہوئی تو ہمیشہ جھگڑے، سر پھٹولی، اور مار دھاڑ کے مناظر دیکھنے میں آئیں گے، جس سے امام کی سبکی اور بے عزتی ہوگی۔

۸) امام مسجد کو

{ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا } اور { وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا }

کی طرف ہمیشہ دھیان دینا چاہئے۔

حضرات گرامی!

مجھے اجازت دیجئے کہ میں اب وہ گزارشات پیش کروں جس سے امام مسجد کے لئے سازگار ماحول پیدا ہوسکتا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے امام مسجد کو اس محلہ، بستی، گاؤں (جو بھی اس کا حلقۂ امامت ہو) میں پہلا کام عام مسلمانوں اور اہل محلہ کے بچوں کی دینی تعلیم اور قرآن پاک ناظرہ پڑھانے کے لئے بندوبست ضروری ہے۔ اور خلوص نیت رکھتے ہوئے اِس کو معلم کتاب وحکمت کا فریضہ سرانجام دینا چاہئے۔ اور اس کی یہ آرزو ہو کہ کوئی بھی بچہ قرآن پاک پڑھے بغیر نہ رہ جائے یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہی بچے کل نوجوان بن کر اہل محلہ شمار ہوں گے، اور پھر مسجد کے امور ان ہی کے پاس پہنچیں گے۔

امام مسجد کو اہل محلہ کی خوشی وغمی، نکاح و جنازہ کی مجالس میں ضرور شرکت کرنی چاہئے کہ ان ثقافتی تقریبات اور سماجی میل ملاپ سے اس کا حلقۂ اثر بڑھے گا، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ امام مسجد کو ہمدرد وغمگسار بزرگ اور راہنما ہونا چاہئے۔ امام مسجد کی ہر شخص عزت وتوقیر کرتا ہے، کرنا چاہتا ہے، مگر معذرت کے ساتھ مجھے یہ کہنے دیں کہ امام مسجد نے کبھی یہ سوچا کہ

علاقہ میں اس کی عزت میں کیوں کمی ہوئی یا ہو رہی ہے۔

لوگ امام مسجد کے اقوال سے زیادہ اس کے افعال کی طرف نظر رکھتے ہیں۔لہٰذا سوچنے کا مقام یہ ہے کہ امام مسجد کو اپنا محاسبہ خود کرنا چاہئے کہ کیا وہ فکری ،عملی اخلاقی، ذہنی طور پر اس منصب کے شایان شان ہے؟ کیا شدائد ،مصائب پریشانیوں کے لمحات میں وہ برداشت اور صبر کا سلیقہ رکھتا ہے؟۔

حضرات گرامی!

تاریخ کے نامور افراد جنہوں نے اپنے ملک کی دینی اور سیاسی قیادت کی، ان کی ابتدائی زندگی اور عملی زندگی کا آغاز امام مسجد سے ہوا۔آپ جماہیریہ لیبیا کے قومی ہیرو شیخ عمر مختار کے نام سے واقف ہیں اس مجاہد نے اپنے ملک کو آزادی دلوائی، مگر ان کی عملی زندگی امام مسجد اور مدرس قرآن کی حیثیت سے شروع ہوئی۔

الجزائر کے شیخ عبد الکریم الجزائری ،مصر کے استاد الاساتذہ مفتی محمد عبدہٗ ،فلسطین کے مفتیٔ اعظم امین الحسینی اور ان جیسے بے شمار افراد کو بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

اگر برصغیر پاک وہند کے چیدہ چیدہ علماء پر نظر ڈالیں تو یہاں بھی یہی صورت نظر آئے گی کہ ایک امام مسجد نے پورے علاقے کی دینی روحانی، اور فکری کا یا پلٹ دی ۔ وہ اجمیر شریف کے خواجہ معین الدین اجمیریؒ ہوں یا دہلی کے نظام الدین اولیاء ہوں، وہ دور اکبر کے مجدّ دالملۃ مجدّ دالف ثانی شیخ احمد سرہندی ہوں یا خاندان ولی اللہ کے پاکباز نفوس قدسیہ، ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز امام مسجد کی حیثیت سے شروع کیا۔

بہر حال یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ جو بھی امام حب جاہ، حب مال، نخوت، تکبر کینہ، بغض، حسد اور رذائل اخلاق سے دور رہ کر عاجزی انکساری ،صبر ،استقامت، جرأت، دلیری سے دین کا کام کرے گا ایک نہ ایک دن اس کی محنت رنگ لائے گی۔ ایک امام مسجد کو اپنا مقام ،اپنی عزت اور اس کی حفاظت کی طرف ہمیشہ توجہ دینی چاہئے ،کیونکہ عزت بنانے میں برس ہا برس لگ جاتے ہیں ، جب کہ عزت تباہ کرنے میں چند سیکنڈ ہی لگتے ہیں ۔امام مسجد کو محمود وایاز کے واقعات میں سے ایاز کا یہ مقولہ ”قدر خود را بشناس اے ایاز“ کو مدّ نظر رکھنا چاہئے۔

حضرات گرامی!

میری گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱) امام اور امامت منصب نبوت کی وراثت ہے اس کا تقدس احترام اور ادب ضروری ہے۔

۲) امام اور خطیب کو علم کی زیادتی و اضافہ کی طرف ہمیشہ دھیان دینا چاہئے ، ورنہ علم منجمد ہو کر رہا سہا مقام بھی گنوا

دے گا۔

۳) معاشرتی اقدار، عام معاملات، تعامل مع الخلوق، بول چال میں اعلیٰ کردار، گفتار کی ضرورت جو عام لوگوں کے لئے قابل رشک ہو۔

۴) اپنے ظاہری بود و باش، ظاہری حلیہ، ظاہری لباس، صحت وصفائی کی طرف ہمیشہ توجہ دے۔

۵) تہمت لگنے والی باتوں اور تہمت کی جگہوں سے بچتا رہے { اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ } کو مدنظر رکھے۔

۶) اوصاف حمیدہ کی کوشش کرے، اور رزائل اخلاق سے اجتناب کرے۔

۷) بات چیت، بیان، تقریر، درس اور بحث میں اصول تخاطب کے مسلمہ قاعدے اور آداب کو فراموش نہ کرے، انداز تکلم ناصحانہ رکھے، انداز تکلم جارحانہ اور ناقدانہ نہ ہو۔

۸) صبر و استقامت اور طلب رضائے الٰہی مدنظر رکھ کر خدمت دین سرانجام دے۔ اور تمام معاملات میں اعتدال اور میانہ روی کو مدنظر رکھے۔ آج کا دوست کل کا دشمن ہوتا ہے۔ لہٰذا اعتدال اور میانہ روی ضروری ہے جو مستقبل میں حیرت اور افسوس کا باعث نہ بنے۔ جیسے خود امام مسجد سینکڑوں لوگوں اور نمازیوں کو اپنی بات سنانا چاہتا ہے، ویسے ہی چند لوگوں کی تنقید، اعتراض یا سوال اس کے لئے باعث پریشانی اور وسیلۂ جنگ وجدل ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

۹) اور آخری گزارش یہ ہے کہ اگر وہ امام مسجد حافظ ہو تو اس کا حفظ ضرب المثل ہونا چاہئے، اگر وہ قاری ہو تو اس کی قرأت دل آویز ہونی چاہئے، اور اگر وہ خطیب ہو تو اس کے خطبہ میں علمی غذا، فکری ترقی اور اس کے دلائل و براہین معقول ہونے ضروری ہیں۔ صرف وقت گزاری اور اوٹ پٹنگ قصّے کہانیاں لوگوں کی علمی پیاس نہیں بجھا سکتے۔ اس کے خطبے پوری تیاری کے ساتھ ہونے چاہیں کہ اسی میں اس کا بھی بھلا ہے اور عام اہل علم کے لئے بھی نیک نامی اور فخر کا باعث ہے۔

آخر میں مجھے اجازت دیجئے کہ میں منتظمین محفل کا بصد احترام شکریہ ادا کروں جنہوں نے پورے شوق اور جذبہ سے میری معروضات سنیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

*****

خطاب برموقع تکمیل قران کریم رمضان المبارک

بمقام: مسجد حنفیہ کرتار پورہ راولپنڈی

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأُمَّتِهٖ أَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِکَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ : أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

{ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا }۔صدق اللّٰه العظيم۔

اللہ ربّ العزت جلّ جلا لہٗ خوشخبری سناتا ہے آپ حضرات کوکم سے کم ،اور جو زیادہ سے زیادہ خوشخبری ہے وہ تو دوسری آیت میں ہے۔اس آیت میں اللہ ربّ العزت ارشادفرماتا ہے: {مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ } جوکوئی نیکی کما کے لائے گااور لے کرآئے گا{فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا }۔اُس کوایک کے بدلے میں دس کے برابرثواب ملے گا،کہہ دوالحمدللہ!

ایک قرآن سنا تو قرآن کی اس آیت کی روشنی میں یہ جو ضابطہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک نیکی کا دس کا ثواب،لہٰذا خود ہی اپنی زبان سے کہوتا کہ فرشتے ٹیپ کرلیں ریکارڈ کرلیں ایک قرآن کے سننے کا ثواب کتنے کا ملے گا؟ دس کا ثواب ملے گا،ایک رمضان کی تراویح پڑھنے کا ثواب؟ دس رمضانوں کا ثواب ملے گا،اسی طریقے سے زبان کی نیکی،آنکھ کی نیکی،کان کی نیکی، ہاتھ کی نیکی، پیر کی نیکیاں ،مال کے ذریعے سے کمائی گئی نیکیاں یا جوبھی نیک عمل ہے اللہ فرماتا ہے میرا جو بھی بندہ مرد یاعورت یہ کام کرے گا{فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا } اس کودس گنا ملیں گیں،اللہ پاک نصیب کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں ہیں

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین ،داماد رحمۃٌ للعالمین سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کے داماد اور آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابو طالب کے بیٹے ،تعارف اتنا لمبا اس لئے کراتا ہوں کہ نوجوان بچوں کے لئے بات کھل جائے کہ علی مرتضیٰ بیٹا ہے ابو طالب کا، ابو طالب بھائی ہے رسول اللہ کے والد ماجد خواجہ عبداللہ کا ،رسول اللہ اور حضرت علی یہ دونوں آپس میں چچا زاد بھائی ہیں،اور دوسرے رشتے میں علی المرتضیٰ رسول اللہ کا داماد ہے،عمر میں سب سے چھوٹی بیٹی کا شوہر ہے،رتبہ کے لحاظ سے میں نےنہیں کہا رتبہ میں فاطمۃ الزہراء رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی،رُتبہ تو بڑا ہے لیکن عمر میں ولادت کے اعتبار سے چوتھے نمبر پہ ان کی ولادت ہوئی ہے،حضرت اُم کلثوم ان سے پہلی رسول اللہ کی بیٹی ہے،

حضرت رقیہ پہلی بیٹی ہے، اور حضرت زینب ان سے پہلی بیٹی ہے، اور حضرت عبداللہ اور حضرت قاسم جو دونوں بیٹے ہیں وہ بھی ان سے پہلے پیدا ہوئے ہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے۔

عقیدے کی اصلاح

تو یہ عقیدہ کے لئے راولپنڈی کے نوجوانو یہ باتیں یاد رکھو تا کہ کوئی شیعہ نہ بنا سکے، خراب نہ کرے، اس لئے کہ شیعہ کا سارا پروپیگنڈہ اس پر ہے کہ رسول اللہ کی اور کوئی اولاد نہیں، بیٹی اور کوئی نہیں، ایک فاطمہ ہے۔ اور بیٹیوں کی نفی نہ کریں تو حضرت عثمان کی فضیلت سے انکار نہیں ہوسکتا، بات سمجھے کہ نہیں سمجھے؟ لہٰذا شیعہ حضرات نبی کریم کی تین بیٹیوں کی نفی کر کے اپنے پروپیگنڈے کے لئے سہارا لیتا ہے، اور آپ اہل سنت والجماعت: اہل سنت، سنت رسول، والجماعت، جماعت صحابہ کرامؓ کے پیروکار، حضرات اولیاء کرام کے مسلک کے تابعدار، کہہ دو الحمد للہ!

اولیاء کرام میں سے مجدّد الف ثانی کا مکتوبات یہ جو مشرقی پنجاب میں گاؤں ہے سہوانہ جس کو کہتے ہیں غالباً سادات رہتے تھے، مکتوبات مجدّد الف ثانی قاری صاحب کے پاس ہوگی نہیں تو میرے پاس ہے منگوا کر دیکھ لو۔ مجدّد الف ثانی، سرہندی شیخ احمد فاروقیؒ نے جب یہ سنا کہ سہوانہ قصبے کے خطیب اور امام نے، نماز عید کے خطبے میں ابوبکرؓ، وعمرؓ وعثمانؓ، وعلیؓ کا نام نہیں لیا تو انہوں نے قصبے کے سادات کو، بڑوں کو باقاعدہ خط لکھا فارسی میں کہ تمہارے خطیب نے خطبہ میں خلفائے راشدین کا نام نہیں لیا تو معلومات کر کے بتایا جائے کہ کیا یہ رفض اور شیعہ پن سے متأثر ہے یا کہ بھول گیا تھا۔ اگر یہ رفض اور شیعہ پن سے متأثر ہے تو فوراً اسے ہٹاؤ یہ اس قابل ہی نہیں، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

اپنا مسلک سمجھ میں آیا کہ نہیں آیا؟ سوچ لو! اور حضرت امیر شریعت، جو حسنی، حسینی سید، بخاری سید، سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ وہ حضرات صحابہ کے معاملے میں صحابہ کے وکیل تھے اس برصغیر میں، وہ اپنے خطبے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خسر سیدنا حضرت ابی سفیانؓ صحابیٔ رسول، اور حضرت امیر معاویہؓ کاتب قرآن، حضور پہ جب وحی نازل ہوتی تو رسول اللہ نے کئی آدمیوں کو مقرر کر دیا تھا کہ جب میں قرآن پڑھوں تو اس وقت میں تم لکھا کرو، تو ان لکھنے والوں میں امین، رسول اللہ کا: ایک حضرت امیر معاویہؓ، کہو حضرت امیر معاویہ کاتب قرآن، اور رشتے میں حضرت امیر معاویہؓ کی ہمشیرہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ رسول اللہ کی ازواج مطہرات، مسلمانوں کی مائیں ہیں، قرآن کہتا ہے: {وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ} وہ جب مائیں ہوئیں تو ماں کا بھائی ماموں ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ بولو! حضرت امیر معاویہؓ امت کا ماموں ہے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جو خطبہ پڑھتے تو اس میں باقاعدہ {خَالُ أُمَّةِ رَسُوْلِ اللهِ} رسول اللہ کی امت کا ماموں، یہ

جملہ با قاعدہ بولتے تھے۔

اصول یہ ہے کہ حق کی جس بات کا کسی دور میں انکار ہو اُس بات کا پرچار کرنا عین عبادت ہے، یہ یاد رکھئے حق کی جس بات کا کسی دور میں انکار ہو یا شبہ ہو، اُس دور میں اُس بات کا زیادہ پرچار کرنا یہ بھی جہاد ہے۔ یہ اصول یاد رکھیں، اس لئے حضرات اولیاء کرام نے یہ سارے اولیاء کرام ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ اولیاء کرام کوئی اور مخلوق ہوتی ہے جھنڈے لگا کر بیٹھ جائیں، ڈھول بجاتے رہیں، اور چلم رکھا ہو اس میں لوگ بھنگ پئیں، چرس پئیں، نماز نام کی نہ ہو، وہاں خدا کو، رسول کو، علماء کو گالیاں دیتے رہیں، آج کل لفظ ولی کی تعریف یوں ہوتی ہے۔ یہ ولی نہیں ہوتے یاد رکھو! ولی وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ کی سنت کا تابعدار ہوتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ

ہمارے بزرگوں میں، ہمارے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا نام آتا ہے، شجرہ جب آپ پڑھتے ہیں احمد وصدیق وسلمان وجعفر...... الخ یہ شجرہ ہے نقشبندی سلسلہ کا، تو بایزید سطامیؒ کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک عالم دین ان کے پاس چھ مہینے آ کے رہا، اور واپسی پر بڑا غمگین ہو کر جا رہا تھا، آپ نے پوچھا کیوں آئے تھے اور کیوں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ کی شہرت سنی تھی کہ بڑے بزرگ ہیں مگر مجھے آپ کی کوئی کرامت نظر نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا: آپ کیا کرامت چاہتے ہو؟ اس قسم کی کرامت کہ میرے ہاتھ سے آگ نکلے، یا میں پانی پر چلتا، یا ہوا پر اُڑتا، ایسی کرامت؟ تو وہ خاموش ہو گیا۔

بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ ساری کائنات کے ولی، غوث قطب اور نیک لوگوں کو اکھٹا کر لو تو کسی ایک ادنیٰ صحابی کے رتبے کے برابر نہیں، اور سارے صحابہ اکھٹے کر دو تو کسی ایک نبی کے رُتبے کے برابر نہیں، اور سارے نبیوں کا رُتبہ اکھٹا کر دو تو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُتبے کے برابر نہیں۔

بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس (۲۳) سال میں کوئی ایسی کرامت معجزے دیکھائے؟ اس کو سمجھایا، اور پھر فرمایا کہ یہ بتا، چھ مہینے تو میرے پاس رہا ہے میری انفرادی زندگی میں اور میرے مجمع کی زندگی میں، میرا برتاؤ، میرا لگاؤ، میری گفتگو، میرا کھانا، میرا پینا، میرا بولنا، میرا پڑھنا، میرا پڑھانا، میری بیعت، میرا ذکر، میرا حلقہ، میرا اُدھار، میرا قرض، میرا بیوپار، میری گھریلو زندگی جو تیرے مشاہدہ میں آیا ہے اے مہمان مکرم تو بتا اس میں رسول اللہ کی سنت مقدسہ کے خلاف تو نے میرا کوئی عمل دیکھا؟ کہا نہیں، آپ نے فرمایا یہ ہے کرامت۔

حضرت علیؓ کا واقعہ

حضرت علی شیر خدا سلسلۂ ازدواجی زندگی میں، نکاح کے رشتہ میں رسول اللہ کے کیا لگتے ہیں؟ نوجوان بولیں بڑے بوڑھے کوئی نہ بولیں، جواب، داماد! چھوٹے اور چوتھے داماد، یہ بھی ساتھ کہونا، تاکہ تین بیٹیوں کا اعتراف ہو جائے، سمجھے؟ اور باپ کی طرف سے خون کے رشتے میں رسول اللہ ﷺ کے علی المرتضیٰ کیا لگتے ہیں؟ چچا زاد بھائی! تو میں { مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ } یہ بات سنا رہا ہوں اللہ فرماتا ہے جس نے نیکی کی تو ایک نیکی کا بدلہ دس ملے گا۔

حضرت علیؓ کو انار مل گیا کہیں سے یا خریدا تھا، ایک ضرورت مند دوسرا صحابی آیا انہوں نے وہ اس کو دے دیا اور خود بھوکے رہ گئے، توجہ سے سن لو! سرور کائنات کی خدمت اقدس میں اصحاب صفہ کے لئے (جو حج یا عمرہ کرنے کے لئے گیا ہے تو اس نے مسجد نبوی میں وہ چبوترہ دیکھا ہو گا جس پر بیٹھ کر قرآن پڑھا جاتا ہے یہ اسلام کی پہلی درس گاہ ہے۔ یہ مدینہ کا پہلا مدرسہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ہجرت کے بعد دس سال میں، نبی کا مدرسہ قرآن پاک کے حفظ و ناظرہ کا یہ تھا۔ حضور نے اپنے صحابہ سے فرما دیا تھا کہ جب تم اپنی کھیتی باڑی اور اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر جب مسجد میں آیا کرتے ہو، تو تمہیں جو کچھ میسر ہوتا ہے سرسوں وغیرہ، کوئی چھوارے، کوئی انگور، کوئی پنیر، کوئی لسی، کوئی کچی لسّی جو کچھ بھی تمہیں میسر ہوتا ہے اللہ کے مہمانوں کے لئے ساتھ لیتے آیا کرو، صحابہ ساتھ لے کر آتے اور اس چوبارے پہ رکھ دیتے، یہ مطبخ بھی تھا۔

ایک دن کوئی صحابی اپنے باغ سے انار لے آیا، حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے تقسیم کئے، دس دانے کسی ایک صحابی کو دیئے کہ یہ حضرت علی کو دے آؤ۔ اس وقت وہ مجلس میں نہیں تھے، اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے، لیجانے والا بے تکلف لنگوٹیا، جہاں بے تکلفی ہوتی ہے آپ اپنی بے تکلفی کو دیکھ لیں جس کے ساتھ ہوتی ہے اس کی چیز کو جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں کہ نہیں کرتے؟ لے جانے والے نے (۹) نو دانے حضرت علیؓ کے حوالے کر دیئے اور ایک دانہ ہاتھ میں رکھ لیا، حضرت علیؓ نے گنے تو وہ نو تھے، پوچھا دسواں کہاں ہے؟ اس نے کہا دسویں کا کیا مطلب، لینے ہوں تو لو ورنہ میں واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیتا ہوں۔ بے تکلفی کی گفتگو یہی ہوتی ہے ناں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: بات یہاں لینے یا نہ لینے کی نہیں بلکہ بات یہاں قرآن کریم کی آیت کی ہے، قرآن کریم کی آیت کا جو اعلان ہے اس وقت میں اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا بتاؤ دسواں کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ قرآن کریم کی آیت کا یہاں کیا ماجرا ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے آج ایک دانہ انار کا خریدا تھا، یا کسی نے دیا تھا اور ایک دوسرا ضرورت مند آیا تو میں نے وہ دانہ اس کو اللہ کے نام پر دے دیا، تو اللہ وعدہ کر رہا ہے کہ {مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ

أَمْثَالِهَا} جو ایک نیکی کرے گا اس کو دس ملیں گی، اللہ پاک نے وعدہ پورا کر دیا ہے میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے دس بھیجے ہیں، اور یہ نو ہیں، بتاؤ دسواں کہاں ہے؟ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا کہ دسواں یہ ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جا کر رسول اللہ ﷺ کو بتا دو کہ میں نے ایک دیا تھا اللہ نے ادھار نہیں کیا اور آج ہی مجھے دس کے دس دے دیئے۔ دینی ایک تے لینی دس، بولو اے نوجوانو! دینا ایک اور لینا دس۔ یہ اللہ کے ساتھ ہوتا بیوپار۔ ہزاروں واقعات ایسے ہیں۔

تو حضرات گرامی: پہلا وعدہ اللہ یہ کر رہا ہے کہ ایک نیکی جب کرو گے تو دس گنا بدلہ دیا کروں گا، یہ کم سے کم ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ کا وعدہ ایک مثال کے ذریعے سمجھایا:

اللہ کی رضا کے لئے اپنے مال کو خرچ کرنے والوں کی مثال

{ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ }

مال والوں کی تعریف کرتا ہے یہ مثال ایسے بندوں کی ہے، بندوں سے مراد مرد اور عورتیں دونوں ہیں، جو اللہ کی رضا کے لئے اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں، یہاں شان نزول مال ہے، یہ خرچے کے موقع پر آیت نازل ہوئی ہے ترغیب دی جا رہی تھی، غزوات کا موقع تھا، لیکن مسئلہ عام ہے، چاہے وہ زبان کو خرچ کرے، کان کو خرچ کرے، آنکھ کو خرچ کرے، ہاتھ کو خرچ کرے، وقت کو خرچ کرے، جس چیز کو بھی خدا کی رضا کے لئے خرچ کرے یہ مثال سب کے لئے برابر آتی ہے، اللہ فرماتا ہے ایسے بڑھایا جاتا ہے جیسا کہ تمہارا معائنہ ومشاہدہ ہے کہ گندم کا ایک دانہ یا جو کا ایک دانہ زمین میں، یا دھان کا ایک دانہ یا کسی بھی چیز کا ایک دانہ بطور بیج کے جب زمین میں بویا تو اس سے سات شاخیں پیدا ہوئیں، اور شاخون کے اوپر پھر اس کے خوشے لگے، ایک ایک خوشے کے اندر سو سو دانے ہوں گے، تو ایک دانے سے کتنے پیدا ہوئے؟ سات سو! اللہ فرماتے ہیں:

{ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ }

مثال میرے ایسے بندوں، بندیوں کی، ایمان والوں کی جو میری رضا کے لئے جب لگاتے ہیں، میری دی ہوئی نعمتوں کو تو ان کو بڑھایا جو جاتا ہے، دگنا کر کے سات سو گنا جو کیا جاتا ہے، اس کی مثال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس مثال کو سمجھو۔ یہ تو سات سو گنا ہوا ناں۔ آگے فرمایا:

{ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ }

اور اللہ چاہے تو سات سو گنا سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے۔

تین آدمیوں کا واقعہ

وہ ایک حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمی تھے ایک غار میں پھنس گئے، وہ تین آدمی بارش سے پناہ لینے کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے مصیبت جب آئی تو اوپر سے چٹانیں گرنی شروع ہوئیں، اب چٹانیں جو سلپ ہوا کرتی ہیں پہاڑوں میں، مری اور اور جگہوں میں، ہوتی ہیں نا؟ تو سلپنگ جب ہوئی تو ایک چٹان غار کے منہ پر آکر گری تو وہ پھنس گئے، جب پھنس گئے، (ابھی تھوڑی دیر بعد دعاء کرنی ہے یہ دعاء کی مناسبت سے سنا رہا ہوں) تو ان تینوں نوجوانوں نے کہا کہ اپنی زندگی کا وہ عمل یاد کرو جو صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا ہو اور اس میں اور کوئی مداخلت نہ ہو، صرف اللہ کی رضا کے لئے وہ نیک عبادت کی ہو، وہ یاد کرو اور پھر اس عبادت کے وسیلہ سے اللہ سے دعاء مانگو۔

ہم وسیلے کے قائل ہیں، بزرگوں کے ساتھ بھی وسیلہ کرتے ہیں، عبادات کا وسیلہ بھی ہوتا ہے، لیکن یہ ہے کہ بے دین، ملحد، دھریہ، بے نماز، بھنگی، چرسی اور افیونی، ہیروین پینے پلانے والے پلیتوں کے ساتھ وسیلہ کرنا، خود کچھ نہ کرنا اور یہ کہنا کہ ان کے وسیلے کے ساتھ سب کچھ ہو جائے وہ کھتریوں کا اور عیسائیوں یہودیوں کا مذہب ہے، ہم اس وسیلے کے بالکل قائل نہیں۔ اور یہ وسیلہ اسلام میں جائز ہے، ابھی آپ نے قرآن پڑھا ہے قرآن کے وسیلہ سے دعاء کرتے ہو ٹھیک ہے، درود شریف پڑھا ہے درود کے وسیلہ سے دعا کرتے ہو ٹھیک ہے۔

ان تین آدمیوں کا واقعہ بھی سرور کائنات ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا تینوں نے تھوڑی دیر کے لئے سوچا کہ زندگی میں کونسا عمل نیک ایسا کیا ہے جو خالص اللہ کے لئے تھا جس میں کوئی دیکھاوا، کوئی نمود کوئی اور چیز داخل نہیں تھی۔ سنو اے نوجوانو! بڑا اہم واقعہ خدا نے یاد کروا دیا ہے۔

ایک نے کہا، دعاء مانگ رہا ہے اے اللہ! آپ تو جانتے ہیں، میرے والدین بوڑھے تھے، ضعیف تھے، کمزور تھے والدین دونوں۔ میں بکریاں چراتا تھا، ان دونوں کی خوراک کا دارو مدار دودھ تھا، ایک دن میں بکریاں دور لے گیا جنگلوں میں، رات کو دیر سے واپس آیا، اور ابا جی اور اماں جی دونوں ضعف اور کمزوری کی وجہ سے غنودگی کی حالت میں تھے نہ نیند اور نہ بیداری میں، اور میں دودھ نکال کر بکریوں کا، پیالہ لے کے پلانے کے لئے ابا جی اور اماں جی کے سرہانے کھڑا رہا، آواز میں نے اس لئے نہ دی کہ ابا جی اور اماں جی کو تکلیف نہ ہو جائے، سُن لو اے مدینے والو! یہ مدینہ کی تہذیب ہے، یہ

نبوی تہذیب ہے کہ ماں باپ کو اتنی کوفت بھی نہیں ہونی چاہئے اولاد کے ہاتھوں سے،تو وہ مناجات کر رہا ہے کہ اے اللہ! آپ تو جانتے ہیں ناں، کہ میں ساری رات کھڑا رہا، انتظار کرتا رہا کہ خود بخود آنکھ کھلے تو دودھ پلاؤں، میں نے جگایا اس لئے نہیں کہ میرے ماں باپ کو تکلیف نہ ہو یہاں تک کہ صبح ہوگئی،اور جب صبح ہوئی اور خود بخود ان کی آنکھ کھلی تو میں نے ان کو دودھ پیش کیا، اور انہوں نے پیا،اور پھر میرے لئے دعاء کی، اور پوچھا کہ بیٹا کس وقت سے کھڑے ہو؟ میں نے کہا رات بھر سے۔اے میرے اللہ! میرا وہ عمل جو میں نے ماں باپ کی خدمت میں دودھ لے کر رات بھر کھڑے ہو کر وقت گزارا ہے، ان کے ادب و احترام کے لئے، تیری رضا کے لئے، تیرا حکم مانتے ہوئے، میرے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیرے دربار میں قبول ہوا ہے تو اے اللہ آج اس مصیبت سے ہمیں نجات دلا، اور یہ چٹان جو غار کے دھانے پر آکر رک گئی ہے خدایا اس چٹان کو کھسکا دے، کہ کوئی تو آسمان نظر آئے، روشنی نظر آئے۔

درود شریف پڑھو تو بات سناؤں۔بات رسول اللہ ﷺ کی سنا رہا ہوں، میری نہیں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جوان نے جب یہ دعاء مانگی تو اللہ تعالیٰ ربّ العالمین جل جلالہٗ نے اس پہاڑ کو، جیسے زلزلہ آتا ہے اس جیسی کیفیت پیدا ہوئی اور وہ پہاڑ وہ چٹان اس غار کے منہ کے آگے سے ذرا کھسک گیا۔جس کی وجہ سے باہر کی سورج کی روشنی اور ہوا ان کو لگ رہی ہے البتہ نکل نہیں سکتے۔امید پیدا ہوگئی کہ اللہ پاک دعاء قبول کرتا ہے لہٰذا دوسروں نے بھی اپنی تیاری شروع کردی۔

اسلامی تعلیمات کی خصوصیات

ماں باپ کی خدمت میں یہ فضیلت ہے اَو: ک، کتا، ل، لومڑی پڑھنے والو! اُس دن وہ ریڈیو والا، ریڈیو کیلئے انٹر یو لینے کے لئے میرے پاس مدرسے میں پہنچ گیا، اور مجھ سے ہمارے نصاب کے بارے میں انٹر یو لے رہا تھا، کہ اسلامی عربی کتابیں جو آپ پڑھا رہے ہیں اس میں کیا ہے؟ لمبی چوڑی بات ہے۔باتوں باتوں میں، میں نے ایک بات اُس کو کہی لیکن وہ نشر نہیں کی، بڑے بد دیانت ہیں یہ لوگ، میں نے کہا ہماری کتاب کی یہ خاصیت ہے۔

(۱) ہمارے اسلامی نصاب کی یہ خاصیت ہے کہ ہمارے یہاں کے پڑھے ہوئے اپنے استادوں کے خلاف ہڑتال کر کے مظاہرہ کبھی نہیں کرتے، کبھی آپ نے ایسا نہیں دیکھا ہوگا کہ ہمارے دینی مدارس میں پڑھنے والوں نے اپنے اساتذہ کے خلاف مظاہرہ کیا ہو اور مردہ باد کے نعرے لگائے ہوں۔

(۲) ہمارے نصاب کا پڑھا ہوا بھوکوں سے مرجائے گا، بھیک مانگ لے گا، مسجد میں چندہ مانگ لے گا لیکن وہ اپنے ملک کے خلاف غیر ملک کا ایجنٹ بننے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگا۔اور تمہارے نصاب کے پڑھے ہوئے کبھی روس کے

ایجنٹ ہوں گے، کبھی چائنا کے اور کبھی ہندوستان کے ہوں گے، کبھی اسرائیل کے ہوں گے، کبھی امریکہ کے ہوں گے اور کبھی برطانیہ کے ہوں گے پارٹیاں بنا کے، ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ ہمارے نصاب کا پڑھا ہوا نہ پرویزی ہوتا ہے اور نہ مرزائی ہوتا ہے، نہ عیسائی ہوتا ہے، نہ نوکری کے لئے، نہ چھوکری کے لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جو نصاب ہے اس میں یہ کمال ہے، اور رسول اللہ کا یہ معجزہ ہے۔ یہی بات ہے کہ نہیں اسلامی تعلیمات کی؟ تو اسلامی تعلیمات کی اے برخوردارو! یہ بھی خصوصیت ہے کہ اسلامی تعلیمات کا پڑھا ہوا چاہے اس عمر کا ہو جائے، یا اس بزرگ کی عمر کا، یا اس کی عمر کا ہو جائے، لیکن وہ اپنے ماں اور باپ کے سامنے یونہی باادب کھڑا ہوتا اور خدمت کرتا ہے جیسے کہ چار سال کا ہے، یا چھے سال کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

اور یہ لارڈ میکالے کی جو تعلیم ہے اس میں جب دسویں سے اوپر جائیں تو پھر ماں اور باپ کو اپنے گھر کا مزدور سمجھتے ہیں، اور پھر جب شادی ہو جائے تو پھر تو کہتے ہیں کہ: اس بڈھے بابے کو باہر ڈیڈی پیچ سلاؤ نیند خراب ہوندی ہے۔

اللہ پاک اس تہذیب سے بچائے، زبان سیکھنے کے ہم مخالف نہیں ہم اس تہذیب کے مخالف ہیں جو اخلاق اور کردار کو بگاڑتی ہے۔ بات سمجھے کہ نہیں؟ زبان ضرور سیکھو، املاء ضرور سیکھو، ایسی انگریزی سیکھو اور بولو کہ انگریزوں کو بھی مات کر دو، لیکن کردار اور اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے موافق ہو، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

ماں باپ کے باقی حقوق کے مضمون کو چھوڑتا ہوں، یہ تو دعاء پہ بات چل رہی تھی، ماں باپ کی خدمت کر کے اس کے وسیلہ سے دعاء مانگی تو دعاء قبول ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ بخاری شریف میں اور حدیث کی ساری کتابوں میں یہ واقعہ ہے۔

اب دو اور رہ گئے تھے، دوسرے نے سوچا، اور اللہ کے آگے گویا ہوا کہ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میرا ایک عزیز رشتہ دار تھا، اس نے میرے ساتھ کچھ کام کیا، اُس کی کچھ اُجرت بنتی تھی، میں نے جب اُس کو وہ اجرت دے دی تو وہ روٹھ گیا کہ یہ اجرت تھوڑی ہے، اور چلا گیا، خداوندا! پھر آپ جانتے ہیں کہ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے اس کا وہ مال کھایا نہیں، میں نے اس کا وہ مال ہضم نہیں کیا، میں نے اس کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملایا نہیں، میں نے اس کے مال کو پالا، پولا، پوسا، بڑھایا، زیادہ کیا، یہاں تک کہ کئی سالوں کے بعد جب وہ ایک دفعہ آیا، تو اس نے مجھ سے کہا کہ خدا کا خوف کر، تیری طرف میری ایک دھاڑی کی اجرت بنتی ہے وہ مجھے دے دے۔

میں نے اُس سے کہا کہ بھیا! تیری ایک دھاڑی کی یہ اجرت ہے یہ سارا مال ہے جا کر اس پر قبضہ کر، تو ریوڑ بکریوں کا، ریوڑ اونٹوں کا، ریوڑ بھینسوں کا، ریوڑ گائیوں کا اور ریوڑ بھیڑوں کا میں نے اس کو بتایا، تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ مذاق نہ کر، میری تو ایک دن کی دھیاڑی تھی، یہ اتنا مال نہیں، میں نے اسے سمجھایا کہ خدا کے بندے! تیرے اس ایک دن کی مزدوری کے بعد میں نے اس اجرت کو کاروبار میں لگا کر اسے سنبھالا ہے، اسے پولا ہے، اُسے پوسا ہے۔ اللہ پاک کی رضا

کے لئے میں نے اسے بڑھایا ہے، اور اللہ کی رضا کے لئے میں نے اُسے اس مقام تک پہنچایا ہے، یہ سب کا سب تیرا ہے لے جا۔اے اللہ میرا وہ عمل تیرے دربار میں قبول ہوا ہے تو خداوندا! میری دعاء قبول فرما، اس چٹان کو اور پھسلا دے کہ ہماری مشکل آسان ہو۔

تاجدار مدینہ، سرور کائنات، فخر موجودات، جناب محمد الرسول اللہ، کہو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ارشاد فرماتے ہیں اس نیک عمل کا واسطہ دے کے اس آدمی نے جب دعا مانگی تو اللہ پاک نے اس چٹان کو اس غار کے منہ سے اتنا کھسکا دیا کہ اب ان سب کو اتنی امید پیدا ہوگئی کہ اگر تھوڑی سی اور کھسک جائے تو ہم نکل جائیں گے۔نیک عمل اور خلق خدا کے ساتھ بھلا کرنے کا وسیلہ، اور دعاء قبول کرنے کا انداز، دعاء قبول ہوتی ہے یاد رکھو! جب اللہ سے دعاء مانگی جائے۔

تیسرے نے دعاء مانگی:

{وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى}

اللہ فرماتا ہے۔ {وَاَمَّا مَنْ خَافَ} جو کوئی ڈرا، {مَقَامَ رَبِّهٖ} اللہ کے آگے کھڑے ہونے کے وقت سے ڈرا، حساب دینے کے وقت سے ڈرا، اس دنیا میں" وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى' اور اپنے اس نفس کو روکا، اس کی خواہشات سے، اس کی خواہش ہے زنا کرنا، اس کی خواہش ہے مال سمیٹنا، اس کی خواہش ہے تمام خراب کاریاں، اس نے اپنے نفس کو خدا سے ڈر کر ان تمام خواہشات سے روکا، ڈر کے مارے روکا، آپ سے نہیں ڈرا، خدا سے ڈرا، تو خدا وعدہ کرتا ہے کہ {فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى} جنت اُس آدمی کا ٹھکانا ہے۔وعدہ ہے اس کا۔

اب یہ تیسرا نوجوان دعاء مانگتا ہے اسی قسم کی، اور کہتا ہے اے اللہ! آپ تو جانتے ہیں کہ میرے چچا کی لڑکی تھی، سن لو وے اے نوجوانو! میرے چچا کی لڑکی تھی، بڑی خوبصورت، منظور نظر، میں اس پر فنا اور فدا، وہ مجھ پر فنا اور فدا، اور ہم دونوں ایسے مقام پر اکھٹے ہوئے کہ جہاں پر اے اللہ! تیری ذات کے علاوہ ہمیں دیکھنے، روکنے، منع کرنے والی کائنات کی کوئی چیز نہیں تھی، جیسے چاہتے، جو چاہتے، جس طرح چاہتے ہم کرتے، کوئی رکاوٹ، کسی کا ڈر، کسی کا علم ہو جانا کچھ بھی نہیں تھا، ایسی جگہ جب ہم آپس میں ملے اور اس نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا، خواہشات نفس نے مجھے اندھا کر دیا اور میں تیار ہو گیا اپنا منہ کالا کرنے کے لئے، تو اتنے میں اس کے منہ سے نکلا کہ {خِفْ مِنَ اللّٰهِ} اللہ سے ڈر، میری عزت و ناموس کے نگینے کو نہ توڑ، جب اس نے یہ کہا، تو اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اس وقت کائنات کی کوئی چیز نہ مجھے ڈراتی تھی نہ

منع کرتی تھی،لیکن صرف تیری ذات کے ڈر سے میں ایسا ہو گیا جیسے کہ نامرد،خواہشات دب گئیں،شہوت کی آگ بجھ گئی،جیسے پانی ڈالا گیا ہو،میں اُس سے دور ہو گیا اور کہا کہ تم میری بہن اور میری بیٹی کی طرح ہو۔اے میرے اللہ! میرا وہ عمل کہ میں زنا سے باز آیا،اور میں نے زنا نہ کیا ایسے وقت اور ایسی جگہ میں جہاں رکاوٹ کچھ بھی نہیں تھی،خداوندا میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے اور تیری وجہ سے ہوا ہے،تو نے اگر میرے اس عمل کو قبول فرمایا ہے،تو اس چٹان کو سرکا دے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما،تاکہ ہم نکل کر اپنے گھروں کو جاسکیں۔

سرور کائنات فخر موجودات، نبی کریم ،محمد عربی،حجازی مکی، مدنی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس تیسرے نوجوان نے اپنے عمل کے واسطے سے جب دعاء مانگی تو دعاء مانگنے کے نتیجے میں اللہ پاک نے اس چٹان کو اور اتنا کھسکایا کہ غار کا منہ کھل گیا اور تینوں کے تینوں نوجوان نکل کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔اللہ پاک نے نیک اعمال کے بعد نیک اعمال کے واسطے سے دعائیں یوں قبول فرمائیں۔فلہٰذا! نیک اعمال کر کے دعائیں مانگا کرو،گڑ گڑا کر اللہ پاک سے دعائیں مانگا کرو، اللہ قرآن میں فرماتا ہے، {اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ } دعاء مجھ سے مانگو، تاکہ میں قبول کروں۔

علوم نبویہ کی اشاعت میں تعاون کی ترغیب

ان کلمات کے ساتھ آپ کو ترغیب دی جاتی ہے کہ سلسلہ تعلیم نبویہ،علوم نبویہ کی تعلیم، چاہے وہ حفظ ہو یا قرأت ہو یا ناظرہ ہو، یا اس کے بعد علوم نبویہ کے دوسرے مضامین ہوں، جہاں جہاں جس محلّے سے آپ تعلق رکھتے ہیں،جس آبادی سے تعلق رکھتے ہیں جو وقت اور جو پیسہ میسر ہو سکے، زبان سے تائید ہو سکے،ہاتھ سے ہو سکے،جتنا بھی ہوسکتا ہے علوم نبویہ کی اشاعت میں شریک ہوتے رہیں،حصہ ڈالتے رہیں تاکہ کل قیامت کے دن یہ رب العالمین کے دربار میں نجات کا سامان بن جائے۔اور یہ چودہ سو انیس سال اور نو مہینے ہو گئے،نویں مہینے کی آج انتیسویں (۲۹) شب ہے،اسلامی کلینڈر سمجھ گئے۔

دیکھ لو ربّ العالمین نے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے کیسے انتظامات کئے ہوئے ہیں۔ الفاظ کے حفاظت کے لئے حافظ،اور لہجے کی حفاظت کے لئے قاری، اور لکھنے کی حفاظت کے لئے کاتب، اور معانی کی حفاظت کے لئے علماء، اور عمل کی حفاظت کے لئے ہم سارے۔اللہ حفاظت کر رہا ہے دیکھو،چودہ سو انیس سال اور نو مہینے گزر چکے ہیں۔اور دیکھو آج تک نہ کوئی اس کا زبر تبدیل کر سکا، نہ زیر،نہ پیش، نہ جزم۔اور اگر کوئی ارادہ کرتا ہے تو اللہ پاک اسی امت محمدیہ سے ایسے لوگ کھڑے کرتے ہیں کہ وہ نہ یہ لحاظ کرتے ہیں کہ یہ مولوی ہے، یہ پیر ہے، یہ بادشاہ ہے، یہ حکومت ہے، پارٹی ہے،لیڈر ہے کچھ بلا بھی ہو،امت پیچھے لگ جاتی ہے اور اسے لوہے کے چنے چبوا کر چھوڑتی ہے، اُس جماعت ، اُس پیر،اُس مولوی، اُس

آدمی کو جو اس قرآن پاک میں ایک حرکت کی بھی تبدیلی کرے۔ماضی کی تاریخ کو دیکھو۔ قیامت تک اللہ نے ایسے ہی حفاظت کرنی ہے۔حفاظت کا یہ طریقہ ہے۔قرآن کی جو آیت ہے کہ:

{اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ}

کہ قرآن ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔اللہ تعالیٰ اس حفاظت کے شرف میں مجھے اور آپ کو اور سارے مسلمان بھائیوں اور ماؤں بہنوں کو قبول فرمائے۔قرآن کی تو حفاظت ہوتی رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ اس شرف کے لئے ہمیں قبول فرمائے۔جو نہیں شامل ہوتے ان کے بغیر بھی ہو رہا ہے۔سمجھے! پرانے ساتھی تو فوت ہو گئے ہیں۔ یاد کرو پنڈی میں جب قرآن کے حفظ کا سلسلہ تھا نہیں، اور ہم نے جب قرآن کے حفظ کا سلسلہ شروع کیا تو ان شہر والوں کو رغبت دلانے کے لئے آخری عشرے میں شہر کے اندر ہم شبینے کرتے تھے۔

اس مسجد میں بھی شبینہ کیا اور اُس وقت کے ساتھیوں کو ترغیب دی کہ یہاں قرآن پاک کا ابتدائی مدرسہ ہونا چاہئے۔ اس مسجد میں کیا، اصغر مال کی مسجد میں کیا، عثمانیہ میں کیا، خدا جانے کہاں کہاں کیا ہے اللہ کا فضل و کرم، اللہ کے نام کی آواز لگتی رہی، دیکھ لو آج خدا کے فضل و کرم سے بے شمار چشمے چل رہے ہیں، ہم مریں گے یہ چشمے چلتے رہیں گے اور اس قرآن کی برکت سے اللہ ہماری مغفرت کا سامان کریں گے۔

یہ چھوٹے چھوٹے بچے آج یہ چھوٹے ہیں، کل کو یہ جوان ہوں گے، یہ جہاں بیٹھ کر پڑھائیں گے، یہ استاد ہوں گے ان کا فیضان رہے گا۔سمجھے! ایسا سلسلہ ہوتا ہے، آج پہ نگاہ نہ رکھا کرو، آنے والے قیامت پہ نگاہ رکھا کرو۔اللہ تعالیٰ تعاون اور موافقت کی توفیق عطا فرمائے ہر آدمی کو۔ اور انتظام کرنے والوں کو اللہ اخلاص کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

*****

خطاب برموقع عیدالفطر یکم شوال ۱۳۹۹ھ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

{ وَالْعَصْرِ ٭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ٭ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَا صَوْ بِالصَّبْرِ ٭ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا }

صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ ۔

أَللّٰهُ اَكْبَرْ ، أَللّٰهُ اَكْبَرْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْد ۔ أَللّٰهُ اَكْبَرْ ، أَللّٰهُ اَكْبَرْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ: أَللّٰهُ اَكْبَرْ ، أَللّٰهُ اَكْبَرْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

محترم حاضرین: رمضان کے روزے، قرآن کا سننا اور نماز تراویح کا پڑھنا، جنہوں نے روزے رکھے، اور نماز تراویح پڑھی، اور قران سنا، اُن حضرات کو عید مبارک ہو۔ اور جنہوں نے ان تمام چیزوں کو کچھ نہیں سمجھا، یہ سمجھتے ہوئے کہ دولت، رُتبہ، مرتبہ، نسل، قوم، برادری، کرسی، پیر، استاد، یا کوئی اور طاقت انہیں بخشوا دے گی، تو وہ مغالطے میں پڑا ہوا طبقہ، انہیں کوئی پتہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد یہ ساری چیزیں کام آسکتی ہیں یا نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: {أَلْعِيْدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِيْد}۔ عید ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اس رمضان کے اسپیشل پروگرام کے ذریعے سے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے نجات دلوالیں، اور اپنی نجات کا سامان کرلیں، خدا ہمیں نصیب کردے۔

تو وہ پروگرام ظاہر ہے کہ وہ توبہ اور استغفار کا ہے، وہ عبادات کا پروگرام ہے، جو اس مہینے میں سرانجام دیا جاتا ہے، یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، اور یہ قرآن پاک کے نزول کی سالگرہ ہوتی ہے۔ تو ایسے مسلمان جو صرف عید کا مفہوم سمجھتے ہیں کہ کپڑے نئے بنا کے عید کے دن پہن لئے، اور پان منہ میں رکھ لیا، اور سگریٹ کا کش لگایا، سویاں کھائیں، سینما دیکھا، ایک

دوسرے کے گھروں میں آئے گئے تو اس مسلمان کی عید میں اور ہندوؤں کی دیوالی میں اور سکھوں کے تہوار میں کوئی فرق نہیں، اسلام میں تہوار نہیں ہے یہ یاد رکھیں۔ جو اخبار لفظ تہوار لکھتے ہیں اُن کا قلم اس وقت میں ایک ہندوانہ لفظ لکھتا ہے، چونکہ پلے ہوئے ہندوؤں کے ساتھ ہیں ایک مشترکہ ملک کے اندر تقسیم سے پہلے۔

اور تقسیم کے بعد کونسا تیر مارا ہے، اسلام کی کون سی بات ہوئی، صرف بوڑھے اس بات کا تجزیہ کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے گھر لٹائے، جنہوں نے اپنے باپ دادوں، پردا دوں، نکڑ دادوں کی قبریں کھوئیں، مسجدیں چھوڑیں، مدرسے چھوڑے، اور تقسیم کے وقت میں آتے گئے، ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بہو، بیٹیاں، ہندوؤں اور سکھوں کے پاس جو وہ اغوا کر کے اور چھین کر کے لے گئے، اور اب وہاں کا فر اولا دان سے پیدا ہوتی ہے۔ اس اگست کے مہینے میں، اور اس رمضان جو گزر گیا ہے کل، اس رمضان کے مہینے میں، اُس مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پہ، اور پھر سارے برصغیر کے مسلمانوں پر جو قیامت صغریٰ گذری ہے، وہ میری عمر والے جانتے ہیں، میں بھی اُسی میں تھا اُس وقت مبتلا اس جگہ۔ اور جو ہوش وحواس میں اس وقت آئے تھے یہ وہی جانتے ہیں کہ کیسی قیامت صغریٰ گزری ہے۔

عام مسلمانوں نے تقسیم سے پہلے جو جذبہ بیدار کیا تھا، اور جس جذبے کے تحت ریڑھی والا، اور تانگے والا، اور وائسرائے کے دفتر کا افسر اور بابو بھی، اور گدّی پہ بیٹھنے والا پیر بھی اور اس کے مرید بھی، اور سکول کا ماسٹر بھی، اور آڑتھ کا دوکاندار بھی، دیہات کا بسنے والا بھی اور شہر کا بسنے والا، یہ دس کروڑ انسانوں کا ذھن یہ ایک نصب العین، ایک نظریے اور ایک خیال پر یکساں جمع ہو گیا، اور ہر ایک انسان کے منہ پر یہ تھا کہ پاکستان بن کے رہے گا، اور پاکستان جا کے رہیں گے۔

اختلاف کرنیوالے علماء اور صوفیوں کی بات بھی نہ مانی، اور اتنے فتوے ایجاد ہوئے اتنے فتوے کہ ہر ایرہ غیرہ نتھو خیرہ وہ اس وقت کے عظیم علماء کرام کے خلاف فتوے جھاڑتا رہتا تھا، دیکھو جی اسلام کے لئے پاکستان بن رہا ہے اور مخالفت ہو رہی ہے۔ تو میں بھی انہی میں شامل تھا اور آپ سب جو ہیں جو یہاں آ کر نہیں پیدا ہوئے وہاں پیدا ہوئے ہوش والے وہ سب بھی انہی میں تھے کہ اس تحریک کے نتیجے میں قرآن کریم کے تیس سپارے قانون اور قاعدے کی صورت میں اس ملک میں نافذ ہوں گے، اور اسلام کا قانون ہوگا، مسلمانوں کا دور دورہ ہو گا، شرابیوں کو شراب پینے پہ درّے لگا کریں گے، اور زانیوں کو کوڑے لگیں گے۔

{اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ}

(آگے مدرسے کے لئے چندے کی اپیل کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا): بھائی یہ زکوٰۃ اور فطرانہ، صدقہ وخیرات

جو کچھ بھی ہے یہ دین کی تعلیم حاصل کرنے والے مدرسے کے یتیم طلباء کے لئے ڈالتے جاؤ، بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو پتہ ہے کہ دینی تعلیم ہی سے یہ رونقیں ہیں۔

مدارس کی اہمیت

اگر یہاں دینی تعلیم نہ ہوتی تو جو انجام آٹھ سو سال کے بعد اسپین کے مسلمانوں کا ہوا تھا، اور اب تک ہے، اس برصغیر میں بھی یہی کچھ ہوا ہوتا۔ یہ تو حضرت قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دوسرے اکابر و مشائخ علماء کی فراست اور ان کی دور اندیشی، اور ان کی دانائی، اور ان کی اسلامی غیرت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اس مسلمان قوم کے کھاتے پیتے طبقے سے لڑائی لے لی۔ ہر زمین کا مالک، نمبر دار، اور ہر بڑا آدمی کرسی نشین، نواب، سر، ور، دُم، شم، شی، ہی وغیرہ جو بھی انگریز کے تھے، وہ علماء کی مخالفت کرتے رہے انگریز کے ٹوڈی ہو کر۔

اور علماء نے ان دیندار، غریب اور متوسط طبقے کا تعاون ساتھ لیا، اور اس طریقے سے پرائیویٹ امداد کے ذریعے سے دینی مدرسوں کی بنیاد رکھی، اور گاؤں میں، قصبوں میں، دیہاتوں میں، اس نظام کو پھیلا دیا، کہیں حفظ ہو رہا ہے، کہیں ناظرہ ہو رہا ہے، کہیں تجوید ہو رہی ہے کہیں تفسیر لکھی جا رہی ہے، کہیں حدیثوں کی شرح لکھی جا رہی ہے، اور کہیں مسلمانوں کا تعاون لے کر ایک دن، دو دن، اور تین دنوں کے لئے جماعتیں دیہاتوں میں نکال کر کے شدھی کی تحریک روکنے کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ مسلمان رہو۔ عیسائی جو عیسائیت کی ترویج کی تحریک چلا رہے تھے پادریوں کی سرکردگی میں اس کا مقابلہ ہو رہا ہے۔

اس طریقہ سے یہ ڈیڑھ سو سال سے نوجوانو! آج بھی ۱۳۹۹ھ شوال کی یکم تاریخ کو آپ کو جو اسلام اس ملک میں نظر آ رہا ہے۔تو یہ لیڈروں اور جرنلوں، نمبرداروں، جمعہ داروں، تحصیلداروں، اور سندھ کے وڈیروں، اور بلوچستان کے سرداروں اور صوبہ سرحد کے خوانین، اور پنجاب کے مخدوموں اور ان بڑے بڑے چوہدریوں، اور ان بڑی بڑی گدیوں پہ نوٹوں کی بوریاں بھرانے والے ڈوموں کے ذریعے سے، ان لوگوں کی وجہ سے یہ اسلام آج اس ملک میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ گالیاں کھانے والے علماء اور ان کا ساتھ دینے والے، ان نمازی، دیندار مسلمانوں کے مالی، اخلاقی، تعاون کی وجہ سے یہ دین اس ملک میں آج تک موجود ہے، اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

اس میدان میں آج یکم شوال کو یہ میری پیشن گوئی ہے عقلی بصیرت کی بنیاد پہ کہ جیسے کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر آج کی تاریخ تک لارڈ میکالے اور کرزن کے پڑھائے ہوئے کسی وکیل سے، کسی بیرسٹر سے، اور کسی چوہدری اور ملک اور خان اور مخدوم سے، اور کسی جرنل سے اور کسی کرنل سے اسلام کی کوئی خدمت، جیسے آج تک نہیں ہوئی یہ آئندہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس

لئے کہ یہ جہاں کے پڑھے ہوئے ہیں وہاں کے ذہن کے مطابق یہ اسلام نہیں ہے جو آپ لوگ چاہتے ہیں۔

یہ وہ اسلام چاہتے ہیں کہ نام اسلام کا ہو، اور اندر سے کرتوت سارے انگریز کے ہوں، اور یہودیوں کے ہوں، ہندوؤں کے ہوں اس میں پردہ نہ ہو، اس میں شراب آزاد ہو، اس میں زنا آزاد ہو، کلچر کے نام سے، ثقافت کے نام سے، اور کلب کے اندر آنا جانا آزاد ہو، عورت ننگ مُننگی پھر رہی ہو، اور جناب من قیادت و سیادت بھی عورت کے ہاتھ میں ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ کھانے پہ، پینے پہ، رہنے پہ، سہنے پہ، اسلام کوئی پابندی نہ کرے۔

یہ طبقہ انگریز کا ذہنی پرورش یافتہ یہ اسلام مسلمانو آپ جو اسلام چاہتے ہیں وہ نہیں چاہتے۔ یہ ۱۹۴۷ء سے پہلے سے لے کر آج تک اپنے تحفظ کے لئے صرف اسلام کے نام کی آڑ لیتے ہیں۔ جیسے کے مجھے اگر کوئی پتھر مارے تو میں اپنے تحفظ کے لئے دیوار کی آڑ میں پناہ لیتا ہوں۔ یہ جب نیچے ہوتے ہیں، اقتدار سے باہر ہوتے ہیں تو اسلام کا نام لیتے ہیں کرسی تک پہنچنے کے لئے اور جب کرسی پر قابض ہوتے ہیں تو اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں اپنی کرسی کو پکا کرنے کے لئے۔

مگر تاریخ وہ آئینہ ہے جو کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔ آج تاریخ یہ ثابت کر رہی ہے، اور تاریخ میری حمایت میں ہے کہ برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں نے جانی اور مالی اور ذہنی ہر طرح کی غلامی کے مقابلے میں قربانی دے کر کے مدینے کے اسلام کے لئے، ابوبکر کے اسلام کے لئے، عمر فاروق کے اسلام کے لئے، عثمان غنی کے اسلام کے لئے، علی المرتضیٰ، عشرۂ مبشرہ اور شہدائے بدر، شہدائے احد، اور شہدائے حنین اور شہدائے خندق کے مسلمانوں کے اسلام کے لئے اُس وقت بھی مسلمانوں نے قربانیاں دیں اور ابھی تک مسلمان قربانیاں دے رہے ہیں، دیتے رہے ہیں، یہ پچھلے دو سالوں میں کیا ہوتا رہا ہے؟ لیکن:

؎ وائے ناکامی کہ متاع کارواں جاتا رہا۔

تو میرے بھائیو، میرے عزیزو! میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ عام مسلمان اسلام کے معاملے میں نہایت ہی مخلص اور جذباتی ہے، یہ جان و مال دونوں کی قربانی دیتا ہے، دیتا رہا ہے۔ لیکن نمائندگی کرنے والا مسلمان اور ان کو چلانے والا، ان کے اسلام کی گاڑی کا ڈرائیور اس تیس چالیس سالہ دور میں ہر دور کے اندر وہ اسلام کے معاملے میں بد دیانت اور خائن ہی ثابت ہوا ہے۔ اس کے قول اور اس کے فعل میں زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہوتا ہے، جیسے زمین و آسمان ایک دوسرے سے دور ہیں، ایسے ہی ان کی سیاسی قیادت، اور انتظامیہ کا انچارج جو بھی ہوتا ہے وہ اسلام کا نام لے کر اسلام کو تباہ کرتا ہے۔ جیسے کہ پچھلے دور میں ہوا، اور الزام ہمیں دیتے ہیں کہ جی ان مولویوں نے اسلام خراب کر دیا۔

ٹھیک ہے کچھ مولوی نما ایسے بھی ہوں گے جیسے کہ ہر تاجر نہ کم تولتا ہے اور نہ ملاوٹ کرتا ہے، لیکن کسی ایک منڈی

میں اکّا دکّا جو ملاوٹ کرتے ہیں جیسے آج کل یاروں نے یہ گھڑوں کے ٹھیکرے پیس کر ہلدی بنا کر آپ پہ بیچتے ہیں تا کہ ان کو خوب ملا کر آپ کھائیں، چٹخارے لیں، ٹیلی ویژن پر بھی دکھاتے ہیں نیشنل مصالحے۔

اور جیسے چھلکے دنیا جہان کے اکھٹے کر کے اور ان کو دندا سے کا یا کوئی چھبتا ہوا رنگ دے کر کے اس کو چائے بنا رہا ہے تو ایک دو نے بنایا ہوگا سب نے تو نہیں بنایا۔ اگر لوگوں کا سامان چرایا ہے تو ایک آدھ ٹانگے وال نے چرایا ہوگا، اگر دفتر میں کوئی رشوت لیتا ہے تو اِکا دُکا لیتے ہوں گے، کوئی ایک آدھ سپاہی، تھانیدار، یا کوئی ایک آدھ کسٹم کا، انکم ٹیکس کا، یا کوئی ایک آدھ سی، ڈی اے کا دوسرا تیسرا، لیکن دکھے ہوئے انسان جب بولتے ہیں تو وہ اس محکمے کے سب ہی کو گالی دیا کرتے ہیں، یہ یاد رکھو۔

اگر سی، ڈی اے میں کوئی ایک بے ایمانی کرتا ہے رشوت لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ جی سی، ڈی اے۔ والے بڑے بے ایمان ہیں جی رشوت لیتے ہیں، ایم، ای، ایس میں اگر کوئی ایک ٹھیکیدار لیتا ہے تو کہتے ہیں جی ایم، ای ایس تو ہے ہی ایسا، پی، ڈبلیو، ڈی تو ہے ہی ایسا، پی، ڈبلیو، ڈی کے معنیٰ ہیں کہ پی، ڈبل ڈوز لگا رشوت کے، سمجھے کہ نہیں۔

تو یہ ایسے ہی ہوتا ہے، سب بد دیانت نہیں ہوتے، سب راشی نہیں ہوتے، سب چور نہیں ہوتے، سب ملاوٹیئے، سب کم تولنے والے، جھوٹ بولنے والے نہیں ہوتے، لیکن برائی ایک کرتا ہے، برائی اتنی منحوس شے ہے کہ اس کی وجہ سے بدنامی سب کی ہوا کرتی ہے۔ سمجھے کہ نہیں۔

تو اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ عوام دین کے مسئلے میں بڑے مخلص ہیں، لیکن عوام کے اگلی صف میں جو جا کے بیٹھتے ہیں ناں، جتنے وہ زمین پر ہوتے ہیں، اسلام کا شور مچاتے ہیں، جب کرسی پر آتے ہیں تو پھر اسلام بھول جاتے ہیں۔ پھر ایسی بھول بھلیوں میں ڈالتے ہیں کہ دنیا حیران ہو جاتی ہے۔

تو میرے عزیزو، میرے بھائیو، نوجوانو! میں باتیں آپ سے کرتا ہوں۔ معمر آدمی ہر بات کو سمجھتے ہیں علماء سے تربیت لی ہوئی ہے۔ نوجوانو! مستقبل جو ہے اسلام کا اس ملک کے اندر، وہ تمہاری ہمّت، اور تمہاری جرأت اور تمہاری استعداد کے ساتھ وابستہ ہے۔ ورنہ یہ بتیس سال کا جو ہمارا عرصہ گزرا ہے آج اس عید کی نماز میں بیٹھ کے ۱۹۴۷ء اگست کو عید منانے والے مسلمان کو چاہیئے کہ وہ دہلی میں لکھنؤ میں، سہارن پور میں، اور مشرقی پنجاب میں اکّا دُکّا، یا یہاں آ کر کیمپوں میں جو بیٹھے ہوئے تھے آج اپنا حساب کرو، ٹوٹل لگاؤ، جتنی حیاء، جتنی دینداری، جتنا تقویٰ، جتنا خدا اور رسول کے ساتھ تعلق، اور جتنا خواتین کے زمرے میں پردہ، عصمت اور حیا داری، اس دور میں لٹے، پٹے ہوئے مسلمان لے کر آئے تھے آج بتیس سال کے بعد اس میں آیا اضافہ ہوا ہے یا کہ کمی ہوئی ہے۔

میری رائے تو یہ ہے کہ ہم نوے فیصد پیچھے جا چکے ہیں ۔ ۱۹۴۷ء میں مہاجر اور مقامی کی کوئی نفرت نہیں تھی ، ۱۹۴۷ء میں سندھی ، پنجابی پٹھان ، بنگالی ، غیر بنگالی کی کوئی نفرت نہیں تھی ۔ مسلمان کے اور انسانیت کے جتنے کمالات تھے ہم ان بتیس سالوں میں کافی پیچھے جا چکے ہیں ، ہم نے آگے کی طرف کوئی سبقت نہیں کی ، ہاں بلڈنگیں کھڑی کرنے میں کافی آگے چلے گئے ہیں ۔ اور اس مخلوق کو ، ملاوٹ ، کم تولنے اور مصنوعی خوراک کے ذریعے سے نہائت ہی خاموشی سے بیماریوں کی طرف دھکیلنے اور قتل کرنے میں کافی آگے چلے گئے ہیں ، اس میں ہم نے ضرور ترقی کی ہے ۔ اس میں بھی ہم نے ترقی کی ہے کہ اسلام کا نام لئے جاؤ ، شور مچائے جاؤ اور کام اپنا کرو ۔ کرزن اور میکالے انگریز ہی کی پالیسی کو چلائے جاؤ ۔

تو میرے دوستو ، میرے عزیزو ! میں نے اسی لئے آیت پڑھی ہے کہ : {وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا} کہ ایک ضروری بات آج کہنا چاہتا ہوں اور اخیر میں کہوں گا ۔ جب تقریر ختم کروں گا تو اس وقت کہوں گا بھول گیا تو مجھے یاد کرا دینا ۔

تو میں یہ تمہید باندھ رہا ہوں اس لئے کہ شور مچ رہا ہے کہ آ گیا کمیونزم ، ادھر سے آ گیا ، کابل سے آ گیا ، اُدھر سے چائینہ سے آ گیا ، ادھر سے ہندوستان سے آ گیا ، ہر طرف سے آ گیا ۔ دوسری طرف شور مچ رہا ہے کہ صاحب یہودیوں کی اتنی بڑی سازش چل رہی ہے کہ اب یہودی بموں کے ذریعے سے ہماری ایٹمی توانائی کی جہاں جہاں ضرورتیں ہیں ان کو بھی تباہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا ۔ اور ان کے روحانی بیٹے نے اس کا اعلان کر بھی دیا ہے ۔

اس وجہ سے پاکستانی اور مسلمان ہونے کے ناطے مجھے صدمہ بھی ہوا ہے اور غیرت بھی آئی ہے ۔ اور جی چاہتا ہے کہ جہاں کہیں بھی مجھے امریکہ کا یہودی ملے تو میں اس کو جان سے ماردوں ، لیکن کیا کروں مار سکتا نہیں حکومت جنرل ضیاء الحق صاحب کی ہے خوامخواہ کہیں آگے لیجا کر پھانسی پے لٹکا دے گا ، مار سکتا نہیں انگریزوں کو ۔

اور خوشی بھی ہوئی ہے ، خوشی اس اعلان سے مجھے اس لئے ہوئی ہے کہ بتیس سال سے یہ بھولا بھالا مسلمان جس امریکہ کے گن گاتا ہے ، اور اُسی کے پروپیگنڈوں کے پیچھے جاتا ہے ، جس پیر سے بیعت ہوتا ہے ، اور جس حکیم سے دوائیاں لیتا ہے ، وہی حکیم آج ان کو وارننگ دے کر کہتا ہے کہ ہم آ کر تمہاری تمام چیزوں کو تباہ کر دیں گے ۔ سوچ لو !

اگر مدینہ کا اسلام اس ملک میں انیس سو سینتالیس (۱۹۴۷ء) سے نافذ کیا ہوتا ۔ آپ تو صرف اعلانوں سے خوش ہوتے ہیں او جی اسلام نافذ ہو گیا ، او جی اسلام نافذ ہو گیا ، کوئی ایک عقل کا بندہ یہ نہیں سوچتا کہاں نافذ ہوا ۔ کس چور کا ہاتھ کٹا ، کس کنوارے زانی کو سو درّے لگے ، قرآن تو کہتا ہے :

{ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ }

زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت جب کہ کنوارے ہیں ان کو چوراہوں میں کھڑا کر کے، میدانوں میں کھڑا کر کے سو درّے مارو تا کہ تمام لوگوں کو عبرت ہو جائے، اور کوئی آئندہ زنا نہ کرے۔ قرآن تو کہتا ہے:

{ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا }

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹو، اور اس آیت کے نزول کے بعد اپیل اگر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کسی کی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی نہیں سنی۔ حضور ﷺ نے فیصلہ کیا اور اپیل چلی گئی حضرت عمرؓ کے پاس، اور وہ منافق بڑا چالاک تھا اس نے بات وہاں پہ پہنچا دی منافق جو تھا، اُس نے بات وہاں پہنچا دی، یہودی نے کہا کہ رسول اللہ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے، اب یہ اپیل لے کر آیا ہے آپ کے پاس۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا بہت اچھا میں اس کی اپیل سنتا ہوں، حضرت عمرؓ اندر سے تلوار لے کر آئے اور بغیر کسی توقف کے اس منافق کی گردن اڑا دی۔ پروپیگنڈہ شروع ہو گیا۔

پروپیگنڈہ کرنے والوں پر تنقید

پروپیگنڈہ بڑی ظالم شے ہے، قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے، بڑوں بڑوں کے خلاف ہوتا چلا آیا ہے اگر ہمارے خلاف ہوتا ہے تو کیا ہوا۔ ہمارے کچھ ساتھی مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ مانگنے گئے واپس آئے تو کہنے لگے کچھ لوگ آپ کے خلاف بڑے گرم رہتے ہیں، یہ قاری صاحب بھی کہتے ہیں کہ جی کچھ لوگ آپ کے خلاف بڑے گرم رہتے ہیں۔ ہم نے کہا دنیا میں وہ بھی کوئی مرد ہے جس کے خلاف ہی کوئی نہ ہو، آدمی تو ہے ہی وہی کے جس کے خلاف کوئی ہو، لیکن جو میرے خلاف ہوتے ہیں وہ مجھے ذرا یہ بھی تو بتائیں کہ میں نے کیا کیا ہے؟ کس کی دوکان لوٹی ہے؟ کس کے ساتھ فراڈ کیا ہے؟ کس کی جیب کاٹی ہے؟ کس وزیر کو فرقانیہ میں بلا کر اس کے قصیدے پڑھے ہیں؟ ان پورے بتیس سالوں میں کس کی میں نے جھوٹی تعریفیں کی ہیں، اور قصیدے پڑھے ہیں؟ یہ چاہے جس بھی پارٹی کے وزراء ہوں میں تو انہیں ان عوام کی جوتیوں کے برابر بھی نہیں سمجھتا، میں مدرسہ کو مدرسہ سمجھتا ہوں یہ کوئی چاپلوسی کا اڈہ تو نہیں ہے کہ ایک دن ایک کی تعریف کروں، دوسرے دن دوسرے کی تعریفیں کروں، اور کل جس کی تعریف کی تھی دوسرے دن اس کو گالیاں دوں۔ ہم نے جن بزرگوں سے پڑھا ہے انہوں نے ہمیں اعتدال سکھایا ہے، استقامت سکھائی ہے۔

اور جیسے کہ ۱۹۴۷ء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو اور مفتی اعظم کفایت اللہ کو گالیاں دیتے تھے یہ

لیگ کے متأثرہ جراثیم زدہ قسم کے نوجوان اور اس میں یہ شیعہ، رافضی، مرزائی اور یہ پرویزی، کمیونسٹ، دھریہ سب ہوتے تھے۔لبادہ مسلم لیگ کا ہوتا تھا، اور ہوتے سارے غیر مسلم، اور علماء کو گالیاں دیتے، لیکن علماء نے استقامت سے اپنی بات بھی کی، اپنا مسئلہ بھی بتایا، فتویٰ بھی دیا، جھکے نہیں۔

تو ایسے ہی اگر اس دور میں ہمیں بھی گالیاں دیتے ہیں تو کیا ہوتا ہے، بات یہ ہے کہ خدا کے ساتھ معاملہ ٹھیک ہے۔باقی ہماری اپنی بھی ایک رائے ہے، ہم بھی انسان ہیں، کسی کی بیوی نہیں ہیں، کہ جو مقتدی کہے کہ مولوی صاحب اِدھر منہ کرو، تو ہم اِدھر کریں، اُدھر کرو تو ہم اُدھر کریں، ہم اپنی ضمیر کے مالک ہیں، اور ضمیر کو قرآن اور فقہ کے مطابق استعمال کرتے ہیں، جائز اور ناجائز کا فرق کر کے کرتے ہیں، اگر اس میں فرق رہ جائے گا تو خدا اچھا حساب کرتا ہے، آپ لوگوں سے زیادہ حساب دان ہے۔

اسلام کے نفاذ کا اعلان محض اعلان ہے

تو میرے دوستو، میرے عزیزو! میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ ایک وہ وقت تھا کہ مسلمان نے وہ قربانی دی، اور مسلمان ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک ہر سال اسی انتظار میں ہے کہ اگلے سال رسول اللہ کا دین پورا اس ملک میں نافذ ہوگا، لیکن آج تک کہیں نافذ نہیں ہوا، حضرت عمرؓ نے نافذ کیا تھا جناب، نافذ ہونا اور چیز ہے اعلان اور چیز ہے۔

ٹھیک ہے ۱۲، ربیع الاوّل کو اعلان ہو گیا آپ خوش ہوئے دعائیں دیں، آپ ۱۲، ربیع الاوّل کو خوش ہوئے میں نے تو ۶، یا ۷ جولائی ۱۹۷۷ء کو جب صاحب کی تقریر ہوئی تو میں پولی کلینک ہسپتال میں بیمار تھا، داخل تھا، وہاں سے چٹھی لکھی مبارکباد کی، کہ آپ نے اسلام کے نفاذ کا اعلان کیا ہے خدا مبارک کرے، جس کی فوٹوسٹیٹ آج بھی میرے پاس ہے لے لو، چھاپ سکتے ہو بیشک، لیکن میں نے کہا تھا کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ تجھے رسول اللہ کا دین اس ملک میں نافذ کرنے یہ بیورو کریٹ، اور یہ سی، ایف، سی افسر اور یہ بدعنوان جو مشیر ہر حکومت کے بن جاتے ہیں، یہ ہونے دیں گے۔

الحمد للہ، بوریا نشین، بیمار کی پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی ڈھائی سال گزر گئے، بروھی جیسے جو ایوب خان کے زمانے میں وزیر کی حیثیت سے کہا کرتا تھا کہ قرآن میں کہیں اسلام نہیں ہے، اُس کو مشیر بنایا۔اور لوگ یہ کہتے ہیں سی، آئی، ڈی والو سن لو میں نہیں کہتا لوگ یہ کہتے ہیں سرکاری حلقوں والے کہ یہ لاہوری مرزائی ہے۔ایسوں کو جب مشیر بنایا تو مٹی وہ پلیت کی کہ آج اس روئے زمین پر سو میں سے اسّی آدمی وہ ہیں کہ جناب من گالیاں دے رہے ہیں۔

ذرا غریبوں کے کپڑے پہن کے، اور ذرا مونچھوں کو نیچا کر کے سفید مولویوں کی ٹوپی پہن کے قمیص کرتے میں ذرا رات کو نکل کر کے اور پچاس پیسے کی چائے جہاں بکتی ہے، اور جہاں سبزیاں بکتی ہیں، اور جہاں ٹانگے کے اندر چھے سواریاں

بیٹھتی ہیں، یہ ہاضمہ روڈوں پر ذرا سفر کر کے دیکھو یہ پبلک آج تعریف کر رہی ہے یا گالیاں دے رہی ہے۔اور ذرا برقعہ ڈال کر کے ان عورتوں کی سنو جو سبزیاں لینے جاتی ہیں کہ یہ کیا صلوٰتیں سنا رہی ہیں۔ یہ ہے زبان خلق۔

اسلام کا نفاذ ایسے ہوتا ہے جیسے عمرؓ نے کرایا:

{ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا } چور کا ہاتھ کاٹ دو

{ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا }

ان کو درّے مارو۔اور ان آیات کے خلاف اپیل نہیں ہوا کرتی ،قرآن کے حافظ بیٹھے ہیں ، علماء بیٹھے ہیں ،جا کے پوچھو، جن مولویوں کے آپ معتقد ہیں ، جو جماعت اہلحدیث سے ہیں غیر مقلد، وہ اپنے مولوی سے پوچھیں، اور مولوی غلام اللہ اور قاری سعید الرحمٰن سے پوچھو، اور جا کے فیضی سے پوچھو، کسی اور عالم سے پوچھو، کیا اسلام کی حدود میں اپیل جائز ہے؟

یہ یہودی سازش ہے اس اسلام کو ننگا، اور اس اسلام کو بے عزت کرنے کی کہ ایک نے تو فیصلہ دے دیا، کہ اس کو شرعی سزا دی جائے، اور اگلے کو اپیل کا حق دے دیا، اگلے نے کہا نہیں نہیں اس کو کوڑے نہیں لگ سکتے ،اس کا ہاتھ نہیں کٹ سکتا، یہ کھلونا بنا کے اس مسلمان کے جذبات سے کھیل کے،آئندہ اسلام کے نام پہ اگر تحریک چلے گی تو مسلمان میدان میں نہیں آئیں گے۔ یہ تلابیب کے یہودیوں کی اور امریکہ کے بڑے یہودیوں کی خفیہ سازشیں ہیں جو اسلام کے خلاف کی گئیں اس کو کوئی سمجھتا ہی نہیں۔

ورنہ مدینے کا اسلام ہو، اور قرآن کا حکم ہو کہ ہاتھ کاٹنا ہے ،قرآن کا حکم ہو کہ زانی کو درّے لگاؤ، اور شرابی کو درّے لگاؤ اور پھر اس میں بندے کے آگے اپیل کا حق دیا جائے ،خدا کے حکم کے بعد پھر ججوں کے آگے اپیل کا حق دیا جائے ،کس مغالطے میں کھڑے ہو؟ کب تک یہ دھوکے کھاتے رہو گے؟ میرے عزیزو، میرے بھائیو! اسلام آپ چاہتے ہیں، اسلام وہ طبقہ نہیں چاہتا کہ جن کی بیگمات ننگ مُنگی پھرتی ہیں، وہ تو اس اسلام کا نام لے کر دھوکہ دے رہا ہے ،اسلام وہ طبقہ نہیں چاہتا جن کے ہاں رشوت کا دور دورہ ہے۔

مجھے ابھی ایک ساتھی کہتا ہے کہ ذرا مسائل پر بھی کچھ کہنا، میں اس کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں، وہ دو ہوں یا چار، یا سو ہوں یا ہزار، مسائل میں بھی سمجھتا ہوں، یہاں کونسا وہ پہلو ہے ہماری زندگی کا جس کے اندر مسائل نہیں ہیں۔کونسا وہ طبقہ ہے جن کے ہاں مسائل نہیں ہیں، اس لئے غریبوں کو بھی اس عید میں شامل کرو، جس غریب کی رمضان کی تنخواہ پہلی تاریخ کو پچھلے مہینے کے بقایا میں چلی گئی ہے، اور اس مہنگائی نے جس غریب کا کچومڑ نکال دیا ہے، اُس غریب کی

عید ہے؟ سوچ لو!

حضرت عمرؓ نے اسلام کیسے پیش کیا؟ حضرت عمرؓ نے قحط سالی کے زمانے میں جب ستّو آئے کھانے کے لئے تو حضرت عمرؓ نے ستّو نہیں کھائے، مشیروں نے جب کھانے کا کہا تو آپ نے فرمایا کہ اس قحط سالی میں کیا میری رعایا کے سب لوگوں کو روٹی مل رہی ہے؟ کہا نہیں، حضرت عمر نے کہا: واللہ! اللہ کی قسم "**لو مات کلب عند الفرات**" اگر دریائے فرات کے کنارے قحط کی وجہ سے یا بھوک کی وجہ سے میری خلافت کے زمانے میں ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو کل قیامت کے دن اللہ مجھ سے پوچھیں گے کہ اے عمر، تیری خلافت کے زمانے میں اور تیری حکومت میں میری مخلوق بھوک سے یا پیاس سے مری ہے تو نے اس کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ یہ اسلام ہمیں چاہئے، یہ پبلک یہ اسلام چاہتی ہے، ایک کروڑ حج اور ایک ارب عمرے کرنے سے وہ ثواب نہیں ملے گا۔

یہ جو پرسوں رات کو لاہور سے آنے والی عورت کو سوزوکی ڈرائیور اور اس کے ساتھیوں نے جنگل میں لے جا کر اس کی عصمت دری کی ہے، اس کی عصمت لوٹی ہے اُن کو ابھی تک تختہ دار پر نہیں چڑھایا گیا۔ اگر یہ کام کیا گیا ہوتا تو ملک کی بیبیوں بیٹیاں آئندہ، ہسپتالوں، سکول اور اپنی کھیتوں میں اکیلی سفر کرسکتیں۔

یہ عمروں کا ثواب یہاں ملتا ہے، عمروں کا ثواب اس طرح نہیں ملتا کہ خلق خدا تباہ ہو رہی ہو، اور چور دندناتے پھر رہے ہوں، تبلیغ سے واپس آنے والے مسافروں اور بھری ہوئی لاری کو رواٹ کے قریب رات کو لوٹ لیا جائے، اور اس کے بعد آج تک چوروں کا پتہ نہ لگ سکے۔ اُن معصوم خواتین کے ہاتھوں سے گھڑیاں اور زیور اور ان مسافروں کا تمام اثاثہ لوٹ کر لے جائیں۔ کیا مجھ سے کہلواتے ہو؟ پہلے پولیس کے ساتھ ساز باز ہوتا ہے، پہلے علاقے کے تھانیدار کے ساتھ، ڈی، ایس، پی کے ساتھ ساز باز ہوتا ہے، حصّہ مقرر ہوتا ہے، بعد میں واردات ہوتی ہے۔ سمجھے۔

اور تمہیں دلچسپی ہے اس سے جو صرف تمہارا نام لے لے بے ادبی سے، اور جس کو تم نہیں چاہتے اُس کو کوئی زندہ باد کہہ دے تو اس کو تو تم زمین کے اندر سے تلاش کر کے لا کر جیلیں اور کوڑے بھی مار دیتے ہو۔

اور اس مخلوق کی عزت، اس مخلوق کے مال اور اس مخلوق کے دین کے ساتھ جو کھیلے تو پولیس کہے کہ بڑا تلاش کیا ہے جی کوئی ملا ہی نہیں۔ تو پھر ایسی نکمّی پولیس کو چوڑیاں پہنا کر کے ان کو ہیجڑے خانے میں بھجوا دو تا کہ یہ وہاں طبلے لے کر ناچتے رہیں۔ تُف ہو تمہارے اوپر اور تمہاری ایسی نکمّی پولیس پر کہ سارے ملک کے اندر خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے اس حال تک پہنچا دیا ہے اس ملک کو ان بتیس سالوں میں ان انگریز کے شاگردوں نے جنہوں نے محمد الرسول اللہ کے اسلام کو چھوڑا ہوا ہے۔

تو میں آخری بات کہتا ہوں اب پتہ ہے کیا کھیل کھیلا ہے۔ سن ستتر (۱۹۷۷ء) جولائی کے مہینے اور اس سے پہلے

جون، مئی، اور مارچ کے مہینے میں اس پاکستان کی دھرتی میں شیعہ سنی ایک تھے یا بتاؤ اس طرح لڑ رہے تھے؟ نو جوانو! کچھ تو جواب دو خدا کے لئے، یہ شیعہ سنی کہیں دست و گریبان تھے سن ستر میں؟ نہیں تھے، سن ستتر کے اندر یہ نوارانی میاں جس کو ساری دنیا آج وہابی نظر آتی ہے، کیا یہ مفتی محمود کے ساتھ اپنا گھٹنہ ملا کے اسے اپنا صدر تسلیم کر کے اور اس کے پیچھے اپنی نمازیں نہیں پڑھا کرتا تھا؟ یہ تعلیم القرآن کے سٹیج پر آ کر صدارت اس نے نہیں کی؟ اور اسی طریقے سے یہ جمعیت اہلحدیث جو عرف کے اندر ہم مقلد ہیں امام ابوحنیفہ کے اور یہ غیر مقلد ہیں کیا یہ اس وقت میں سارے نظام میں شامل نہیں تھے؟

جناب من: یہ آخری بات کہہ رہا ہوں، یہ باہر کی یہودی طاقتوں نے اور یہودیوں کے ایجنٹ مرزا ناصر احمد اور اس کی مرزائی پارٹی نے جب یہ دیکھا کہ یہ ہر مکتبہ فکر کے مسلمان ایک ہو گئے، اور اگر یہ اسی طرح ایک رہے تو یہ تحریک چلا کر عملی طور پر اسلام کو نافذ کر والیں گے، اگر انہوں نے اسلام نافذ کر والیا، شریعت کی حدیں جاری ہو گئیں اور جناب من اسلام کا چرچا ہوا تو پھر اس ملک کے اندر باطل کے نظریات نہیں چلیں گے۔ لہٰذا منصوبہ بنتا ہے واشنگٹن میں، اور اسے پہنچاتے ہیں عربی بولنے والے یہودی ادارے، اور یہودیوں کے اخبار تلابیب کے سارے، اور پھر ان منصوبوں کو یہاں پر چلاتا ہے غلام احمد قادیانی کے حواری، آپ کے اسلام آباد میں بلڈنگ تیار کی جا رہی ہے قصر خلافت کے نام پر۔

ضیاء صاحب اگر یہ قصر خلافت اسی طرح چلتی رہی تو یہ عبد اللہ ابن سباء کی طرح کہیں بعد میں تجھے بھی نہ لے ڈوبیں، لہٰذا اس قصر خلافت کا انتظام کرو ہماری تو خیر ہے ہم عادی ہیں لیکن یہ بعد میں اقتدار پر بھی ہاتھ ڈالیں گے اور اس وقت اقتدار تیرے پاس ہے۔

اور ایک بات اور کہہ دوں افسوس سے، جتنی مرزائیوں کو ڈھیل اور کھلی لگام ان دو سالوں کے اندر ملی ہے اس قدر ۱۹۴۷ء سے آج تک نہیں ملی تھی۔

تو میرے بھائیو، میرے عزیزو، میں بات یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر اسلام اس ملک میں نافذ کروانا ہے تو پھر خدا کے لئے ان مولویوں کو جو لڑواتے ہیں چُپ کرواؤ۔ ایک طرف کفر ہے چاہے وہ کمیونزم ہو، دھریت ہو، یہودیت ہو، عیسائی ہو، مرزائی ہو، ہندو ہو لیکن کفر تو ایک ہے، اور ایک طرف اسلام ہے بس، اسلام کے اندر پھر اور اور نئے دین نہیں ہیں۔

یہ تو مسلک کا اختلاف ہے کوئی دیوبندی ہے، کوئی بریلوی ہے، کوئی مقلد ہے، کوئی غیر مقلد ہے، کوئی مالکی ہے، کوئی شافعی ہے، کوئی حنبلی ہے، لیکن ہے تو اسلام۔ تو آج یہ جو آپس میں نفرت پھیلائی جا رہی ہے ایک سال سے میں دعوے سے کہتا ہوں یہ بیوروکریٹ اور یہ صاحب بہادر کے آس پاس بیٹھنے والے لوگوں میں سے کوئی آدمی خفیہ ہاتھ چلا کر علماء کو دست و گریبان کر کے لڑوا رہا ہے، تا کہ اسلام کے لئے ایک فریق اگر نعرہ لگائے تو دوسرا کہے، ہیں یہ تو وہابی ہے یہ کٹر ہے، ہم ان کے

قریب نہیں جائیں گے۔ یہ اس طرح تفرقے ڈلوا کر کے کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو، یہ وہ حربہ استعمال کر رہے ہیں۔

اس لئے اسلام چاہنے والو! اس وقت میں ہمیں حنفیت، اس وقت میں ہمیں شافعی، اس وقت میں ہمیں مالکی، اس وقت میں حنبلی، اور اس وقت میں ہمیں مقلد اور غیر مقلد کی جنگ میں نہیں الجھنا چاہئے، اس وقت میں ہمیں ایک ہو کر اصل اسلام کے نفاذ کے لئے لڑائی کرنا چاہئے۔

اور سب سے آخری بات، کل ایک اشتہار مجھے ملا، ایک مولوی صاحب ہیں یہاں پر، بلکہ دماغ اس کا خراب ہے مولوی نہیں ہے، ایک چپڑاسی ہے جماعت غیر مقلدین اہلحدیث کا، اعظم بیگ اس کو کہتے ہیں، سائیکل پر اشتہار لئے پھرتا رہتا ہے، بازار والے جانتے ہیں۔ اشتہار ہے کہ میری طرف سے دروازہ کھلا ہے، چیلنج ہے دس ہزار کا، ہائی کورٹ کے جج کے پاس آؤ، پھر درخواست دو، دس ہزار جمع کراؤ، پھر مناظرہ کرو کہ نماز عید میں اتنی تکبیریں ہیں۔

بھائی یہ بھی کوئی مسئلہ ہے مسلمانوں کا؟ کورٹوں تک پہنچا کر لڑائیوں میں لگوانا، ایک انگریز کی حمایت میں کام کرنے والے ان پیروں، مولویوں لیڈروں کو جو لوگوں کو لڑواتے ہیں ان کے جھوٹے نعروں پر اعتماد نہ کرو اور ان کا محاسبہ بھی کرو۔ اور یہ میرا آخری پیغام ہے کہ آپس میں اتحاد کرو، اتفاق کرو، اور ان لڑانے والوں کا محاسبہ کرو۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان دینی مدارس کو ڈی سی کے حوالے کر دیں، تو آپ اجازت دے دو۔ اور اگر نہیں چاہتے، اور چاہتے ہو کہ یہ دینی ادارے آپ کی تحویل میں رہیں، اور تعلیم جاری رہے، تو پھر ان دینی اداروں کا انتظام کرو، اور وہ انتظام یہ ہے کہ ان کے خرچ کا انتظام کرو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



خطاب بر موضوع لیلۃ القدر

۲۶، رمضان المبارک بروز جمعۃ الوداع ۱۴۰۴ھ بمطابق ۸، جولائی ۱۹۸۴ء بمقام جامع مسجد حنفیہ راولپنڈی

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَا هِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَا هِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد۔ أَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَا هِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَا هِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد۔ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

{ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَمَآ اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ تَنَزَّلُ الْمَلَا ئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ }

صدق اللّٰہ العظیم۔

تمام حضرات درود شریف پڑھیں:

اللہ ربّ العزت فرماتا ہے ہم نے اس قرآن کریم کو اتارا لیلۃ القدر میں محمد الرّسول اللہ پر۔عربی زبان میں قدر کے معنیٰ ہیں عظمت، عزت، اور ہمارے محاورے میں کہتے ہیں ناں، کہ فلاں آدمی فلاں کی قدر کرتا ہے تو اس کے یہی معنیٰ ہوتے ہیں کہ عظمت اور عزت کرتا ہے۔اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلانے کی قدر نہیں کرتا تو یہ تب ہی کہا جاتا ہے جب وہ اس کی عزت نہیں کرتا۔ یہ لفظ عربی کا ہے بولا جاتا ہے ساری زبانوں میں۔تو عربی میں اس کا معنیٰ ہے کہ ہم نے اس قرآن کو اتارا عظمت کی رات میں بڑائی کی رات میں، بزرگی کی رات میں، برکت کی رات میں۔

صفوں کے اندر نابالغ بچے کھڑے کرنے پر تنبیہ

صفوں کے اندر نابالغ بچے لا کر بیٹھا دئے آپ کو کیا ہوگیا ہے اللہ کے بندو؟ میری تو اب نظر پڑی ہے، پورے بتیس سال میرے اس مسجد میں ہو گئے اور ہمیشہ آپ سے یہ کہتا ہوں کہ نابالغ بچے کی نماز نفل ہے، اور آپ پر فرض ہے، تو نفل اور فرض دونوں شریک نہیں ہوسکتیں۔جس بچے کی مونچھیں نہیں آئیں، بغل میں بال نہیں آئے، ناف کے نیچے بال نہیں آئے، احتلام نہیں ہوتا، وہ تو نابالغ ہے، اس پہ نہ نماز فرض ہے، نہ روزہ فرض ہے، اور رسول اللہ کی تاکید ہے کہ پہلے (الرِّجاَل) بالغ

مرد صفیں بنائیں، 'ثُمَّ الصِّبْیَان''، پھر بچوں کی صفیں بنائیں، 'ثُمَّ الْخُنْثَاء' نابالغ بچوں کے بعد خنثٰی، ہیجڑے'' ثُمَّ النِّسَآء'' پھر اس کے بعد عورتیں۔تو ہمیشہ آپ سے کہتا رہتا ہوں کہ اللہ کے دین کو نبی کے مرضی کے مطابق کروتو ثواب ملے گا،اللہ کے دین کو اپنی مرضی سے کرو گے تو ثواب تو نہیں ملتا الٹا چالان کر دئے جاؤ گے،اور فرشتوں کی طرف سے وہاں مارشل لاء ہے یاد رکھو،وہاں نہ سفارش چلتی ہے،نہ رشوت چلتی ہے،یاد رکھو! مسائل ٹھیک سے یاد کیا کرو ہو کیا گیا ہے،میری تو لڑائی ہمیشہ سے یہی رہتی ہے کہ آپ دین کو اپنے تابع کرتے ہیں جو آپ کی مرضی میں آئے وہ دین ہے۔

نہیں قطعاً نہیں ہوسکتا،آپ کروڑ حاجی،مولوی،نمازی دولت مند ہو جائیں،ہماری بات نہیں ہے شریعت کی بات چلتی ہے،اور جمعۃ الوداع میں پھر سن لو جو نئے نمازی آئے ہو نا رمضانی،کہ صفوں میں نابالغ بچہ کھڑا ہو تو گناہ گار بالغ ہوتے ہیں،نابالغ نہیں گناہ گار ہوتے،بالغ گناہ گار ہوتے ہیں جن پر فرض ہے،کہ انہوں نے شریعت کے مسئلے پر کیوں نہیں عمل کیا،سمجھ شریف میں آگئی بات؟ جی،تو پھر عمل بھی تو کرو نا۔ یا عمل کے لئے کہیں اور جائیں گے؟ اس مسجد میں بدعت کی بات جب تک میں زندہ ہوں نہیں ہونے دوں گا،یہ یاد رکھو۔اتباع سنت کا سب کو کہتا ہوں۔نماز سب سے پہلا مسئلہ ہے،نماز ہی سنت کے مطابق نہیں ہوئی تو ہوا کیا؟ اور پھر سال کے بعد نماز پڑھنے کے لئے آئے ہو تو اپنی نمازوں کو کیوں ضائع کرا رہے ہو؟ بالغوں کو لے کر آیا کرو جو نہیں آرہے،یہ نابالغ بچارے ان پر نمازیں نہیں فرض۔درود شریف پڑھ لو۔

نزول قرآن

تو فرمایا اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے عظمت کی رات میں،دوسرا ترجمہ بزرگی کی رات میں،تیسرا ترجمہ بڑائی کی رات میں،چوتھا ترجمہ: عزت والی رات میں،اس قرآن کو اللہ فرماتا ہے ہم نے اتارا ہے۔لوح محفوظ سے کس پر اتارا؟ محمد الرسول اللہ ﷺ پر،حضرت عبداللہ کے صاحبزادے،خدیجۃ الکبریٰ کے شوہر،زینب،رقیہ،ام کلثوم اور فاطمہ کے ابا پر،{اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ} ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے۔سنی عقیدہ رکھنے والے اہل سنت والجماعت،رسول اللہ کی چار بیٹیاں ہیں،تین کا انکار شیعہ کرتا ہے،اور سنی ہوتے ہوئے جو چار کا اقرار نہیں کرے گا،عقیدے میں وہ بھی شیعوں کے ساتھ شمار ہوگا۔عقیدے صحیح رکھا کرو،رسول اللہ کی چار بیٹیاں ہیں۔عمر میں سب سے چھوٹی فاطمۃ الزہراءؓ ہیں،حضرت علیؓ کے نکاح میں۔

تو اللہ فرماتے ہیں اس قرآن کو ہم نے عظمت والی رات میں اتارا ہے،برکت والی رات میں اتارا ہے،قدر والی رات میں اتارا ہے۔رُتبے والی رات میں اتارا ہے۔کہاں سے اُتارا ہے؟ لوح محفوظ سے اتارا ہے۔اور اتارا ہے محمد الرسول اللہ ﷺ پر سارا قرآن ایک رات میں،یہ تو ایک نزول ہوا۔

اور دوسرا نزول اس قرآن کا آسمان دنیا سے نبیٔ کریم پے وہ تیئس (۲۳) سال میں ہوا ہے، ایک رات میں نہیں ہوا۔ وہ روزانہ کا سبق ملتا تھا کہ آج یہ کام کرو اور یہ مت کرو۔ یہ تیس سپارے جس کا آپ کو پتہ نہیں ہے۔معاف کرنا، کڑوی ہے بات لیکن کہہ دوں گا،جس طرح اس امت کو اپنی اولاد کو سکھانے کا کوئی شوق نہیں۔لفظی بھی قرآن کو پڑھاتے نہیں ،اگر پڑھاتے بھی ہوتو جس طرح معاملہ ہے آپ کا قرآن کے ساتھ، ہم تو جانتے ہیں۔ یہ دین جو آج دنیا میں رسوا ہوا ہے، یہ اسلام جو آج دنیا میں کمزور ہے، یہ اسلام جس کی آج دنیا میں بے قدری ہےتو یہ مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں سے ہے۔اس قرآن کے ماننے والوں کے اپنے طرزِ عمل اور ان کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے آج یہ دین اس حالت میں پہنچا ہے۔تمہاری اطلاع کے لئے ،ہمارے اخلاق وہ اس قرآن والے نہیں ہیں ، ہماری عادتیں وہ اس قرآن والی نہیں ہیں۔ ہمارے معاملات زندگی کے وہ اس قرآن کے معیار پر پورے نہیں اترتے ، یہ ہم جتنے بیٹھے ہوئے ہیں نمازی اور اب جو اور آئیں گے،ایک فیصدی بھی اگر ہم سب کو اس پر پرکھا جائے تو سب سے پہلے میں ہوں۔ میرے معاملات اور میرے گھریلو، اور میرے واقعات اس سے سو فیصدی پورے پورے صحیح نہیں بیٹھتے۔اور اس کے بعد میرے یہ دوسرے ساتھی۔ہم اپنی اپنی خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں کہ میں بڑا نیک ہوں۔درود شریف پڑھو۔

تو عزیزو! یہ قرآن پاک اللہ نے لوح محفوظ سے اتارا محمد الرسول اللہ ﷺ پر ایک ہی رات میں سب کا سب۔اور آسمان دنیا سے یہ قرآن رسول اللہ پر اترتا رہا تیئس (۲۳) سال میں ۔آسمان دنیا سے زمین پر اترا اس طرح کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے (آج کی اصطلاح میں جو لوگ بھرتی ہوتے تھے) ان کی ٹریننگ اور ان کے ڈسپلن ، اور ان کی زندگی گزارنے کے لئے روزانہ کا سلیبس (Syllabus) رسول اللہ کو دیا جاتا تھا،(تمہاری کرزن کی زبان میں جملہ کہا تاکہ جلدی سمجھو) ۔اس لئے تیئس سال میں اتارا۔لیکن اس تیئس سال میں اُتارنے سے تمہارے لئے یہ جواز نہیں ہے کہ تم حکمران بنو کسی ملک میں تو تم اس پے عمل کرنا چھوڑ دو کہ چونکہ حضور علیہ السلام پر تیئس سال میں قرآن اترا ہے،لہٰذا ہم بھی تیئس سال کے بعد بسم اللہ کریں گے،اور تیئس سال تک جھوٹ ہی بولتے رہیں گے۔حکمران بھی جھوٹ بولتا ہے،افسر بھی جھوٹ بولتا ہے،ایس پی بھی جھوٹ بولتا ہے،لیڈر بھی جھوٹ بولتے ہیں،حاجی نمازی ،عمرے کر کے مسجد نبوی میں قسمیں کھا کے پھر بھی جھوٹ بولتے ہیں۔تم ہی سوچو اسلام کے ساتھ ہم کیا تیا پانچہ کر رہے ہیں؟

حدیث شریف لے جاؤ ساتھ۔ درود شریف پڑھو تاکہ رسول اللہ کی بات سناؤں۔حضور ﷺ نے فرمایا:

{ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَتَ لَهٗ }

لَا اِیْمَانَ :نہیں ہے ایمان ہر اس شخص میں، لَّا اَمَانَتَ لَهٗ :جس میں امانت کی عادت نہیں ہے ۔امانت کی خصلت نہیں

ہے،امانت کی فطرت نہیں ہے ، پیسہ، ٹکہ ،مادی چیزیں،اور یا روحانی چیزیں،قول، اقرار ،بات مشورہ جو اس کے پاس امانت رکھو وہ اس میں خیانت کرے تو حضور نے فرمایا: امانت میں جو خیانت کرتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کی ”لَا اِیْمَانَ“ اس میں ایمان نہیں ہے۔اللہ بچائے ۔ کہہ دو آمین۔اور آگے حضور نے فرمایا:

{ وَلَادِیْنَ لِمَنْ لَّا عَہِدَ لَہٗ}

اور دین مکمل اُس شخص کا نہیں ہے” لِمَنْ لَّاعَہِدَلَہ “ جو اپنے عہد کا پابند نہیں ہے۔اپنے عہد اور اقرار کا پابند نہیں ہے تو حضور نے فرمایا:” وَلَادِیْنَ “ اس آدمی کا دین نہیں ہے ۔نبی کا ایک جملہ ہے دیکھ لو ساری کائنات کو لپیٹ میں لے رہا ہے۔چھوٹے بھی، بڑے بھی،غریب بھی ، امیر بھی ، نیک بھی، بدبھی،کسی کی کوئی تمیز نہیں ہے نفس جملہ کارفرما ہے کہ جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا دین پورا نہیں ہے۔اسلام یہ سکھاتا ہے۔تو فرمایا قرآن کو ہم نے اتارا،قدر کی رات میں،عظمت کی رات میں ، رتبے کی رات میں ،عزت کی رات میں۔ { وَمَآ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ} جانتے ہو کہ عظمت کی رات کیا ہے؟ {لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ } فرمایا ہزار مہینوں کی عبادت سے اس رات کا ثواب زیادہ ہے ۔ہزار مہینوں کے انوار اور برکات سے اس رات میں جو سمیٹ لے قسمت والا اس سے زیادہ ہے،ہزار مہینوں کی راتوں میں جتنی دعائیں مانگی جائیں اس رات کی دعاء زیادہ اثرات رکھتی ہے۔آگے فرمایا:{تَنَزَّلُ الْمَلَآئِكَةُ } نزول کرتے ہیں، اترتے ہیں، آتے ہیں{أَلْمَلَآئِكَةُ} سب فرشتے {وَالرُّوْحُ} اور جبرائیل امین بھی اس رات کے اندر، {بِاِذْنِ رَبِّهِمْ} رب کے حکم سے آتے ہیں، {مِنْ كُلِّ أَمْرٍ } ہر قسم کی بات اللہ کی طرف سے لے کر آتے ہیں ، اور{ سَلَامٌ} سلامتی رہتی ہے۔{ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ}طلوع فجر تک۔

اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں

اب حدیث شریف سے ان آیات کو سمجھیں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ساری رات یہ فرشتے اس دنیا میں گھوم رہے ہوتے ہیں،اور جب یہ اترتے ہیں تو بیت اللہ کے آس پاس اترتے ہیں ، پھر جبرائیل امین ان کی ڈیوٹیاں لگاتے ہیں کہ پھیل جاؤ ، ان خشکیوں میں ، اور تریوں میں ، آبادیوں میں اور جنگلوں میں جہاں کہیں کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی بندگی میں لگا ہوا ہے فرشتو! تم اس کے ساتھ بیٹھ جاؤ، اور جب وہ دعاء مانگے گا تو تم اس کے لئے سفارشی دعا کرو کہ اے اللہ! اس کی دعاء قبول فرما۔یہ فرشتوں کا عمل ہوتا ہے ۔فرشتوں کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے حضرت جبرائیل امین کی طرف سے ساری کائنات میں ۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس رات اعلان کیا جاتا ہے {هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ} ہے کوئی روزی طلب کرنے والا۔اللہ فرماتے ہیں کہ جو مجھ سے مانگے تا کہ میں اس کو رزق دے دوں۔{هَلْ مِنْ مُّسْتَشْفٍ؟} ہے کوئی شفا اور تندرستی مانگنے والا جو مجھ سے شفاء اور تندرستی مانگے اور میں اس کو تندرستی دے دوں۔اس طرح آواز لگتی رہتی ہے، بلاوا ہوتا رہتا، نداء لگتی رہتی ہے۔اور جب رات ختم ہوتی ہے تو جس نے جو مانگا ہوتا ہے جو جائز ہوتا ہے دیا جاتا ہے۔

تین آدمیوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں

لیکن حضور نے فرمایا تین آدمیوں کی دعائیں اس رات میں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ایک شراب پینے والا، نشے میں رہنے والا، ایسے بھی تو ہیں ناں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور ساتھ شراب بھی پیتے ہیں، تو حضور نے فرمایا: ایک تو شراب پینے والا اس کی دعاء قبول نہیں ہوگی۔اور دوسرا جس نے ان بندوں کے حقوق مارے ہوں اس کائنات میں چرندوں کے پرندوں کے، درندوں کے، حیوانوں کے یا انسانوں کے جانی، مالی، زبانی حقوق مارے ہوں۔غیبت کی، چغلی کی، جھوٹ بولا، بہتان لگایا، الزام لگایا، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا، مادی چیزوں میں سے کچھ چھین لیا، لے لیا، جھوٹ سے لیا، زور سے لیا، فریب سے لیا، دھوکے سے لیا، جھوٹی قسم کھا کے لیا، جھوٹا مسئلہ بتا کے لیا، ثواب پہنچانے کا ٹھیکہ لے کے لیا جیسے پیشہ ور لوگ کرتے ہیں بدعات۔یہ سب کے سب حقوق العباد کے مجرم بن کر کے قیامت کے دن اٹھیں گے اللہ کے سامنے اللہ پاک بچائے۔حقوق العباد اتنی بڑی خراب چیز ہے، ہمیشہ کہتا رہتا ہوں خیال رکھو، اللہ پاک مجھے اور آپ کو ہر مسلمان کو توفیق دے کہ اس دنیا میں حقوق العباد کی معافی مانگ لیں۔اور پھر خاص کر کے لین دین کے مسئلہ میں، سمجھے؟۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ

عمر بن عبدالعزیز کا نام سنا ہوگا، رضی اللہ عنہ۔جب خلیفہ ہوئے تو اعلان کر دیا لوگو! جس کا کوئی حق رہتا ہے خلیفہ کے ذمّہ، بادشاہ کے ذمہ مجھ سے پہلے والوں کا تو لے لو، میں خزانے میں سے ادا کرتا ہوں۔شرعی طور پر لوگ گواہیاں دے دے کر اپنا اپنا حق وصول کرنے لگ گئے تو خاندان والے اکھٹے ہوئے، اور شاہی خاندان والوں نے انہیں سمجھایا، باپ کو بلایا اور کہا کہ اس کو سمجھاؤ اس طرح تو سارا خزانہ ختم ہو جائے گا۔تو باپ نے سمجھایا کہ "يَا بُنَيَّ لَا تَفْعَل" پترا ایج نہ کر۔اس طرح تو سارا خزانہ ختم ہو جائے گا۔خوف خدا جس کو تقویٰ کہتے ہیں۔دوسرے سپارے میں آیت گزری ہے ناں:

{كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ}

تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلی امتوں پر فرض تھے، روزوں کی فرضیت کی غرض و غایت اور مقصد کیا ہے؟

{لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ} تا کہ تم میں تقویٰ آجائے، نیکی کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ اور یہ وہ جذبہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

تو عمر بن عبدالعزیز کا تقویٰ کا جذبہ بولا، اور اس نے باپ کو جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، لکڑیوں کی آگ چولھے میں جل رہی تھی، ان جلتی ہوئی لکڑیوں میں سے ایک لکڑی اٹھا کر اپنے ابّا جی کے ہاتھ کے ساتھ لگائی، ذرا سا ٹچ کر دی، ایک دم انگلی منہ میں ڈال دی اور جھنجلا کے بولے 'یَابُنَیَّ مَاذَا تَفْعَل' بیٹا یہ کیا کر رہے ہو؟ مسکرا کر بولے: ابا جی کیا ہوا جل گئے؟ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا ابّا جی۔ دنیا کی یہ آگ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ساری دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کی ایک فیصدی ہے۔ ساری دنیا کی آگ جس سے فیکٹریاں چلتی ہیں کارخانے چلتے ہیں، کھانے پکتے ہیں، اور پتھروں کو پکاتے ہیں اور اس کا چونہ بناتے ہیں، دنیا کی یہ ساری آگ دوزخ کی آگ کے مقابلے میں ایک فیصدی ہے۔ وہ ننانوے (۹۹) فیصد زیادہ ہے اس سے تپش میں۔

تو باپ سے کہا، ابّا جی، آپ اس دنیا کی آگ کے صرف چھو جانے سے اتنے پریشان ہو رہے ہو، تلملا رہے ہو، تو دوزخ کی آگ تو اس سے ۹۹، فیصد زیادہ ہوگی تو آپ مجھے اس دوزخ کی آگ کے لئے تیار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کے حقوق واپس نہ کرو، تو کیا میں آپ کا کہا مان لوں اور اس دوزخ کی آگ کو لے لوں؟ اور خلق خدا کو ان کے حقوق نہ دوں؟ نوجوانو، سن رہے ہو کہ نہیں۔ جس کے ذمّہ جس کا حق ہے اپنی زندگی میں ادا کر دو، معافی مانگ لو۔ کل قیامت کے دن کی ندامت اور شرمندگی بہت بری چیز ہے، آج ہی اپنا حساب کتاب رسول اللہ کے سامنے ٹھیک کر لو، ورنہ کل قیامت کو بدلہ بڑا مشکل ہوگا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر جیسی رات میں بھی تین آدمیوں کی بخشش اور دعاء نہیں قبول ہوتی، ایک شراب پینے والا، ایک اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا جس کے عقیدے میں شرک ہو، ہمارے اسلاف اور اکابر جو کہتے ہیں ناں کہ اللہ کے سوا سے مت مانگو وہ اس شرک کی وجہ سے روکتے ہیں کہ اللہ کے ماسوا سے مانگنا شرک ہے۔ اور تیسرا جو میں نے آپ کو بتا دیا کہ جو حقوق العباد کو ضائع کرتا ہے، اور جس کے دل میں حسد بھرا ہوا ہوتا ہے، چاہے وہ غیبت کرتا ہو یا چغلیاں۔

نوجوانو وہ واقعہ سنا ہے کہ نہیں سنا، خشک سالی ہو گئی تھی، بارش نہیں ہو رہی تھی موسیٰ علیہ السلام سارے مسلمانوں کو لے کر باہر گئے دعاء منگوانے کے لئے نماز استسقاء، جب دعاء مانگی کہ اے اللہ! بارش برسا، اے اللہ! بارش برسا، تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آیا کہ اے موسیٰ تمہاری دعاء قبول نہیں ہو رہی اس لئے کہ تمہارے مجمع میں ایک آدمی ایسا ہے جس کے اندر عیب ہے چغلیاں کرنے کا۔ دو آدمیوں کو آپس میں لڑانے کا، یہ ہے حقوق العباد کو ضائع کرنا۔ تو موسیٰ علیہ

السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ اے اللہ وہ آدمی مجھے بتا دیجئے تا کہ میں اسے صفوں سے نکال کر کے باہر کھڑا کردوں تا کہ باقیوں کی دعاء قبول ہو جائے، جواب سن لو، اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! جس بندے کی چغلیوں کی نحوست کی وجہ سے بارش نہیں برس رہی اور میں نہیں برسا رہا تو کیا میں اس بندے کا نام لے کر تجھے بتا دوں اور میں خود اسی کی چغلی کردوں؟

خدا پردہ پوش ہے، عربی میں ستار ہے، پردے رکھتا ہے، اور یہ رسول اللہ کی نبوت کا فیضان ہے، یہ محمد الرسول اللہ کی نبوت کا فیضان ہے۔ محمد الرسول اللہ کی نبوت سے پہلے رات کو جو بھی گناہ کرتے صبح یہاں بھی لکھا ہوتا تھا (اشارہ پیشانی کی طرف) اور دروازے کے باہر نام بھی لکھا ہوتا تھا اور گناہ بھی کہ رات کو یار نے یہ کیا ہے۔ جو جھوٹ بولا ہے، زنا کیا ہے، چوری کی ہے، قتل کیا ہے، اغوا کیا ہے، کم تولا ہے، ملاوٹ کی ہے، جو بھی گناہ کرتا تھا وہ گناہ یہاں پیشانی پہ بھی لکھا ہوتا تھا اور دروازے پہ بھی۔ پڑھو ناں، درود رسول اللہ پہ، یہ رسول اللہ کی نبوت کا فیضان ہے کہ اللہ پاک نے اس امت کی پردہ پوشی فرمادی، کہ پیشانی پہ بھی اور دروازوں پر بھی نہیں لکھا جاتا کہ اس فلانے نے یہ گناہ کیا ہے۔ ورنہ چھوٹے بڑے سارے صبح ننگے ہوتے اور ہر ایک دوسرے کو کہتا: ہاں ہاں اَج تے اے کر کے آیاں ہیں۔ خدا کتنا بڑا مہربان ہے، خدا کتنا بڑا مہربان ہے، پھر بھی اللہ کا احسان نہیں مانتے ہو؟

دوسری حدیث میں آتا ہے خدا کی مہربانی پے۔ حدیث میں آتا ہے حضور فرماتے ہیں کہ بندہ جب دعاء مانگتا ہے اور کسی وجہ سے دعاء قبول نہیں ہوتی، اور وہ ناامید نہیں ہوتا، پھر بھی مانگتا ہے، پھر بھی مانگتا ہے۔ تو حدیث قدسی میں آتا ہے، حضور نے فرمایا: اللہ فرماتے ہیں: کہ جب تین دفعہ کام نہ ہونے کے باوجود میرا بندہ مجھ سے ناامید نہیں ہوتا۔ تو میری غیرت جوش میں آجاتی ہے اور اس کو محروم چھوڑنے میں مجھے شرم آتی ہے، اب میں پھر اس کی دعاء قبول کر ہی لیتا ہوں، اللہ ایسا رحمٰن و رحیم ہے۔ سعدی کہتا ہے۔

کرم بیں ولطفِ خداوندگار　　　　گناہ بندہ کردواوشرمسار

خدا تعالیٰ کی مہربانی اور اس کا کرم اور رحم دیکھ کہ گناہ بندہ نے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے شرم کرتا ہے۔ گناہ کرنے کے بعد جب وہ اس سے دعاء مانگتا ہے تو اسے شرم آجاتی ہے اور وہ اُسے معاف کردیتا ہے۔ اور فرماتا ہے:

{ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ }

میرے رسول بتادے میرے بندوں کو کہ میں ہی ہوں بخشنے والا بھی اور معاف کرنے والا بھی۔

عزیزو! ان آیات اور ان احادیث کے مطابق یہ مانگنے کا وقت ہے یہ آخری عشرہ اور آخری راتیں اور دن جا رہے

ہیں ۔یہ مانگنے کا وقت ہے اور بخشوانے کا وقت ہے، سیزن نکلتا جا رہا ہے۔لوٹ لو رحمت جتنی لوٹ سکتے ہو۔زندگی کے سارے گناہوں سے توبہ تائب ہو جاؤ۔جس سے جانی مالی زبانی اپنے والدین کے حق میں کوتاہیاں ہوئیں ہیں غفلت کی وجہ سے اور وہ دنیا سے جا چکے ہیں،تو بخشوا لو اپنی غلطیاں اپنے ماں باپ سے اب بھی۔

صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ماں باپ کا حق ادا نہ ہوا مر گئے تو پھر وہ کیسے راضی ہوں گے؟حضور نے فرمایا: ہاں ہاں، اللہ کے دین میں یہ رحمت کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ پہلے تو جو زندہ ہیں اپنے ماں باپ کو ایسے راضی رکھیں کہ ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوں ۔نوجوانو! اللہ کی بندگی کے بعد حق ماں باپ کا ہے۔یاد رکھو! صحابہ نے جب وہ مسئلہ پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا وہ بھی ہے ۔مرے ہوئے والدین کے لئے ہمیشہ دعاء مغفرت کرتا رہے ۔اور خود جو بھی نفلی عبادت کرو، ارادہ یہ کرو کہ ثواب میرے ماں باپ کو پہنچے۔

نفلی عبادت غیر محدود ہے

نفلی عبادت غیر محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں ،ابھی ایک آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ جی میری سائیکل سپاہی نے چھین لی ہے اور وہ دیتا نہیں کہتا ہے دس روپے دو، تب دوں گا آپ نے گھڑی دیکھی کہ ابھی تو نماز میں بیس منٹ ہیں اس غریب مظلوم کی مدد کر دوں ، دوسرا آپ کا ساتھی یہاں پہ بیس رکعات نماز پڑھ رہا ہے۔آپ نے وہ بیس منٹ لگا کر اس مظلوم کی نصرت کی اور اس کی سائیکل چھوڑ وا کر لے آئے ،قیامت کے دن جب آپ کا یہ ثواب اکاونٹ ہوگا تو بیس رکعت والے سے آپ کا ثواب زیادہ ہوگا۔

آپ کے علم میں ہے کہ فلاں آدمی سفید پوش تھا، وہ فوت ہو گیا ہے، اور وہ قرض دار تھا، اب اس کے بچے اور بچیوں کے اخراجات کے لئے پیسے نہیں ہیں ،فلہٰذا: آپ نے اپنے دوستوں کو کہہ کر اس سفید پوش آدمی کے گھر میں اس کی بیوہ اور بچوں کو راشن پہنچا دیا چپکے سے۔اور دوسرے آدمی نے کھڑے ہو کر ڈھنڈورہ پٹوا کر ،ڈی سی کے ہاتھوں دس ہزار روپے زکوٰۃ کے اس کے بچوں کو دلوائے ،تو قیامت کے دن آپ کا ثواب ان دس ہزار دلوانے والوں سے سو گنا زیادہ ہوگا۔سمجھے کہ نہیں ، ہر وہ کام جس میں ثواب کی امید ہو وہ نفل عبادت ہے ،جانی، مالی، زبانی۔تو حضور نے فرمایا کہ نفل عبادات کرنے کے وقت ثواب کا ارادہ کرے کہ میری اس عبادت کا ثواب میری امّی اور میرے ابّو کو پہنچے۔

جن کے فوت ہو گئے ہیں خدا مغفرت فرمائے۔کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، بمعہ میری والدہ ماجدہ مرحومہ کے۔اور ماں باپ کا حق یوں بھی ادا ہوتا ہے کہ ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔تو عالم ارواح میں اللہ پاک مرے ہوئے ماں باپ کو اس زندہ اولاد سے راضی کرا دے گا،اتنی بڑی سعادت ہے اس دین کے اندر۔

تو فرمایا: {مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ} یہ لیلۃ القدر کی عظمت کی رات غروب آفتاب سے {هِيَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ} یہ صبح صادق جو پَو پھٹا کرتی ہے،اس وقت تک کے لئے یہ رات اس طرح چلتی رہتی ہے،اور اس میں فرشتوں کا آنا جانا،اور سارا سلسلہ شامل رہتا ہے۔

لہٰذا! نوجوانو! جو وقت گزر گیا ہے اس پر افسوس کرو، اور جو وقت بچا ہوا ہے اس میں روزہ بھی رکھو، جس نے نہیں رکھا۔اور اس میں فرض نمازوں کے ساتھ تراویح اور اس میں قرآن سننے کا انتظام بھی کرو اور اپنا معاملہ اللہ کے سامنے پیش کر کے اللہ سے بخشواؤ۔ حدیث میں آتا ہے حضور نے ارشاد فرمایا: اس جمعہ کی نماز کے بعد غروب آفتاب سے پہلے ایک تھوڑا سا وقت ایسا آتا ہے کہ اس میں جو دعاء مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے رد نہیں ہوتی جمعہ کے دن ،لیکن وہ وقت معین نہیں ہے کہ کونسا ہے اسی لئے پرانے زمانے میں جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو زیادہ عبادت کرنے والے لوگ جمعہ کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کسی نہ کسی عبادت ہی میں لگے رہتے تھے۔ یا تسبیح پڑھتے ، نماز پڑھتے ، وعظ سنتے ، درس سنتے ،تلاوت کرتے ، یا جناب من وہ نوافل میں مشغول ہوتے تاکہ وہ جو تھوڑا سا وقت ہے وہ بھی لپیٹ میں آ ہی جائے۔

صدقۃ الفطر کی ادائیگی

نبی کریم ﷺ سے صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول {مَا هٰذِهِ الصَّدَقَةُ الۡفِطۡرِ} یہ فطرانہ جو دیتے ہیں یہ ہے کہ کیا چیز؟ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے سے فرمایا: {طَهَارَةٌ لِصَوۡمِكُمۡ وَطُعۡمَةٌ لِلۡمَسَاكِيۡنِ} یہ تمہارے روزوں کو پاک کرتا ہے، جو نادانستہ روزوں میں تم میں سے کوئی گناہ کر بیٹھے۔جیسے نماز میں غلطی ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے وہ نماز ٹھیک ہو جاتی ہے ۔ایسے ہی روزوں کی عبادت میں غلطی ہو جائے تو حضور نے فرمایا: یہ فطرانہ تمہارے روزوں کی صفائی ہے پاکیزگی ہے۔ یہ فطرانہ فرض اس پر ہوتا جو عید کے دن صبح صادق ، پو پھٹنے کے وقت جو آدمی زندہ موجود ہوگا گھر میں تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے ۔فیملی کا جو ہیڈ ہے انتظامی امور میں یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ فطرانہ ادا کرے ، بیٹے ہوں ، بیٹیاں ہوں، بہو ہوں، پوتے ،نواسے، جو اس گھر میں رہتے ہیں ، چولھا جدا نہیں ہے ، کھانا جدا نہیں ہے ،نظام جدا نہیں ہے تو پھر سب کی ذمہ داری فیملی ہیڈ اور سربراہ پر ہوتی ہے۔

اور اگر بیٹا باپ سے جدا ہو گیا ، کماتا بھی جدا ہے، پکاتا بھی جدا ہے ، کھاتا بھی جدا ہے،تو پھر وہ اپنے فطرانے کا خود ذمہ دار ہے ۔ بیٹی بیاہ کے دے دی ہے تو وہ اپنے فطرانے کی ادئیگی کی خود ذمہ دار ہے۔ اگر سارے رمضان میں آدمی زندہ تھا، ادھر فجر کی اذانیں ابھی شروع نہیں ہوئیں عید کے دن کہ آدمی کا سانس نکل گیا تو قانون قانون ہے تیری میری مرضی نہیں

چل سکتی محمد الرسول اللہ فرماتے ہیں اب اس مرنے والے کا فطرانہ معاف ہے۔عید کے دن فطرانہ دینا سنت مؤکدہ ہے اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو یہ واجب ہے ادا کرنا ہی پڑتا ہے جب یاد آئے ادا کرتا رہے۔یہ مالی عبادت ہے۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود معمول یہ تھا کہ نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کر کے جاتے تھے۔اور اگر عید کے دن سے بھی پہلے دیا جائے تب بھی ٹھیک ہے۔

حضور علیہ السلام کے زمانے میں کشمش، گندم اور چھوارے ناپ کے اعتبار سے آدھا پیمانہ دینا پڑتا تھا، اور اگر جو دینے پڑتے تو پھر پورا پیمانہ منڈ کے دینا پڑتا تھا۔اب چونکہ شہروں میں یہ چیز نہیں ہے لہٰذا علماء پر خدا اپنی رحمتیں نازل کرے،علمائے نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے پیمانوں کا تولوں کے حساب سے تولے نکالے اور پھر ان تولوں کے حساب سے گندم کا حساب لگا کر کے میرے اور آپ کے لئے مسئلہ آسان کر دیا، پونے دو سیر آٹا، یا اس کی قیمت ، فقہ کی کتابوں میں لکھتے ہیں محتاج کو جس چیز سے فائدہ پہنچے اس طرح ادا کرے، اگر اسے کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ لے کر دے دو، اگر نقدی کی ضرورت ہے تو نقدی دے دو،اور بہتر ہے کہ نقدی دے دو، تاکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اسے خرچ کر سکے۔شریعت ہمیشہ ضرورت مند کی ضرورت کو دیکھتی ہے۔

اور نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا صدقہ پاکیزہ لوگ کھائیں تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔بہ نسبت ناپاکوں کے، بے نمازوں کے،اس لئے مسلمان یہ جو سفید ریش بیٹھے ہیں ناں، ان کے زمانے سے اور ان سے پہلے چودہ سوسال سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ اپنے صدقات کو دینی تعلیم دلانے میں خرچ کرتے ہیں تاکہ صدقۂ جاریہ رہے۔وہ بھی ایک دن تھا کہ ہم بھی صدقۂ فطر کے پیسے لے کر اپنے لئے سولہ گز کھدڑ خریدا کرتے تھے ایک روپیہ کا مدرسہ امداد الاسلام دہلی میں۔

اب جن کے صدقۂ فطر سے وہ جو کھدڑ پہن کر پڑھا تھا اس وعظ کا سارا ثواب انہی کو تو جارہا ہے،صدقۂ جاریہ اسی کو تو کہتے ہیں۔یہ چھے ، سات ،آٹھ سو بچے اور بچیاں مختلف محلوں سے آکر جو پڑھتے ہیں ، اور یہ ڈیڑھ دوسو جو حافظ ہوتے رہتے ہیں، اور یہ قاری اور علماء جو دنیا میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں تو یہ زبان کا میرا حصہ اور جیب کا آپ کا حصہ رَل کر کے صدقۂ جاریۂ بنتا ہے۔یہ چیزیں کام آتی ہیں لہٰذا اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ کہ یہ وقت پہ ادا کیا جائے، پھر سن لو،ڈپو والے تین روپے ساٹھ پیسے(3.60)فی کس فطرانہ اور غیر ڈپو والے،ساڑھے چار روپے(4.30) کے حساب سے ادا کریں،زیادہ چلا جائے تو خفا مت ہوں وہ صدقہ لگ جائے گا کم نہیں ہونا چاہئے۔

شبینہ نہ کرانے کی وجوہات

اس کے ساتھ ساتھ ختم قرآن پاک اس سال انتیسویں شب کو قصداً رکھوایا ہے،اس لئے کہ نفلی عبادت جو کراتے

تھے ترغیب دینے کے لئے کہ لوگوں میں شوق پیدا ہو قرآن کے حفظ کرنے کا، پڑھنے کا، سننے کا، اب اس نفلی عبادت کو بعض نوجوان فرض بنانے پر اتر گئے، اور پھر یہاں پہ تین قسم کے آدمی ہوتے تھے، آٹھ دس وہ جو قرآن سنتے تھے، پچاس، ساٹھ وہ جو ہٹے، کٹے بھی ہیں اور مزے سے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور جوں ہی امام نے رکوع میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہا، پیچھے کھڑے ہو گئے، قران سنا بیٹھ کر گپّیں مارتے ہوئے تو ثواب کہاں ملا، رکوع میں جاتے ہوئے اب نیت کر لی، دوسرا طبقہ یہ تھا جو مذاق دین کا کر رہا تھا، تیسرا طبقہ وہ جو نہ سن رہا ہے نہ کچھ باہر ادھر اُدھر گھوم رہا ہے، اور بھنگ کا سوٹا لگ رہا ہے گلی میں، چرس کا لگ رہا ہے، اور اب تو ان دونوں کا خلاصہ ھیروئین بھی آ گئی ہے۔

محلے والو! نام نہیں لوں گا۔ پردے ہی رکھوں گا، لیکن تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔او سفید پوشو! او سفید پوشو! چھوٹے چھوٹے تمہارے بارہ بارہ سال کے بچے ان تھڑوں پر کثرت سے لگے ہوئے ہیں، ان بچوں کی فکر کرو۔ یہ عمومی بات کہہ رہا ہوں ہر ایک اپنے بچے کی نگرانی خود کرے، اور مستورات سے کہے کہ جالیوں سے دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ تجربے کا خلاصہ آج میں نے کہہ دیا۔

تو تیسرا طبقہ ان گلیوں میں گھوم رہا ہے اور بھیڑیوں کی کتوں کی بولیاں بول رہا ہے، اور چائے کے انتظار میں ہے کہ جب چائے کا ٹائم آئے تو دھڑ دھڑ آ گئے اور مسجد بھر گئی، چائے پی لی، چٹائیوں پر گرادی، مسجد میں غلاظت بھی پھیلا دی اور پھر اٹھ گئے، اور بعض بالغ لڑکے بھی چائے تقسیم کرنے کے بھانے سے مستورات میں بھی جا کر گھس گئے۔

تو نفل عبادت کو اس طرح کرنا کہ اس سے اتنی خرابیاں بھی پیدا ہوں اور دوسرے کا عقیدہ بھی بگڑے اس لئے میں نے کہا کہ اس دفعہ نہ رکھو، تا کہ نفل نفل ہی رہے، ساری نماز تراویح میں قرآن اوّل سے آخر تک بیس رکعتوں میں سنتے رہیں تو اس کو قیام اللیل بھی کہتے ہیں، اس کو شبینہ بھی کہتے اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی اللہ سب کو توفیق دے، ہمت کرو، تم تو جناب من: شروع میں کچھ راتیں آتے ہو اور پھر آخری رات میں درمیان میں غائب ہی ہو جاتے ہو، تمہارا تو اللہ میاں کے ساتھ بھی عجیب قصہ ہے، اللہ بھی کہتا ہے ٹھر جاؤ میں بھی یہودیوں کو اور عیسائیوں کو اور مرزائیوں کو اور ملحد اور دھریوں کو تمہارے پے ایسا مسلط کروں گا کہ وہ تمہیں پیچھے سے ٹھوکتے رہیں گے۔

مسلمانوں کی دنیا میں پٹنے کی وجہ

عربوں کا کسب کیا ہے خوشبو سونگھتے رہنا، اور چار چار، دس دس شادیاں کرتے رہنا، رکھتے وہ بھی چار ہی ہیں، قانون پورا کرتے ہیں، ایک کو طلاق دے دی، پیچھے تین رہ گئی تو ایک اور کر لی، اور بلڈنگیں بنانی اور ریال اکھٹا کرنا، یہی عربوں کا کسب ہے، دنبے ہیں: پانچ کروڑ دُنبے دولت کے اکھٹے ہوئے ہیں، اور ان کو پچاس لاکھ یہودی اسرائیل کے مار مار کے ذبح

کر رہے ہیں ۔اور اب تو تمہارے صدر نے بھی وہ بات کہہ دی جو ہم فقیر کہتے تھے۔۔او کہی پرسوں کہ نہیں کہی؟ کہ یہودی یہاں بھی حملہ کر رہے تھے، اسرائیل یہاں بھی حملہ کر رہا تھا۔ضیاء الحق صاحب حاجی، نمازی، عمرہ کرنے والے نے بھی اس بات کا اعتراف کرلیا ہے۔ پڑھا ہے کہ نہیں پڑھا؟ سنا ہے کہ نہیں؟ یہ ہے مسلمانوں کی گرتی اور دین کی بگڑی ہوئی حالت کا نتیجہ۔ کہاں اسرائیل کے پچاس لاکھ یہودی اور کہاں مشرق وسطیٰ کی ساری عرب ریاستیں،عراق کی تباہی اور اس کے بعد جناب من: اسلام آباد کے لئے تیاری۔نحوست اس کا نام ہے، اللہ کی طرف سے ذلت اس کا نام ہے،اللہ کی طرف سے عذاب اس کا نام ہے۔

محمد بن قاسم کا سندھ کو فتح کرنا

یہ عذاب اور نحوست اور ذلت اُس وقت ٹلے گی نوجوانو! جب تم محمد بن قاسم کے نقش قدم پر آجاؤ گے۔ ۱۷، سال کا نوجوان بغداد سے چل کر، سومنات کو توڑ کر، سندھ کو فتح کر کے ملتان میں آکر جھنڈا گاڑتا ہے، ۱۷، سال کا۔ سمجھے؟ بات کیا تھی ؟ تاجروں کا قافلہ آیا ہوا تھا بصرہ میں، مال بیچ کر واپس جا رہا تھا،ایک تاجر جو فوت ہوگیا تھا اس کی یتیم بچی کے سر سے راجہ داھر کے لٹیرے، کافر،غنڈوں نے دوپٹہ کھینچنے کی کوشش کی۔

پڑھونا ذرا تاریخ،تم تو کچھ بھی نہیں پڑھتے ہو، بغیر پڑھے،مفسر، بغیر پڑھے محدث، بغیر پڑھے مفتی،بغیر پڑھے عالم دین،اور ٹانگ اَڑاتے ہو ہر معاملے کے اندر،ہم نے تو کبھی تمہاری تجارت، ملازمت، کاروبار میں ٹانگ نہیں اڑائی،اپنی اپنی حد کے اندر رہنا چاہئے، دین دین ہے۔علم علم ہے۔

تو جب بچی کی زبان سے نکلا" یا حجاج ابن یوسف" ہائے حجاج ابن یوسف ،مصیبت کے وقت بچہ اپنے بڑوں کو بلاتا ہے،گلی میں لڑائی کے وقت آواز نہیں دیتے، امّی...... حالانکہ امی بچاری کو پتہ ہی نہیں ہوتا گھر میں ہوتی ہے۔ یہ فطرت ہے پکارنا پڑتا ہے،تو عدل و انصاف کا بادشاہ جب ملک پر ہوتا ہے اور عوام پر تکلیف آتی ہے تو بادشاہ کا نام لے کر ان کو پکارا کرتے ہیں۔تو جب قافلہ والوں سے سندھ کے حالات پوچھے گئے تو انہوں نے وہاں کے حالات بیان کرتے ہوئے جب اس واقعہ کا ذکر کیا کہ راجہ داھر کے غنڈوں نے بچی کا دوپٹہ کھینچا تھا اور اس بچی نے حجاج ابن یوسف کو آواز دی تھی اور اسے مدد کے لئے پکارا تھا۔

حجاج گورنر تھا عراق کا، اس نے اپنے خلیفہ اور بادشاہ عبدالملک سے اجازت مانگے بغیر مسلمان فوج کو آرڈر دے دیا اور ان پر حضرت عبدالرحمٰن کو سربراہ مقرر کر کے حکم دے دیا کہ کرو سندھ پر حملہ۔ یہ بنوں کے راستے سے آئے، جب وہ شہید ہوا تو محمد بن قاسم کو کمانڈر بنایا۔ ۱۷، سال کا بچہ۔اے نوجوانو! ذرا اپنے گریبان میں سوچو کہاں کھڑے ہو؟ جب علم وعمل صحابہ

والا تھا تو سترہ (۱۷) سال والے ہندوستان کو فتح کر کے تمہیں دے رہے تھے۔اور جب عقیدہ اور علم وعمل اُدھر سے بکھر کر کے شرک و بدعات کی طرف چلا گیا رواجات کی طرف،اور اپنی پسند کو دین بنا لیا،تو نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں پٹ رہے ہیں،اور اللہ کی رحمتیں آپ کا ساتھ نہیں دے رہیں۔

لفظ الوداع اسلام میں کوئی نہیں ہے عقیدے ٹھیک کرو،ہاں یہ ضرور ہے کہ جمعہ کی عظمت حضور نے بیان فرمائی ہے کہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔اور پھر جمعوں میں سے رمضان کے جمعے زیادہ افضل ہیں،اس لحاظ سے تو یہ مقدس دن ہے آج کا،لیکن لفظ الوداع یہ کوئی چیز نہیں ہے۔کتھے گئے سیو جی او جی رمضان الوداع کرنے گیاں ساں۔باز آجاؤ،

؎ پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات ، تو جھکا جو غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اقبال کہتا ہے۔ یہ دو چیزیں چھوڑنی پڑیں گی ایک پر آنا پڑے گا،ایک ہاتھ میں اسلام پکڑا ہوا ہے،اور ایک ہاتھ میں رواج بھی پکڑا ہوا ہے۔اس رواج کی مثال وہ پانی میں بیٹھنے والی بھینس کی ہے، وہ ایک آدمی ندی عبور کر رہا تھا بھینس کی دم پکڑ کر کے یہ بھینس ندی عبور کرے گی تو میں بھی اس کے ساتھ عبور کر لوں گا۔بھینس جب درمیان ندی کے پہنچی تو پانی کے اندر بیٹھ گئی۔جس نے دم پکڑی ہوئی تھی اس سے دم چھوٹ گئی اور گیا ڈوب گیا۔تو محاورہ بن گیا کہ پانی میں بیٹھنے والی بھینس کی دم مت پکڑو۔رواجوں کی دُم اے مؤحد مسلمان، تاجدار مدینہ کے امتی مسلمان،شرف وعزت وعظمت کے مالک مسلمان، رواجات کی دُم کو مت پکڑ۔یہ درس وتقریریں،یہ اجتماعات اور یہ وعظ اور یہ سارے مدرسے، اور یہ کتابیں صرف ایک مقصد کے لئے ہیں کہ ملت اسلامیہ کی صحیح راہنمائی کی جائے۔

حضرات گرامی: اس کے ساتھ ساتھ میں نے آپ کو حدیث سنائی کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ موسیٰ جس شخص کی چغلیاں مارنے کی نحوست کی وجہ سے تمہارے یہ بارش نہیں ہو رہی اور دعائیں میں قبول نہیں کر رہا،تمہیں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ میں وہ کام کیوں کروں؟ یہاں میں نے بات چھوڑی تھی ، رمضان کے ثواب کو گھٹانے کے لئے اور ان نمازوں اور قرآن کے ثواب کو کم کرنے کے لئے شیطان ہر ایک انسان کو تھوڑا تھوڑا وسوسہ ڈلوا کے،اور حقوق العباد ضائع کرواتا ہے،کسی سے چغلی،کسی سے غیبت،کسی سے تہمت تراشی،کسی سے الزام تراشی،اور کسی کو میں،میں۔ یہ میں کا جب سبق پڑھاتا ہے ناں شیطان کہ میں ہی ہوں ، مجھ جیسا تو کوئی ہے ہی نہیں۔اس میں کو چھوڑ دو، یہ تکبر انسان کو خراب کرتا ہے۔سعدی کہتا ہے: تکبر عزازیل را خوار کرد، بزندان لعنت گرفتار کرد

تکبر نے عزازیل کو خوار کر دیا، جانتے ہو عزازیل کون ہے؟ نہیں معلوم؟ عزازیل نام ہے اس کا جس کو تم شیطان

کہتے ہو۔عزازیل اس کا شخصی نام ہے، اور شیطان اس کی صفت ہے جس کا معنی ہے، بھکانا، شیطان کا معنٰی ہے شریر۔ بزندان لعنت گرفتار کرد اپنی بڑائی، اپنے علم کا جب خیال آیا تو اس نے خدا کے سامنے اپنی بڑائی جتائی، اور کہا:

{ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ، خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ }

اللہ میں تو اس آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے جس میں روشنی ہی روشنی ہے۔ اور اسے گارے سے پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس نے اپنی افضلیت کا تصور باندھا تو ربّ العالمین نے دھتکار کے نکال دیا، اور سعدی کہتا ہے: تکبر عزازیل را خوار کرد، تکبر نے عزازیل کو ذلیل کر دیا۔ بزندان لعنت گرفتار کرد۔ لعنت کے قید خانہ میں ہمیشہ کے لئے گرفتار کر دیا۔

لہٰذا! اپنے روزے اور اپنی نماز، اور اپنی داڑھی اور اپنے حج اور اپنی بھلائیوں اور اپنی خیرات اور نیک اعمال پہ مجھے اور آپ کو اینٹھنا اور تکبر نہیں کرنا چاہئے۔ اور خلق خدا کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہئے، اپنے سے گرا ہوا نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ رمضان کے مہینہ میں شیطان یہ بھی سُرنج لگایا کرتا ہے کہ میں فلاں سے بہتر ہوں، میں عمر میں بڑا ہوں، میری نیکیاں زیادہ ہیں، میں فلاں ہوں میں فلاں ہوں، ناں: اللہ کے ہاں رحمت سے کام چلے گا حساب و کتاب سے کام نہیں چلے گا۔ کہہ دو خدا ہمارے اوپر رحم فرمائے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کر دوں کہ جیسے کہ آج عالم اسلام آپس میں اتفاق و اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہو رہا ہے، اور ایک دوسرے کے اندر چھرا گھونپ رہے ہیں، دیکھ لو آپ کے سامنے ہے کیا ہو رہا ہے، فلسطین کے مہاجروں کے ساتھ اور ساری دنیا میں، تو اس سے عبرت حاصل کرو۔ آتے آتے گاؤں، شہر، قصبہ، پنڈ، گلی، بازار، محلہ، اس میں بھی اگر آپس میں اتحاد و اتفاق نہ ہو، یکجہتی نہ ہو تو نحوستیں آتی ہیں۔

آخری حدیث سنا دوں: یہ جو آیت کریمہ پڑھی ہے ناں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دروازہ کھولا، خدا عمرے اور حج پے لے جائے آمین کہہ دو۔ میرے لئے بھی دعاء کر دو، خدا لیجائے، کہیں غیب سے سبب پیدا فرما دے۔ تو مسجد نبوی میں جب آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں تو بائیں ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا روزہ مبارک ہے۔ آج روزہ ہے اس وقت حضرت عائیشہ صدیقہؓ کا مکان تھا، حضور اس میں رہتے تھے اپنی اہلیہ کے ساتھ۔ اور اسی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے تشریف لے گئے، اور چونکہ نبی کا جہاں انتقال ہوتا ہے اسے وہیں پر سپرد خاک کیا جاتا ہے، لہٰذا! اسی کمرے میں رسول اللہ کی قبر مبارک کھودی گئی، اور وہیں آپ کا آرام ہوا، اور اسی کو پھر بعد میں ترکوں نے روزہ بنا دیا۔ تو وہ دروازہ جب کھلا حضور اندر

آئے تو آگے دیکھا صحابہ کسی مسئلہ میں الجھے ہوئے تھے، بحث کر رہے تھے۔ہم تو ڈھکوسلوں میں الجھے ہوتے ہیں۔

جمعے کے دن مجھے بڑا صدمہ ہوا، ہمارے پکے نماز ساتھی یہاں باہر ایسی گفتگو کر رہے تھے، کہ نمازوں کا ثواب مٹتا جا رہا تھا، اور فرشتے ضبط کر رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ثواب کمانا آسان ہے ثواب بچا کر لے جانا مشکل ہے، یہ یاد رکھو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مسجدوں کے اندر سے آوازیں اٹھا کریں گی، اور پھر پانچ وقتہ نمازی، اور پھر نیکی میں دم ماریں، اور پھر تقویٰ کے مدّعی، اور پھر کار خیر کا خیال، اور پھر ساتھ پر ہیز نہ کرنا، اور شیطان کو کھلا چھوڑ دینا کہ سارے ثواب کو سمیٹ کر لیجائے، ہوشیار رہو۔گھر سے لے کر پوری دنیا کے مسلمان کو آج اتحاد کی ضرورت ہے۔ اتفاق کی ضرورت ہے، باہمی محبت اور یکجہتی کی ضرورت ہے، چھوٹے بڑوں کا ادب کریں، اور بڑے چھوٹوں پر رحم کریں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

{مَنْ لَّمْ يَرْ حَمْ صَغِيْرَنَا، وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا،فَلَيْسَ مِنَّا}

جو میری امت میں سے چھوٹوں پر شفقت رحمت نہیں کرے گا، اور جو میری امت میں سے اپنے سے بڑوں کی عزت، عظمت، توقیر، احترام نہیں کرے گا، وہ پھر میری امت میں شامل نہیں ہوگا۔نوجوانو! اور بوڑھو! یہ ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ جو مومن بھی عمر میں بڑا ہے، اور نیک کام کرتا ہے، اس کی اتنی ہی زیادہ ذمہ داری ہے کہ حلیم الطبع، ہشاش بشاش، اور رحمت اور شفقت کا بھرا ہوا ہو، پورا محلہ، پورا بازار، پورا گاؤں، پورا قصبہ اس کی شفقتوں پہ داد دیتا رہے۔ یہ نہ ہو کہ پس پشت ہر ایک کہے چھوڑو پرا اس کو۔ ہر وقت اس کے چہرے پر بارہ نہیں بجنے چاہئیں۔حضور نے فرمایا: مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ چہرے سے ہشاش بشاش ہو۔مسکراتا ہوا چہرہ رکھتا ہے، ہمیشہ یہ رسول اللہ کا ارشاد ہے، اپنے پہ فٹ کریں ہمیشہ۔

یہ سال کے بعد کا پیغام ہے اس لئے ایک ضروری بات یہ بھی کہہ دوں سال بھر یاد رکھو، کس کو معلوم ہے کہ کون زندہ رہے گا، گذشتہ سال یہاں کتنے ہمارے نمازی تھے آج نہیں ہیں۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ اگلے رمضان تک کس کو معلوم ہے ہم میں سے کون ہوگا یا نہیں۔ پل بھر کی گھڑی کا بھی پتہ نہیں۔عزیزو، آج شام کا بھی پتہ نہیں، اس نماز کا بھی پتہ نہیں کہ ہم میں سے کس کو نصیب ہوتی ہے اور کس کی روح جدا ہو جاتی ہے۔کہاں بیٹھے ہوئے ہو؟ جو جا چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو۔اور جو بوڑھے ہو چکے ہیں وہ اپنے مرنے والوں سے مزید عبرت حاصل کرو۔خوبیاں پھیلاؤ، برائیاں مت پھیلاؤ۔اللہ پاک توفیق عطا فرمائے۔

تو عرض کر رہا تھا ختم قرآن پاک قسم کو توڑنے کے لئے انتیسویں تراویح کو رکھا ہے، اور انتیسویں بھی لیلۃ القدر ہی ہے رسول اللہ کی حدیث کے مطابق۔ ایک تو یہ ہے کہ ساری راتوں میں نماز با جماعت، تراویح، قرآن کے ساتھ ہوتی

ہے،ان پکّے نمازیوں کے لئے یہ سارا انتظام کیا ہے ، جو ہمیشہ سارے سال نمازیں پڑھتے ہیں،اور رمضان کے تیس دن پڑھتے ہیں،اور دوسری طرف نوجوانوں اور عورتوں کا ذھن ٹھیک کرنے کے لئے کہ نفلوں کے لئے شبینہ ہمیشہ کوئی ضروری نہیں ہے ،ہم نے اس لئے شبینہ پڑھنا شروع کیا تھا کہ لوگوں میں قرآن پڑھنے کا شعور پیدا ہو جائے ،شوق پیدا ہو جائے ، حفظ پر بیٹھا دیں تو الحمدللہ تحریک کامیاب ہوئی پچیس تیس تو اللہ پاک نے اپنے محلے اور آس پاس کے محلے والوں کے بچے حافظ کر وا دیئے ، خدا ان کا حفظ قائم رکھے،اور حضور کے ارشاد کے مطابق خدا ماں باپ کے لئے ، اور میرے ڈگڈگی بجانے والے کے لئے بھی اللہ پاک قبول فرمائے ۔

رسول اللہ کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہہ دیجئے { قُلْ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ } نبی فرمادو کہ میں تم سے اجرت نہیں مانگتا، یہ قرآن پیش کر کے ۔تو میں بھی وہی بات عرض کر رہا ہوں قرآن والی { لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ } میرے نمازیو! میرے جمعے کے نمازیو جو شہر بھر سے آئے ہوئے ہو،میرے محلے کے نمازیو، کوئی تو کہہ دے کہ میں نے کبھی اپنی ذات کے لئے اجرت مانگی ہو،نہیں۔کوئی تو مائی کا لال کھڑا ہو کر کہہ دے کہ میں نے کبھی کپڑا ، پیسہ،کوئی چیز اپنی ذات کے لئے عبدالحکیم کے لئے مانگی ہو؟ مدرسے کے لئے مانگتا ہوں ، وہ اللہ کا سٹیٹ بینک ہے، آپ کا جمع ہوتا ہے، میری انرجی چلتی ہے، آپ کی جیب چلتی ہے ، دونوں رل کر کرنٹ پیدا کرتے ہیں ،اور قرآن کا نور پھیلاتے ہیں، میں داعی ہوں دعوت دیتا ہوں ، آپ عمل کرتے ہیں ، اللہ پاک قبول فرمائے ، سمجھے۔ وہ صدقہ جاریہ کے لئے کرتے ہیں اس میں ایک دوسرے پر کوئی احسان بھی نہیں، یہ بھی یاد رکھو۔

بعض ساتھی احسان جتانے لگ جاتے ہیں۔خدا کے بندو، خدا فرماتا ہے: { لَا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ } نبی ! فرمادیں ان کو کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت جتلاؤ۔

{ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ }

بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمہیں ایمان کی توفیق نصیب فرمائی۔تو ہمارے اوپر اللہ کا احسان ہے جس نے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ۔ ورنہ تو اربوں پتی ہیں مگر ایک پیسہ بھی خدا کے راہ میں نہیں خرچ کرتے ۔ہٹّے کٹّے ہیں ایک رکعت نماز نہیں پڑھتے ، یہ اللہ کا احسان ہے جو جھکاتا ہے ،بیٹھاتا ہے کہہ دو الحمدللہ۔

اور یہ ان بڑوں کی تربیت ہے جو جا چکے کسی کے باپ کی، کسی کی ماں کی، کسی کے استاد کی ، کسی کے ساتھی کی ،جنہوں نے ذہنوں میں یہ باتیں بٹھائیں ،تو اپنی اولاد کو اسلامی تعلیمات اپنے گھروں میں سکھاؤ، بڑوں کا ادب سکھاؤ، چھوٹوں پہ

شفقت کرنا سکھاؤ، اور جو جتنا دین کے قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ پرہیز کرے۔ اس کے طرزِ عمل سے دین بدنام نہ ہو، اس کے طرزِ عمل سے دینی کام بدنام نہ ہو، آپ نے نہیں دیکھا جو آدمی دین کا کام کرتا ہے اس کے طرزِ عمل سے جو لوگ خفا ہوتے ہیں تو وہ سارے کام کو برا بھلا کہتے ہیں۔

ہزاروں ایسے واقعات ہیں، اگر ایک آدمی لوگوں کو جماعتوں میں نکالنے کا کام کرتا ہے، کتاب پڑھتا ہے، اور اس کی کوئی بات قابلِ اعتراض ہوتی ہے تو اس گاؤں میں، اس محلے میں، اس قصبے میں پھر لوگ اس اچھے سے اچھے کام سے اس آدمی کے عمل کی وجہ سے نفرت کرتے ہیں۔ اگر ایک آدمی نماز بھی، پڑھتا ہے، مسجد میں بھی آتا ہے، جھاڑو لگاتا ہے، سب کچھ کرتا ہے، لیکن اس کا طرزِ گفتگو اور اٹھک بیٹھک ٹھیک نہیں تو اس کی وجہ سے کئی لوگ مسجد میں نہیں آتے کہ فلاں بداخلاق ہے تو کتنا بڑا جرم ہوتا ہے۔

جتنی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں، اسی قدر اور زیادہ پرہیز کرنا پڑے گا یہ سوچ لو۔ سب کو ساتھ لے کر چلنا، سب کے لئے شیر وشکر ہونا، سب کے لئے رحمت کا مجسمہ بننا، اور غریب سے غریب کو، امیر سے امیر کو، چھوٹی سی چھوٹی عمر سے لے کر بڑی سی بڑی عمر والوں کو ایک جیسا اسلامی احترام کے اندر رکھنا چاہئے۔ اگر یہ تبدیلی اندر نہیں آئی تو روزے سے کیا حاصل ہوا؟ روزے کا مقصد ہی تقویٰ ہے اللہ فرماتا ہے {} تاکہ تمہارے اندر تقویٰ آجائے، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

☆☆☆☆☆

خطاب برموضوع شب قدر، رمضان اور قرآن

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ★ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ★

{ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ★ وَمَآ اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ★ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ★ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ★ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ }

مُحَمَّدٌ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ ، وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ ٭ يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ ٭ يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ :

ربّ العالمین قران کریم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے : {اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ} ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے عظمت اور برکت والی رات میں۔

{وَمَآ اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ } { لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ }۔

اور آپ جانتے ہیں کہ یہ عظمت اور برکت کی رات کیا ہے؟ یہ عظمت اور برکت والی رات بہتر ہے عبادت اور ثواب کے اعتبار سے، ایک ہزار مہینوں کی عبادات اور اس کی روحانی آمدنی سے،

{تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ} اس لیلۃ القدر میں، اس عظمت والی رات میں اُترتے ہیں تمام فرشتے۔

{ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ }

اور جبرائیل امین بھی تو ہر قسم کی باتیں، ہر قسم کے معاملات وہ لے کر اُترتے ہیں اور یہ رات سراسر سلامتی ہی سلامتی اس میں ہوتی ہے، یہ رات غروب آفتاب سے طلوع فجر تک رہتی ہے۔

اس رات میں آپ حضرات نے سعادت مند، نیک بخت، خوش قسمت مسلمانوں نے قران پاک سن کر کے ختم کیا۔ یعنی پاکستان میں رؤیت ہلال کے حساب سے ۲۹ ،ویں رات ، سرور کونین رحمت للعالمین، فخرِ موجودات، خاتم النبیّین، شفیع المذنبین، جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قرآن پاک کی اس سورت میں لیلۃ القدر کی جو عظمت اور

فضیلت بیان کی ہے،حضور کے ارشاد کے مطابق یہ ۲۹،ویں رات بھی لیلۃ القدر ہوسکتی ہے ،خدا ہم سب کو تمام مسلمانوں کو نصیب فرمائے ۔آپ حضرات درود شریف پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَحَبِيْبِنَا، وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ ، وَأَصْحَابِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ ،وَأَهْلِ بَيْتِهٖ ، وَأُمَّتِهٖ أَجْمَعِيْن ۔ بِرَحْمَتِكَ يَآ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن ۔

اس سورت کی تشریح اور سورت مبارک کی وضاحت تاجدار مدینہ، رحمت للعالمین ﷺ یعنی جناب محمد الرّسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے عرض کر کے دعاء مانگوں گا۔ ہمارے یہاں شبینہ ہو رہا تھا آج آخری رات ہے ، اور آخری سپارہ بھی قاری صاحب ہی نے پڑھنا ہے ،اور میں بھی تھوڑا سا وہاں بیٹھ کے سنتا بھی ہوں ، اور کچھ انتظام کو بھی دیکھتا ہوں، برآمدے میں ہم نے نماز پڑھی ہے ، اور برآمدے سے باہر والے بھائیوں کا پتہ نہیں، یہ اتنی اچھی لذیذ قرأت باہر انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے نہیں سنی۔ یہ گناہوں سے پاک طبقہ جو مٹھائی کے لئے آیا ہوا تھا، اور جو نمازیوں سے زیادہ ہے جس کو آپ بچے کہتے ہیں،اور جب قاری صاحب باہر گئے تو سب پہ کنٹرول ہوگیا،اسی سے اندازہ لگا لو کہ ہر امام بیچارے کا ختم قرآن کے وقت موجود ہونا کتنا ضروری ہے ۔

بیمار میں ڈھائی تین سال سے ہوں ، آپ حضرات نے میری کوئی مصروفیت تین سال میں نہ دیکھی نہ سنی ،اس لئے کہ بہت ہی موذی قسم کے مرض میں ،شوگر اور شوگر کے ساتھ بلڈ پریشر،اور پھر اس کے ساتھ اور لوازمات بچونگڑے مرض کے پیدا ہو گئے ،خدا کسی کو بیمار نہ کرے ،اور جو بیمار ہیں خدا صحت دے،تو یہ اتنی ضرورتیں اور رکاوٹیں ہیں لمبی تقریر نہ کرنے کی ،اس لئے یہ حدیث پاک سناتا ہوں آگے پھر دیکھا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے ارشاد فرمایا: یہ جو اس سورت میں آتا ہے **{ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ }** اترتے ہیں ملائکہ،تمام ملائکہ۔تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تمام ملائکہ بیت المعمور عالم ملکوت سے ،اس لیلۃ القدر کی رات میں ہوسکتا ہے کہ آج بھی وہ ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کل گزر گئی ، یا پرسوں گزر گئی یا ترسوں گزر گئی،کوئی رات رمضان میں ہے ۔اس رات میں حضور نے فرمایا: جیسا قرآن کہتا ہے : ملائکہ اترتے ہیں حرم کی حدود میں ۔

خدا لے جائے سب کو ہمارے سمیت ، اور خدا جوانی میں حج کرائے تاکہ حج کے فرض بھی ادا کرو، حج کے واجبات بھی ادا کرسکو، حج کی سنتیں بھی ادا کرسکو، اور حج کے مستحبات بھی ادا کرسکو۔اور پھر بیت اللہ کا جو طواف ہے اس کا بھی حق ادا کر سکو،اپنے ہاتھوں سے اپنی قربانی بھی ذبح کرسکو،ورنہ اس افراط زر کے زمانے میں جو (22) بائیس لاکھ اور (26) چھبیس لاکھ

تک حجاج کی تعداد پہنچ چکی ہے، اب بوڑھوں کی بس کی بات نہیں ہے کہ وہ فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات سارے ادا کریں۔ اللہ لے جائے تو سب کو لیکن جوانوں کو خدا پہلے لے جائے، اور خدا ہمارے ملک کے رواج کو تڑوائے، ہمارا رواج یہ ہے کہ سارے بکھیڑے کر کے اور پھر بالکل جب مچھلیوں کی خوراک کے قابل رہ جاتا ہے، تو پھر اس کے بعد بیٹے، اور بیٹیاں، داماد اور پوتے شوتے کہتے ہیں کہ: میاں جی جاؤ ھونڈ حج کر آؤ، سمجھے؟۔ وہ ٹھیک ہے اللہ نیت کو دیکھتا ہے، حج کا ثواب تو اللہ دے گا، اس کے ہاں کوئی عبادت ضائع نہیں جاتی لیکن جو لطف و روحانیت یہ نوجوان حج کر کے حاصل کر سکتے ہیں، وہ بوڑھوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ تو ساتھ ساتھ دعاء بھی کرتے رہیں۔

تو حضور نے ارشاد فرمایا: {تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ} یعنی " فی الحرم، عند بيت الله المحترم "، کہ یہ ملائکہ حرم میں آ کر اُترتے ہیں، اور بیت اللہ شریف کے پاس اُترتے ہیں، اللہ پاک لے جائے بیت اللہ کو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
{ فِيْ كُبْكُبَةٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ }

ایک جماعت ہوتی ہے ملائکہ کی، اس جماعت کا کنٹرول، اس جماعت کا انچارج اور اس جماعت کا سربراہ جبرائیل امین ہوتا ہے جس کے لئے اللہ پاک نے روح کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس طرح اس جسم کے لئے روح ضروری ہے اور وہی کنٹرول کرتی ہے۔ یہ دیکھو یہ ہاتھ ہل رہا ہے اس لئے کہ اس میں روح ہے، روح نکل گئی تو پھر اس ہاتھ اور اس لکڑی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ یہ روح جب موجود ہے تو یہ گوشت بول رہا ہے، یہ روح محفوظ ہے تو یہ گوشت دیکھ رہا ہے، یہ روح موجود ہے تو یہ گوشت سن رہا ہے، یہ روح موجود ہے تو یہ گوشت چکھ رہا ہے، اور یہ چھو کر بتا رہا ہے کہ گرم ہے یا ٹھنڈا ہے، سخت ہے یا نرم ہے، چبھتا ہے یا نہیں۔ اور یہ سب قدرتیں، یہ اختیارات تقسیم کر کے ان تمام سیکشنوں کو دے دیئے، کس نے دے دیئے؟ بولو! اللہ نے۔ جیسا کہ قاری صاحب نے پڑھا اور آپ نے سنا، فرماتا ہے:

{ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ }

اللہ وہ ہے توحید کے دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ اس کا یہاں ذکر کر رہا ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کو یوں سمجھو، کہ اس نے تمہارے گوشت میں سے ایک حصہ مائیکروفون بنا دیا ہے جو کیچ کرتا ہے ساری باہر کی آوازوں کو، اور وہ کیچ کر کے کھینچ کر کے اندر بھیجتا ہے۔ {وَالْاَبْصَارَ} اور یہ دیکھنے کی قوت بھی تمہیں دے دی، {وَالْاَفْئِدَةَ} اور اس اللہ نے پھر آگے دل بھی بنایا جو ان تمام کو قرطاس کرتا ہے، اور صحیح اور غلط کے فیصلے کرتا ہے، اور پھر آرڈر کرتا ہے۔ تو قوت سماعت اور دیکھنے کی قوت اس اللہ نے تمہیں دی جس کو وحدہٗ لاشریک کہتے ہیں۔ اور اس رب کی طرف مخلوق کو دعوت دینے کے لئے اللہ نے محمد کو بھیجا،

اور جب ان پہ یہ قرآن نازل ہوا تو اب لوگوں نے صرف محمد کہنا تعارف کے طور پر چھوڑ دیا کہہ دو ﷺ۔

درود شریف پڑھنے کی ترغیب

نماز میں تو نہیں ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں کھڑا ہے اور حضور کا نام آئے تو ﷺ زبان سے نہ کہے۔ خطبہ عربی کا سن رہا ہے اور حضور کا نام آئے تو ﷺ زبان سے نہ کہے، مسائل سیکھتے جاؤ، اور پیشاب پاخانے پہ بیٹھا ہے، اور آپ کا نام سنے تو اس وقت ﷺ نہ کہے بے ادبی ہے، اس کے علاوہ جس حالت میں بھی ہے، اس طرح بیٹھا ہے، وعظ سن رہا رہا ہے، خود تقریر کر رہا ہے، جا رہا ہے، لکھ رہا ہے، جب رسول کا نام آئے تو رسول کا نام سن کر کے فوراً کہے ﷺ۔ اور جب یہ کہے گا نیک بخت مسلمان تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: {إِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ} اللہ نے فرشتے مقرر فرمائے ہیں سیاحین۔ لفظ سیاح عربی لفظ ہے، اردو میں بھی بولتے ہیں محکمہ بھی قائم ہے،، محکمہ سیاحت۔ پھرانے ٹُرانے دا محکمہ پنجابی بچ۔ (دہ گرزَولورا گرزَولو محکمہ) پشتو میں، تو اللہ نے ملائکہ کی ایک جماعت مقرر کر کھی ہے ان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ پھرتے ہی رہتے ہیں، اور وہ تھکتے نہیں، اس لئے کہ وہ روٹی نہیں کھاتے، جو روٹی کھاتا ہے وہ تھکتا ہے، اس کو پیاس لگتی ہے، اس کو سانس چڑھتا ہے، ملائکہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ کھانے کی طلب ہے نہ پینے کی طلب ہے، اور کھانے پینے کے نتیجے میں جو ضروریات ہیں فضلہ کی یہ بھی ان کے ہاں نہیں، جب کھانا ہی نہیں تو فُضلہ کہاں سے آئے گا۔ وہ ایسی مخلوق اللہ نے پیدا فرمائی ہے، خدا اس پر بھی قادر ہے، وہ بغیر کھائے پئے ڈیوٹیاں دے رہی ہے۔

قرآن میں آتا ہے {يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ} فرشتے وہ مخلوق ہیں جو وہی کام کرتے ہیں جن کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے، لہٰذا شیعہ غلط کہتے ہیں ذاکر اور مرثیہ خوان کہ اللہ نے قرآن دیا تھا کہ قرآن کو علی بن ابی طالب پر نازل کرو جبرائیل سے غلطی ہوئی، عبد اللہ کے بیٹے محمد کو دے دیا۔ یہ قرآن کے خلاف کہتے ہیں، قرآن کہتا ہے۔ {يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ} فرشتے ڈیوڈی بجا لاتے ہیں اور کام وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوتا ہے۔ اس کے خلاف نہیں کرتے۔ {لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ} خدا کی نافرمانی نہیں کرتے، تو یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ خدا تو جبرائیل کو حکم دیتے کہ قرآن اُدھر لے جاؤ، اور وہ خواجہ عبد اللہ کے بیٹے محمد ﷺ پر نازل کرتے، اور اس کے نام کے ساتھ رسول اللہ بولا جائے؟ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ کا حکم ہی یہی تھا۔ کہ یہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، اور عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شوہر پر، اور یہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا، اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے ابّا پر اور عبد اللہ کے بیٹے محمد پر قرآن کو نازل کرے۔ خدا کے اس حکم کو جبرائیل امین نے صحیح طور پر ادا کیا۔ اور اسی وجہ سے خدا نے فرمایا: {نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ} کہ اس قرآن کو محمد الرسول

اللہ کے پاس لے کر اُترا ہے میری طرف سے کون، روح الامین، یعنی جبرائیل۔ لفظ روح کے ساتھ اللہ نے امین لگا دیا، امانت دار، امانتدار اُسے کہتے ہیں کہ جو چیز اس کے سپرد کی جائے اس میں کمی بیشی نہ کرے اپنی طرف سے کسی قسم کی۔ تو وحی کے پہنچانے میں بھی اللہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل امین ہے، جیسے میں نے اسے حکم دیا اس نے اسی آدمی کے پاس میرا حکم پہنچایا۔ درود شریف پڑھ لیں:

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد﴾

توحضور نے فرمایا: {فِیْ کُبْکُبَۃٍ مِّنَ الْمَلَآئِکَۃِ} ایک جماعت ملائکہ کی بیت اللہ کے پاس حرم میں اترتی ہے اور جبرائیل امین بھی ان کے ساتھ ہوتا اور جبرائیل امین ڈیوٹیاں تقسیم کرتا ہے۔ ’’یَأْمُرُھُمْ ‘‘ان کو حکم دیتا ہے۔

’’ وَیَنْتَشِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ ‘‘ اور یہ ملائکہ کی جماعتیں پھر زمین کے اندر پھیل جاتی ہیں۔ اللہ کا حکم ہوتا ہے جاؤ میرے فرشتو، جہاں کہیں میرے بندے اور میری بندیاں میری طرف دھیان لگانے کے لئے عبادت میں مصروف ہیں تم ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ پہلے قرآن سننے سنانے کی عبادت میں مشغول تھے، اب قرآن کے مطالب اور مفہوم اپنی اردو زبان میں سننے کی عبادت میں مشغول ہیں۔ یہ تعلیم ہے کہ اب ہم وہ کام کر رہے ہیں کہ جو اصحاب صفہ اور حضرات صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں کیا کرتے تھے۔ نمازوں سے فراغت کے بعد درس دیا کرتے تھے۔

یہ دین ہم تک جس تفصیل سے پہنچا یہ رسول اللہ کے اس طرح بیان کرنے سے صحابہ نے اس تفصیل کو سنا، اور اس تفصیل کا نام احادیث طیبہ، سنت مبارکہ، سیرت مطہرہ۔ اور پھر اُن احادیث مبارکہ کو حضرات فقہائے کرام نے، خدا ان فقہاء پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور دوسرے فقہائے کرام کہ انہوں نے ان احادیث کو ہمارے جیسے لوگوں کے لئے آسان کر دیا۔ باب بنا دیئے۔ باب الصلوٰۃ نماز کا باب۔ بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ترمذی تمام احادیث کی بڑی بڑی کتابیں جو صحاح ستہ کے علاوہ اور بھی ہیں ان تمام احادیث کی کتابوں سے نماز سے متعلقہ مسائل کو ایک باب میں جمع کر دیا۔ جیسے کہ ہماری صدی کے علماء نے اللہ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، شاہ ولی اللہ شاہ عبد القادر، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، مفتی کفایت اللہ ۔حسین احمد مدنی، شاہ عبد القادر رائے پوری، اشرف علی تھانوی، شبیر احمد عثمانی، احمد علی لاہوری اور دوسرے ہزاروں وہ حضرات کہ جنہوں نے علم دین کے اوپر خدمت کر کے اور اس کو آسان کر دیا کس طرح ان فقہ کی اور تفسیر اور حدیث کی کتابوں کا سلیس با محاورہ اردو میں خلاصہ اور نچوڑ نکال کر کے سب کے مطالعہ کے لئے مکھن نکال کر کے رکھ دیا۔

یہ خدمت ہے ان علمائے کرام کی۔ اور یہ نادان جو فقہاء پہ بغیر سوچے سمجھے چڑھ جاتے ہیں جو بیچارے ٹوکری میں انگور بیچتے ہوں گے، کیلے بیچتے ہوں گے، اور کہیں انہوں نے سن لیا ہوگا کہ جی یہ فقہاء بہت بڑے مجرم ہیں، یہ تقلید بہت بری چیز ہے۔ یہ میرے ساتھ یہ ایکسیڈنٹ دھلی میں جب ہم پڑھتے تھے ناں تو ہوتا رہتا تھا، جب عصر کے بعد ہم تفریح کے لئے جاتے، اور جمعرات کو بستی نظام الدین حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً وّ اسعۃ کاملہ کے سلام کے لئے، اور یہ باتیں سننے کے لئے کہ جس سے عمل کا جذبہ پیدا ہوتا تھا تو اُن حضرات بیچارے جن کو بہت زیادہ اپنے پہ زعم چڑھا ہوتا تھا کہ شائد ہم ہی مسلمان ہیں باقی کوئی نہیں۔ جیسے کہ آج کل بھی لوگوں کو مغالطہ ہے۔ تو وہ ہم سے پوچھتے کون سے مدرسے میں پڑھتے ہو؟ اب ہم میں سے کوئی کہہ دیتے کہ ہم امینیہ میں حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھتے ہیں، کچھ کہہ دیتے عبدالرب میں پڑھتے ہیں۔ فقہ پڑھتے ہو؟ فقہ پڑھتے ہو؟ فقہ پر چڑھ جاتے جیسے کہ فقہ نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ تو علمی تجربہ اتنا اس زمانے میں نہیں تھا اس لئے جواب بھی اس کے مطابق دیتے تھے۔ اب بات سمجھ میں آئی کہ فقہاء کرام نے تو بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اگر فقہاء کرام نہ ہوتے تو آج ایک مسئلہ کے لئے ساری کتاب، قاری صاحب کو بھی اور آپ حضرات کو بھی اور مجھے بھی پھلورنی (کھنگھالنی) پڑتی، اس مسئلہ کو تلاش کرنے کے لئے۔ لیکن فقہاء نے ابواب مقرر کر کے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث اس باب میں جمع کر دیں۔ باب المسح علی الرأس، مسح کے متعلق ساری حدیثیں وہاں جمع کر دیں۔ باب الصوم روزے سے متعلق ساری حدیثیں یہاں جمع کر دیں۔ پورے دین کا نچوڑ نکال کر کے اور اسے آسان کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا تاکہ اس پر عمل کرنا بھی آسان ہو جائے، یہ فقہاء کی اتنی بڑی مہربانی ہے خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

تو بات دور نہ چلی جائے عرض کر رہا ہوں کہ حضرت جبرائیل امین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ فرشتوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ میرے اللہ کی طرف سے یہ ڈیوٹی ہے کہ دنیا کے اندر پھیل جاؤ اور جہاں میرے بندے دین کا تصور لئے بیٹھے ہوئے ہیں، یا کھڑے کسی قسم کی عبادت کر رہے ہیں، آپ وعظ سن رہے ہیں یہ عبادت، ایک آدمی نفلوں میں کھڑا ہے، وہ عبادت، ایک آدمی قرآن کھول کر پڑھ رہا ہے وہ عبادت، ایک آدمی سنا رہا ہے وہ عبادت، دوسرا آدمی سن رہا ہے وہ عبادت، ایک آدمی گھر کے افراد کی سحری کے کھانے کے بندوبست کے لئے سودا سلف خرید رہا ہے وہ عبادت، تو اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے میری جس جس عبادت میں لگے ہوئے ہیں، تم ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، اور وہ جو عبادت کر رہے ہیں، جو دعاء مانگ رہے ہیں تم ان کی دعاؤں پر مجھ سے سفارش کرتے ہوئے آمین کہو۔

ایک بیٹھا دعاء مانگ رہا ہے یا اللہ بیمار ہوں شفا دے دے، فرشتہ اس پر آمین کہہ رہا ہے۔ دوسرا بیٹھا دعاء مانگ رہا ہے یا اللہ بے روزگار ہوں روزگار عطا فرمادے حلال کا، فرشتہ اس کی سفارش کر رہا ہے یا اللہ ایسا کر دے، تیسرا بیٹھا دعاء

مانگ رہا ہے یا اللہ قرآن پاک کا پڑھنا، اس کا سمجھنا، اس پر عمل کرنا میرے لئے آسان فرمادے، اس پر آمین کہہ رہا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے کہ: {رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا} اے اللہ میرے علم کو بڑھا دے۔

اے بزرگانانِ ملت، اور اے نوجوانانِ عزیز، ذرا اپنے ذھن کو گہرائی سے اس آیت کی طرف پھیرو، کہ خدا کے رسول کو یہ حکم مل رہا ہے کہ {وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا} کہ اے میرے رسول یوں دعاء خود سے مانگ کہ اے میرے رب! میرے علم کو بڑھادے۔ اب بھی دیوبندیت سمجھ میں آتی ہے کہ نہیں آتی؟ مسئلہ سارا یہ ہے کہ مقامات جدا جدا ہیں، رسول مقام بندگی میں ہے، رسول مقام عبدیت میں ہے، اور رسول مقام طلب میں ہے، اور خدا مقام معبودیت میں ہے، اور خدا مقام مطلوبیت میں ہے، رسول کو حکم ہے کہ وہ طالب بن کر کے اللہ کے سامنے اظہار بندگی کرے۔ اپنی دعاء میں بھی، اور اپنی عبادت میں بھی، اور اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرے گا کہ اے اللہ تو میرا رب ہے تو میرا خالق ہے، اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور اسی نظریہ کو تفصیل اور تشریح کے ساتھ بزرگان دین نے پھیلایا۔ اس تحریک کے ساتھ جو تحریک مجدّد صاحب نے برصغیر میں چلائی اس تحریک کو پھر اور مزید پھیلایا شاہ ولی اللہ نے، پھر اس تحریک کو اور پھیلایا علم دین کی تعلیمی تحریک نے جس کا مرکز قصبۂ دیوبند تھا اور اس کے آگے پھر تعلیم کے ادارے کھلتے رہے، مظاہر العلوم سہارنپور میں، پھر دھلی میں، مرادآباد میں، رامپور میں، اور پھر ڈھابیل میں۔

اپنے ملک کے اندر دیکھو، کہیں ناظرہ پڑھایا جا رہا ہے، کہیں حفظ ہو رہا ہے، کہیں تجوید پڑھائی جا رہی ہے، کہیں تفسیر ہو رہی ہے، کہیں نحو ہے، کہیں صرف ہے۔ یہ ایک تحریک تھی، اس تحریک کو چلانے والوں نے نہ صرف علم پھیلایا، بلکہ علم کے پھیلانے کے ساتھ ساتھ امت کو یہ بھی سمجھایا کہ علم پر عمل کرتے وقت سنت رسول کا لحاظ رکھنا ہے، اور ہر عمل سنت رسول اللہ کے مطابق کرنا ہے، سنت کے خلاف کوئی عمل نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ سنت کے خلاف عمل ہوگا تو وہ مقبول نہیں ہوگا، اس تحریک کو دیوبندیت کہا جاتا ہے۔ اور اس تحریک کے چل جانے سے، جب سنت پر لوگ عمل کریں گے اور ان کا ہر عمل سنت کے مطابق ہوگا، تو رواج چھوٹیں گے، اور جب رواج چھوٹیں گے تو رواج کرنے والے آدمی کو تکلیف ہوگی، دکھ ہوگا، لہٰذا وہ اتباع سنت کی تعلیم دینے والے لوگوں کو بدنام کرے گا۔ ورنہ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس پورے مہینے میں عرب کی جس شخصیت جس کا نام محمد بن عبدالوہاب ہے جس کے ساتھ آل سعود نے مل کر شریف مکہ کے ساتھ لڑائی لڑی، اور آل سعود کے وڈیرے نے اس حکومت کی بنیاد ڈالی، اور وہ ان کا پیر ومرشد تھا، اس محمد بن عبدالوہاب کا پیروکار ہمارے اکابر میں سے، یا اب زندوں میں سے، مولویوں اور عامیوں میں سے ایک بھی آدمی نہیں ہے۔ یہ سب کے سب فقہی مسائل میں مقلد ہیں امام

ابوحنیفہ کے، کسی اور کے مقلد نہیں ہیں۔لیکن پھر یہ مڑ مڑ کے او جی یہ وہابی ہیں۔

آج ہی کی بات ہے میرے ہاتھ میں ایک اشتہار آیا، اس اشتہار میں وہابیوں کے دس ٹولے لکھے ہوئے ہیں دس نمبروں کے ساتھ، نمبر (۱) تبلیغی جماعت رائے ونڈ کی، (۲) مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے مکتبہ فکر کے علماء (۳) مجلس تحفظ ختم نبوت (۴) تنظیم اہل سنت والجماعت جو حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور مولانا دوست محمد قریشیؒ چلاتے تھے رفض کے خلاف (۵) جمعیت علماء اسلام، (۶) جمعیت احرار اسلام، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور دوسرے اکابر علماء، (۷) جماعت اسلامی (اور نمبر ۸، ۹ کے بعد) (۱۰) پر غیر مقلد بھائیوں کی جماعت جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔

علمی مسئلہ ہے، اہل حدیث ہم سب ہیں، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یہ سب اہل حدیث ہیں، اور وہ حضرات جن کی تقلید یہ سب کرتے ہیں وہ بھی اہل حدیث ہیں، یہ پانچوں کے پانچوں یہ فرقۂ ناجیہ ہیں یہ عقائد کی کتابوں کی بات آ گئی۔وہ جو حضور نے فرمایا کہ تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک جماعت جنت میں جائے گی باقی نہیں جائیں گے۔صحابہ نے پوچھا: {مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ الله؟} تو آپ نے فرمایا {مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ} نجات پانے والی وہ جماعت ہوگی وہ گروہ ہوگا کہ جن کے عقیدے اور جن کے عمل میرے اور میرے صحابہ کی سنت کے مطابق ہوں گے۔{مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ} جس مسلک پہ میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔اسی سے اندازہ لگالو کہ رسول اللہ نے صحابہ کو اپنے ساتھ لگا کر کسوٹی بنا دیا ہے کہ نہیں؟۔

اسی لئے بزرگان دین نے صحابہ کی سیرت کو زیادہ اجاگر کرنے پہ زور لگایا ہے۔حضرت مولانا الیاسؒ اور ان کے دور کے تمام اکابر علماء نے جو اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں، چاہے وہ دہلی کے تھے، چاہے، دیوبند کے، چاہے سہارنپور کے، چاہے مراد آباد کے سب نے متفقہ طور پر اس ضرورت کو محسوس کیا، اور شیخ الحدیث، اس صدی کے قطب، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی جو مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے خدا انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے، ان کو اشارہ کیا کہ حضرات صحابہ کرام کے شان اور ان کے رتبہ کے بارے میں کتاب لکھو۔تو فضائل صحابہ کے نام پر کتاب لکھی، اور یہ فضائل ذکر اور فضائل نماز وغیرہ اس لئے تاکہ کام کرنے والوں کو پتہ ہو کہ ہم کن کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔اور اس کام میں فرق نہ پیدا ہو جائے کہ وہ سنت کے خلاف ہو تو حضرات صحابہ کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے۔

اور سفید ریشو! سر کے سفید بالوں کا ذکر اس لئے نہیں کرتا کہ ضرورت داڑھی رکھوانی کی ہے۔رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماڈل تو داڑھی سے ملے گا، سر کے بالوں سے نہیں ملے گا، رسول اللہ کے چہرۂ انور کے ساتھ مشابہت داڑھی سے پیدا ہوتی ہے، سر کے بالوں سے نہیں۔تو سفید بال والوں کو یاد دلاتا ہوں کہ لکھنؤ میں ایک تحریک چلی تھی صحابہ کی توہین پر، اور اس تحریک کے جواب میں انگریز کی حکومت کا جتنا حلقۂ اثر وسیع تھا یعنی خیبر سے لے کر بمبئی تک، اہل سنت والجماعت کے تمام

مسلمانوں کے اندر اضطراب پیدا ہوا، اور صحابہ کی تعریف کے لئے باقاعدہ جتھے لکھنؤ جاتے رہے اور اس کا نام تھا تحریک مدح صحابہ۔ اس پنجاب سے اور صوبہ سرحد سے۔ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے باقاعدہ دورے کر کر کے مسلمانوں کو اٹھایا کہ چلو لکھنؤ۔ تو مجلس احرار اسلام لوگوں کو اکساتی، اور دیوبند میں باقاعدہ تعلیم کی چھٹی ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام، قطب زمانہ جس نے اٹھارہ سال روضۂ رسول کے ساتھ بیٹھ کر حدیث رسول پڑھائی تھی، اور ہر حدیث میں جب قال رسول اللہ کے الفاظ آتے تو حضرت مدنی ہر دفعہ روضۂ رسول کی طرف اشارہ کر کے فرماتے، فرمایا اس روضے کے اندر آرام کرنے والے محمد الرّسول اللہ نے، حضرت مدنی چاروں سلسلوں کے اندر باقاعدہ بیعت کرتے تھے، یہ بیعت کا سلسلہ، یہ تصفیہ کا سلسلہ، یہ تذکیہ کا سلسلہ، اور ادھر بخاری شریف اور مسلم شریف کے پڑھانے کا سلسلہ چھوڑ کے علماء و طلباء کے ساتھ لکھنؤ پہنچ گئے، جہاں پر جناب من: فضائل صحابہ بیان کر رہے ہیں اور جلوس نکال رہے ہیں۔ برائی کے مقابلے میں اچھائی کو اُجاگر کرنا ضروری ہے، اس کا نام ہوا کیا؟ تحریک مدح صحابہ۔ آخر کار اس وقت کی انگریز حکومت مجبور ہو گئی اور شیعوں کو مجبور کیا کہ حضرات صحابہ کرام کے خلاف توہین آمیز باتیں نہ کہا کرو۔

میں اپنے باپ کی جتنی چاہوں تعریف کروں مجھے آپ قطعاً نہیں روکیں گے، لیکن اگر میں جانوروں والا یہ کام شروع کروں کہ اپنے باپ کی تعریف چھوڑ کر کے آپ کے کسی بزرگ کی پگڑی اچھالنا شروع کر دوں اس پر اعتراض کروں تو چاہے آپ کتنے ہی بردوبار اور حوصلے والے ہوں اور کچھ نہیں تو دو چار تھپڑ تو مجھے رسید کریں گے، اور کہیں گے مولوی صاحب۔ اپنوں کی تعریف جتنی مرضی ہے کرو لیکن دوسروں کی پگڑیاں کیوں اچھالتے ہو؟ یہ فطری بات ہے یا نہیں۔

تو یہ لوگ خوامخواہ جھوٹ بولتے ہیں کہ یہ اہل سنت والجماعت فتنہ پیدا کرتے ہیں ہمارے لئے تو رسول اللہ کے سورج کے ساتھ سارے صحابہ ہدایت کے تارے ہیں، حدیث سن لو۔ {قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ } حضور نے فرمایا: "اَصْحَابِیْ" میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ جیسے رات کے اندھیرے میں بحری اور ہوائی جہاز کے پائیلٹ چلانے والے ہمیشہ ستاروں کی سمت کو دیکھ کر کے ان کی روشنی سے چلتے اور راہنمائی حاصل کرتے ہیں، حضور نے فرمایا ان بدعات، و رسومات و رواجات اور الحاد اور دھریت کے اندھیرے میں ایمان کی راہ پر چلنے والوں کے لئے ہدایت کے تارے میری نبوت کے سورج کے ساتھ ساتھ اس نبوت کے آسمان میں حضور نے فرمایا: "اَصْحَابِیْ" میرے صحابہ "کَالنُّجُوْمِ" ان تاروں کے مانند ہیں۔ جیسے وہ روشنی دیتے ہیں، ایسے ہی میرے صحابہ کی سیرت، ان کا علم و عمل میری امت کے لئے روشنی کا سبب ہوگا۔ اللہ کے بعد اس کائنات میں اگر کوئی سچا ہے تو وہ حضور ﷺ ہیں۔ درود شریف پڑھ لیں،

انوارات برستے ہیں، برکات آتی ہیں۔

توحضور نے فرمایا: {اِنَّ لِلّٰہِ مَلَآئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ} اللہ نے فرشتے مقرر فرمائے ہیں سیاحین جو پھرتے رہتے ہیں، چکر لگاتے ہیں، اور جہاں کہیں بھی کوئی شخص درود شریف پڑھتا ہے تو یہ ملائکہ میرے پاس پہنچاتے ہیں، اور جب یہ میرے پاس پہنچاتے ہیں تو پھر اِدھر سے بھی دعائے رحمت اور دعائے مغفرت کے طور پر جواب ملا کرتا ہے۔ یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ یہ جو وصیت ہے یہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی یہ قطب وقت، یہ قطب زمانہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، اور یہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، اور یہ امیر المجاہدین سید احمد شہید بالاکوٹ اور اس کی جماعت اور اس کے بعد کی جماعت جو اس صدی میں گزری ہے یہ مولانا الیاس، اور مولانا شبیر احمد عثمانی، اور مولانا احمد علی لاہوری، اور مولانا حسین احمد مدنی، اور مفتی کفایت اللہ، شاہ عبد القادر رائے پوری وغیرھم یہ ہزاروں اکابر خدا ان پر کروڑوں اربوں رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ عقیدہ تھا ان حضرات کا جو کتاب کے مطابق ہے سیدھا سادھا معتدل،

اللہ پاک درود پڑھنے والے کو اس کے بدلے میں دس گنا رحمتیں عطا فرماتا ہے، خدا نصیب فرمائے، پڑھو ذرا۔ مسلمان کو معتدل مزاج ہونا چاہئے، نہ جناب من: اتنا گرا ہوا ہو کہ توحید اور شرک میں فرق کرنا ہی چھوڑ دے، اور جو آئے سب کچھ ہی مانتا ہی جارہا ہے۔ اور نہ اتنا کٹر خشک اور متشدّد کہ دین کی ہر بات کو ٹھکراتا جائے اور دین کی ہر بات کو کہے کہ یہ بھی بدعت ہے یہ بھی بدعت ہے۔ مسلمان اھدنا الصراط المستقیم کا پیروکار ہوتا ہے۔ اس میں ادب بھی ضروری ہے، اس میں عقیدت بھی ضروری ہے، اور میانہ روی بھی ضروری ہے، یہ چیز ملے گی صحابہ کی پیروی میں، صحابہ ہی کی تابعداری کا دوسرا نام اس دور میں تحریک شاہ ولی اللہ، تحریک شہدائے بالاکوٹ، یا تحریک مدرسۂ دارالعلوم دیوبند ہے۔ کہ عمل ہو اتباع سنت اور میانہ روی کے ساتھ۔ اللہ توفیق دے۔

توعرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جبرائیل کے کہنے سے یہ فرشتے سارے پھیل جاتے ہیں، اور ساری رات یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں، اور ان کے کارخیر اور دعاؤں میں شریک رہتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ اللہ والے، (اللہ ہم سب کو اللہ والوں میں شامل کردے، اور اسی جذبہ سے خدا سب کو بٹھائے،) فارغ ہونے لگتے ہیں دعاء سے اور عبادت سے تو اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے فرشتو سن لو میں ان کی مغفرت کرنے لگا ہوں، تو حدیث پاک میں آتا ہے بزرگوں سے سنا ہے:

(ممکن ہے میں کوئی بات غلط بھی کہہ جاؤں آخر ضعیف ہوں، کمزور ہوں، بیمار ہوں، حافظے پہ شوگر کا اثر ہے، اور ویسے بھی عمر کا بھی تقاضہ ہے بھول جانا، تو کہیں بھول گیا تو دعاء کے بعد مجھے بتا کے تشریف لے جانا کہ فلاں بات ٹھیک

نہیں۔علم کے سیکھنے میں کوئی عار نہیں ہے یاد رکھو۔ ہر وہ آدمی جو مصنف ہو، یا لیڈر ہو، یا خطیب ہو، یا مولوی ہو، یا پیر ہو، یا عامی ہو وہ اگر علم کے سیکھنے میں عار محسوس کرے تو سمجھو کہ علم میں کامل نہیں ہے۔سعدی فرماتا ہے:

؎ چو شمع از پے علم باید گداخت　　　که بے علم نتواں خدا را شناخت

علم کے حصول کے لئے اپنے آپ کو موم بتی کی طرح پگلاؤ، کہ جس طرح وہ روشنی دینے کے لئے اپنے وجود کو پگلاتی رہتی ہے۔اگر موم بتی کا اپنا وجود نہ پگلے تو پھر اتنے بڑے کمرے میں روشنی نہیں پھیل سکتی۔ایسے ہی علم اور ایمان کا نور دوسروں میں تب پھیلے گا جب کہ ایک آدمی علم کے حصول کے لئے اپنے وجود کو پگلائے گا،تو فرماتے ہیں:

چو شمع از پے علم باید گداخت　　　که بے علم نتواں خدا را شناخت

یہ شیخ سعدی کئی سو سال پہلے کہہ گیا ہے۔اگر اس بات کے کہنے سے آدمی وہابی بنتا ہے تو پھر وہ بھی بڑا وہابی ہے۔وہ کہتا ہے کہ بغیر علم کے آدمی خدا کو پہچان سکتا ہی نہیں۔جاہل ولی ہو ہی نہیں سکتا، جاہل خدا کا عارف ہو ہی نہیں سکتا، جاہل ہمیشہ بھٹکتا رہے گا کبھی ایک کھڈّے میں کبھی دوسرے کھڈّے میں۔

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ

حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی جن کو عُرف میں لوگ غوث پاک کہتے ہیں،ان کا ایک واقعہ سن لو۔ نوجوانو، میں آپ کو سنا رہا ہوں یہ جو معمّر ہیں یہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، انہوں نے ہمارے بزرگوں ہمارے پیروں کو دیکھا سنا ہوا ہے، یہ سن سن کر علم اندر آتا ہے۔صحابہ کرام نے بھی حضور سے سن کر علم حاصل کیا تھا، پڑھ کر نہیں لیا تھا کتابیں اس دور میں نہیں تھیں،تو بنیادی چیز سننا ہے،نوجوانو! سن لو،حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے اور اس قرآن کی کیا خدمت کر گئے جو آج ختم کیا گیا ہے، اور کل سے پھر خدا پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سال بھر پڑھتے ہی رہو،اور جس کو نہیں آتا سیکھتے رہو،حضور نے فرمایا:

{ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ}

تم میں سے بہتر آدمی، پشتو میں (تاسو کے غورے بنی آدم)۔پنجابی میں ”تواڈے ساریاں بچو چنگا بندہ“ وہ ہے جو قرآن کو سیکھے، اللہ ہمیں قرآن کا طالب علم بنائے۔ کہہ دو آمین۔”وَعَلَّمَهٗ “اور اس قرآن کو سکھاتا ہے۔

جناب من : اگر ۱۹۳۸ء۔ ۱۹۴۰ء میں اس چھچھ اور پکھل کے دیہاتوں میں ،اور حضرو،صوابی اور پنجاب کے بعض دیہاتوں میں ٹکڑے منگوا کر ہمیں اساتذہ اور والد نے نہ پڑھوایا ہوتا۔اور اس کے بعد پھر ہندوستان میں مدارس میں اکابر کی

صحبت میں نہ پہنچے ہوتے ؟ خدا ان پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے تو آج ایک ریڑھا ہمارے بھی آگے ہوتا یا پیچھے ہوتا، یا ایک بھینس ہوتی ،سوچ لو۔ پوری تحصیل بٹگرام میں سے ایک، اللہ کی توفیق اور اللہ کی نعمت سے انگریز کے زمانے میں طالب علمی کے لئے خدا نے مجھے نکلوایا، یہ علاقہ تو یاغستان تھا، بندوقوں کا کاروبار تھا،حکومت تو تھی نہیں ۔ میری فراغت کے بعد مجھے دیکھتے ہوئے خاندان میں شوق پیدا ہوا،اور بچے میرے سپرد ہوئے ، اب آگے اوروں کو پڑھایا،آگے پڑھنے والے آگے لگے، باہر نہ جایئے گا خود اپنے ہاں دیکھ لیں ایک بچے کو پڑھایا، اللہ نے قبول فرمالیا، آج طبیعت خوش ہوگئی کہ اب اگر میں مرجاؤں تو میری تو کم از کم مغفرت کا سامان ہوگیا۔قاری صاحب سمجھے کہ نہیں۔ اب یہاں پر جتنے بچے ناظرہ پڑھ رہے ہیں ، یا حفظ کر رہے ہیں ،دعائیں کروارہے ہیں ، ظاہر بات ہے کہ ان دعاؤں کا اثر تو ہوگا، کچھ تو روحانیت والے پیدا ہوں گے ۔ یہ ہے صدقۂ جاریہ۔

اب سعدی کی بات سمجھے کہ: بے علم نتواں خدا را شناخت ۔ کہ علم بغیر خدا نہیں پہچانا جا سکتا۔علم اس لئے ضروری ہے تو حضرت پیران پیرؒ کی بات سنا رہا تھا کہ حضرت پیران پیر بغداد گئے اور علم ظاہری سے فارغ ہو گئے علم حدیث ،تفسیر، فقہ وغیرہ سے تو عبادت میں لگ گئے ، اصل چیز عبادت ہے یاد رکھو۔علم بغیر عبادت کے کچھ نہیں، ہر وہ مولوی کہ علم ہے اور عبادت نہیں کرتا وہ خشک مولوی ہے ،اس کا علم یہاں سے اوپر اوپر ہے ،اس کا کچھ اثر نہیں۔ بنیادی چیز عمل ہے ،علم پر عمل کی توفیق مجھ سمیت خدا سب علماء کو نصیب فرمائے ،اور آپ کو بھی خدا علم کا شوق دے۔تو جب ان کو تیس سال تذکیہ نفس کے اندر لگ گئے تو ایک دن رات کو عربی میں آواز آتی ہے کہ :

{ يَا عَبّدُ الْقَادِرْ قَدْ اَحْلَلْتُ لَکَ کُلَّ شَئٍ کَانَ حَرَامًا فِیْ دِیْنِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ}

اے عبد القادر میں نے حلال کر دیا تیرے لئے ہر اس چیز کو جو تیرے نبی محمد ﷺ کے دین میں حرام تھی ۔ اب اگر ہوتا کوئی جاہل پیر، جاہل صوفی، ان چرسیوں ،بھنگیوں اور پولیس والوں کا اگر کوئی پیر ہوتا تو جناب من : صبح سویرے ڈھونڈورا پیٹوا دیتا کہ جی اب میرے پہ الہام ہوگیا ہے، وحی آگئی ہے اور سب کچھ میرے لئے حلال ہو گیا ہے ۔لیکن علم وہاں راہنمائی کر رہا ہے،علم کی اس لئے ضرورت ہے : جو سعدی نے کہا کہ : کہ بے علم نتواں خدا را شناخت :

حضرت پیران پیرؒ نے جب یہ جملہ سنا تو فوراً کہا:

” لاَ حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم “

یہ جملہ کہا اور عربی میں جواب دیا:

{ استعیذباللّٰه منک یا شیطٰن الرَّجیم، انَّک ابلیس لعین }

کہ میں اللہ کے ہاں پناہ ڈھونڈتا ہوں تیرے شر سے بچنے کے لئے اے شیطان رجیم کہ تو ابلیس لعین ہے۔ اور تیرا قول بالکل غلط ہے، کیوں؟ اس لئے کہ محمد الرسول اللہ خاتم النبیّین ہیں، آپ پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ آخری وحی ہے، اس میں جو حرام ہوگیا ہے وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا کبھی حلال نہیں ہوسکتا، تو غلط کہتا ہے۔ دوبارہ آواز آئی کہ اے عبد القادر تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا ورنہ تیرے جیسے ستر (۷۰) عابدوں زاہدوں کو میں نے ورغلا کر کے گمراہ کر کے تباہ کر دیا ہے۔ پھر پیران پیر نے جواب دیا کہ یہ بھی تیری گمراہی ہے کہ تو میرے نفس کو موٹا کرانا چاہتا ہے، مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ میرے اللہ نے بچا دیا ہے تجھ سے۔

علم دین کی ضرورت

میرے بھائیو، میرے عزیزو! بات سمیٹ رہا ہوں کہ علم دین کی ضرورت ہے، اور اس انتظار میں نہ رہئے گا جیسے بڑوں نے انتظار نہیں کیا کہ سرکاری طور پر علم دین پڑھایا جائے گا، پھیلایا جائے گا، قطعاً نہیں ہوسکتا، دیکھ لیجئے گا، جو حشر مساجد کا ہوا ہے، فطرانے، زکوٰۃ اور عشر کا بھی وہی حشر ہوگا، اور جناب من: کچھ لوگوں کی تنخواہئیں اور کچھ لوگوں کی دفتروں کی زینت میں اضافہ ہوگا، علم دین کا کچھ کام نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ کیکر کے درخت پر بادام کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ یہ یاد رکھئے گا، بادام کے درخت سے ہی بادام پیدا ہوں گے۔ محمد الرسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے قرآن کی تعلیمات، اور حدیث کی تعلیمات وہی پھیلا سکتا ہے جس نے چودہ یا اٹھارہ سال لگا کے یہ ڈگری لی ہو۔ اور ان چٹائیوں پر بیٹھا ہو اور مار کھائی ہو۔ یہ ان بابوؤں کے بس کی بات نہیں ہے، اپنی اس پرائیویٹ محنت کو موقوف نہ کیجئے، یہ باہمی تعاون سے جو پیسہ پیسہ، دو ٹکے، کوئی چٹائی، کوئی کاغذ اکھٹا کر کے پھر بچوں کو ناظرہ اور حفظ پڑھا رہے ہیں، اور پھر وہاں فرقانیہ میں آتے ہیں جہاں قاری صاحب تجوید پڑھا کر ڈگری دیتے ہیں، اور وہ قاری بن کر آگے جاتے ہیں، مدرس لگتے ہیں پھر وہ وہاں پڑھاتے ہیں، اور آگے یہ سلسلہ چلتا ہے یہ جو ہمارا باہمی سلسلہ ۱۸۵۷ء سے چل رہا ہے اس کو چلائے رکھئے گا جب تک خلفائے راشدین کا نظام نافذ نہیں ہوتا۔

اعلانات کے مغالطے میں نہ رہنا اس سے تو ابھی تک کچھ ہوا بھی نہیں ہے سوائے اعلانات کے، خدا عملی طور پر نافذ کروادے، ہمیں زندگی میں وہ سعادت نصیب کرائے کہ اسلام کی کوئی بھی تو بات عملی طور پر نافذ تو ہو جائے، ورنہ ان وعدوں کو تو ۱۹۴۵ء سے سنتے سنتے آج کا دن ہو گیا ہے، اور اللہ پاک ان وعدوں کو عملی شکل کی صورت اختیار کرانے کی غیبی توفیق عطا فرمائے۔ تو میرے بھائیو، میرے عزیزو، میرے بزرگو! بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ قرآن خود آپ کو بتا رہا ہے، اللہ

فرماتا ہے کہ:

{ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآن }

یہ قرآن رمضان کے مہینے میں نازل ہوا ہے،نوجوانوں اور بچوں سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر یہ قرآن رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں نازل ہوتا تو یہ تراویح، اور قرآن پھر اُس مہینے میں پڑھا جاتا یا نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ عظمت اور فضیلت اور برکت تمام چیزوں کا مرکز قرآن کریم ہے۔جس مہینے میں نازل ہوا وہ مہینہ متبرک ہوا اور باقی گیارہ مہینے رہ گئے، اب وہ قرآن کا مہینہ ہوگیا، دن کو قرآن کا دور ہورہا ہے حافظوں کا اور رات کو سنا رہے ہیں، اور جو عابد ہیں زاہد ہیں، صوفیائے کرام ہیں، وہ سحری کو اٹھ کر دوبارہ پھر سن رہے ہیں، خاص لوگ عشاء کے وقت نہیں سنتے وہ سحری کے وقت با قاعدہ تہجد میں قرآن پڑھتے، اور سنتے ہیں، اور خدا آپ کو لے جائے حرم شریف میں میرے سمیت سب کو خدا لیجائے، ایک قرآن پاک عشاء کے فرضوں کے بعد ہوتا ہے اور دوسرا قرآن پاک جب تہجد کی آذان ہوتی ہے تو اس وقت ہوتا ہے۔

حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ہاں بھی یہی معمول تھا۔ پیر طریقت حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے یہاں بھی یہی معمول تھا۔ کندیاں میں جائیں خانقاہ سراجیہ میں ہمارے پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب کے ہاں بھی یہی طریقہ ہے۔سحری کے وقت جا کر وتروں کی تین رکعتیں ہوتی ہیں ساری رات جناب من قرآن پاک پڑھا وسنا جاتا ہے۔

اسی طرح امیر المجاہدین حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ اور ان کی پوری جماعت کے اندر شاہ اسماعیل شہیدؒ اور دیگر حضرات کے ہاں بھی یہی معمول تھا، خاص لوگوں کا معمول یہ ہوتا ہے کہ وہ رات کے پچھلے حصے میں قرآن پاک سنا کرتے ہیں، اس لئے کہ رات کا پچھلا حصہ خصوصی وقت ہوتا ہے، قرآن پاک میں خود آیا ہوا ہے۔نوجوانوں کو کیلنڈر کی جنرل ناوَلج کے لئے یہ بات دے رہا ہوں کہ بارہ مہینوں میں سے قرآن کے نزول کا مہینہ رمضان کا مہینہ ہے، اور رمضان کے مہینے کی ۲۹، یا ۳۰ راتیں ہوتیں ہیں اس لئے ان راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر کی بھی ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا۔باقی معین کر کے اس لئے نہیں بتایا، اور اس کو دوسری راتوں کے اندر لپیٹ دیا اور چھپا دیا تا کہ عیسائیوں کی طرح ہفتہ میں ایک دن کے دو گھنٹوں کی طرح جس طرح وہ گرجا گھروں میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور پھر اس کے بعد پورا ہفتہ جو مرضی میں آئے کرتے رہتے ہیں۔مسلمان بھی خاص کسی ایک رات پر اکتفاء نہ کریں، اور دین کو کھلونا نہ بنادیں۔اور تا کہ عاشقوں کے عشق کا پتہ لگے کہ حلوے والے عاشق کتنے ہیں اور رات کو جاگ کر، تراویح میں قرآن پڑھنے، اور دس دنوں کا اعتکاف کر کے اس

رات کوتلاش کرنے والے عاشق کتنے ہیں؟ تومہینوں کے اعتبار سے رمضان المبارک میں اور راتوں کے اعتبار سے لیلۃ القدر میں اور مکان کے لحاظ سے قرآن پاک کہاں نازل ہوا؟ غار حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا۔

۱۹۵۸ء میں جب ہم گئے تو اللہ کی مہربانی سے سوڈیڑھ سوآدمی ساتھ لے کر غار حراء میں گئے ،اس وقت جسم میں جان تھی ، پانی اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لے کر گئے،سارا دن وہاں گزارا ،قرآن پڑھا ،نفلیں پڑھیں ،خوب دعائیں مانگیں۔اوراب جب پچھلے سالوں میں گئے تو چڑھائی کو دیکھ کر ہی سانس پھول جاتا ہے۔اس لئے توصوفیاء کہتے ہیں:

در جوانی عبادت کردن شیوۂ پیغمبری است۔

کہ جوانی میں عبادت کرنی یہ پیغمبروں کا شیوہ ہے۔بڑھاپے میں تو آدمی کسی کام کا ہوتا ہی نہیں۔

تو میرے بھائیو میرے عزیزو! تو نزول کے اعتبار سے قرآن غار حراء میں نازل ہوا۔ ماؤں اور بہنوں: ایمان کے راستے سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سیرت پر جانے کی کوشش کرو،ہر مسلمان کی بیوی اور زوجہ ایسی ہونی چاہئے جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کریم کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا غار حرا میں اور وہاں سے گھر کے لئے جب چلے ہیں تو آپ کی نبوت کا اعلان اللہ پاک نے سنگریزوں سے ،اور جھاڑیوں کے پتوں سے ہر چیز سے کرایا۔اور اگر آپ نے یہ حدیث دیکھنی ہے تو حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جو جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر گزرے ہیں ان کی حضور کی سیرت پر لکھی ہوئی کتاب سیرت رسول کا مطالعہ کر لیں۔وہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب یہاں سے چلے ہیں تو ہر چیز یہ کہتی تھی محمد الرسول اللہ ،محمد الرسول اللہ۔یہ گوشت بول رہا ہے کہ نہیں ،کون بولوا رہا ہے اس گوشت کو۔اللہ ،تو وہی اللہ خالق ہے ان جھاڑیوں کا ،سنگریزوں کا ،ریت کے ذرّوں کا ،اس نے اسوقت ان کو بلوادیا ، اور محمد ﷺ دائیں بائیں سے ان کی آوازیں سنتے جارہے تھے۔مولانا محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ :وحی کے نزول اور حضرت جبرائیل کو اصل شکل میں دیکھنے ،اور دبانے سے جو جلال کی کیفیت آپ پر طاری تھی ،اور جسم پر کپکپی تھی اس کے اثر کو کم کرنے کے لئے بار بار آپ کو محمد الرسول اللہ کی آوزیں سنائیں گئیں۔ایسے بزرگوں کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ وہابی ہیں؟ تم نے وہابی دیکھے نہیں ہیں،تحریک دیوبندیت یہ تو بہترین مسلمان ہیں ،حضرات صحابہ کرام کے علم و عمل کو جمع کرنے والا طبقہ ہے ، جو مسلمانوں کو خدا کی طرف لے جاتا ہے۔

ماؤں بہنوں ،سنو جب حضور خدیجۃ الکبریٰ کے پاس پہنچے تو وہاں حضور نے جو الفاظ کہے ،خدا کو وہ الفاظ اتنے اچھے لگے کہ قرآن بنا کر اتار دیا۔{ يَآ أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۔ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا } حضور نے فرمایا" زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ" مجھے کپڑا

اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو۔سردی لگ رہی ہے جسم کانپ رہا ہے ۔حضور ﷺ نے جب حضرت خدیجہ سے غار میں پیش آنے والی ساری صورت حال بیان کی تو انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دی ، اور خاندان میں جو بڑا معمر آدمی تھا اس کے پاس آپ کو لے گئیں،اور کہا کہ میرے شوہر کی بات سنو! حضور کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ ،اور حضرت عائیشہ کا شوہر کہنا، حضرت فاطمۃ الزھراء ، اور حضرت زینب ، رقیہ اور ام کلثوم کا ابا کہنا، اور حضرت ابو بکر اور عمرؓ کا داماد، اور حضرت عثمان، اور حضرت علیؓ کا خسر کہنا یہ بے ادبی ہے اور یہ وہابی پنہ ہے، اور یہ دیوبندیت ہے، ذرا سوچو تو سہی۔ یہ نہ کہیں تو پھر کیا کہیں؟ جب یہ حقیقتیں ہیں تو پھر کیوں نہ کہیں ، حضرت علی کی اولاد میں تبرک آتا ہے تو وہ اسی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہیں حضرت علی کے نکاح میں ،حضرت عثمان کو لقب ملتا ہے ذوالنورین کا تو اسی لئے کہ حضرت عثمان کے نکاح میں رسول اللہ کی دو بیٹیاں ہیں ۔جو بیٹیوں ، بیٹوں کا باپ ہو،عورتوں کا شوہر ہو وہ انسان ہوتا ہے اور اسی کا نام بشر ہے ، یہی بشریت ہے ۔لیکن ان کی بشریت میں اور ہماری بشریت میں فرق تھا، ہماری بشریت گناہوں سے آلودہ ہے ۔اور رسول اللہ بشریت کا کامل و مکمل نمونہ ہیں ، ایسے کہ فرشتے بھی آپ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے ۔ وہ معراج کی حدیث میں آتا ہے ناں کہ رسول اللہ جب معراج کے سفر میں حضور علیہ السلام ایک مقام پر پہنچے تو جبرائیل امین بھی پیچھے رہ گئے ،اور حضور ﷺ وہاں سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اکیلے تشریف لے گئے ۔حضور علیہ السلام نے اس موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا اور یہاں میرا ساتھ چھوڑ کر پیچھے رہ رہے ہو؟ شیخ سعدی اس بات کو فارسی زبان میں شعر کی صورت میں یوں بیان کرتے ہیں کہ :

چوں در دوستی مخلصم یافتی ۔ حیرانم زصحبت چرا تافتی ۔

اے جبرائیل امین جب دوستی میں تو ہمیشہ میرا مخلص رہا اور میں نے تجھے مخلص پایا ہے ۔تو آج میرے صحبت سے باگیں کیوں کھینچتا ہے ؟ پیچھے کیوں رہتا ہے؟ تو مقام فرشتہ اور مقام محمد ﷺ کا اندازہ لگا لو فرشتہ جبرائیل امین جواب دیتے ہیں :

گر یک سرموئے برتر پرم　　　فروغ تجلّی بسوزد پرم

اگر ایک بال کے سرے کے برابر اس حد سے آگے اتنا بھی تجاوز کرتا ہوں تو خدا کے انوار کے جلال کی شعائیں میرے پروں کو بھی جلا ڈالیں گی ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

****

خطاب بر موضوع شب قدر، اور اسلام میں وسعت نظری

خطبہ جمعہ: ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ★ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ★

{ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ★ وَمَآ اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ★ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ★ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ★ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ }

مُحَمَّدٌ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ ، وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ ٭ يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ ٭ يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ :

عزیزو! اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل حال نہ ہوتو کوئی بھی شخص کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ بڑے بڑے تندرست، جوان، فارغ البال، اللہ کی دی ہوئی روزی کے مالک ہر لحاظ سے اطمینان کی زندگی میسر ہے، اولاد بھی اس نے دی ہوئی ہے، رہائش کو مکان دے رکھا ہے، گھر میں بیوی موجود ہے، صحت موجود ہے، روزی موجود ہے اور ان تمام انعامات کے ہوتے ہوئے بیسیوں، سینکڑوں ایسے مسلمان کہ جو عید کے دن نئے کپڑے پہننے کے مسلمان، مٹھائی کھانے اور مبارکباد دینے اور لینے کے مسلمان، آپ حضرات کے ساتھ شامل ہو جانے والے، اور عمل کے اعتبار سے بالکل پسڈ ی، پسماندہ، دور افتادہ۔ اس لئے کہ خداوند قدوس کی جو خاص رحمت ہوتی ہے جو منتخب کرتی ہے، پسند کرتی ہے، اس رحمت سے جو گر جائے، نظر انداز ہو جائے، محاورے میں بزرگوں سے سنا ہے کہ اس کو کہا جاتا ہے بدبختی، سیاہ بختی۔ اللہ پاک بدبختی، سیاہ بختی سے بچائے۔

اسی واسطے حدیث شریف میں آیا، اللہ کے حبیب، دونوں جہانوں کے سردار، رحمت دو عالم جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤمنوں کو ایمان والوں کو ارشاد فرمایا: کہ خدا کی توفیق سے جب کار خیر سرزد ہو جائے تم سے، جانی، مالی، زبانی جیسا بھی کار خیر ہو نیکیوں کی کوئی حد نہیں ہے یاد رکھئے گا۔ تو حضور نے فرمایا کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو، تاکہ خدا خوش ہو کر اور تمہاری اس قدر دانی کی وجہ سے تمہیں قدردان سمجھ کر اور زیادہ اپنی نعمتوں سے نوازے۔ اسی لئے قرآن پاک میں آتا ہے:

{ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا ، وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ }

تعریف ہے،ثناء ہے، بڑائی ہے، برتری ہے اس اللہ کے لئے وحدہ لاشریک کے لئے۔ {هَدَانَا لِهٰذَا} کہ اس نے ہمیں توفیق دے کے پہنچایا ہے اس مقام تک،مسجد تک پہنچایا،سجدے تک پہنچایا، رکوع تک پہنچایا، اپنا نام لینے تک پہنچایا،اپنے گھر کی خدمت تک پہنچایا، اپنے کلام کے پڑھنے سننے تک پہنچایا،فرض کے ادا کرنے،سنتوں کے ادا کرنے واجبات کے ادا کرنے،حقوق العباد ادا کرنے،حقوق اللہ ادا کرنے،ان مقامات تک {هَدَانَا لِهٰذَا} اس نے ہم کو پہنچایا۔{وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ} ورنہ ہم تو اپنے نفس کے اعتبار سے وہ نہ تھے کہ یہ سب کچھ کر سکتے اور یہاں پہنچ سکتے {لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰه} اگر اللہ پاک ہماری یہ راہنمائی نہ کرتا۔

یہ قرآن پاک کی آیت ہے۔مومن کی صفت بیان کی گئی ہے،کہ مومن اللہ کے انعامات پہ یوں شکر گزار ہوا کرتے ہیں۔اس آیت میں مومن کی نشانی بتائی گئی ہے۔تو اسی آیت کہ ساتھ میں وہ حدیث عرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب اللہ پاک توفیق دیتا ہے تو نیکی کر کے خوش ہوا کرو۔اور اس خوشی کا مظاہرہ اللہ کی حمد وثناء سے کیا کرو تا کہ وہ مزید اور توفیق عطا فرمائے۔اسی لئے تو آیت کریمہ میں آتا ہے کہ { وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ } کہ اے میرے بندو! اگر تم شکر گزاری کرو گے قدر دانی کرو گے۔لفظ شکر کا لفظی معنیٰ تو یہ ہے نا کہ زبان سے کہہ دیا شکر الحمد للہ۔

لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نعمت کی قدر دانی کرنی بے قدری نہیں کرنی { وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ } اگر تم میری نعمتوں کی قدر دانی کرو گے تو { لَاَزِيْدَنَّكُمْ } میں اور مزید تم کو دوں گا {وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْد} اگر تم ناشکری کرو گے، بے قدری کرو گے تو پھر یاد رکھو میری گرفت، میری طرف سے جو تکلیف اور تمہیں کوفت آئے گی،جسمانی ہو روحانی ہو، دینی ہو دنیاوی ہو،اس جہاں کی ہو، اگلے جہان کی ہو وہ بڑی سخت ہے اللہ اس سے بچائے۔تو خدا شاکرین میں شامل فرمائے،خدا منکروں میں شامل نہ کرے۔

تمہید لمبی ہوگئی اس پر عرض کر رہا تھا کہ خدا کا شکر ہے،الحمد للہ، اللہ قبول فرمائے کہ اس نے توفیق دی اور یہ بیس روزے پورے ہو گئے،جیسے ہم گناہ گار ہیں ہماری ٹوٹی پھوٹی حالت کے مطابق تراویح،تلاوت اور قرآن پاک کا سننا، اور باقی نیک اعمال جو ہم سے ہو سکے قبول فرمائے،اور جو ہم نہیں کر سکے خدا ہمیں معاف فرمائے۔اور دعاء یہ ہے کہ اب جو بقایہ دس(۱۰) دن ہیں اور اگر اس کی قدرت کاملہ سے نو(۹) ہو جائیں تو وہ شریعت کا ضابطہ اور اس کی مشیئت ہے جس کا چاند دیکھنے پہ دار و مدار ہے۔تو خدا یہ بھی پورے کرائے،اور خاتمہ ایمان پر رکھے۔

تو رمضان المبارک کا آج اکیسواں روزہ ہے، اور حدیث پاک کی روشنی میں اکیسویں شب سے شب قدر کا امکان شروع ہو گیا تو میں نے اس مناسبت سے سورۃ القدر کی تلاوت کر دی، اس لئے کہ قرآن پاک کا نزول عرش معلّٰی لوح محفوظ سے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یکبارگی اس شب قدر میں نزول ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ:

{ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ }

مہینہ تو بتا دیا دوسری سورت سورۃ البقرہ میں وہاں بتا دیا کہ:

{ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ }

قرآن کس مہینے میں نازل ہوا تو جواب سمجھا دیا کہ مسلمانو تم یوں کہو کہ قرآن تو رمضان کے مہینے میں نازل ہوا۔ اب رمضان کے تیس یا انتیس دنوں میں سے پھر کس دن کس رات اور کس وقت میں نازل ہوا سارا یکبارگی؟ تو اس کے بارے میں بتا دیا گیا کہ:

{ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ }

کہ ہم نے اتارا اس قرآن کو محمد عربی پر یکبارگی قدر کی رات میں۔ اب قدر کی رات کو دس کے عدد میں لپیٹ کر رکھ دیا، معین اور مقرر کر کے بتایا نہیں تا کہ مسلمان، ڈھیلے ڈھالے عمل کرنے میں سست نہ ہو جائیں عیسائیوں کی طرح کہ اتوار کے دن ڈھنگا ڈھنگا کر کے گھنٹہ بھر کے لئے گرجا میں جا کر گانا بجانا کر کے آ گئے اور پھر سات دن کوئی عمل نہیں، کوئی محنت نہیں، کوئی مجاہدہ نہیں۔

تو اسلام چونکہ اپنے ماننے والوں سے باعمل زندگی گزرواتا ہے، تلاش روزی میں نکلے تب باعمل، شادی کرے تب باعمل زندگی، جہاد میں ہے تب باعمل زندگی، مزدوری کرتا ہے تب باعمل زندگی، عبادات میں لگے، معاملات میں لگے، اخلاق میں لگے، جس طرف جائے اسلام اپنے ماننے والوں کو نکھٹو، بے کار عضو معطل بنا کر نہیں رکھنا چاہتا۔

اسلام متحرک دین ہے، اسلام جاندار دین ہے، اور اسلام اپنے عقائد اور نظریات کے لحاظ سے اپنے ماننے والوں کو متحرک، جاندار، بہادر، دلیر اور مخلوق خدا کا خیر خواہ بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ صرف اپنی ہی خیر خواہی کرے۔ اپنی خیر خواہی تو کرنی ہی کرنی ہے، بڑی بات یہ ہے کہ وہ مخلوق خدا کی خیر خواہی کرے۔

جامع الفاظ سے دعاء مانگنا:

دعاء کے الفاظ قرآن میں دیکھو، مفرد الفاظ کہیں نہیں آئیں گے، سوائے چند ایک آیات کے جیسے رب نے زکریا علیہ السلام کو دعاء سکھائی تھی کہ {رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا} اے اللہ مجھے بخش دے، عنایت کردے عطا فرمادے۔ {مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا} اپنی جناب سے کوئی والی، وارث {يَرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ} جو میرا وارث ہو اور یعقوب پیغمبر کا وہ وارث ہو۔ یہاں وارثت مکان، کوٹھی، زمین سے نہیں تھی یہاں وارثت سے مراد تعلیمات نبوت ہے، نبوت کا پروگرام، نبوت کی تعلیمات، نبوت کے فرائض، اور اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینے اور تعلیمات پیغمبر کو پھیلانے کے لئے میرا والی وارث ہو یعنی جانشین ہو۔

ورنہ اس کے علاوہ آپ دعائیں دیکھیں، جہاں مغفرت کی دعاء ہے، جہاں معافی کی دعاء ہے، جہاں رزق کے لئے دعاء ہے، جہاں فتح کی دعاء ہے، جہاں بھی آپ قرآن کی تلاوت کرتے وقت آئندہ خیال فرمائیں تو تلاوت ایک آدمی کرتا ہے، لیکن اس کی زبان سے جب الفاظ نکلتے ہیں اور جب سوال ہوتا ہے، عرضی ہوتی خدا کے سامنے تو وہ اپنے ساتھ سارے مسلمانوں کو شامل کرتا ہے۔

{رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً} دیکھ لو یہاں جمع ہے اے اللہ! ہم سب کو دنیا میں عطا فرما بہتری، اب لفظ حسنۃ بہتری کے اندر کاروبار کی بہتری، گھر کی بہتری، گھریلو زندگی گزارنے کے اندر بہتری کہ کوئی جھگڑا فساد نہ ہو، محلے میں رہنے کی بہتری، ایمان کی بہتری، اخلاق کی بہتری، روزگار کی بہتری، فرمانبردار اولاد کے ملنے کی بہتری، عادل منصف مزاج خدا سے ڈرنے والا حکمران مل جانے کی بہتری، یہ لفظ اتنا جامع ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کی ضروریات کی ہے، مسلمان کی ضروریات کی ہے وہ سب اس ایک جملہ میں آجاتی ہے۔

{رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً} اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما۔ میں بیمار ہوں تو مجھے صحت کی بھلائی، آپ سفر پر جارہے ہیں تو {رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً} میں آپ کے لئے بہتری یہ ہوگی کہ خدا سفر با سلامت رکھے، آپ کاروبار کررہے ہیں آپ کے لئے {رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً} میں بہتری یہ ہوگی کہ آپ کا کاروبار چالو رہے، منافع بخش رہے، اطمینان بخش رہے وہ ہل چلا رہا ہے کھیتی باڑی کررہا ہے اس کے لئے {رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً} یہ ہوا کہ وہ کھیتی کمال والی ہو، پیداوار والی ہو، اس کی فصل بچ جائے، رچ جائے، پک جائے، کھالے اور کھا کر اللہ

کی عبادت بجالائے ،مخلوق خدا کی خدمت کرے ،تو یہ اس کے لئے حسنہ ہوا۔

تو جتنے مانگنے والے کثیر ہیں ، زیادہ ہیں انہیں کے حساب سے یہ دعاء جامع ہو جاتی ہے ۔اسی طریقے سے کہیں آتا ہے" **وَرْزُقْنَا**"، ہم سب کو رزق عطا فرما، حالانکہ تلاوت جب کوئی کرتا ہے تو اکیلا کرتا ہے لیکن دعاء جامع ہے ، " **وَارْحَمْنَا**"، ہم سب پہ رحم فرما، دیکھ لو سب کو ساتھ شامل کیا، " **وَاعْفُ عَنَّا**"، ہم سب کو معاف فرما۔

تو قرآن کی دعاؤں کو جب آپ اکھٹا کر کے فہرست بنائیں گے تو قرآن کی تعلیمات سے یہ سبق مل رہا ہے کہ مسلمان اپنے ساتھ کل مسلمانوں کی بھلائی مانگا کرتا ہے ،کل کی بھلائی ،اور یہ اس کے لئے صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے تو جب آپ سب کے لئے بھلائی مانگیں گے تو اللہ آپ کو اس نیک عمل کا بدلہ بطور احسان کے یہ دے گا کہ آپ اس کی مخلوق کی بھلائی چاہ رہے ہو تو اللہ آپ کو بھی بھلائی عطا فرمائیں گے۔

{ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ }

بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے ۔تو لہٰذا وہ بھلائی پھر یوں ملتی ہے کہ اللہ پاک ہر مشکل کو آسان کرتا ہے ۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضور پاک نے ارشاد فرمایا: {مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ} اور دوسری حدیث میں آیا کہ:

{ مَنْ كَانَ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ عَوْنِهٖ }

ہر وہ مسلمان جو دوسرے مسلمان کی بھلائی میں لگ جائے ،تدبیر ہے ،تجویز ہے ،تقریر ہے ،مسئلہ بتا رہا ہے ،لکھ کے دے رہا ہے ،مشورہ کر رہا ہے ، ٹیلی فون کر رہا ہے ،خود جا کر یہ کہتا ہے کہ فلاں کا یہ کام ہے کر دو، موقع محل کے لحاظ سے دوسرے کو جس اعانت کی ضرورت تھی وہ اعانت جب مسلمان دوسرے کی کرتا ہے ،موقع محل بدلتے رہتے ہیں ۔تو حضور نے فرمایا: پیغمبر کے الفاظ تو جامع ہوتے ہیں ناں ، موتی ہوتے ہیں قیمتی ، جس طرح موتی جسامت کے لحاظ سے چھوٹا سا ہوتا ہے، قدو قامت کے لحاظ سے ،لیکن قیمت کے لحاظ سے بے بہا ہوتا ہے ۔

خدا کا کلام اور خدا کے رسول کا کلام بھی اسی طرح سے حرفوں کی تعداد کے لحاظ سے تو مختصر الفاظ ہوتے ہیں ،لیکن وہ اپنی معانی کے لحاظ سے وہ بے بہا، بے انتہاء سمندر ہوتا ہے جس نے مطالب کو گھیرا ہوا ہوتا ہے ،تو حدیث کا یہ جملہ:

{ مَنْ كَانَ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ عَوْنِهٖ }

یعنی ہر وہ آدمی جو اپنے مسلمان بھائی کی بھلائی میں ہوگا ،اس کی اعانت کرے گا ، اللہ پاک اس کی امداد میں لگے رہتے ہیں ،اس کی امداد فرماتے ہیں ۔

تو بات عرض کر رہا تھا کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے وسعت قلبی، وسعت نظر کا طالب ہے کہ وہ اتنا وسیع القلب اور وسیع النظر ہو کہ بھلائی پہنچانے میں خدا کی ساری مخلوق کو اپنے ساتھ شامل کرے۔ایک بدوی دیہات کا رہنے والا (چونکہ دیہات میں علم کم ہوتا ہے، یہ قدیم سے بات چلی آتی ہے، دیہات میں علم کے وسائل کم ہوتے ہیں، ذرائع کم ہوتے ہیں تو علم کم ہوتا ہے) تو ایک گاؤں کا دیہات کا گنوار مسلمان بیچارہ مسجد نبوی میں آیا، نماز سے فارغ ہوا تو جہری آواز میں با آواز بلند دعاء مانگ رہا تھا، اس نے اپنی دعاء میں یہ الفاظ کہے:

{ أَللّٰهُمَّ الرْحَمْنِیْ وَ مُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا}

اے اللہ رحم فرما میرے اور محمد الرسول اللہ ﷺ پر (یہ دعاء میں انفرادیت لے آیا) اور یہی نہیں آگے حد بندی لگاتا ہے، {وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا} ہمارے سوا کسی پر رحم نہ کرنا۔حضور ﷺ اس کی یہ دعاء سن رہے ہیں، جیسے یہاں کوئی دعاء مانگے تو آپ سن رہے ہوتے ہیں، اور جب کوئی نا مناسب بات ہو تو آپ چونکے بھی ہو جاتے ہیں۔حضور بھی چونکنے ہو گئے آپ نے جب اس کی یہ دعاء سنی اور وہ دعاء سے فارغ ہوا تو اسے اپنے پاس بلایا۔

وعظ ونصیحت کا انداز کیسا ہونا چاہئے؟

ڈانٹا نہیں جیسے ہم میں یہ عیب ہے اور ہماری عادت ہوتی ہے کہ ہم دوسرے مسلمان بیچارے سے اگر نماز پڑھتے ہوئے یا تلاوت کرتے ہوئے کوئی غلطی ہو جائے تو ایسے اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور ایسے جھاڑتے ہیں کہ جناب من اس بیچارے کے اوسان ہی خطا ہو جاتے ہیں، اور بسا اوقات تو وہ اتنا بددل ہو جاتا ہے کہ آئندہ مسجد میں نہیں آتا۔ناں، ایسا نہیں ہونا چاہئے، یہ جھاڑنا جو ہوتا ہے یہ صرف محسوس اس موقع کے لئے ہوتا ہے کہ جب ایک آدمی کو ٹریننگ دے چکا ہو، بار بار سمجھایا ہو، پڑھایا ہو اور اس سے اگر غلطی ہو جائے تو اس وقت اس کی غفلت کو ہٹانے کی خاطر ذرا سی سرزنش کرنی پڑتی ہے۔ورنہ اگر تعلیم دینا مقصد ہے، دوسرے کو سکھانا مقصد ہے، دوسرے کو اپنی طرف مائل کرنا مقصد ہے تو جناب من پھر وہاں پیار، نرمی، محبت اور لطف و کرم کے ساتھ سمجھانا پڑتا ہے جسے وہ فوراً قبول کر لیتا ہے، اور یہ انداز پیغمبرانہ ہے۔قرآن نے سکھانے کا، پڑھانے کا تعلیم دلانے کا خود یہ ڈھنگ سکھایا ہے، اللہ نے رسول کریم کو مخاطب کر کے فرمایا:

{ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ }

میرے پیغمبر، میرے رسول، میرے برگزیدہ پیغمبر، آپ ان مخاطبین کو، مخاطب تو آپ جانتے ہیں منکر تھے سارے اس میں مشرکین مکہ تھے بت پرست، اس میں ستاروں کی پوجا کرنے والے کواکب پرست بھی تھے، اور اس میں اس وقت

کے یہودی بھی تھے، جو حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے، اور اس میں اس وقت کے عیسائی بھی تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے، یہ سارے کافر تھے، اور کچھ ان کے علاوہ وہ تھے جو صرف بتوں ہی کی پوجا کیا کرتے تھے، اور ان سے مطالبے کرتے تھے، اور سجدے کرتے تھے، جنہیں اصنام پرست یا بت پرست کہا جاتا ہے۔ تو یہ سارے مخاطب تھے، توحید کی دعوت تو سب کے لئے تھی ناں، کہ سب شرک کو چھوڑو اور اسلام میں آؤ۔ تو اب انکار جب کریں تو انسان کو بشریت جب آتی ہے تو غصہ بھی آتا ہے، صدمہ بھی آتا ہے، اور پھر ایسے وقت میں کہ انسان اس وعظ یا تقریر اور گفتگو کے بدلے میں کوئی دنیاوی معاوضہ بھی نہ لینا چاہتا ہو تو اس کو پھر غصہ ضرور آتا ہے کیونکہ وہ مخلص ہوتا ہے، اس کے اخلاص کی جب قدر نہیں ہوتی تو اس کو غصہ آجاتا ہے۔ جب وعظ وتقریر کے بعد مانگنا مقصود ہو تو اس کو پھر غصہ نہیں آتا اس لئے کہ اس کے سامنے ایک اور مقصد ہوتا ہے۔ ثواب نہیں ہوتا، اگلوں کو قائل کرنا مقصد نہیں ہوتا۔ اور جب خالص اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی طرف بلانا مقصود ہوتا ہے تو غصہ آجاتا ہے۔

تو اللہ پاک نے امت کو سکھانے کے لئے مخاطب رسول کو کیا، اور فصاحت اور بلاغت کا انداز یہی ہے کہ آپ مجمع میں بیٹھے ہیں اور آپ ایک بات بیان فرما رہے ہیں جو سب کو سنانی ہے، لیکن آپ اس وقت اپنا مخاطب کر کے جو گفتگو کریں گے تو اس آدمی کو جو آپ کو سمجھتا ہے، آپ کو پہچانتا ہے، آپ کے انداز گفتگو کو جانتا ہے۔ تو آپ دیکھیں گے بھی اس کو، اور گفتگو بھی اس سے کریں گے۔ اور سننے کے درجے میں سارے سن لیں گے تعلیم سب کے لئے ہوگی اس طرح خدا مخاطب رسول کو کرتا ہے، رسول خدا کے منشاء کو سمجھتا ہے، رسول خدا کی مرضی کے تابع ہوتا ہے، اور اس کی مرضی کا پابند ہوتا ہے اس سے ادھر ادھر ہوتا نہیں۔ اس لئے خدا رسول کو مخاطب کر کے تعلیم سب انسانوں کو اور خدا کو وحدہٗ لاشریک ماننے والوں کو دیا کرتا ہے، تو اس آیت میں بھی خدا نے مخلوق کو، رسول کی امت کو تعلیم دے دی اور مخاطب رسول کو کیا۔

{ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ }

میرے رسول: میری توحید کی طرف اپنی نبوت کی طرف دعوت ان کو دے، تقریر کر، وعظ کر، سمجھا لیکن کس انداز میں کڑوے میں نہیں، کڑوے میں نہیں، متنفر کرنے والے میں نہیں۔ بلکہ { بِالْحِكْمَةِ } دانائی کے ساتھ۔ الفاظ وہ تدبیر کے ساتھ کہے جائیں کہ اگلے کو ناگوار نہ گزریں، ساتھ فرمایا {وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ} دیکھو لفظ حسنہ آگیا کہ وہ آپ کی نصیحت بڑے اچھے اور پیارے لہجے کے اندر ہو۔ یہاں دیکھو خداوند قدوس نے پیغمبر کو پابند کر دیا کہ اچھے لفظوں اور نصیحت کے ساتھ آپ دعوت دی جئے گا جس میں پیار والا پہلو غالب ہو۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھی یہی سمجھایا: {اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ } جائیو! دونوں کے دونوں فرعون کے پاس {فَقُوْلَآ } اور کہیو ! دونوں کے دونوں ، {اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ } ہم دونوں کے دونوں رسول ہیں تیرے رب کے ، سمجھے یہ لام کے پیچھے الف جو لگتا ہے تو گرائیمر میں دو کے معنیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ کہ ہم دونوں کے دونوں آپ کے پاس آئے ہیں کہ: {اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ } بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے ۔تو وہاں پر بھی دونوں رسولوں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو پابند کر دیا کہ : { فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا } کہ اس سے ملیّن بات کہنا، نرم بات کہنا، میٹھی بات کہنا خوشگوار الفاظ کہہ دینا اس کو، {لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ } ہوسکتا ہے کہ تمہاری بات سن کر وہ نصیحت حاصل کر لے { اَوْ یَخْشٰى } اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب پیار سے سمجھاؤ گے تو وہ میرے سے ڈر جائے ،اور اپنے آپ کو خدا کہنا چھوڑ دے ۔ اتنے بڑے متکبر ، اور مہا کافر کے سامنے بھی سخت لفظ کہنے سے روکا ، حالانکہ اللہ کی توحید کی غیرت کا تقاضہ یہ تھا کہ فرعون کو بہت کچھ سنا دینا چاہئے تھا لیکن نہیں نرمی سے سمجھانا۔

تو بات دور چلی گئی ۔ گنوار کو حضور نے بلایا اور پیار سے سمجھایا، اور یہی موقع نہیں کئی مرتبہ اوروں کو بھی مسجد نبوی میں پیار سے سمجھایا ہے ۔ ایک دفعہ اور ایک آدمی گنوار آیا مسجد نبوی میں اس زمان میں پختہ فرش تو نہیں تھا ، نیچے ریت تھی اور اوپر چھپر تھا۔تو اس نے اپنے پچھلے رواج کے مطابق جیسے دیہاتوں میں ہوتا ہے کہ اپنی حویلی کی چار دیواری کے اندر ہی پچھلی دیوار کے ساتھ جا کر پیشاب کے لئے بیٹھ جاتے ہیں ،اس نے بھی ایسا ہی کیا کہ جب پیشاب آیا تو مسجد نبوی کی جو چار دیواری تھی اس کے اندر ہی بیٹھ کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ نیا نیا اسلام قبول کیا تھا،ایک آدمی جو آج یا کل مسلمان ہوتا ہے ، اگر نئے آدمی کو آپ نہ پڑھائیں تو اس کو سارے آداب ایک دن میں تو نہیں آجاتے ، اس کو تو سکھانا پڑے گا کہ بھائی مسجد کا یہ ادب ہے ، نماز یوں پڑھی جاتی ہے ، کپڑے یوں پاک رکھنے پڑتے ہیں ، جسم کو یوں پاک رکھنا پڑتا ہے ،ساری چیزیں سکھاؤ گے رفتہ رفتہ تو تب جا کر آئیں گی ۔تو نومسلم تھا اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اسلام میں جس جگہ کو مسجد کہا جاتا ہے وہاں پیشاب نہیں کیا کرتے ۔ لہٰذا وہ اٹھا اور کونے میں بیٹھا اور پیشاب شروع کر دیا، جب اس پر صحابہ میں سے کسی کی نظر پڑ گئی تو صحابہ کرام نے اس کو دھتکارنا شروع کر دیا، حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ وہ اس کو ڈانٹ رہے تھے تو رحمت اللعالمین نے دیکھ لیا۔

دین میں زبردستی نہیں

اب دیکھ لو رحمت للعالمین کا برتاؤ ، یہ اسلام پیغمبر کی ان تعلیمات کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے ،انگریز نے اپنے زمانہ حکمرانی میں یہ جو دنیا میں نظریہ دیا ہے جس کو آج تک لوگ پڑھ رہے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا وہ جھوٹ ہے ،

انگریز جھوٹا، اس کی تصنیفات جھوٹی ، اسلام کے بارے میں اس کے سارے خیالات جھوٹے ،اسلام اپنی حقانیت اور پیغمبر اسلام ، اور پیغمبر اسلام کے صحابہ کے حسن خلق کی وجہ سے اسلام خود بخود پھیلا ہے ۔لوگ جوق در جوق جومسلمان ہوئے تو اسلام کی طرف راغب ہوکر ہوئے ، مجبور کر کے کسی کو مسلمان نہیں کیا۔ پہلے دن سے خدا نے رسول کو اور صحابہ کو پابند کر دیا کہ: {لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ} کہ دین قبول کروانے میں کسی پر زور نہیں ۔کسی غیر مسلم کو مجبور کر کے مسلمان نہ اس وقت کیا گیا اور نہ قیامت تک اس کی اجازت دی گئی ، کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں آپ کو گولی مارتا ہوں ،مگر اسلام کو قبول کروایا ہے اسلام کی خوبیاں سنا سنا کر اور قائل کروا کر اور مسلمان ہو جائے اور بعد میں اسلام کی اپنے قول اور عمل سے توہین کرے جیسا کہ ہم اس صدی کے مسلمان کر رہے ہیں،تو اس وقت پھر اسلامی تعلیمات میں ان پر اکراہ ہوسکتی ہے، اور اسلامی تعزیرات نافذ کی جاسکتی ہیں۔

ان کے لئے پھر کوڑے مقرر کر دئے،سزائیں مقرر کر دیں، کہ جھوٹ بولو گے تو یہ سزا ہوگی،نماز کا انکار کرے گا تو یہ سزا ہوگی ، زنا کرے گا تو یہ سزا ہوگی، ملاوٹ کرے گا تو یہ سزا ہوگی ۔ پھر اسلام کی ایک ایک تعلیم کے جز کے بارے میں باز پرس ہوگی ، قانون ہے اس کے لئے ۔لیکن غیر مسلم کو منوانے میں جبر نہیں ہے ۔اگر غیر مسلم کو جبراً مسلمان کروانا اسلام میں جائز ہوتا تو پھر آپ کا کیا خیال ہے اتنا جو زریں دور مسلمانوں کا گزرا ہے ایک کو بھی کافر چھوڑا ہوتا۔؟ کسی ایک مقام پر بھی کسی غیر مسلم کو مجبور کر کے مسلمان نہیں کیا۔

تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کو روکا اور فرمایا کہ کچھ مت کہو۔تو وہاں تو ادب تھا جناب، وہاں تو احترام تھا،حضور کی نگاہوں کی طرف دیکھتے تھے، اگر حضور اشارے فرما دیتے تو سارے مر مٹ جاتے تھے، یہ تو نہیں تھا کہ آگے سے بحث شروع کر دیتے کہ جی یہ مسجد میں پیشاب کر رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس کو کچھ نہ کہو۔ہم ہوتے تو ہم جھگڑ جاتے اپنے استاد کے ساتھ وہ صحابہ تھے ، وہ مجسمہ تعظیم تھے ، چپ ہو گئے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے ہر قول وفعل میں اللہ کی حکمت اور اس کی مرضی ہوتی ہے ،اور نجات اس میں ہے کہ پیغمبر کا کہا مانیں ۔ یہ صحابہ کا مسلک تھا تو چپ ہو گئے ۔جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو اس کے بعد اسے بلایا، بٹھایا، اور پیار سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے سمجھایا کہ:

{ اِنَّ هٰذَا مَسَاجِدُنَا لَايَنْبَغِيْ لِقَذِرٍ}

دیکھو یہ جو ہماری مسجد یں ہیں یہ کسی قسم کی پلیتی کی قابل نہیں ہیں۔ان کے اندر پیشاب نہیں کیا کرتے ،تھوکا نہیں کرتے ، باہر سے غلاظت نہیں لایا کرتے ، پوری تعلیم دے کر اسے سمجھا کے اور اٹھا کر بھیجا کہ دیکھو آج سیکھ لیا ہے

آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اب آپ سوچیں کہ اس طرح ترغیب اور محبت سے جس کی تربیت کی جائے گی کیا پھر وہ اسلام اور پیغمبر اسلام پہ ہمیشہ جاںنثار نہ ہوگا۔اور اگر اس دیہاتی، ان پڑھ کو چار تھپڑ مارے ہوتے تو وہ تو یہاں سے نکل کر باہر جاتا اور اسلام سے توبہ تائب ہو جاتا کہ میری اس اسلام سے توبہ ہے جہاں پٹائی ہوتی ہے۔یہ ہے رحمۃ اللعالمین کا مفہوم۔

وہ جب چلا گیا تو صحابہ کرامؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھایا کہ دیکھو یہ ان پڑھ ہے، اناڑی ہے، دیہات کا آیا ہوا ہے، یہ مسئلہ نہیں جانتا اس لئے یہ گناہ گار نہیں ہوا، تم مسئلہ جانتے ہو اس لئے تم پابند ہو، یہ پابند نہیں تھا، اب اس کو سکھا دیا ہے آئندہ یہ بھی پابند ہوگا، یہ سکھایا۔تو دیکھو خلق محمد، آپ کو کالجوں اور دفتروں میں کبھی بحث بھی کرنی پڑتی ہے ناں، اور نوجوانو آپ کو تقریریں بھی کبھی کالجوں میں کرنی پڑتیں ہیں ناں، یہ چیزیں یاد رکھا کرو، یہ ہے خلق محمد، کہہ دو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تو ضمنی بات تھی، اصل بات وہ کر رہا تھا وہ جو کہہ رہا تھا ناں کہ اے اللہ مجھ پر رحم کر اور محمد پر رحم کر اور باقی کسی پر رحم نہ کر۔اصل بات تو وہاں سے چلی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بٹھایا اور پیار سے سمجھایا کہ " أَتُحَدِّدُ رَحْمَتَ اللهِ "کیا تو اللہ کی رحمت کو محدود کر رہا ہے؟ خدا کی رحمت تو وہ ہے جس کے بارے میں اس نے فرمایا: " وَسِعَتْ رَحْمَتِيْ كُلَّ شَيْءٍ " کہ میری رحمت اتنی وسیع ہے کہ اس نے لپیٹ میں لے رکھا ہے ہر چیز کو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی اس رحمت کی وسعت کا یہ پرتاؤ ہے کہ انسان اور ہر جاندار، روح والی چیز کی والدہ اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، یہ خدا کی اس رحمت کا پرتاؤ ہے جو اس نے اس کے دل میں رکھ دیا۔اگر یہ خدا کی اس رحمت کا پرتاؤ نہ ہوتا تو یہ جناب من، نو مہینے اس کے پیٹ میں اور اس کے بعد ڈھائی سال تک یہ جو مشقت برداشت کرتی ہے، اور ہر جاندار چیز کی والدہ جو یہ مشقت برداشت کرتی ہے تو یہ سب اس کی رحمت ہی کا تو پرتاؤ ہے کہ اس نے دلوں میں یہ الفت ڈال دی ہے کہ جب تک بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو جان قربان کرنی پڑتی ہے اور ان کی پرورش کرنی پڑتی ہے۔

اور جب بڑے ہو جاتے ہیں، مونچھیں آجاتی ہیں، اور ہٹے کٹے ہو جاتے ہیں تو پھر باپ کو نوکر سمجھتے ہیں اور ماں کو نوکرانی سمجھتے ہیں یہ انگریز کی لعنت ہے۔انگریزی تہذیب میں اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہذیب میں یہ فرق ہے زمین و آسمان کا کہ انگریزی تہذیب میں جوں جوں بالغ ہوتا جاتا ہے، تعلیم آتی ہے، روزگار آتا ہے، وہ اپنے والدین سے بے نیاز ہوتا ہے، اکڑتا ہے، کودتا ہے، اور بڑھتے بڑھتے ابلیس بن جاتا ہے۔اور اسلامی تعلیم میں یہ خوبی ہے کہ جوں جوں بالغ ہوتا ہے، تعلیم آتی ہے، سوچ سمجھ آتی ہے تو اتنا ہی زیادہ وہ اپنے ماں باپ کا احسان اپنے پر زیادہ مانتا ہے، ان کا تابعدار ہوتا ہے، ان کی خدمت کرتا ہے، ان کی خوشنودی کو اپنا پروگرام بناتا ہے، اور چاہتا ہے کہ میرے ماں باپ میرے سے خوش ہوں

اسلامی تعلیم میں یہ خوبی اور انگریزی تعلیم کے وہ برے اثرات۔

باقی ضروریات زمانہ کے لحاظ سے وہ پڑھنی چاہئے، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ پڑھیں ناں، بھائی ضرورت کے لئے ضرورت کی ہر چیز حاصل کرنی چاہئے، اس دور میں میں تو یہاں تک آ گیا ہوں کہ اگر میرے پاس وسائل ہوں تو میں کم ازکم مدرسہ فرقانیہ کو مخصوص کردوں کہ اس میں فارغ طلباء اور علماء کو اور میٹرک پاس نوجوانوں کو بیٹھا کر انگریزی، فرانسیسی اور اس دور کی جدید عربی کے ڈپلومے دے کر انہیں نکالا جائے کہ دنیا میں وہ اسلام کی خدمت کرسکیں۔

حج پہ خدا لیجائے آپ کو، آمین تو کہو، مجھ سمیت خدا کسی کو مہربان کرے، آپ دیکھیں وہاں جا کر پتہ لگتا ہے کہ ہمارے آدھے مسلمان جو دنیا سے آتے ہیں وہ فرانسیسی زبان جانتے ہیں، یہ افریقہ سارا کا سارا، وہ بیچارے عربی تو نہیں جانتے جو انگریز کے زیر تسلط نہیں رہے وہ تو انگریزی نہیں بولتے وہ تو فرانسیسی بولتے ہیں، تھوڑی بہت کوئی اور زبانیں بھی ہوں گی، تو وہاں جا کر پتہ لگتا ہے۔ تو زبانوں اور لغتوں اور تحریر کا سیکھنا یہ بری بات نہیں ہے سب پڑھیں اور سیکھیں، اور آپ بھی پڑھیں، ان کی تہذیب اور بے حیائی کو اپنا لینا اور ان کی برائیوں کو اپنا لینا اس کو اسلام نہیں برداشت کرتا۔

ہم مولوی لوگ جو تردید کرتے ہیں تو انگریزی تعلیم کے نتیجے میں جو بے حیائی اور بے غیرتی آتی ہے، اور خدا سے بے نیازی اور ماں باپ سے جو بے نیازی آتی ہے ہم اس کی برائی بیان کرتے ہیں، یہ نہیں ہونی چاہئے باقی اپنے اولاد کو اگر اسلامی طور وطریقے بھی سکھلا رہے ہیں، قرآن کی تعلیم بھی دیتے ہیں، ان کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں، وہ قرآن بھی پڑھتے ہیں، ماں باپ کا ادب واحترام بھی کرتے ہیں، خدا کے بھی وفادار، رسول اللہ کے بھی وفادار، صحابہ کے بھی وفادار نیک خصلت اور نیک سیرت ہیں تو وہ تو ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ پڑھتے جائیں۔ حضور علیہ السلام نے بھی تو حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ان یہودیوں کی جو عبرانی زبان ہے یہ سیکھ لو یہ کہیں ہمیں تحریر میں دھوکہ نہ دے دیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اسپیشل طور پر سیکھی تھی جناب من: تاکہ یہ کسی معاملے میں دھوکہ نہ دیں مسلمانوں کو۔

تو میں بات عرض کررہا تھا کہ یہ اللہ پاک کی رحمتوں کا مہینہ اور اس کی رحمتوں سے جھولیاں بھرنے کا سیزن بیس دن اس کے گزر گئے بقایہ یا دس (10) دن ہیں یا نو (9) ہیں، نوجوان تو کہیں گے نو ہی ہو جائیں اور روزے خور کہیں گے کہ خدایا مردان، مالاکنڈ اور پشاور والوں کے ساتھ ہی سب کی عید ہو جائے، روزے خور رمضان میں بڑے تنگ ہوتے ہیں، اور عید کا چاند دیکھنے میں پیش پیش روزے خور ہوتے ہیں، یہ یاد رکھو۔ جنہوں نے روزے رکھنے ہوتے ہیں یہ تو بالکل ایمان کی طمانیت اور سکون میں ہوتے ہیں، کوئی بے قراری نہیں ہوتی، (۲۹) انتیس ہوں یا تیس۔ یہ چاہتے ہیں کہ خدا تیس کردے، لیکن روزے خوروں کو بڑی بے قراری ہوتی ہے، جن کا چوبیس گھنٹے جانوروں کی طرح منہ چلتا رہتا ہے۔ پتہ لگ جائے گا آگے چل

کر کے ،ان کو جب اللہ ثواب دے گا ناں ،ان کو۔اور جو انوار و برکات ملیں گے اس وقت جو حسرت ہو گی ،اس کا پھر کوئی اندازہ ہی نہ ہو گا بے عملوں کو۔اللہ پاک اس وقت کی حسرت سے بچائے ۔تو میں نے عرض کیا تھا کہ مہینہ تو بتا دیا کہ رمضان میں نازل ہوا۔ رات کون سی تھی ؟ تو بتایا کہ { اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ } لوح محفوظ سے یکبارگی محمد الرسول اللہ پر جو قرآن ہم نے نازل کیا تو وہ قدر کی رات تھی۔آگے پھر اس کی فضیلتیں ہیں۔

{ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ }

ہزار مہینوں کی عبادت سے اس ایک رات میں خدا توفیق دے ،آمین کہہ دو، جو عبادتیں ہو جائیں گی ان کا ہزار مہینوں کی عبادتوں سے زیادہ ثواب ہوگا۔سیزن ہوتا ہے ناں بابا۔

وہ مشہور ہے ناں کہ ہارون الرشیدؒ جب نکلتا ایک خاص وقت میں عصر کے بعد کوتو دجلہ کے پل پر بیٹھنے والوں کو نوازتا رہتا تھا،کوئی حساب نہیں ہوتا تھا جو ہاتھ میں اشرفیاں آجاتی تھیں ،دیتا جاتا تھا۔اور بری مثال تو آپ کو معلوم ہے کہ قوالی کے نام پر جب لوگ بیٹھتے ہیں ،کنجریوں کا گانا سننے کا جب جی چاہتا ہے تو کہتے ہیں چلو قوالی سنتے ہیں،خدا اس قوم کو راہ ہدایت نصیب فرمائے ،توحید کو خراب کرنے کے لئے حیلے نکالے ہوئے ہیں ،سنت رسول کریم اور سنت صحابہ کو خراب کرنے کے لئے اور بدعتیں اپنانے کے لئے حیلے نکالے ہوئے ہیں ۔اگر یہ چیزیں دین کا حصہ ہوتیں ،اوران میں رضائے الٰہی ملتی تو یہ خداوند قدوس اپنے رسول کے صحابہ کو سکھاتا،رسول سکھاتے ،صحابہ سکھاتے ،تابعین اور اس کے بعد پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ،حضرت مجدد الف ثانیؒ ،اور ہزاروں کروڑوں اولیاء کرام گزرے ہیں پھر وہ کیوں نہ کرتے ۔یہ تو عجم کے مسلمانوں نے ہنود سے لے کر دل بھلانے کا ایک طریقہ ایجاد کیا ہے،اس میں بھی الفاظ کفریہ بکتے رہتے ہیں۔اللہ پاک شرک سے بچائے ، بدعات سے بچائے ،توحید پہ قائم رکھے،سنت پہ قائم رکھے۔

تو فرمایا: { خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ } قدر کی رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتی ہے ، خدا توفیق دے۔اور اس کا الٹ بھی سن لو،کہ لیلۃ القدر کی ایک رات کا گناہ بھی ہزار مہینوں کی گناہ سے زیادہ ہے،اللہ پاک اُدھر سے بھی بچائے ۔یہ بھی ہمیشہ یاد رکھو،متبرک مقام میں اگر عبادت کرنے کا ثواب زیادہ ہے،مثلاً حرم شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کا ہے،تو حرم شریف میں ایک گناہ کا کام کرے گا تو وہ ایک لاکھ گناہ کے برابر ہو گا۔اگر اس محلے کے دوسرے مکانوں کے مقابلے میں یہ مکان جس کو مسجد کہتے ہیں یہ زیادہ متبرک ہے،اس کے اندر جہاں نیکی کرنے میں برکت زیادہ ہے اسی طرح گناہ کا کام کرنے کا وبال بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں۔

تو رمضان اگر رحمتوں کا مہینہ ہے خدا ہم سب کو نصیب فرمائے ،تو دوسری طرف جناب من رمضان میں اگر زحمتوں اور گناہ کے کام کوئی کرے گا تو اس کا عذاب بھی تو زیادہ ہے جو اس کا سیاہ پہلو ہے ۔اسی طرح اگر لیلۃ القدر میں اگر ثواب زیادہ ہے نیکی کرنے کا خدا توفیق دے،تو دوسری طرف عذاب بھی زیادہ ہے اگر گناہ کریں گے اس رات کے اندر، سمجھے کہ نہیں؟۔تو دونوں پہلو سامنے رکھو۔

میرے نوجوان عزیزو! یہ بڑے بڑے جو تیس چالیس اور پچاس سال کے ہیں یہ تو سن سن کر وعظ وتقریریں اپنی تقسیم سے پہلے سے لے کر آج تک سننے کے واسطے سے علم کا اچھا خاصا ذخیرہ خدا نے ان کو دے رکھا ہے ۔ سمجھے! اصل ضرورت میری اور آپ کی ہے، کہ آپ جو اس ملک میں پیدا ہوئے ، یا وہاں سے گود میں آئے اور یہاں جوان ہوئے ۔نہ آپ نے کفر وشرک کے وہ معرکے دیکھے، اور نہ آپ نے وہ مشکلات دیکھیں ،اور نہ آپ نے ان بزرگوں دیکھا۔ ان اللہ والوں کو دیکھا، نہ ان علماء کو دیکھا کہ جن کو دیکھ کر انسان کے دل میں روحانیت کی ایک تڑپ پیدا ہوتی تھی ۔ایک اخلاص پیدا ہوتا تھا۔

اور اب بدقسمتی یہ ہے کہ چونکہ (یہاں) خالص مسلمان اکثریت ہی بستی ہے کچھ ڈر تو ہے نہیں کہ بچے سکول میں جائیں گے، کالج میں جائیں گے، منڈی میں جائیں گے تو ان کو کوئی اپنے مذہب کی طرف نہ موڑ لے، ہندو نہ بنالے، سکھ نہ بنا لے، یہودی نہ کر دے، عیسائی نہ کر دے ۔اکثریت مسلمانوں کی ہے اور ہمیشہ اکثریت والا طبقہ غافل ہوا کرتا ہے یہ یاد رکھو! اکثریت ہمیشہ منتشر، بکھری ہوئی ہوتی ہے، تو مسلمانوں نے انفرادی تربیت اپنی اولاد کی دینی تربیت چھوڑ دی ہے ۔انفرادی طور پر۔

اس لئے میرے عزیزو آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں جمعہ میں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی عہد حاضر کی یا باہر کی دوسری باتیں چھیڑی ہوں ۔وہ میں قصداً نہیں چھیڑتا تا کہ یہ جو اللہ بھیجتا ہے، دل میں شوق ڈال کر یہاں آتے ہیں ان کا ایک ایک سیکنڈ نہ ضائع جائے ، اور ان کو صرف مسئلے کی باتیں بتادوں ، وعظ کی باتیں بتادوں جو میرے مرنے کے بعد آپ کے کام آئیں ،دوسری باتوں کے لئے ہمیں خدا نے باہر بڑا میدان دے رکھا ہے ہم وہاں رگڑا دے دیا کرتے ہیں ۔

تو میرے عزیز برخوردارو! نوجوانو! یہ یاد رکھو! کہ:

{ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ }

غیب کا علم تو اللہ ہی جانتا ہے

کہ لیلۃ القدر جس کا اکیسویں شب کو بھی امکان تھا، اور تئیسویں کو بھی امکان ہے ، اس لئے کہ غیب کا علم تو اللہ ہی

جانتا ہے ناں۔ ہم تو نہیں جانتے، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیب کی باتیں مولوی جانتا ہے، پیر جانتا ہے، بندر جانتا ہے، کبوتر جانتا ہے، طوطا جانتا ہے، وہ آدمی توبہ تائب ہو کر اپنا عقیدہ ٹھیک کرے یہ تو شرک ہے { لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللہ } قرآن صاف کہتا ہے کہ آنے والے لمحات میں کیا ہوگا، چوری ہوا مال کہاں پڑا ہے؟ مسافر سفر پہ گیا ہوا ہے اس وقت اس کی ٹرین کہاں سے گزر رہی ہے؟ بیٹے کی شادی کی ہے اور اب آئندہ پوتا ہوگا یا پوتی ہوگی؟ مال خریدنے کے لئے جارہا ہوں اس میں نفع ہوگا یا نقصان ہوگا؟ سو فیصدی یقین کے ساتھ کہ آئندہ کیا ہوگا اس کو سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ، جلّ جلالہٗ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ جو آدمی یہ کہے کہ فلاں یہ جانتا ہے اور فلاں یہ، یہ سب جھوٹ بولتے ہیں، انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے معجزات جن میں غیب کی باتیں بتائی گئیں، وہ ان کے معجزے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہیں نبی کے بعد کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتے۔ مومنین کاملین کے ساتھ اگر کوئی واقعہ ہوا ہو کہ کسی غیب کی بات کا پتہ لگا ہو وہ ان کا اکرام ہوتا ہے، خدا ان کو اعزاز دیتا ہے، لیکن وہ ہدیہ تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے دَین تو اللہ کی ہوتی ہے۔ وہ خود تو ٹھیکیداری کی دوکان کھول کر نہیں بیٹھتا ہے کہ میں ساری باتیں جانتا ہوں آؤ میرے پاس، میں تقدیریں بتاؤں گا، دو دو آنے دے کر جامع مسجد روڈ پر طوطے سے علم غیب پوچھا کرتے ہیں اور دوسری طرف خدا سے بھی وعدہ کرتے ہیں کہ { لَا شَرِیْكَ لَكَ } کہ تیرا کوئی شریک نہیں، جب تو طوطے سے لفافہ کھلوا کر اپنا مستقبل معلوم کرتا ہے تو تو نے تو طوطے کو شریک کر لیا، خدا کے بندے۔

اپنا عقیدہ درست رکھئے

تو نوجوان بچو! اسلام کی بنیاد توحید ہے یاد رکھو۔ عقیدے میں توحید، عمل میں توحید، قول وفعل میں توحید، ہر لحاظ سے خدا کو وحدہٗ لاشریک ماننا۔ خدا کی صفات دوسرے کسی میں نہ تسلیم کرنا یہ توحید ہے، اور اس بنیاد کو صحیح کرنے کے بعد اس بنیاد کا دوسرا حصہ محمد الرّسول اللہ ﷺ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے محمد الرّسول ﷺ تک تمام رسولوں کو خدا کا برگزیدہ رسول مان کر محمد الرّسول اللہ ﷺ کے لئے خاتم النبیّین کا عقیدہ رکھنا، کہ نبوت کے کمالات، نبوت کے فیوضات، نبوت کی خاصیتیں نبوت کا استعداد، نزول وحی کے امکانات، اللہ پاک نے محمد الرسول اللہ تک لا کر وہاں پہ ختم کر دی ہے، اور ان کی نبوت کو اتنا جامع، اتنا کامل، اتنا مکمل کر دیا ہے کہ اب اسی میں سارا کچھ رکھ دیا ہے، قیامت تک کے لئے نبوت کی تعلیمات کا فیضان محمد الرّسول اللہ کی نبوت سے ہی ملتا رہے گا۔ بصورت قرآن پاک، بصورت حدیث شریف اور بصورت علوم اسلامیہ نبوت کا فیضان جاری رکھ دیا ہے، سمندر ہے جو بہہ رہا ہے، بھرتا جائے جو اس میں سے جتنا جتنا لے سکتا ہے، نہ ختم ہونے والا ہے۔

وہ معتزلہ اکھٹے ہوئے ناں، نوجوانو! یہ بھی سنو! حضرت علیؓ کے زمانے میں کچھ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مسلمان ماننے سے منکر ہو گئے، اور حضرت علی شیر خدا پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، ان کو خارجی کہا جاتا ہے۔ یہ جو میں کہا کرتا ہوں

ناں، کہ نام کیا ہے؟ اجی اسّی سنی مسلمان ہاں، نام ہے سنّی مسلمان اور عقیدے ہیں رافضیوں کے، خارجیوں کے معتزلہ کے، کوئی اٹھ کے قرآن کے کاتب، جس کو خدا پسند کرے، محمد مصطفیٰ پسند کرے، اس پر اعتراض کرتا ہے، اس پر تنقید کرتا ہے، کوئی حضور کے دامادوں پہ، کوئی حضور کے خسر پہ، کوئی حضور کے خلفاء پہ، کوئی حضور کے صحابہ پہ اور پھر بھی مسلمان کے مسلمان۔

یہ حلوائی کی دوکان پہ جناب من نانا جی کی فاتحہ نہیں چل سکتی۔ سمجھے، اپنا اسلام بچانا چاہئے۔ اور اپنا اسلام تب بچے گا، بچو سن لو! کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے بارے میں وہ عقیدہ رکھے جو مجدّد الف ثانی نے سکھایا ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ نے اور شاہ عبد العزیز نے سکھایا ہے، کہ کُل کے کُل صحابہ کرام جنتی ہیں، کُل کے کُل صحابہ کرام اللہ پاک کے برگزیدہ، پسندیدہ، بخشے بخشوائے ہوئے ہیں، ان سے جو بشری غلطیاں ہوئیں وہ نبی کی صحبت کی وجہ سے خدا نے معاف کردی ہیں، اور آیت اتار کر اللہ نے اعلان کر دیا ہے کہ:

{ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ }

کہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ غزوہ احد کے موقع پر جو اوپر ڈھیری والے اتر گئے تھے مورچے کو چھوڑ کر اس پے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اتنی جلدی آیت اتار دی کہ منافقوں کو موقع نہ مل جائے کہ وہ طعنہ زنی نہ کریں کہ محمد کی بات نہیں مانتے چنگے یار وصحابی ہیں۔ اللہ نے فٹوفٹ فرما دیا نہیں نہیں نہیں نہیں یہ ایک بشری غلطی ہو گئی تھی میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ { فَاعْفُ عَنْهُمْ } آپ بھی ان کو معاف کریں، دیکھ لو بچو! خدا بھی اپنے پیغمبر سے سفارش کر رہا ہے، کہ میں نے ان کو معاف کر دیا ہے آپ بھی معاف کریں، اور صرف یہی نہیں کہ معاف کر دیں، بلکہ { وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ } چونکہ لغزش ہو چکی ہے اس لئے میرے آگے ان کے لئے دعاء بھی کریں تاکہ یہ خوش ہو جائیں، ہاتھ اٹھائیں اور دعاء کریں کہ اے میرے اللہ! میرے ان صحابہ سے جو لغزش ہو گئی ہے وہ انہیں معاف فرمادے، { وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ } ان کے لئے مجھ سے معافی مانگ لو۔ اور آئندہ کے لئے یہ نہیں ہے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے تو آئندہ ان پر اعتبار نہیں کرنا، ناں، فرمایا: اعتبار بھی انہی پہ کرنا ہے، بھروسہ انہی پہ کرنا ہے اور مشورہ بھی ان ہی کے ساتھ کرنا ہے، یہ آپ کے قابل اعتبار رفقاء ہیں، یہ آپ کے مشیر ہیں، یہ آپ کے ساتھی ہیں یہ آپ کے وزیر ہیں { وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ } اور اے رسول مشورہ کر ان صحابہ کے ساتھ معاملات دنیا کے اندر۔ دیکھ لیا، یہ صحابہ کا مقام خدا کی طرف سے جو معین کر دیا گیا ہے۔

تو عزیزو! ایمان کے پکا رہنے کے لئے پھر تیسری بات یہ شرط ہے کہ رسول اللہ کو خاتم النبییّن ہر لحاظ سے یہ ظلّی، بروزی، مستقل غیر مستقل کے امکانات مرزا قادیانی نے انگریزوں کے کہنے سے نکالے تھے۔ دجّال نے، اللہ پاک اس کے

دجل سے بچائے ،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ،پھر حضور کے لائے ہوئے اس نظام کو جس کو قرآن کہتے ہیں اس پر ،اور پھر اس قرآن کی تشریح چونکہ صحابہ نے کی ہے تو ساری بات یہاں آجائے گی کہ صحابہ کرام پر اعتماد کرنا پڑے گا۔

تو بات عرض کر رہا تھا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ کا دیا ہوا علم وہ بمنزلہ سمندر کے ہے وہ کم نہیں ہوتا ، اس لئے رسول اللہ پہ خدا نے نبوت ختم کر دی،اور بعد میں سمندر بنا دیا نبوت کے علم کا ، کہ لیتی جائے رسول اللہ کی امت کو محتاجگی نہیں آئے گی ، کہیں خشکی نہیں آئے گی ۔

یہ سمندر پہ بات مجھے حضرت علی والی یاد آگئی تھی ، وہ جو تھے ناں خارجی ، جنہوں نے حضرت علیؓ کو امیر المؤمنین اور مسلمان ماننے سے انکار کر کے ،اور باقاعدہ جہاد کا اعلان کر کے لڑنا شروع کر دیا تھا،تو وہ لڑتے لڑتے تھک گئے ،کوئی قتل ہوئے ،کوئی مردار ہوئے ،ان میں سے کچھ تھے سمجھدار انہوں نے کہا کہ یار بات کرنی چاہئے ،تو کمیشن مقرر ہوا ،ایک بورڈ مقرر ہوا کہ امیر المؤمنین کے ساتھ جا کر مناظرہ کرو، مناظرے میں اگر ہم ہار گئے تو تسلیم کر لیں گے ورنہ نہیں تسلیم کرتے ،اور فتویٰ اس بات پر لگایا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ مصالحت کرنے پر تم کیوں راضی ہوئے ہو؟ سمجھے کہ نہیں ، اس بات پر فتویٰ لگا دیا تھا۔

یہ بغیر علم کے ،بغیر واقفیت کے فتوے لگانا یہ پرانی عادت ہے فتوے نہ لگایا کرو، جلد بازی کبھی نہیں کرنی چاہئے ،تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس سترہ آدمی آئے خارجیوں کے اور آکر سوال کیا،،ایک ہی سوال تھا ،اور یہ طے کیا تھا کہ ایک ہی سوال کریں گے ، اور بعد میں جواب ملائیں گے ، اگر سب کا جواب جدا جدا ہوا تو سمجھ لینا کہ یہ حق پر ہیں ہمیں توبہ تائب ہو کر کے اور ان کو مسلمان تسلیم کر کے بیعت کر لینی چاہئے ۔

تو ہر آدمی تنہائی میں آتا اور ملتا اور یہ پوچھتا کہ علم دین اچھا؟ یا مال اچھا؟ حضرت علی ان کو جواب دیتے وہ چلا جاتا؟ حضرت علی کا سوال و جواب کتابوں میں موجود ہے، میں صرف اتنا بتاؤں کہ انہوں نے جواب دیا علم دین اچھا، مال اچھا نہیں،اس نے پوچھا کیوں ؟ حضرت علیؓ نے فرمایا :اس لئے کہ مال کو جب انسان خرچ کرتا ہے تو خود خرچ کرنے والے کے دل میں بخل پیدا ہوتا ہے ۔اور یہ خطرہ کہ یہ کم ہو جائے گا۔

اب اگر میں آپ سے کہوں کہ یہ باہر کا حصہ مسجد کا چپس کرادو،تو آپ حساب لگا ئیں گے کہ اگر میں اتنے پیسے یہاں لگاؤں گا تو میری پونجی اتنی کم ہو جائے گی ، یا میں آپ سے کہوں کہ یہاں دریاں بچھادو، یا میں آپ سے کہوں کہ درجہ حفظ کے لئے مدرسہ میں درس گاہ نہیں درس گاہ بنا دو،تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مال خرچ کرنے سے بخل پیدا ہوتا ہے، کہ یہ کم

ہوگا۔ اور علم کو خرچ کرنے سے وہ کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے سمجھے؟

آج سے پندرہ سال پہلے وعظ وتقریر کرنے میں اتنی معلومات نہیں تھی ،جتنی معلومات اب وعظ کرتے ہوئے اللہ پاک سامنے لے آتا ہے، جوں جوں وعظ کرتے رہے اتنی ہی معلومات بڑھتے رہے بڑھتے رہے، یہی تو وجہ ہے کہ جو آدمی معمر ہوتا ہے اس کا علم پختہ ہوتا ہے، پکا ہوتا ہے، فتویٰ صحیح دیتا ہے۔

تو حضرت علیؓ نے بہت سارے جواب دیئے ،دوسرے کو جواب دیا کہ وہ چوری ہوسکتا ہے، کسٹم کے نام سے، انکم ٹیکس کے نام سے، جرمانے کے نام سے ،ڈاکوؤں کے ہاتھ سے، کسی طریقے سے بھی ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔لیکن آپ نے فرمایا کہ: علم اس لئے اچھا کہ یہ نہ چوری ہوسکتا ہے، نہ ضبط ہوسکتا ہے، نہ یہ بند ہوسکتا نہ پابندی لگ سکتی ہے، سینے میں محفوظ رہتا ہے۔تیسرے سے کہا کہ وہ رہ سکتا ہے یہ رہتا نہیں جدھر جاؤ گے ساتھ جائے گا۔تو (17) ستاراں آدمیوں کو ستاراں جواب دیئے ،اس کے بعد آپس میں جب وہ رل کے بیٹھے اور جوابات پر غور کیا تو انہوں نے کہا ہاں بھائی یہ جوابات تو اللہ کا الہام ہے، یہ حق پر ہیں ،ہم غلطی پر ہیں جو ان کو کافر سمجھ رہے ہیں اور ان کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں ۔تو وہ خارجی جنہوں نے خروج کیا تھا، جو بالکل اسلام کے منکر ہو گئے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ،تب جا کر وہ توبہ تائب ہوئے اور انہوں نے اسلام کی صحیح باتوں کو تسلیم کیا۔

تو بات عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے رسول اللہ پر نبوت اس لئے ختم کی اس نے قرآن اور حدیث رسول کے ذریعے سے نبوت کے علوم کا سمندر بہا دیا ہے،اب ان سے قیامت تک کے لئے غوطہ زنیاں کرکر کے موتیاں نکالتے رہیں گے،کوئی محدّث، کوئی مفسّر، کوئی مقرر، کوئی واعظ، کوئی قاری، کوئی حافظ، اور جناب من علم کے دریا بہتے رہیں گے جو ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، امت کو مزید ضرورت نہیں، اللہ پاک نے بے پرواہ کردیا ہے اس امت کو محتاجگی نہیں رہی ۔تو میرے نوجوان پیارے بیٹو! اسلام کی پہلی بنیاد صحیح ہونے کے لئے توحید ہے، اور توحید جیسے عرض کر رہا ہوں اس طرح،اور اس کے بعد پھر رسول اللہ کی ختم نبوت ، اور پھر نبوت کی تفسیر وتعبیر وتشریح ،اور پھر صحابہ کی تعبیر وتشریح کے ساتھ ۔تو فرمایا لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

****

خطاب بر موضوع رواجات واصلاح عقائد

بمقام جامع مسجد الکوثر ایف، سکس فور اسلام آباد

بعداز خطبہ:

یہ نماز کے بعد درس قرآن کریم اور درس حدیث نبوی کا پروگرام ہے، اور یہ محرم شروع ہونے سے پہلے اسلام آباد شہراور پنڈی کے علماء نے مشترکہ طور پر ایک پروگرام طے کیا کہ تمام مساجد میں جہاں کا امام اورنمازی تعاون کریں اور چاہیں تو ہم لوگ اللہ کی رضا کے لئے دس پندرہ منٹ آدھا گھنٹہ جتنا نمازی بیٹھ سکیں، برداشت کرسکیں، سن سکیں، ان کوطلب ہو، ضرورت ہو اس کے مطابق دینی باتیں اسلامی باتیں، عقیدے اور عمل کی ضروریات کے لئے بیان کردیں، تاکہ وہ لوگ جو دیکھا دیکھی رواجات میں بہے جارہے ہیں، اور اتنے گندے رواجات کہ ان کا اسلام کے ساتھ اتنا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے جتنا یہاں سے روس اور چین کا فاصلہ ہے۔اور لوگ ان رواجوں کو عین اسلام سمجھ کے اپنا پیسہ، اپنا وقت، اپنی جان تینوں چیزیں رواجوں پہ لگاتے ہیں، اور پھر خوش بھی ہوتے ہیں کہ اچھا کام کیا ہے اس پر ثواب ملے گا، حالانکہ نہ ثواب ملتا ہے، نہ اجر۔ بجائے ثواب کے کل اللہ تعالیٰ کے حساب کتاب کے چیکنگ کا جو مسئلہ شروع ہوگا تو پھر یہ ساری قوتیں، فردنے یا ساری قوم نے مل کر جو لگائی ہیں ان سب کا حساب دینا پڑے گا۔اور اس حساب کے وقت میں اللہ کے ارشاد اور رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق پھر ان رواج کرنے والوں کی خلاصی نہیں ہوگی، اور پھر بجائے ثواب کے عذاب ہی عذاب ہوگا۔اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔

اُس برے منظر،اُس برے انجام سے بچانے کے لئے اہل علم نے اپنے منصب اور اپنے رتبے کا لحاظ کرتے ہوئے کہ خدا کی طرف سے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم صحیح راستہ بتائیں،مسلمانوں کو صحیح مسلک بتائیں،مسلمانوں کو صحیح عقیدہ بتائیں،مسلمانوں کو صحیح دین بتائیں، اور اس دین کے ساتھ جو اضافے ہورہے ہیں مسلمانوں کو بتائیں کہ یہ اضافے مت کرو۔ورنہ دین ختم ہوجائے گا، جیسے کہ پیغمبروں کا دین نزول قرآن کے وقت اور اس کے بعد کے یہودیوں کا دین جاتا رہا اور بے دینی رہ گئی۔

نام یہودی مذہب ہے،لیکن وہ یہودیت جو موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھی، اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی جو تعلیمات تھیں،موجودہ دور کے یہودی نزول قرآن،رسول اللہ کے وقت سے لے کر آج تک موسیٰ علیہ السلام کے اس دین کا

یہودیت کے پاس کوئی حصہ نہیں رہا۔ کہتے وہ اپنے آپ کو دین پر ہیں۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مقدس کا وہ دین جو اللہ نے انجیل کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اتارا تھا ان کے آسمانوں پر اٹھا لیجانے کے بعد پوری دنیا کے عیسائیوں کے پاس وہ دین باقی نہیں رہا۔ نہ وہ خدا کی توحید ہے اور نہ وہ خدا کے رسولوں پر ایمان لانا ہے، اور نہ وہ عقیدہ ہے اور نہ وہ عمل ہے، ایک نسبت رہ گئی ہے کہ ہم عیسائی ہیں۔ اور نسبت بھی عیسائیت کی اس معنیٰ کر کے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گندہ عقیدہ ایجاد کر کے خدا کا بیٹا مان کے اور اپنے آپ کو اس بیٹے کا تابعدار بنا کے، اور بیٹے کی قربانی سے اپنی مغفرت کا عقیدہ ایجاد کر کے آدھ درجہ عیسائی اور آدھ درجہ نصرانی ہیں قرآن کے محاورے میں، یہ اس کا انجام ہے۔ اس لئے کہ نبی والا دین اور عقیدہ آہستہ آہستہ چھوڑتے چھوڑتے اس کفر تک پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو نصیحت

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی (آپ سارے حضرات درود شریف پڑھ لیں) اپنی اس امت کو سمجھانے کے لئے یہی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ وصیت کے طور پہ کہ میرے امتیو! میرے بعد میرے دین کے اندر، اسلام کے اندر جو میں نے تمہیں تئیس (۲۳) سال کے اندر سکھایا ہے، اور نہ صرف سکھایا ہے بلکہ تئیس سال میں سکھانے کے بعد اپنے سامنے عمل بھی کروایا ہے۔ قانون بھی سکھایا، اور پھر اس قانون پر عمل کرنے کی اٹکل بھی سکھائی، اور عمل کروا کے، پریکٹس کروا کے بتا دیا کہ یہ دین ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو میرے بعد میرے اس دین میں تم اپنی خواہش کی بنیاد پہ، اور اپنے خاندان اور قبیلے، برادری اور اپنی عقیدت کے حوالے سے کہ کوئی بڑا آدمی ہے، کوئی دنیا کا بڑا ہے، کوئی دین کا بڑا ہے، کوئی بڑی قبر کا مالک ہے، کوئی بڑی مسجد کا مالک ہے، کوئی بہت زیادہ مریدوں کا مالک ہے، کوئی بڑی زمین کا مالک ہے، کوئی حکومت کا مالک ہے، کوئی بہت سارے پیسوں کا مالک ہے۔

تو ان لوگوں کے اثر کے نیچے آ کر ان کی وجہ سے اے میرے امتیو، تم میرے دین میں نہ کمی کریو اور نہ میرے دین میں زیادتی کریو۔ میرے دین میں سے، میری نبوت کی تعلیمات میں سے، میرے سکھائے ہوئے عقیدے، علم، عمل میں سے میرے سکھائے ہوئے کاموں میں سے، چاہے وہ ہاتھ کا کام ہے جسم کا کام ہے، وہ عقیدے کی بات ہے، وہ علم کی بات ہے، وعمل کی بات ہے، وہ موت کے موقع کا کام ہے، وہ خوشیوں کے موقع کا کام ہے، کسی بھی موقع کا کام ہو، خوشی کا یا غمی کا کام ہو، نکاح کے موقع کا کام ہو، کسی کے مر جانے کے بعد اس کے ساتھ عقیدت ظاہر کرنے کا موقع ہو، ان تمام مواقع میں تم نے میری سنت کی تابعداری کرنی ہے۔ اور میری تعلیم کی تابعداری کرنی ہے۔

اور میرے بعد کسوٹی میں تمہیں بتا دیتا ہوں دین پر کھنے کے لئے کہ میرے بعد میرے چاروں یاروں کی تابعداری

کیجئے، چار یاران نبی، چاروں خلفائے راشدین ان کی تابعداری کیجئے۔حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، کہہ دو رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ جو چار ہیں ناں، یہ اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کے تعلیمات کے میرے بعد ان کو میرے اللہ نے کسوٹی بنایا ہے۔ان کو میرے اللہ نے میری نبوت اور رسالت کی تعلیمات اور علم وعمل اور دین و دنیا، جائز وناجائز ہونے کے لئے کے میرے بعد میری نبوت کے علم میں سے اور میری سنت کے علم میں سے میری موجودگی میں میری سر براہی میں انہوں نے ٹریننگ لے کر کے یہ اس طریقے سے تیار ہو چکے ہیں کہ یہ جو کریں اور کروائیں گے، جو بولیں گے اور سکھائیں گے۔ جو فیصلے کریں گے، جیسے حکومت چلائیں گے وہ سارا نظام اللہ کی توفیق کی وجہ سے ان کا جو نظام ہوگا وہ ہو بہو میرا سکھایا ہوا میرا بتایا ہوا ہوگا۔ یہ رسول اللہ کی وصیت ہے۔نوجوانو! اس شہر والو! میں آپ سے بات کر رہا ہوں، یہ علماء جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ ان کا اپنا پروگرام ہے۔

میری کامیابی کا راز

میں آپ کو خالص اللہ کی رضا کے لئے درس دینے کے لئے بیٹھا ہوں، اس لئے کہ اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی، اور میرے والدین اور میرے استادوں کی دعائیں، اور جو بھی میرے حق دار ہیں جسمانی روحانی، ان کی دعائیں شامل حال نہ ہوتیں، اور پھر ان طالب علموں کی دعائیں تو آج میں یا تو بجری اٹھا رہا ہوتا، یا کسی کوٹھی پہ چوکیدار ہوتا، اور یا کسی کارخانے میں مزدور ہوتا۔اس لئے کہ ہم لوگ دیہاتوں کے بسنے والے ہیں، اور ہمارے پاس ذرا ذرا سی زمینیں ہوتی ہیں جن کے اندر بڑی مشکل سے چار یا چھ من مکئی ہوتی ہے، تو یہ دیہاتوں والے جن کے پاس لمبی چوڑی زمین نہ ہو، تو ظاہر بات ہے یہ کہ محنت اور مزدوری کر کے حلال کی روزی کما کر اپنے اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔

نہ باپ عالم ہے نہ دادا عالم ہے، نہ نکڑ دادا عالم ہے، اُوپر تک عالم کوئی نہیں ہے، تو یہ میرے باپ کے شوق اور محبت کا نتیجہ ہے کہ ان کا یہ شوق تھا کہ بیٹے کو پڑھایا جائے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور ایمان دے، اور سارے وعظوں کا ثواب خدا ان تک پہنچائے میری طرف سے، ابھی زندہ ہیں الحمدللہ! تو ان کا شروع شروع میں ڈنڈا تھا مارتے تھے، اور بعد میں دل لگ گیا، پھر خدا کی توفیق، اور استادوں کا ادب اور استادوں کی دعاء۔

نوجوان بچو یہ تمہیں سنانا چاہتا ہوں، میرے ایک استاد کھلا بٹ میں اپنی پگڑی اتار کر یوں رکھتے اور پھر یوں دعاء کرتے مولوی عبدالحکیم! خدا تجھے مولویوں کا سردار بنائے، اور میری دادی دعاء کرتی کہ بچہ! خدا تیرا سر آسمانوں پہ لگائے، تو سر کی یہ کھوپڑی آسمانوں سے نہیں لگا کرتی، یاد رکھو! بلکہ اللہ تعالیٰ کام ایسے کراتے ہیں کہ ان کاموں کی مقبولیت آسمانوں کی طرف جاتی ہے۔قرآن میں آتا ہے:

{ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ }

اس کی طرف چڑھتی ہیں اچھی باتیں، قبولیت کے کام، اور اعمال صالحہ۔

یہ اس اللہ کی مہربانی اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، جو مر گئے ہیں خدا انہیں غریق رحمت کرے۔ اور جو زندہ ہیں خدا ان کی دعائیں شامل حال کرے، اور ہمیں ان کا ادب اور احترام نصیب کرے۔

نوجوان بچو! چاہے کالج پڑھ رہے ہو چاہے سکول پڑھ رہے ہو، اور چاہے دوکانداری یا اور کوئی کام کر رہے ہو، زندگی کے جس موڑ پر بھی ہو، یہ سن لو کہ ادب کرنے اور احترام کرنے سے سب کچھ ملتا ہے۔ اولیاء اکرام میں سے اپنے زمانے کا ایک قطب اور غوث گزرا ہے۔ مولانا روم بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں اپنے زمانے کے ان کا فارسی کا ایک شعر ہے:

ے از خدا خواہیم توفیق ادب

اللہ سے ہم ادب اور احترام کی توفیق مانگتے ہیں کہ ہم خدا کا بھی ادب کریں، رسول اللہ کا بھی ادب کریں، صحابہ کا ادب کریں، دین کا ادب کریں، اور پھر اپنے حق داروں، مربیوں اور محسنوں کا ادب کریں تاکہ ہم عزازیل جیسی صفتوں والے نہ بن جائیں، کہ اس نے اپنے محسن، مربی اللہ کی نافرمانی کی۔ اور اپنا تکبر سامنے لے آیا تو ربّ العالمین نے اسے ایسا دھتکارا کہ ہر وقت آپ لوگ پڑھتے ہیں:

{**اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ**} : دھتکارا ہوا، دھکیلا ہوا، نکالا ہوا، پھٹکارا ہوا، ہماری پشتو میں کہتے ہیں" شڑ یلے شیوے" حالانکہ رتبے کے اعتبار سے پتہ ہے تمہیں اے شہری بچو! آپ کو کہہ رہا ہوں، علماء کو مخاطب نہیں کر رہا، یہ عزازیل استاد تھا سب فرشتوں کا۔ فرشتوں کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کتنے ہیں ان سب فرشتوں کا یہ استاد تھا، سمجھے کہ نہیں سمجھے۔؟ لیکن ادب کا جب وقت آیا، خدا کا کہا نہ مانا، اپنی انانیت سامنے آگئی اور کہہ دیا کہ آپ نے تو مجھے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اس جسم کو {**خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ**} یہ جو جسم ہے اے اللہ اس کو تو نے بنایا ہے گارے سے۔ آدم علیہ السلام کے جسم کا جو گارا ہے ناں، اُسے فرشتوں کے ذریعے سے ساری دنیا کے کونوں سے ایک ایک چٹکا مٹی کا اکھٹا کر کے پانی ڈالا اور وہ گارا بنا۔ درود شریف پڑھو، میں رسول اللہ کی بات سنا رہا ہوں:

درود شریف کی فضیلت اور درود ابراہیمی پڑھنے کی ترغیب

دلوں میں وعظ کا اثر تب بیٹھے گا کہ دلوں کے اندر سے آپ کی حرارت اور طلب کی کرنٹ وہ وعظ کو کھینچنے کے لئے متوجہ ہو جائے، اور اندر کا کرنٹ رسول اللہ کے ساتھ تعلق سے آتا ہے، یہ سپیکر جو آواز کھینچتا ہے اس لئے کہ اس کے اندر کرنٹ

ہے، اور اس کا تعلق میٹر کے ساتھ ہے اور میٹر کا تعلق تربیلا کے ساتھ ہے، بات سمجھے کہ نہیں؟ تو دلوں کا کرنٹ بھی جب تیز ہوتا ہے، اور وہ کنکشن روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پھر صحابہ و تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، آئمہ مجتہدین اولیاء کرام بزرگان دین ہوتے ہوتے اپنے استاد سے ہوتے ہوئے رسول اللہ کے ساتھ جب جڑ تا ہے تو وعظ ونصیحت کا اثر اور شوق دلوں میں تب آتا ہے۔ اور اگر یہ کرنٹ صحیح نہ ہو فیوز اُڑ جائے تو پھر وہ چاہے حافظ ہو، چاہے عالم، ہو چاہے قاری ہو، چاہے بادشاہ ہو، وزیر ہو، امیر ہو، دولت مند ہو، کروڑوں حج کرتا رہے، ہزاروں رکعت نفل پڑھتا رہے، لیکن اس کے دل میں بات جا کر اثر نہیں کرتی۔ تو تاثیر پیدا کرنے کے لئے کرنٹ کی ضرورت ہے، اور کرنٹ پیدا ہوتا ہے روحانی کنکشن کے ذریعے سے، اور روحانی کنکشن پیدا ہوتا ہے سرور کائنات فخر موجودات پر درود شریف پڑھنے کے ذریعے سے، جو معراج کی رات کا تحفہ ہے، وہ درود جو اللہ نے رسول اللہ کو سکھایا کہ اپنی امت کو سکھا، اور صبح جب رسول اللہ نے نماز سکھائی تو تشہد میں عبدہ ورسولہٗ کے بعد رسول اللہ نے سکھایا کہ کیا پڑھو؟ بولو!

{ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ }

یہ معراج کی رات میں اللہ نے اپنے حبیب اور اپنے محبوب اور اپنے پیارے کو سکھایا، اللہ اپنے پیارے کو پیارے الفاظ سکھاتا ہے یا غیر پیارے؟ آپ میرے کاروباری بھائی بولیں، اللہ نے اپنے حبیب اور محبوب کو سب سے زیادہ جو الفاظ اللہ کو پیارے اور اچھے لگتے ہیں وہ سکھائے۔ اور پھر رسول اللہ نے وہی پیارے الفاظ اپنے گھر والوں اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور اسلام قبول کرنے والوں کو وہی الفاظ سکھائے۔

جیسے آپ کو جو نماز آتی ہے آپ اپنے بچوں کو وہی سکھاتے ہیں، تو رسول اللہ نے تشہد کے بعد قبلہ رخ بیٹھنے کی حالت میں، کھڑے ہو کر نہیں، اپنے اوپر درود اور سلام کا پڑھنا اور ساری امت کے اوپر پڑھنا سکھایا۔ التحیات میں بیٹھا ہوا ہے، سر جھکا ہوا ہے اور پڑھ رہا ہے:

{ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ }

اے اللہ سلامتی اور رحمتیں اتار سیدنا محمد الرّسول اللہ پر، اور جو کوئی بھی محمد الرّسول اللہ کا ساتھ دیتا ہے، تیری توحید کو قبول کرنے میں اور تیرے قرآن کے ماننے میں جو کوئی بھی محمد الرّسول اللہ کا ساتھ دیتا ہے، خدایا اس پر بھی رحمت نازل فرما۔ لفظ آل کے معنیٰ ہیں جو ساتھ دے، یہ یاد رکھو! اس واسطے کہ رسول اللہ نے فرمایا: { كُلُّ تَقِيٍّ نَقِيٍّ فَهُوَ آلِيْ } ہر پرہیزگار، ہر نیکوکار، ہر اچھا کام کرنے والا "فَهُوَ آلِيْ" وہ میرا آل ہے۔ اس لفظ آل کے اندر ساری امت آجاتی ہے۔ رسول اللہ پوری

امت کا روحانی باپ ہے، اور امت سب کی سب رسول اللہ کی اولاد ہے، تو جب یہ درود ابراہیمی پڑھتے ہیں تو ساری امت اس کے اندر آتی ہے۔

اور جو لوگوں کا بنایا ہوا کلام پڑھتے ہیں، ہندوستان کے کسی شاعر کا، افغانستان کے کسی شاعر کا۔ عربستان کے کسی شاعر کا، پنجاب کے کسی شاعر کا، پنجابی کا، اردو کا، پشتو بولی کا، سرائیکی بولی کا، سندھی بولی کا، فارسی کی بولی کا کلام جو لوگ لے لے کر کے اور بڑے گا گا کر کے کھڑے ہو کر لاؤڈ سپیکر پر پڑھتے ہیں یہ معراج کی رات کے سکھائے ہوئے ادب کے خلاف ہے۔ اور معراج کی رات کے الفاظ چھوڑ کے (وَ دیہ چیز چھوڑ کے کوئی غیر وَ دیہ چیز تسی لیند یو بولو) عقل سے کام لے لو۔

ہر وہ عالم دین جو تم سے کہتا ہے کہ لوگوں کے سکھائے الفاظ نہ پڑھو اللہ کے سکھائے ہوئے الفاظ پڑھو، وہ عالم دین مسلمانو! آپ لوگوں کا خیر خواہ ہے۔ وہ آپ کو ثقہ بند منظور شدہ الفاظ سکھا کر کے عرش والے، معراج کی رات والے الفاظ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ان الفاظ کے ترجمے میں ساری امت آجاتی ہے، اور شاعروں کے بنائے ہوئے الفاظ میں صرف اور صرف ان کے جذبات ہوتے ہیں اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نہائیت ردّی مال ہوتا ہے ملاوٹ والا۔

تو ملاوٹ والی دوائی خراب ہے، ملاوٹ والا گھی خراب ہے، ملاوٹ والا آٹا خراب ہے، ملاوٹ والا مکھن خراب ہے، ملاوٹ والا گھاس خراب ہے، ملاوٹ والا بھوسہ خراب ہے بھینسوں کے واسطے، سمجھے کہ نہیں؟ تو ملاوٹ والے عربی کے وہ الفاظ بھی خراب ہیں جن کو جہلاء عوام علم کے بغیر پڑھتے ہیں۔

علم وہ ہے جو کورس جس نے پڑھا ہو، علم پگڑی کا نام، علم رومال کا نام، علم چُغے کا نام، علم بڑی لاٹھی کا نام، ان کا نام علم نہیں ہے یہ تو جناب من بود باش کے ایک ڈھنگ ہیں۔ اور جو ان پڑھ ہوتا ہے وہ پرانے بزرگان دین کا لبادہ اوڑھ کے اور عوام سے اپنے آپ کو منواتا ہے۔ کہ میں اُن جیسا ہوں لیکن اندر کچھ نہیں ہوتا۔ یہ یاد رکھو۔ اور جو صاحب علم ہوتے ہیں تو وہ جب راستے پہ جا رہے ہوں ان کو کوئی پہچانتا بھی نہیں، سلام بھی نہیں کرتے سمجھتے ہیں کہ عام کوئی آدمی جا رہا ہے لیکن جب بولنے پہ آئیں گے اور پڑھانے پہ آئیں گے تو تب پتہ لگے گا کہ علم ہے۔

درود شریف پڑھ لو۔ میری شہری اور دیہاتی بھائیو! جو اِدھر بیٹھے ہو یا اُدھر۔ (پنجابی زبان) " دان دے کمال دا پتہ ہل وچ لگدا اے یا اینج لگدا اے" ہل وچ جی! اور منج چنگی ہے، یا مندی ہے، کھری ہے یا کھوٹی ہے، دودھ وچ پتہ لگدا اے یا اینجو؟ دودھ وچ جی! سنگ چو پڑے ویو، اور جناب من بڑے گھنگرو پائے وے، چار دن چوئے اور دودھ نکالے بغیر منڈی پیچ لے جا کر کھڑی کردے تو جو عقلمند زمیندار ہوتا ہے وہ اس کے ایک وقت کے دودھ کو نہیں دیکھتا دو چار ٹائم چو کر کے اور دودھ نکال کر کے دیکھتا ہے۔ بات سمجھے کہ نہیں سمجھے؟

اسی طرح علم کا جناب من بولنے اور پڑھانے سے پتہ لگتا ہے۔اور وہ عالم ہوتا ہے جس نے اسلامی علوم کا مروجہ کورس چودہ سال تک اساتذہ سے پڑھا ہو۔بغیر اس کے علم آنہیں سکتا۔اور آپ کے ہاں بھی ڈاکٹر وہ ہے جس نے با قاعدہ کورس پڑھا ہو،اور کورس پڑھنے کے بعد تجربہ کار ڈاکٹروں کی صحبت میں اس نے دو چار سال گزارے ہوں ، اور آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر عملاً بھی پریکٹس کی ہو،تبھی ڈاکٹر مانتے ہوناں؟ یا ویسے ہی دو چار بوتلیں رکھ دے اور باہر بورڈ لگا دے اور اس پر لکھ دے ایم بی بی ایس،اور جس کو ٹیکہ لگائے وہ مرتا ہے،جس کو گولی دیتا ہے وہ بیمار ہوتا ہے،غیر تجربہ کار اور تجربہ کار کا فرق سمجھ میں آ رہا ہے کہ نہیں آ رہا؟۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سننے والے خدا کی رضا کے لئے بیٹھ کر سنیں ،اور سنانے والا خدا کی رضا کے لئے : بولو سنائے۔تو تب جا کر نمازیوں کو سننے والے کو اور سنانے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔سنانے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ مضمون ڈالتا ہے، پیچھے سے آمد شروع ہو جاتی ہے، پانی آتا ہے،اور سننے والے جب طلب ،شوق اور محبت لے کر بیٹھتے ہیں،تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔پھر اگر باہر سے آ کر کوئی آواز دے کے باہر آ جاؤ کام ہے تو اس کا دل اٹھنے کو نہیں چاہتا اور وہ بیٹھ کر سنتا ہی رہتا ہے۔

درود شریف پڑھ لو۔حضرات: تو میں عرض کر رہا تھا کہ سرور کائنات ﷺ نے وصیت فرمائی اپنی امت کے لئے اور آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو:

{ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةَ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْن }

میری امت والو! میری سنت اور میرے بعد پھر میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔رسول اللہ کے جانشین کتنے ہیں؟ بولو، چار۔میرا سوال شہری بھائیو آپ سے ہے، یہ علماء تو مجھے پڑھاتے رہتے ہیں،رسول اللہ کو جب اللہ نے اپنے پاس بلا لیا تو پھر رسول اللہ کے بعد ان کی تعلیمات کو انسانوں کو سکھانے ، بتانے ، پڑھانے ،عمل کروانے ،اور ظاہر اور باطن کو خدا کی رضا کے مطابق بنانے کا کام،اور ایگزیکٹیو اور دنیا کے نظام کو چلانے کا کام جو رسول اللہ نے ۲۳ سال چلایا،اس سارے نظام کو رسول اللہ کے بعد پھر کس نے چلایا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ ، پہلا یار نبی دا، پہلا نمبر ابوبکر دا۔

یہ جو ریڈیو اور ٹی ، وی پر شراب پی کر بھونکا کرتا ہے ناں پنجابی وچ، کہ پہلا نمبر علی دا۔اور ان کے ان لفظوں سے ایسے بچے خراب ہوتے ہیں،جن کا اپنا علم نہیں ہوتا۔تو ان بچوں کا عقیدہ یوں بگڑے گا کہ رسول اللہ کے بعد خلافت میں پہلا نمبر علی کا ہے۔ان بچوں کا جب یہ عقیدہ پک جائے گا،اور آپ حضرات ان بچوں کو یہ بات نہیں سمجھائیں گے کہ پہلا نمبر ابوبکر صدیق کا ہے۔ یہ درس کے ذریعے سے اور جمعے کے ذریعے سے آپ بچوں کو نہیں سکھائیں گے، اور ریڈیو، ٹیلی ویژن سے

بچے وہ بات سنتے رہیں گے تو پھر یکم محرم سے لے کر دس محرم تک سڑکوں اور امام باڑوں میں جو کچھ وہ کہتے ہیں پھر دین وہ پھیلے گا، پھر اہل سنت والجماعت والو پھر تمہارا دین تو نہیں پھیلے گا۔تمہارا عقیدہ تو نہیں پھیلے گا۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے؟ مجھے دو آدمی چاہئیں اس مجمعے میں سے جو بات سمجھ لیں بس۔درود شریف پڑھ لو۔

تو یہ علماء جو تشریف لائے ہیں اور ابھی اور بھی آئیں گے، اللہ جس کو توفیق دے گا۔ان علماء نے بیٹھ کے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے اہل سنت والجماعت کے مسلمانوں کو نمازوں کے بعد دینی تعلیم کو درس دے دے کے پڑھایا جائے، کیونکہ عام نمازیوں کے پاس وقت نہیں ہے کہ وہ کتاب لے کر بیٹھیں اور باقاعدہ روزانہ پڑھیں۔لہٰذا نمازوں کے بعد بیٹھا بیٹھا کے کسی کو دس منٹ، کسی کو بیس منٹ، کسی کو آدھا گھنٹہ، جیسے وقت مل جائے۔

میں اور یہ مولانا عبداللہ صاحب ہمارا یہ بھی طریقہ ہے کہ سلام پھیرا اور سلام پھیرتے ہی لوگوں سے کہا کہ بھائی تسبیح پڑھو، سبحان اللہ، الحمدللہ، وہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، ہم تھوڑا سا درس دے دیتے ہیں، کبھی پانچ منٹ کا اور کبھی دس منٹ کا، اور اس کے بعد دعاء کی اور کہا کہ چلو اب سنت مؤکدہ پڑھو اور نفلیں پڑھو اور جاؤ اپنے گھروں کو۔مقصود سکھانا ہے، بولو مقصود سکھانا ہے۔تو جو ایک بات سیکھ جائے اور اس پر عمل کرے وہ چار گھنٹے کی تقریر سے زیادہ بہتر ہے جس کے نتیجے میں ایک بھی آدمی نہ سمجھے اور نہ عمل کرے۔مقصود سمجھانا ہے۔تاکہ علم گھروں میں جائے، مرد عورتوں کو سمجھائیں، اور بڑے چھوٹوں کو سمجھائیں، تاکہ لوگوں کے عقائد بھی ٹھیک ہو جائیں اور عمل بھی ٹھیک ہو جائے۔اور جب یہ چیزیں ٹھیک ہو جائیں گی تو پھر آپس میں لڑیں گے نہیں، بڑھیں گے نہیں، لہٰذا ملک میں امن و امان قائم رہے گا۔

ملک میں امن وامان قائم رکھنا

اس لئے کہ اب تو یہی ہمارا گھر ہے، اور اس ملک میں امن و امان قائم رکھنا اور اس کو صحیح سالم رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، اب ہم واپس ہندوستان یا افغانستان تو نہیں جا سکتے، وہ وقت گیا، اب تو اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ میں واپس ہندوستان جاؤں گا تو وہ احمقوں کی جنت میں بستا ہے، اب واہگہ سے آگے جو جائے گا تو ہندو آگے سے اس کو سیدھا کر کے رکھ دیں گے۔اب تو ہمارے پاس دنیا پہ رہنے کے لئے یہی پاکستان ہے۔اس کے اندر رہتے ہوئے اس کو بنائیں گے، اس کو ٹھیک کریں گے، اس کو جو بگاڑتا ہے اس سے لڑیں گے، اس کو جو لوٹ رہا ہے اس سے لڑیں گے، اس کو جو تباہ کر رہا ہے اس سے لڑیں گے، فرد ہو یا جماعت ہو، رعایا ہو یا حکومت ہو، یہ گھر کی بات ہے۔

لیکن گھر کو صحیح سالم رکھنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔اور جلوسوں کی آڑ میں ایک طبقہ باہر کی حکومتوں سے پیسہ اور ہتھیار لے کر، ملک میں بدامنی پیدا کر کے اس ملک کے قانون کو پیروں کے نیچے رگڑتا ہے۔اور اس ملک کے عوام کو لڑواتا

ہے، اور تخریبی کارروائیوں کو آگے بڑھاتا ہے جیسے کہ کراچی میں ہوا، مئی کے مہینے سے پہلے، اور جیسے کہ کوئٹہ میں ہوا، وہ منصوبہ تھا سارے پاکستان میں کرنے کا، اور کاغذوں میں اب بھی ہے منصوبہ۔ لیکن خدا ان علماء کو ہمت دے مزید، اور خدا ان علماء کی محنت کو قبول کرے کہ یہ بھی شروع ہو گئے، اور ان تمام چوروں کے نام لے لے کر کے اور تمام ڈاکوؤں کے راستے بتا بتا کر کے، اور ملک کے غداروں کا طریقہ بتا بتا کر کے، حکومت کو بھی چوکنا کر دیا، اور عوام کو بھی چوکنا کر دیا کہ ملک بچاؤ، تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جو منصوبے تھے اللہ کے فضل وکرم سے وہ خاک میں مل گئے، اور محرم اس فساد اور دنگے کے بغیر خدا نے گزار دیا۔ اے اہل سنت والجماعت یہ آپ کی ہوشیاری اور آپ کی بیداری اور آپ کے ان علماء حق کی محنت کا نتیجہ ہے، جو وقتی مفادات کی خاطر چپ نہیں ہوئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شان

اور جو عالم دین کہتا اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت ہے، اور وہ صحابہ پہ غیرت نہیں کھاتا، وہ ابوبکر پہ غیرت نہیں کھاتا، وہ عمر پہ غیرت نہیں کھاتا، وہ عثمان ذوالنورین پہ غیرت نہیں کھاتا، وہ عثمان کہ جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا پہلے نکاح کر کے دیا، اور جب وہ بیٹی فوت ہو گئیں تو پھر اپنے جگر کا دوسرا ٹکڑا نکاح کر کے دے دیا۔ ساری دنیا میں ایسا کہیں نہیں ہوا جیسا کہ حضرت عثمان کو خدا نے جو شرف دیا، رحمت اللعالمین، خاتم النبیین جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کو اتنی محبت تھی حضرت عثمان سے اور عثمان خدا کو اتنا پیارا تھا کہ اللہ رسول کے دل میں ڈالتا ہے، اپنے رسول کو مشورہ دیتا ہے، اور رسول اس پر عمل کر کے دکھاتے ہیں، اور اپنے داماد کے رنڈوا ہو جانے کے بعد دوسری بیٹی بیاہ کے دے دیتے ہیں۔

اس دنیا میں اگر کوئی آدمی اگر اپنے بہنوئی، اور اپنے داماد سے ناراض ہو جائے اور وہ رنڈوا ہو جائے، تو دوبارہ کوئی اس کو رشتہ دیتا ہے؟ بولو، نہیں۔ اپنے پنڈوں اور سماجی اصولوں سے سوچ لو! پسند ہوتا ہے تو تبھی دیتے ہیں۔ عثمان نبی کا پسند ہے اور نبی کو اس لئے پسند ہے کہ خدا کو پسند ہے۔ اور آج روضہ انور جہاں رسول اللہ آرام فرما رہے ہیں، اور ابوبکر آرام کر رہے ہیں اور عمر آرام کر رہا ہے، یہ روضہ اور اس کے اردگرد مسجد نبوی کا سارا وہ ٹکڑا جہاں پانچ وقت کی نماز ہوتی ہے، اور ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کا ہے۔ یہ اُن سونے کی اشرفیوں کا خریدا ہوا ٹکڑا ہے جو سیدنا حضرت عثمان نے اپنی جیب سے ادا کی تھیں۔ اور زمین کا ٹکڑا خرید کر اللہ کے نام پر وقف کر کے رسول اللہ کی تولیت میں دے دیا تھا۔ نبی تو آج بھی حضرت عثمان کی خریدی ہوئی زمین میں آرام کر رہے ہیں۔ اگر عثمان خدا کو پسند نہ ہوتا تو رسول اللہ کو خدا وہاں چھوڑتا؟ اب جو شخص عثمان غنی کے ساتھ بیر رکھتا ہے، عثمان کی غیبت کرتا ہے، عثمان غنی پہ الزام لگاتا ہے، جامع قرآن کو برا بھلا کہتا ہے، اپنی تحریر میں تقریر میں مرثیہ میں، اپنے جلوس میں، تو وہ شخص خدا کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے رسول اللہ کے مدمقابل ہے رسول کے پسند کو ناپسند کرنا اپنا

انجام جہنم بنانا ہے۔خدا اس سے بچائے۔

عثمان کا یہ ادب واحترام میرے شہر کے عزیزو یہ آپ کا مسلک ہے خدا اس پہ قائم رکھے،ٹھیک ہے کہ نہیں۔تو ان علماء کو خدا بڑے درجات دنیا اور آخرت میں دے کہ یہ رسول اللہ کی سنت کو زندہ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو تھوڑا تھوڑا علم اور صحیح عقیدہ سکھا رہے ہیں۔اور اسلام کے لئے صحیح عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے خلفائے راشدین اور صحابہ کے بارے میں جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیا یہ عقیدہ رکھا جائے ، ہمارا کوئی جھگڑا نہیں۔

یہ بیچارے باہر ادھر اُدھر گھوم رہے ہیں ، اور یہاں بھی ایک دو بیٹھے ہوں گے یہ ہمارے ہی نوکر ہیں، ہمارے ہی ملازم ہیں ، اور ان کا ہونا بھی بڑا ضروری ہے ۔ رسول اللہ نے بھی غزوہ بدر کی رات محکمہ خفیہ والے بنا کر دو صحابہ بھیجے تھے کہ جا کر ابوجہل کے بارے میں معلومات حاصل کرو کہ ان کی فوج کتنی ہے؟ تو خفیہ کارنامے سرانجام دینا کوئی بری بات نہیں بشرطیکہ جھوٹی رپورٹ نہ لکھیں، اور جھوٹا مقدمہ کسی پر قائم نہ کریں، سمجھے،خفیہ محکمہ تو رسول اللہ نے بھی قائم کیا اور آپ کے خلفائے راشدین نے بھی قائم کیا۔

شیعہ حضرات کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں بشرطیکہ؟

تو حضرات گرامی: سن لو!اس ملک میں بسنے والے شیعہ حضرات کے ساتھ نہ تو ہمارا بنے کا جھگڑا ہے، نہ رشتہ لینے دینے کا، نہ جائیداد کا ،لڑائی اسی پر ہوتی ہے ناں،نہ جائیداد کا جھگڑا ہے،نہ رشتہ دینے لینے کا جھگڑا ہے،اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی جھگڑا نہیں ،جھگڑا صرف اس بات کا ہے کہ ہمارے مربی ، ہمارے محسن ،ہمارے پیروں ، ہمارے استادوں اور ہمارے روحانی دادوں کو یہ گالیاں دیتے ہیں ،بے ادبی کرتے ہیں ۔لہٰذا ہمیں ان بے ادبیوں سے دُکھ ہوتا ہے ۔گالیاں دینا شرافت کے خلاف ہے ، گالیاں دینا آدمیت کے خلاف ہے ،اور گالیاں دینا اسلام کے خلاف ہے ۔تو رسول اللہ کے چار یاروں کو، رسول کے صحابہ اور صحابیات کو،رسول اللہ کے دوسرے صحابہ کو جو چار لاکھ کی نفری ہے رسول اللہ ﷺ جو جماعت چھوڑ کر گئے ہیں تئیس سال کی محنت سے مرد اور عورتوں ، بالغ اور نابالغ ، بچو سن لو! ان کی کتنی تعداد ہے؟ تقریباً چار لاکھ، اُن کو یہ برا نہ کہیں ، اس لئے کہ وہ مر چکے ہیں ،خدا کے حوالے ہو چکے ہیں ، اور ہم لوگ ان کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں ، ہم نے ان کو کچھ نہیں کہنا۔

ہم نے وہاں امن کمیٹی میں ڈی سی ،اور کمشنر کے آگے یہ کہہ دیا تھا جو ان کے ریٹائیرڈ برگیڈیئر ، ریٹائیرڈ کرنل وغیرہ اُدھر سے ٹھیکیدار آئے ہوئے تھے اپنے مکانوں پہ سیاہ جھنڈا لگانے والے ، ہم نے کہہ دیا تھا کہ ہمارا اختلاف تمہارے ساتھ ہے ،تمہارے بولنے ،تمہارے لکھنے اور تمہارے کرتوتوں کے ساتھ اختلاف ہے ۔حضرت حسن اور حسینؓ تو ہمارے سب کے

مقتداء ہیں ،ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اور حضرات حسنین تو کیا! ان سے نیچے حضرات صوفیاء کرام جن کو یہ بارہ امام کہتے ہیں ، ان میں امام جعفر صادق ہے ، ان میں امام کاظم اور موسیٰ رضا ہے ، ہمارے تو پیری مریدی کے شجرۂ نسب میں وہ شامل ہیں ، بات سمجھے کہ نہیں سمجھے؟

ہم جب اپنا شجرہ پڑھتے ہیں یادداشت کے طور پہ کہ ہمیں یہ فیض کن سے ملا؟ تو پھر پڑھنا پڑھتا ہے ،

احمد وصدیق وسلماں قاسم است وجعفر وطیفور کہ بعد از بوالحسن شد بوعلی ویوسفش گنجور

اس میں امام جعفر کا نام آ گیا۔تو ہم تو ان کا نام صبح وشام پڑھتے ہیں ، اور یہ عقل کے دشمن ، اور ملک کے دشمنوں کے یہ ایجنٹ یہ جھوٹا پروپیگنڈا اور بکواس کرتے ہیں کہ جی سنی امام حسین کو نہیں مانتے ۔سنی سب کے سب امام حسین کو مانتے ہیں ، امام حسین کے نام کی روٹیاں کھانے والے ۱۹۸۵ء کے ان لوگوں کو نہیں مانتے جو امام حسین کے والد ماجد کے ساتھیوں کو گالیاں دیتے ہیں ۔سمجھے کہ نہیں ، جو حضرت حسن اور حسین کے والد ماجد کے داماد حضرت فاروق اعظمؓ کو گالیاں دیتے ہیں ۔

اور ابھی قاری محمد یوسف صاحب جو تلاوت کر رہے تھے ۔خدا اپنے قرآن میں اعلان کرتا ہے ، براڈ کاسٹ کر رہا ہے:

{ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ ، وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ }

کاش کہ سب نے قرآن کا ترجمہ پڑھا ہوتا اور اس کو سمجھتے ، نام لے کر محمد اللہ کے رسول ہیں ، اور آگے صحابہ اکرام کو خدا سرٹیفکیٹ دے رہا ہے ،تمغۂ امتیاز کا ، اور فرماتا ہے

{ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ }

اور جو لوگ محمد الرّسول اللہ کے ساتھ ہیں ، کس پہ ساتھ ہیں؟ اسلام میں ، کس پہ ساتھ ہیں؟ دین میں ، کس پہ ساتھ ہیں؟ خدا کی توحید ماننے میں ، کس پہ ساتھ ہیں؟ خدا کے اس قرآن کو آگے پھیلانے میں ، جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے وہ سب کے سب خدا فرماتا ہے:

{ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ }

کفر کے مقابلے میں بڑے سخت ہیں ، اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں ، ان کے سینوں کو اللہ جانتا ہے ، اس لئے اللہ وحی کر کے خبر دے رہا ہے ، کہ میرے نبی کے ساتھی اور صحابہ آپس میں؟ بولو! { رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ } رحم دل ہیں ۔

لہٰذا ابوبکرؓ وعلیؓ بھی ، لہٰذا حضرت عمرؓ وعلیؓ بھی ، لہٰذا معاویہؓ اورعلیؓ بھی اور حضرت ابوسفیانؓ اور علیؓ بھی ، آپس میں رحم دل ہیں ، نہ ان کے درمیان آپس میں کوئی دشمنی ہے ، نہ بے اتفاقی ہے ، نہ نا چاقی ہے ، اللہ تعالیٰ سند دے رہا ہے ۔ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اور جو چھیتڑے لکھے ہوئے ہیں کتابڑے رسالڑے، یہ سب جھوٹے ہیں،اور خدا سچا ہے ۔خدا کہتا ہے وہ آپس میں رحم دل ہیں ، اور اس رحم دلی کا نتیجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ (جن کی حضرت فاطمہؓ کے سوا اور بھی بیویاں تھیں ناں اکیلی حضرت فاطمۃ الزہراء تو نہیں تھیں یہ جو علوی ساتھ لکھتے ہیں تو یہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے علاوہ حضرت علیؓ کی دوسری بیویوں سے جو اولاد ہے یہ وہ علوی ہیں بات سمجھے کہ نہیں؟) تو حضرت علیؓ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ پڑھا دیا۔ فاروق داماد ہے ، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سسر ہیں،سورے ہیں،حضرت عمر فاروقؓ کے ۔

سن لو! دفتروں میں کارخانوں میں بحث کریں تو ذرا واقعات یاد رکھو، نوجوانو کارتوس اپنے پاس رکھو، فائرنگ کے لئے ۔ سی ،آئی ڈی والو، کارتوسوں سے مراد میری مسئلے کے کارتوس ہیں، دوسرے نہیں ،مسئلے کے کارتوس تمہارے پاس ہونے چاہئیں تا کہ تم جواب دے سکو۔ تم جب بیان کرتے ہو، اور بین کرتے ہو، اور ابوبکرؓ، وعمرؓ اور عثمانؓ پہ تبراء کرتے ہو، تبرّاء کے معنیٰ ہیں ان سے اپنے آپ کو بری کرنا اور کہنا کہ یہ مسلمان تھے ہی نہیں العیاذ باللہ ۔ یہ بکواس کرتے ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی دے کر حضرت فاروق اعظم کو اپنا داماد بنایا۔ محبت نہ ہو، اتفاق نہ ہو تو کوئی بیٹیاں دیتا ہے؟ اپنے پہ سوچ لو۔

حضرات گرامی یہ تمہید تھی ساری ان علماء کے لئے ان کے آنے تک اور آپ کو پس منظر بتا دیا اس درس کا، یہ بعض اوقات دن میں دو دو دفعہ بھی ہم کر رہے ہیں ، اور یہ تسلسل کے ساتھ ہو رہا ہے ، اور انشاء اللہ اس تسلسل کو ہم جاری رکھیں گے تا کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو علمی ، عقیدے اور اپنے مذہب اور مسلک کا فائدہ پہنچے ۔

لہٰذا میرے نوجوانو! : اب تقریروں کا یہ سلسلہ آگے علماء کرام چلائیں گے ، اور اخیر میں دعاء ہوگی ، دودھ ریڑکنے کے بعد بعد مکھن نکالتے ہو کہ نہیں؟ یہ وعظ دودھ ریڑکنا ہے اور اخیر میں دعاء اس کا مکھن ہے ۔ تو دعاء کے بعد جانے کی کوشش کریں ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔



خطاب برموقع عید الاضحیٰ راولپنڈی

دس ذوالحجہ: ۱۳۹۸ھ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ * اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ * بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ*

{فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ * وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ * قَدْ صَدَّقْتَ الرُّئْیَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ * اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ * وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ }

صدق اللّٰہ العظیم* اَللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ *

محترم حاضرین: حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب مدظلہ العالی نے آپ کے سامنے مختصر مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے۔(یہاں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ سے مراد اصغر مال مسجد کے خطیب ہیں)۔

حضرات یہ عید الاضحیٰ سیدنا ابراہیم کے اُس محبت اور اُس اطاعت، تابعداری اور فرمانبرداری کے جذبے کی یادگار ہے جس کا مظاہرہ نو (۹) ذوالحجہ کو منیٰ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دکھایا۔قرآن مجید کو پڑھیئے، قرآن کریم کو سمجھئے، قرآن پاک میں مفصّل طور پر اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔

{ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ * قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ }

ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! تو نے سچا کر کے دکھا دیا اپنے خواب کو، ہم یوں ہی بدلہ دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو۔

اور آگے فرمایا: { وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ } اور ہم نے اس اظہار محبت اور اس اظہار اطاعت اور اس ایثار کا بدلہ ہم نے اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بدلہ میں ایک عظیم مذبوحہ قیامت تک اس کے عوض میں آئندہ تیری اولاد میں بھی اور تیرے ماننے والے ملت ابراہیمی میں بھی قائم و دائم رکھ دیا۔عالم اسلام میں مسلمان روئے زمین پر جہاں بھی بستے ہیں وہ قربانی تیرہ سو اٹھانوے (۱۳۹۸) سال سے کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں، اور جب تک اس روئے زمین پر خاتم الانبیاء، تاجدار مدینہ، رحمت دو عالم جناب محمد الرّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی موجود ہوں گے، یہ مویشیوں کی قربانی انشاء اللہ جاری و ساری رہے

گی۔سرورکائنات،فخر موجودات،رحمت دوعالم جناب محمد الرّسول اللہ ﷺ سے جب صحابہ نے قربانی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ:اورقرآن میں بھی ہے۔قرآن میں تو ہے کہ:

{ مِلَّتَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ }

کہ یہ دین اسلام ،یہ دین قیّم جس پرتم ہو یہ وہ دین ہے جوتمہارے باپ ابرہیم کا دین ہے ۔{ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ } بیت اللہ کی چاردیواری کو اٹھاتے ہوئے،اس کی تکمیل پراس نے دعاء مانگتے ہوئے اپنی دعاء میں تمہارا نام مسلمان رکھا تھا ۔ اللہ پاک مسلمان ہی ہمیں رکھے ،آمین کہہ دو۔اور حضور نے فرمایا: { سُنَّتَ أَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ } یہ قربانی جس کوعربی میں اضحیہ کہتے ہیں ،اورنحر بھی کہتے ہیں ،فرمایا: { سُنَّتَ أَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ } یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے ۔

میرے عزیزو! میرے بھائیو! میرے بزرگو! ہرمسلک ، ہر مذہب اور ہر دین میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں،دین ابراہیمی اور ملت محمدیہ ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو چاند کے حساب سے ساری روئی زمین پر بسنے والے مسلمان جہاں جہاں بھی آباد ہیں تو وہ مویشیوں کی قربانی اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں،شکر ادا کروکہ ربّ العالمین نے محمد الرّسول اللہ کی نبوت کی برکت سے انسانی قربانی کو معاف کردیا ہے ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے عوض میں { وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ } قرآن کہتا ہے اُس انسان کی قربانی کے عوض میں،فدیہ کہتے ہیں عوض کو،بدلے کو،تو اس کے عوض اور بدلے میں اللہ پاک نے یہ گائے ، اور بکرے اور دنبے،بھینس اور اونٹ کی قربانی کو قبول کرلیا، کتنا بڑا احسان ہے۔اگر آج اُسی طریقے سے اولاد کی قربانی کا مسئلہ ہوتا تو پھر آپ سوچ لیں کہ اس روئے زمین پر اور تیرہ سو اٹھانوے کے اس سال میں پھر کون ہوتا جو اولاد کی قربانی پیش کرتا؟ جو پانچ وقت کی فرض نماز نہیں پڑھتے وہ جناب من پورے جسم کو کیسے قربان کرتے ؟۔

تو میرے بزرگو! میرے بھائیو! حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی خود بھی کی ، اور صحابہ کرام کو حضور نے جانور بھی تقسیم کرائے ۔مسلمانوں کے مشترک مال میں سے حضور کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر جو جانور آئے تھے ،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساٹھ جانور ایک صحابی کو دیئے اور فرمایا کہ صحابہ میں تقسیم کردو بطور ترغیب کے تاکہ وہ قربانی کرے ۔ چنانچہ اس نے صحابہ کرام میں تقسیم کئے ،ایک اس کے پاس بچ گیا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک جانور دنبہ یا بکرا بچ گیا ہے تو

حضور علیہ السلام نے فرمایا اس کی تم خود قربانی کرلو۔

میرے عزیزو! میرے بھائیو! لوگوں نے گذشتہ پچاس ساٹھ سال میں اسلم معراج پوری اور اس کے بعد عبداللہ چکڑالوی کے نظریات کے لوگوں نے اس ملک کے اندر یہ ایک فتنہ پھیلایا تھا انگریز کی سازش سے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے کہ جی قربانی جو ہے اس کی اس دور میں ضرورت نہیں ہے، یہ اقتصادی ضروریات کا دور ہے، اس پیسے کو فلاحی کاموں میں لگایا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ یاد رکھیں: عبادات کی جتنی بھی اقسام ہیں چاہے وہ قربانی ہو، چاہے وہ حج ہو، چاہے نماز ہو، چاہے زکوٰۃ ہو، چاہے روزہ ہو، چاہے تلاوت قرآن ہو، چاہے جہاد ہو، تمام عبادات کا دارو مدار رسول اللہ کے کہنے پر ہے، اللہ کے ارشاد کی تعمیل کرنے پر ہے، اس کے اندر حکمت نہیں تلاش کی جاتی۔

جیسے کہ مروّجہ قانون کے بارے میں یہ حکمت کسی شہری نے نہیں پوچھنی کہ جی اب اس قانون کی ضرورت مجھے نہیں ہے، میں خلاف ورزی کروں گا، چونکہ جس سال یہ قانون بنا تھا، اس سال مجھے فلانی ضروت تھی، اب میری وہ ضرورت نہیں رہی لہٰذا میں اس قانون کی خلاف ورزی کروں گا۔ تو مروّجہ قانون پہ عملدرآمد کرانے والی اتھارٹی جو بھی ہوگی وہ اسے پکڑ کر سزا دلوائے گی، جیل بھجوائے گی کہ اپنے طور پر قانون کو مذاق بنانا تیرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ قانون بنانے یا نافذ کرنے والی اتھارٹی قانون کو تبدیل کرے تو کرے گی تمہیں تو جب تک قانون موجود ہے اس کے ڈسپلن میں رہنا پڑے گا۔

ایسے ہی اسلام کے احکامات اور اسلام کی باتوں پر بھی اللہ کے ارشاد اور رسول اللہ کے ارشاد کی وجہ سے عمل کرنا ہے حکمتیں اس میں سے نہیں نکالنی۔ رہ گئے ویلفیئر کے کام، رفاع عامہ کے کام، تم اور کون کون سے رفاع عامہ کے کام کر کر کے تھک گئے کہ ایک واجب کو چھڑانے کے ذریعہ سے تم رفاع عامہ کے کام کرلو گے کہ اس کے چھڑانے کی سازش کرتے ہو؟ اور سازشیں اب بھی چل رہی ہیں۔

اتحاد و اتفاق کے اندر برکت ہے

اس عید کے اجتماع کے ذریعہ سے میں بطور پیغام آپ کے ذریعہ سے ملت اسلامیہ کے سات کروڑ مسلمانوں تک جو اس پاکستان میں بستے ہیں ان تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ تفریق کے اندر، اختلاف کے اندر نحوست ہے اور کمزوری ہے اور تباہی و بربادی ہے یہ یاد رکھو۔ اور ملت اسلامیہ کے آپس میں اتحاد و اتفاق کے اندر برکت ہے، اس میں وقار ہے، اس میں مرتبہ ہے، اور اس میں رُعب ہے۔ سیاسی ترقی بھی اسی سے ہوسکتی ہے، اور اقتصادی ترقی بھی جناب من: اتفاق سے ہوسکتی ہے۔ بے اتفاق گھرانہ تباہ ہوتا ہے، بے اتفاق دو شریک دوکانداروں کا کاروبار تباہ ہوتا ہے، بے اتفاق ماسٹروں

سے سکول تباہ ہوتا ہے، اور بے اتفاق زنانیوں کی وجہ سے گھر اُجڑ تا ہے، اور گھر کا سارا نظام تباہ و برباد ہوتا ہے۔ اور بے اتفاق پبلک کی وجہ سے ماحول تباہ ہوتا ہے، اور اس ملک کا روزگار اور امن و امان جو ہے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔

اس برصغیر، نہیں بلکہ پورے ایشیاء کی، اور مشرق وسطیٰ کی یہ بدقسمتی ہے کہ مسلمان مسلمان ہوتے ہوئے بھی ایک نکتے پہ اکھٹے نہیں ہو سکتے۔ آج افغانستان میں جو صورت حال ہے آپ دیکھ رہے ہیں، امریکہ اور اس کی خلیف طاقتیں یہودیت اور صیہونیت کو مضبوط کرنے کے لئے آج جو کچھ کرا رہی ہیں اور دوسری طرف روس جو کچھ کرا رہا ہے، ۔

تو میرے عزیزو! میرے بھائیو! ملکوں ملکوں کی بے اتفاقی کا جذبہ یا ملک کے اندر بسنے والوں کی بے اتفاقی کا جذبہ، یہ تباہی بربادی لایا کرتا ہے۔ محمد الرسول اللہ ﷺ عالمگیر پیغمبر تھے، اور اسلام عالمگیر مذہب ہے، اور قرآن عالمگیر کتاب ہے۔ قرآن کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں، اور محمد الرّسول اللہ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے۔

جس اسلام نے آج گھروں سے نکال کر کے امیر اور غریب کو، شاہ و گدا کو، اَن پڑھ اور پڑھے ہوئے کو، لاکر کے اس میدان میں دو رکعتیں پڑھنے اور سربسجود ہونے کے لئے جس جذبے سے گھروں سے نکال کر کے یہاں لایا ہے یہ اسلام آج جغرافیے کی حد بندیوں میں بھی محفوظ نہیں ہے، اور یہ اسلام زمانے کی حد بندیوں کے ساتھ اب محفوظ نہیں ہے، سوائے اللہ کے اب کسی کو معلوم نہیں کہ یہ اسلام کتنے زمانے تک اب اس روئے زمین پر رہے گا، جس کو قیامت کا وقت کہتے ہیں اُس وقت تک یہ ہے۔

تو میرے بھائیو، میرے عزیزو! یہ قربانی جذبہ پیدا کرتی ہے جذبات کو قربان کرنے کی، ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی محبت کے جذبے کو قربان کیا اللہ کی رضا کے لئے۔ پاکستانی مسلم اپنے جذبات کو قربان کر۔

کیا نظام اسلام ملک میں نافذ ہو گیا ہے؟ یا ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگ گیا ہے؟ کیا اس ملک میں مہنگائی ختم ہو کر کے ۷۰ء اور ۶۵ء کے بھاؤ واپس آ چکے ہیں؟ یہ جو آپس میں تفرقے تفرقے ہو رہے ہیں۔

میں بحیثیت ایک گناہ گار اور ادنیٰ مسلمان ہونے کے اس بات کو سعادت سمجھتا ہوں کہ اسلام کے لئے تمام وابستگیوں سے علیحدہ ہو کر کے خالص اسلام کے لئے ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے، علاقے کی وابستگییں، خاندانوں کی وابستگیاں، سیاسی لیڈروں کے ساتھ وابستگییں، مذہبی دانشوروں کے ساتھ وابستگیاں یہ بعد کی چیزیں ہیں۔ اسلام سب کا مذہب ہے، اور اسلام سب کے لئے پہلے اور اوّل ہے اور یہ بنیادی چیز ہے۔ ہم مسلمان ہیں تو سب کچھ ہیں، اگر مسلمان نہ رہے خدا نہ کرے، کہہ دو آمین، اگر اسلام نہ رہا تو پھر جناب من، پھر حنفی، اور مالکی، شافعی اور حنبلی، مقلد اور غیر مقلد کے امتیازات کی کوئی اہمیت نہیں۔

اس لئے میں کہا کرتا ہوں ، اور میں نے بارہا کہا، اور آج پھر کہتا ہوں کہ اگر اس ملک کے اندر فقہ حنفی کے بجائے فقہ مالکی کے مطابق اسلامی قانون نافذ ہوتا ہے تو ہمیں پھر بھی منظور ہے اس لئے کہ وہ اسلام ہے۔ اگر اس ملک کے اندر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے مکتبۂ فکر کے مطابق اسلام نافذ ہوتا ہے تو ہمیں پھر بھی منظور ہے اس لئے کہ وہ اسلام ہے۔ یہ تمام ائمہ و مجتہدین رسول اللہ کے وقت میں نہیں تھے یہ بعد کے بزرگان دین ہیں۔ اور یہ اسلام کوئی جدا نہیں پیش کر رہے ، حنفی ، مالکی ، شافعی ، حنبلی ، مقلّد ، غیر مقلد اور شیعہ ، سنی کے جھگڑوں میں نہیں پڑھنا چاہئے ۔ تو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں ایسے حضرات جو اپنے آپ کو علمائے کرام کہلواتے ہیں۔ نقشبندی اور مجدّدی، قادری اور چشتی اور سہروردی کے القاب لگاتے ہیں۔ امت مسلمہ کو تقسیم در تقسیم کی طرف دھکیل رہے ہیں وہ اسلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر رہے ۔

الحاد کے لئے دیکھ لو روئے زمین کے انسان ایک ہو رہے ہیں، کمیونزم کے لئے تمام انسان ایک ہو رہے ہیں، اپنے نظریہ کو ملک میں نافذ کرانے کے لئے۔ اس میں صوبوں اور قبیلوں ، اور اس میں برادریوں کا کوئی عمل دخل نہیں دیکھنا چاہتے۔ اے مسلمان! اسلام کے نظریہ کے لئے تجھے بھی ایک ہو جانا چاہئے۔ لیڈروں کی وابستگیں اور پیشواؤں کی وابستگیں یہ ساری بعد کی چیزیں ہیں، اصل وابستگی محمد الرسول اللہ کی ذات کے ساتھ ہے۔

سرور کائنات ، فخر موجودات ، رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتایا ہوا دین طیب اس ملک میں نافذ ہو جائے تو ہمارے سب کا رتبہ بڑھ جائے گا، اگر یہ نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اور یہ کام یاد رکھو، لارڈ میکالے اور کرزن کے نصاب کا پڑھا ہوا شخص محمد الرّسول اللہ کا اسلام اس ملک میں نافذ نہیں کر سکتا ، اس لئے کہ وہ اس راستے سے آگاہ ہی نہیں ہے ، اُس کو اس راستے کی منزلوں کا پتہ نہیں ہے۔ اُس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ تعبیرات وتشریحات کیا ہوتی ہیں۔

یہ تو ویسے وعدے ہی ہیں جو سن انیس سو سینتالیس (۱۹۴۷ء) سے ہو رہے ہیں ، یہ بتیس سال تو آزادی کے ہو گئے ہیں اور تین چار سال آزادی سے پہلے کے ، اس طرح کے وعدے کئے گئے ہیں، خدا کرے کہ وعدے پورے ہو جائیں ۔ پرسوں جنگ اخبار کے اندر ایک اداریہ لکھا تھا اور اُس کا عنوان تھا کہ خدا کے لئے آئندہ وعدہ نہ کیجئے ۔ میں نے کہا بہت اچھا لکھا ہے۔ اس نے کہا کہ اس امت کو بتیس سال سے وعدوں ہی پر ٹرخایا جا رہا ہے یہ وعدے سن سن کر آئندہ کے لئے ناامید ہی نہ ہو جائیں۔

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ سن انیس سو سینتالیس (۱۹۴۷ء) کے اندر ایک جذبہ تھا ، اور پھر ۱۹۷۷ء میں اس قوم کے اندر ایک جذبہ اسلام نے اُبھارا تھا، ملّاں نے اُبھارا تھا، ملّاں نے ملّاں نے ۔ جس کو ملّاں کہہ کر گالیاں دیتے ہو، کسی اور نے نہیں ۔ تو اب اگر یہ اختلاف اور جھگڑا مقلّد اور غیر مقلّد کا ، یہ شیعہ اور سنّی ، نورانی اور غیر نورانی کا ، جناب من ، یہ جو اختلافات

شروع کئے ہیں، یہ تو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو پٹوانے کا بندوبست کیا ہے۔ اسلام کے نفاذ کی، شریعت محمدیہ کے نفاذ کی منزل پر پہنچ کے اس کے بعد پھر اپنی گدیوں کو اور اپنی پگڑیوں کو بچانے کی کوشش کرو، ابھی ملا کچھ بھی نہیں اور پہلے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جدا جدا ہو رہے ہو تو اس اختلاف کے نتیجے میں ہاتھ مضبوط ہوں گے کمیونزم کے، ہاتھ مضبوط ہوں گے سوشلزم کے، ہاتھ مضبوط ہوں گے دھریت کے۔

اور ایک بات اور بھی کہہ دوں کہ ذرا اپنے آس پاس کے مطلع کو بھی دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ پاکستان والو! یہ وقت لڑائی کا نہیں ہے، اس وقت اپنے اسلام کو بچاؤ اور جانوں کو بچاؤ، دائیں بائیں دیکھو دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کتنی بڑی بڑی قوتیں کس کس طریقے سے حس وخاشاک کی طرح تہہ و بالا ہوتی جارہی ہیں، اور کس طریقے سے قرب قیامت کی نشانیاں سامنے آرہی ہیں۔ الحاد اور دھریت کا سیلاب اُمڈتا ہوا آرہا ہے۔ آج دنیا کپکپارہی ہے گرم پانیوں کے لئے۔

تو ان بزنجوؤں سے، اور ان مزاریوں سے، اور جناب من ان مینگلوؤں سے اور ان ولّیوں سے، منّت وسماجت کرو کہ یہ وقت صوبوں کے تعصب اُبھارنے کا، اور یہ قبیلوں کے تعصب ابھارنے کا نہیں ہے۔ ہم ایک قبیلہ ہیں، اور وہ ہے اسلام کا قبیلہ مسلمانوں کا قبیلہ، ہم ایک گھر میں رہتے ہیں اور اُس گھر کا نام ہے پاکستان، ہم ایک برادری ہیں، اور وہ ہے مسلم برادری۔ اس سے آگے نکل کر جو بھی تمہیں لڑاتا ہے دیوبندی اور غیر دیوبندی، بریلوی اور غیر بریلوی، یہ نقشبندی اور یہ فلاں بندی، یہ سب کے سب دھرے رہ جائیں گے۔

اگر رات کے وقت ڈاکو دوکان پہ، کارخانے پہ، مکان پہ حملہ کردیں، اور گھر والے بجائے اس کے کہ اپنا ڈیفنس کریں، وہ آپس میں لڑ پڑیں، ایک کہتا ہے کہ یہ کمرہ میرا ہے اور دوسرا کہتا ہے یہ کمرہ میرا ہے، تیسرا کہتا ہے یہ کمرہ میرا ہے اور چوتھا کہتا ہے کہ یہ کمرہ میرا ہے سمجھے؟ تو جیسے دوکان، مکان یا کارخانے والے اپنے آپ کو بچانے کے لئے متحد ہو کر کے ڈیفنس نہیں کریں گے وہ نہیں بچ سکیں گے ڈاکوؤں سے۔

اسلام رہے گا ہم نہیں رہیں گے

یہی مثال اس گھر پاکستان کی ہے۔ اور یہی مثال اس گھر میں بسنے والوؤں کے مذہب اسلام کی ہے۔ اسلام میرا اور آپ کا محتاج نہیں ہے اسلام رہے گا ہم نہیں رہیں گے، اسلام نے رہنا ہے، یہ خدا کا بھیجا ہوا دین ہے، اس کے لئے خدا کسی اور سے کام لے لے گا۔ جب عربوں سے بات نہ بنی تو اللہ پاک نے ترکوں کو مسلمان کر دیا تھا، جب اُن سے بات نہ بنی تو اللہ پاک نے برصغیر کے مسلمانوں کو توجہ دے دی، اور انہوں نے تحریک خلافت چلائی، انگریز نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن برصغیر کے مسلمانوں نے میرے اور آپ کے دادوں نے اس اسلام کو جان سے زیادہ پیارا سمجھتے ہوئے جان سے

بڑھ کر حفاظت کی ،اس کے لئے مدرسے بنائے ،اس کے لئے خطیب پیدا کئے ، قاری پیدا کئے ، مفسّر پیدا کئے ،اور آج دوسو سال کے بعد بھی انگریز ذلیل وخوار ہو کر کے برصغیر سے گیا۔اور اسلام برصغیر میں آج موجود ہے۔اس کے لئے دیندار مسلمانوں اور علماء نے رَل مِل کے پرائیویٹ کوشش کی جس کے نتیجے میں یہ کام آج تک موجود ہے۔

تو اس عید کے اجتماع میں وحدت کی اپیل کر رہا ہوں ، اتفاق کی اپیل کر رہا ہوں ،اتحاد کی اپیل کر رہا ہوں ۔ یہ غلط روش ہے کہ شکایتیں کی جاتی ہیں ، اور ایک دوسرے کو پھنسانے کی کوششیں کی جاتی ہیں کیوں؟ کہ جی یہ تو مسلم لیگ کا ہے ، یہ تو جماعت اسلامی کا ہے ، یہ جمعیت علماء اسلام کا ہے ، یہ پیپلز پارٹی کا ہے ، یہ نیپ کا ہے ۔آپس میں ایک ہی برادری ہو،خیالات مختلف رکھنے کی جمہوریت میں بھی اجازت ہے اور اسلام میں بھی ،خیالات جو بھی رکھے اُس کو اتنا مجرم نہ بناؤ کہ تمہارا اپنا گھر بگڑ جائے ۔اپنے کاروبار کو، اپنے محلے کو، اپنے گاؤں کو، اپنے شہر کو،اپنی مسجد کو اور اپنے ملک کو ایک عضو کی مانند سمجھو۔اتحاد اور اتفاق ہی ضامن ہے ترقی کا اور عزت کا۔دنیا کی قوموں میں ترقی اور عزت تب ہوتی ہے کہ جب ایک ملک کے بسنے والے آپس میں متحد اور متفق ہو جائیں۔

تو میرے عزیزو اور میرے بھائیو! ان گزارشات کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اپنے اندر کچھ عملی تبدیلی بھی پیدا کرو،صرف نعروں سے کام نہیں چلے گا، کچھ عملاً بھی کام ہونے چاہئیں۔وعدوں پر عمل بھی ہونا چاہئے ۔حضور نے فرمایا جب وعدہ کرو تو وعدے کو پورا کرو، جب معاملہ کرو تو معاملہ سچا کرو،آپس میں کسی انسان کو دھوکہ مت دو،تو ہمارے معاملات رسول اللہ کی سنت کے مطابق نہیں ہیں،معاملات کو ٹھیک کریئے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

******

خطاب بر موضوع شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۱۳ ستمبر، ۱۹۸۵ء بروز جمعہ جامع مسجد کرتار پورہ

{ أَللّٰهُمَّ أَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِأَحَدِ الْعُمَرَيْن}

اے اللہ! دوعمروں میں سے ایک کومسلمان کر کے اسلام کو طاقت دے۔ اسلام والوں کوقوت دے، اسلام والوں میں مضبوطی پیدا کر۔...................................میرے عزیزو، میرے بزرگو!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام آپ کی اپنی چاہت سے نہیں ہوتا تھا، رسول اللہ پر اللہ کی وحی ہوتی تھی تو تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بولتے تھے۔تو یہ دعاء بھی خداوند قدوس کی طرف سے بناء بر وحی تھی، کہ اے میرے رسول مجھ سے یہ دعاء مانگ تو حضور نے یہ دعاء مانگی خدا کے حکم سے، اس لئے علماء کی اصطلاح میں عمر رسول اللہ کا مقصود اور مطلوب ہے۔حضور نے قصد کر کے اللہ سے دعاء مانگی، اور جو کام آپ قصد کر کے کرتے ہیں تو عرف میں کہتے ہیں کہ فلاں کا مقصود فلاں چیز ہے۔میرا مقصود اس وقت یہ آج کا وعظ ودرس ریکارڈ کرانا تھا تا کہ شیطان قسم کے آدمی جھوٹی رپورٹ آگے لیجا کر یہ نہ کہیں کہ جی شیعوں کے خلاف بڑا زور لگا کر بولے، اور فساد کرانا چاہتے ہیں، اس وجہ سے ٹیپ کرا رہا ہوں۔درود شریف پڑھ لیجئے گا۔

تو اپنے صحیح عقیدے کی بنیاد پر بات کو سمجھو، آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد الرّسول اللہ کی زبان سے دین کے بارے میں جو بھی بات نکلی، وہ اللہ کی وحی ہوتی تھی، حضور تب بولتے تھے، یہ عقیدہ رکھو۔ جتنے بھی نوجوان ہو۔شیعہ اور مرزائی اور پرویزی اور کمیونسٹوں کے پنجے میں تم پھنسنے والے ہو، اگر تمہارے اپنے عقیدے صحیح نہیں ہوں گے، علم صحیح نہیں ہوگا، نوجوانو سن لو۔ یہ حضور کی دعاء ہے، تہجد کا وقت ہے، رات کا وقت ہے، اللہ کی قبولیت کے سارے سلسلے تیار ہیں۔دعائیں قبول ہونے کے لئے آج بھی یہی وقت ہے، آج بھی تہجد کے وقت میں دعاء قبول ہوتی ہے، لیکن معاف کرنا۔آٹھ اور نو کروڑ مسلمان تو کیا ایک ارب مسلمان آج کا، رات کو تہجد تو درکنار صبح آٹھ دس بجے تک سو رہا ہوتا ہے۔ایک بجے رات کو سوتا ہے فلمیں دیکھ کر گھروں میں، پھر بھی اسلام زندہ باد۔ اللہ زندہ رکھے، اس کی مرضی ہے وہ قادر ہے۔لیکن مسلم تیرے کرتوت تو اسلام کا جنازہ نکالنے کے ہیں، اسلام کو زندہ رکھنے کے نہیں ہیں۔تو تہجد کا وقت ہے حضور نے دعاء مانگی ہے اور کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے کہ کیا ہوگا؟ اور صبح ایک صحابی نماز پڑھ کے زید ابن ارقم کے مکان سے اپنے مکان کی طرف جا رہا ہے، اور دیکھ رہا ہے کہ آنکھیں سرخ ہیں غصہ سے، اور تلوار جو ہے اس کے دستے پہ ہاتھ رکھا ہوا ہے، اور بڑے غصہ سے رسول اللہ کے مکان کی

طرف عمر جا رہا ہے خطاب کا بیٹا۔

اس لئے کہ رات کو سپریم کونسل کی میٹنگ ہوئی تھی خفیہ، ابوجہل کی صدرارت میں ابولہب، عتبہ، شیبہ جتنے ابلیس تھے کفر کے وہ سارے اس میٹنگ میں تھے، اور رات کو فیصلہ ہوا تھا کہ تنگ آ گئے ہیں، یہ قرآن کی آواز جو سنتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے، لہٰذا اب فیصلہ کرو۔ تو فیصلے میں فیصلہ یہ ہوا کہ سو اونٹ انعام میں اُس آدمی کو ملیں گے جو عبداللہ کے بیٹے کا سر اُتار دے گا۔ کون ہیں عبداللہ کے بیٹے بولو! محمد الرسول اللہ ! لفظ رسول اللہ تو آپ کا رتبہ بیان کیا جا رہا ہے خدا کی طرف سے نسب کے لحاظ سے جب بولو گے تو محمد ابن عبداللہ۔ لیکن ہم نے ادب بھی ساتھ کرنا ہے، احترام بھی کرنا، تعظیم بھی کرنی ہے اس لئے حضور کے نام کے بعد جلدی سے کہیں گے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور جس کی زبان گونگ رہتی ہے، ہونٹ سلے رہتے ہیں، خالی ہاتھ مسجد میں آیا اور خالی ہاتھ ہی واپس جائے گا۔ سعدی کہتا ہے: ؎ تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل

تمہیں تو فارسی آتی ہی نہیں، ماشاء اللہ! تمہارا روپیہ تو انگریزی ٹویشن پر خرچ ہوتا ہے، پانچ سو روپے، چھے سو روپے ایک گھنٹے کی ٹویشن دے کے اپنی اولاد کو یاد کراتے ہو، اور پندرہ بیس روپے دس منٹ کے دے کے اور اللہ کا نام اپنی اولاد کو سکھانے کے لئے تیار نہیں ہو دنیا دارو! تاجرو، ملازمو! اسلام کے ساتھ برتاؤ یہ ہے۔ پرانے زمانے میں ہمارے برصغیر کی زبان فارسی تھی، ہر آدمی اپنے بچوں کو فارسی پڑھاتا تھا، کیوں؟ اس لئے کہ اخلاق، عادات سنوارنے کی کتابیں فارسی میں تھیں۔ گلستان اور بوستان، اللہ ہمارے اُستادوں کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے ہمیں فارسی پڑھائی۔ سمجھے:

تو سعدی کہتا ہے: ؎ تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل

رہبر کامل بھی اگر ساتھ لے کر چلے تو جس کی قسمت خالی ہے اُس کو رہبرِ کامل سے کیا فائدہ ملے گا۔

کہ خضر از آب حیات تشنگی آرد سکندر را

کہ خضر علیہ السلام جیسے رہبر کامل کے ساتھ سکندر گیا ہے اور آب حیات کے چشمے سے ایک گھونٹ قطرہ پانی پینا نصیب نہ ہوا، اور راستے سے مڑ کر واپس آیا، خضر علیہ السلام کی رفاقت اور ان کی دوستی، اور اُن کے ساتھ جانا، اور اُن کی محبت سے بھی فائدہ سکندر کو نہ ہوا۔ تو سمجھے؟ قسمت کا مسئلہ توفیق کا مسئلہ سب سے مقدم ہے۔ جب گھر سے چلو تو اللہ سے توفیق مانگ کر چلا کرو۔ ورنہ تمہیں سو دفعہ کہوں درود شریف پڑھو، ہونٹ نہیں ہلیں گے، بُدو کا بدو ہی بیٹھا رہے گا، اور آنکھیں کھلی ہوئی ہوں گی۔ اور جہاں طلب ہے، توفیق ہے فیضان آ رہا ہے، اشارہ کرتے ہی پڑھیں گے:

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ }

ایک دفعہ پڑھا تو دس نیکیوں کا ثواب ملا، دس درجے بلند ہوئے، دس حاضریاں لگ گئیں، پھر پڑھ لو:

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِكْ وَسَلِّمْ }

تو عرض کر رہا تھا کہ کونسل نے فیصلہ کیا ہے کون ہے مائی کا لال جو تیار ہو؟ سارے بہادروں سے پوچھا گیا۔ خطاب کا بیٹا کھڑا ہوا، اس نے کہا{ أنا لهذا ، أنا لهذا } میں اس کام کے لئے ہوں، میں اس کام کے لئے ہوں۔ طے ہو گیا چلو سو اونٹ تجھے ملیں گے۔ بعض روایات میں آتا ہے پانچ سو اونٹ انعام مقرر ہوا، جاؤ عبد اللہ کے بیٹے کی گردن اتار دو۔ مراد میری عبد اللہ کے بیٹے سے کون ہے؟ جلدی سے بولو، محمد الرّسول اللہ ﷺ۔ صبح بڑے غصّے میں، بڑے جوش میں، بڑے طمطراق کے ساتھ جنابِ من: یوں جا رہا ہے، غصّے سے بھرا ہوا ہے، حملہ کرنے کے لئے۔

محبت رسول کیا ہے؟

ایمان یہ ہے محبت رسول میں جو صحابی نے کردار ادا کیا، حلوہ اور سویّوں والا ایمان نہیں ہے، کہ حلوے کھاؤ تو ایمان ہے محبت رسول ہے، محبت رسول ہے۔ اپنے ولایتی انگوٹھے چوم کے، اپنے رشوت کے انگوٹھے چوم کے اور سنت پر عمل کرنے والوں پر فتوے لگا کر کے کہ انگوٹھے نہیں چومتے جی انگوٹھے نہیں چومتے یہ وہابی ہیں۔ انگوٹھے نہیں چومتے زبان سے کہتے ہیں ﷺ، یہ سنت ہے۔ اور انگوٹھا چومنا رواج ہے بدعت ہے، اور انگوٹھا بھی پھر اپنا بلیک، رشوت اور حرام روزی کا، عقل سے سوچا کرو۔ درود پڑھنا سنت ہے، حضور نے فرمایا: جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور میرا نام سن کے جو مجھ پر درود نہ پڑھے اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔ جو درود نہیں پڑھتے انگوٹھا چومتے ہیں یہ رسول اللہ کے قول کے مطابق بے وفائی میں شامل ہوتے ہیں۔ اور جو آپ کا نام سن کر کہتے ہیں ﷺ، یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں آپ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں آپ رسول اللہ کے ارشاد کو بجا لاتے ہیں، لہٰذا وفاداروں میں نام لکھا جاتا ہے، خدا مجھے اور آپ کو نصیب کرے۔ اب فرق سمجھے کہ نہیں سمجھے؟

تو بڑے غصے میں جا رہے ہیں صحابی نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ تو کسی بڑے خطرناک ارادے سے ہے، کیونکہ دشمنی بڑی زوروں پہ تھی، مکّے کے حالات بڑے زوروں پہ تھے۔ خوف وحراس طاری تھا، جیسے کہ وہ بارہ آدمیوں کے قتل کے بعد اس شہر میں خوف وحراس طاری تھا، سمجھے؟ بہتیروں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ حالانکہ عقیدہ یہ ہے کہ موت تب ہی آتی ہے جب اللہ کی طرف سے مقرر ہو۔ اُس سے پہلے نہیں آ سکتی۔ گولیوں کی بوچھاڑ چل رہی ہے، تلواروں کی شنکار چل رہی ہے، لیکن اللہ نے موت مقرر نہیں کی تو موت نہیں آتی۔ موت؟ نہیں آتی، جوانو تمہیں کہہ رہا ہوں۔ اور کہاں سے کہہ رہا ہوں؟

خالد ابن ولیدؓ جب بیمار ہوا ہے، اور ایڑیاں رگڑ رہا ہے، اور عربی میں کہتا ہے ہائے قسمت، اے اللہ! میری تمنّا آپ نے کیوں نہ پوری کی؟ گھر والے پوچھتے ہیں، تیماردار پوچھتے ہیں کیا بات ہے؟ فرمایا کہ ساری عمر تمنّاہ رہی کہ شہادت کی موت مروں، اس لئے ہر معرکے میں بغیر کسی خوف وخطر کے کودتا رہا، کہ شہادت کی موت آجائے۔ اللہ تو نے اس میدان کارزار میں جہاں نیزے میرے دائیں بائیں سے گزرتے تھے، اور تلواروں کی جھنکاریں میرے آس پاس ہوتی تھیں، خدایا تو نے وہاں تو موت میرے پاس نہ بھیجی اور آج میں اپنے بستر پر ایڑیاں رگڑ کر مر رہا ہوں۔

موت وقت مقرر پر آتی ہے، اللہ ارشاد فرماتا ہے:

{ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُرُوۡجٍ مُّشَيَّدَةٍ }

موت کا وقت جب آئے گا تو وہ تمہیں گھیر لے گی، چالان کر لے گی، اور ایف، آئی، آر، کٹ جائے گی عزرائیل علیہ السلام کی طرف سے تو اس وقت اگر تم سات منزلہ مکانوں کے بالا خانوں میں، اور قلعوں کے اندر توپوں اور راکٹوں کے پہرے کے اندر بھی اگر بیٹھے ہوئے ہو، اور ساری دنیا کے پیر اور ڈاکٹر موجود ہیں، اور ظاہری اور باطنی تحفظ کے سامان موجود ہیں، اللہ فرماتا ہے: {**يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡت**} موت پھر بھی تمہیں پہنچ کے رہے گی۔ اور جب وقت مقرر نہ ہو تو حضرت خالد بن ولیدؓ کی آرزو سے تم سبق سیکھو۔ درود شریف پڑھ لو۔

تو اُس صحابی نے کہا: ''أین تذهب؟'' تم کہاں جا رہے ہو؟ ''اَيۡنَ تُرِيۡد؟'' کدھر کا ارادہ ہے؟ بڑے غصّے سے کہا اُدھر جا رہا ہوں۔ کہا کدھر؟ کہا اُدھر جا رہا ہوں جہاں لوگوں کو بے دین کیا جاتا ہے، کہو استغفر اللہ! جہاں لوگوں کا دین بگاڑا جاتا ہے، اُدھر ہی جا رہا ہوں تمہارے اُس بڑے کی گردن اتارنے کے لئے۔ کہدو، استغفر اللہ۔ خدا یہ عقیدہ ہمارا نہ کرے یہ تو ان کا جملہ تھا، اُس نے تدبیر سوچی کہ کچھ حیلہ ایسا کروں کہ یہ حضور کی طرف نہ جائے مڑ جائے واپس، محبت اس کو کہتے ہیں، تعلق رسول اللہ کے ساتھ یہ ہے اس غریب صحابی کا، اس نے کہا اے عمر! پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو جا کر اپنی ہمشیرہ اور اور اپنے بہنوئی کو تو دیکھ۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لے تو ادھر کہاں جا رہا ہے، تمہارے اپنے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ اس نے کہا، کیا مطلب؟ اس نے کہا جس ہستی کو تم ختم کرنے جا رہے ہو اُسی کا کلمہ پڑھ کے وہ دونوں اس کی غلامی اختیار کر چکے ہیں۔ اور کلمہ پڑھ کر کے رسول اللہ کے غلام اور پیروکار ہو چکے ہیں، اب عمر اُدھر گئے اور جب گھر کے باہر پہنچے تو اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز سنی:

{ اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ }

یہ قرآن راستہ دیکھاتا ہے سیدھا۔ { **هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ** } یہ قرآن پاک روشنی ہے سیدھا راستہ ہے ایسے بندوں

کے لئے جو گناہوں سے بچتے ہیں ۔اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز جب سنی تو جوش اور غضب تیز ہوا، دروازہ کھٹکٹایا تو انہوں نے جلدی سے استاد کو گھر میں چھپا دیا اور جب دروازہ کھولا تو بہن اور بہنوئی کو مارا۔تو لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، بہن نے کہا عمر میں بھی خطاب کی بیٹی ہوں۔

سن رہے ہو کہ نہیں؟ جنہوں نے آنکھیں اور گردنیں جھکائی ہوئی ہیں میری طرف دیکھو، ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا، اور بغیر وضو کے نماز پڑھو گے، اور نماز ہوگی ہی نہیں۔

کہا میں بھی عمر کی بیٹی ہوں اس کے بعد ہاتھ اٹھایا تو یاد رکھ گردن تیری توڑ دوں گی ۔آگے سے چپ ہو گئے، بیٹھ گئے ۔حضور کی دعاء جو رات کو قبول ہوئی تھی ناں، خدا نے وحی کر کے درخواست رسول اللہ سے اپنے دربار میں دلوائی تھی، اپلیکیشن ۔اور حضور نے ان لفظوں میں فرمایا تھا۔ اے اللہ! دونوں عمروں میں سے خطاب کا بیٹا عمر، یا ہشام کا بیٹا عمر، ان دو میں سے جو تجھے پسند ہے تیرے دین کے لئے خدایا اس کو تو مسلمان کر میں تجھ سے ان دو میں سے ایک مانگتا ہوں، جو تجھے پسند ہو وہ مجھے بھی پسند ہے۔

سنیو۔سنی کا ایک معنیٰ تو یہ سُن ہے بے حس جس کو پتہ نہیں لگتا جب تک اس کو چٹکی نہ کاٹی جائے ۔ وہ سنی نہ بنو۔سنی کا معنیٰ ہے رسول اللہ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے والے مسلمان ۔جو صحابہ کے لائے ہوئے کُل کے کل دین کو اور نبی کی تئیس سالہ محنت کو تسلیم کریں، وہ سنی مراد ہے ۔ہم وہ سنی ہیں ۔حضرت عمرؓ کی شان کو سمجھو۔یکم محرم سے دس محرم تک کو ذاکر اور مرثیہ خوان دو ہزار روپے رات کے لے کر کے صحابہ سب کے خلاف اور خاص کر کے عمر بن خطاب کے خلاف ان بھونکنے والے یہودیت کے نمائندوں کی بات پر یقین نہ کرو، اے نوجوانو! تمہارے عمر کا اللہ کے ہاں یہ رتبہ ہے۔

رسول اللہ نے دعاء مانگی خدا کے حکم سے، رسول اللہ بولتے ہیں اللہ کے حکم سے، رسول اللہ کے تلفظ خدا کی وحی تھی، کہو رسول اللہ کا تلفظ خدا کی وحی ہوتی تھی، یہ قرآن کہتا ہے ۔تو حضور نے جو دعاء مانگی کہ " **اَللّٰهُمَّ أَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِأَحَدِ الْعُمَرَيْنِ** " اے اللہ! دو عمروں میں سے ایک کو مسلمان کر کے اسلام کو طاقت دے۔ اسلام والوں کو قوت دے، اسلام والوں میں مضبوطی پیدا کر۔اللہ نے قبول کر لی، اللہ دلوں کا مالک ہے دل تبدیل کر دیئے۔ذہنوں کا مالک ہے، ذہن تبدیل کر دیا۔ اور بہن سے باتیں سن کر کے اللہ پاک کی تقدیر غالب آ رہی ہے، حضور کی دعاء رنگ لا رہی ہے ۔اور عمر کہنے لگے کہ بہن تو جو پڑھ رہی تھی مجھے بھی ذرا دیکھاؤ۔عورتیں ہوں تو ایسی، غیرت ہو تو ایسی، بہن کہتی ہے: "**اِنَّکَ مُشْرِکٌ نَجَسٌ**" تو مشرک ہے، تو پلید ہے، اور میرا اللہ فرماتا ہے: { **لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ** } اس قرآن کو ہاتھ نہ لگائیں مگر وہ جو پاک ہوں، ہم جو پڑھ رہے تھے اس کو ہاتھ لگانے کے قابل تو نہیں ہے ۔دعاء رنگ لا رہی ہے محمد الرسول اللہ کی ۔

اس لئے اہل سنت والجماعت عمر کے ساتھ خطاب لگایا کرتے ہیں: مطلوب رسول اللہ، مقصود رسول اللہ۔ رسول اللہ کا مطلوب، حضور طالب ہیں، اللہ سے طلب کر رہے ہیں، اور اللہ نے مطلوب بنایا ہے۔ حضور نے مقصود بنا کر اللہ سے دعاء مانگی، لہٰذا حضرت عمر رسول اللہ کے مقصود ہوئے۔

تیار ہو گیا غسل کرتا ہوں، کہا کر، غسل کر وایا، اور غسل کر وا کر کے اس کے بعد بہن نے کہا: پڑھ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ کہا مجھے لمبی باتیں نہیں آتی، بہن اور بہنوئی سے کہا کہ جو تمہارا عقیدہ ہے میں اب اسی عقیدہ کا ہو گیا ہوں۔ اب وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں، جو صحابی گھر میں چھپایا تھا وہ بھی باہر آ گئے، آیتیں سنیں تو کہا جلدی کرو مجھے زید ابن ارقم کے مکان میں لے چلو جہاں رسول اللہ ﷺ ہیں۔

دیکھا تقدیر کا مسئلہ؟ او بولو بھی، او ڈالڈے کے مارے ہوئیو۔ تقدیر کا مسئلہ دیکھا؟ خدا کی قدرت اور رسول اللہ کا معجزہ، اور حضرت عمر کا رتبہ اللہ کے ہاں؟ سب باتیں جوڑ لو۔ اللہ کے ہاں یہ رتبہ ہے حضرت عمرؓ کا۔ اس طرح اللہ نے فٹو فٹ دعاء قبول کر کے، اور حضرت عمر کا دل پھیر کر کے اور اسلام کی محبت ڈال کر کے اسلام قبول کرنے کے لئے تیار کر دیا، اور بہن سے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اب جب وہاں گیا، اور دروازہ کھٹکھٹایا تو کتابوں میں آتا ہے کہ کہنے والے نے کہا کہ "**عمر بن الخطاب علی الباب**" دروازے پر خطاب کا بیٹا عمر کھڑا ہے، تلوار بھی پاس ہے۔ تو سارے صحابہ انتالیس آدمی تھے، اکثر ضعفاء تھے، غلامی سے مسلمان ہوئے تھے سہم گئے۔ کہا کیا بات ہے؟ کہا عمر ہے کسی برے ارادے سے آیا ہے۔ حضور نے فرمایا: کچھ پرواہ نہ کرو میں خود دروازہ کھولتا ہوں۔ اور حضرت حمزہ جو اس سے دو یا تین دن پہلے مسلمان ہوئے تھے، حضرت حمزہ نے کہا، کوئی فکر مت کرو، عمر اگر صحیح ارادہ سے آیا ہے تو اللہ بسم اللہ، اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو عمر کے لئے میں کافی ہوں۔ وہ بھی قریشی ہے میں بھی قریشی ہوں ہم ایک ہی پڑ دادے نکڑ دادے کی اولاد ہیں۔

دیکھ لو نبی کی سیرت، کچھ سمجھ میں آ رہی ہے او ڈالڈے کے مارے ہوئیو۔ ٹیلی ویژن کے بیمارو کچھ سمجھ میں آئی کہ نہیں؟ مریدوں کو نہیں فرما رہے کہ جا کر دروازہ کھولو۔ پیر و مرشد خود جا کر دروازہ کھولتا ہے۔ اولاد کو نہیں فرما رہے کہ دروازہ کھولو، روحانی باپ خود اٹھ کر درواازہ کھولتا ہے۔ ساری کائنات کے بزرگ اور ساری کائنات کے انسان اکھٹے کر لئے جائیں تو رسول اللہ کا رتبہ پھر بھی بڑا ہے۔ یہ ہے سیرت النبی کہ خطرے کے وقت صحابہ کو پیچھے ہٹا کر خود دروازے پہ جاتے ہیں دروازہ کھولنے کے لئے۔

یہ ہے حضور کی سیرت، اس سیرت کو اپناؤ، اس سیرت کو دنیا کو سناؤ تو ہم بھی آپ کیساتھ ہیں، لیکن آپ تو جھنڈیوں پہ بھلاتے ہیں لوگوں کو، اپنی جھنڈیاں بناتے ہیں، اپنی جھنڈیاں بیچتے ہیں، اپنی شلیش بیچتے ہیں، اور اپنے وارے نیارے

کرتے ہیں، ساری پبلک کو پورے دس دن سڑکوں پہ تنگ کرتے ہیں راستے روک روک کر کے جبراً پیسے لیتے ہیں، اُن رسہ گیروں میں اور اِس رسہ گیری میں کیا فرق ہے؟ ٹھنڈے دل سے سوچو ذرا۔ یہ سیرت بیان کرو ناں رسول اللہ کی یہ سیرت تمہارے دور کا پیر، تمہارے دور کا وڈیرہ، تمہارے دور کا دولت مند، سرمایہ دار، بڑا افسر، اس طریقے سے اپنی سیرت اور اپنے کردار کو ذرا دکھائے ناں لوگوں کے سامنے، یہ ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضور جب گئے دروازہ کھولا تو کتابوں میں آتا ہے، میری طرف دیکھو او نیند کے مارے ہوئے ہو، آج تو دو چار شادیاں ہیں ناں کھا کر آئے ہو گے مفت کا مال، نیند آرہی ہوگی۔ اِدھر دیکھو! حضور نے یوں چھاتی پر ہاتھ مار کہا اے عمر! آجا راہ راست پہ۔ بے ساختہ نکلا۔ جئتُ الیك یا رسول اللّٰہ"، اے اللہ کے نبی میں آپ ہی کی طرف آیا ہوں۔

الفاروق پڑھو اگر اسلام سیکھنا ہے تو الفاروق۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ قسم اٹھا کر کہتے تھے، کہ حضور کا جب ہاتھ یہاں لگا تھا، اس وقت جو ٹھنڈک محسوس ہوئی تھی، اور جو راحت محسوس ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں جب بھی یاد آتا ہے تو تمنّا ہی کرتا رہتا ہوں کہ ہائے کاش پھر آپ کا دست مبارک میرے سینے پہ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کے پڑنے سے قرآن کے انوارات، رموز اور سارے فیض آ کر جمع ہو گئے۔..

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کے سامنے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جیسے میں آپ کو وعظ سنا رہا ہوں احادیث کی صورت میں، فیضان اُن کا ہے، اللہ قبول فرمائے۔ حضور نے فرمایا میں نے رات خواب میں دیکھا ہے، کہ بہت بڑا پیالہ دودھ کا بھرا ہوا میرے آگے پیش کیا گیا ہے، اور میں نے اس کو پیا ہے، ایک دفعہ چھکی لگا کے پیا ہے، پھر دوبارہ چھکی لگا کے پیا ہے، پھر تیسرے سانس میں پھر پیا ہے۔ اور جب میں سیر ہو گیا ہوں اور گنجائش باقی نہیں رہی تو پھر میں نے وہ پیالہ واپس کیا ہے۔ پلانے والے نے پھر وہ پیالہ حضرت عمر بن الخطاب کو پیش کیا ہے، اور میرا ابقایا دودھ سارا یہ (عمر ابن خطابؓ) پی گیا ہے۔ رافضیوں، معتزلہ، شیعوں کے پروپیگنڈے سے متأثر جہلاء اکرام کو پہنچا دو یہ بات تم کہ یہ رتبہ ہے فاروق اعظم کا۔ صحابہ نے کہا: "ما اوّلت یا رسول اللّٰہ؟" اے اللہ کے خبیب اس خواب کی تعبیر آپ نے کیا فرمائی؟ کچھ سمجھ رہے ہو کہ نہیں تم۔ حضور نے فرمایا: اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ علوم نبوّت اللہ نے، علوم وحی اور قرآن ربّ العالمین نے مجھے دیئے اور نبوت کا حصہ سارا میں نے پی لیا، اور نبوت کے بعد جو بچا تھا ربّ العالمین نے وہ فاروق اعظم کو دے دیا، اس لئے حضور نے فرمایا کہ فاروق اعظم کی تجویز اور رائے وحی الٰہی کے ساتھ موافق ہوا کرے گی۔

چار موقعوں پہ چار آیتیں قرآن کی اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی رائے اور تجویز کے مطابق اتاریں، ایک غزوۂ بدر کے قیدیوں کے موقعہ پر، اور دوسرے پردے اور حجاب کے بارے میں کہ جب حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا

کہ امہات المؤمنین کو حکم دیں کہ وہ پردہ کریں، حجاب کریں۔تو عمر کے مشورہ دینے اور تجویز کرنے کے اس موقع پر اللہ نے حکم اتارا:

{ يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ }

حافظو! او رمضانیو! ہمیشہ دور کیا کرو تا کہ قرآن یاد رہے۔سونے والو! آنکھیں کھولو۔ اللہ فرماتا ہے { يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ } اے نبی! کہو! ﷺ۔ { قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ } فرمادیجئے اپنی ازواج مطہرات کو، اور اپنی بیٹیوں کو۔کسی نے پڑھا ہے تو ذرا سوچ لو قرآن نے یہ نہیں کہا، {وَبِنْتِكَ} ایک بیٹی فاطمہ ہوتی تو {وَبِنْتِكَ} کا لفظ ہوتا، بیٹیاں چار ہیں اس لئے فرمایا کہ { وَبَنٰتِكَ } کہہ دیجئے اپنی بیٹیوں کو، اور آگے، { وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ } ایمان والوں کی عورتوں کو بھی اے رسول کہہ دیجئے گا۔کیا کہہ دیجئے گا؟

{ فَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ }

کہ اپنے دوپٹوں کو یوں ڈالا کریں، بُکل مارا کریں اپنی چھاتیوں پر۔ تا کہ یہ حصّہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے نظر نہ آئے، اُبھرا ہوا گوشت، بیٹھا ہوا گوشت۔ دیکھنے والا تمیز بھی نہ کر سکے کہ جسم کیسا بنا ہوا ہے۔اور دوسرے مقام پر فرمایا:

{يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ}: اپنی چادروں کو اپنے دوپٹوں کو ڈالا کریں۔ یہ پردے کی آیات جب نازل ہوئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر بھی حضرت عمرؓ کو مبارکباد دی۔ایسے ہی اور بھی مواقع ہیں، میں اب چھوڑ نے لگا ہوں، اگلے جمعے پہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔تو ذوالحجہ کی ستائیس تاریخ، اس وقت جو ہے حضرت امیر المؤمنین کے خلافت کے زمانے میں ذوالحجہ کی ستائیس تاریخ میں فجر کی نماز آپ پڑھا رہے تھے، اور مصلّے پر آپ پر زہر میں ٹھنڈا کئے ہوئے خنجر کے ساتھ یہودی کے غلام نے جو ایران کا فارسی تھا۔ پارسی النسل تھا، آتش پرست تھا، آگ کی پرستش کرتا تھا، یہودی کا غلام تھا، اُس نے حملہ کر کے حضرت عمر کو زخمی کیا۔حضرت عمر ایک رکعت پڑھا چکے تھے دوسری رکعت دوسرے صحابی نے آگے ہو کر پڑھائی، اور اُس کو اسی وقت مردار کر دیا۔

اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے خون کا ذمہ دار کوئی مسلمان نہیں ہے، ایک کافر نے مجھ پر حملہ کیا۔اور ایک آدھ دن زخمی رہنے کے بعد ذوالحجہ کی انتیس (29) تاریخ کو رات کو دم نکلا، اور یکم محرم کو پھر حضرت عمر کا جنازہ ہوا، اور رسول اللہ کے قدموں میں آپ کو جنت الفردوس کے لئے ملت اسلامیہ نے سپرد کر دیا، آج بھی رسول اللہ کے

قدموں میں آرام کر رہے ہیں یہ عمر ہے۔ یہ ہے رُتبہ حضرت عمر فاروقؓ کا۔

روضہ رسول کے خلاف یہودی سازش

وہ جو یہودیوں نے سازش کی تھی مسلمان بن کر کے اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تھے، فقیر بن کر کے، پیر بن کر کے مسجد نبوی کے ساتھ مکان میں، اور سرنگ بنا کر اندر جا رہے تھے، تو وہ سارا کچھ اس لئے تھا کہ حضرت فاروق اعظم کو قبر سے نکالیں، اور حضرت ابوبکر کو نکال دیں۔ اور اب بھی یہ طبقہ جب جاتا ہے تو مسجد نبوی میں دور کھڑا ہو کر کے اس طرف منہ نہیں کرتا کیونکہ سامنے فاروق اور صدیق اکبر ہے، یہ وہ عداوت ہے۔

اور اُن کے بڑے نے جو اپنی لیڈری کے لئے پاکستان اور سارے ملکوں میں فسادات کرا رہا ہے، اُس نے اپنی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ جب بھی ہمارا تسلط پہنچے گا ہم رسول اللہ کے پاس سے رسول اللہ کے دونوں دشمنوں کو نکال دیں گے العیاذ باللہ۔ ہم پاگل نہیں ہیں کہ ویسے ہی خوامخواہ مخالفتیں کریں۔ اُس کی موافقت کرنے میں تو کروڑوں روپیہ ملتا ہے۔ لیکن آپ کے ایمان کو بچانے کے لئے یہ باتیں بتاتے ہیں کہ یہ حضرت حسین کی محبت کی آڑ میں، اور محرم کے پردے میں ان کا اصل پروگرام لبنان جیسے فسادات کرانا اور ملّت اسلامیہ اہل سنت والجماعت کے ملکوں میں افراتفری پیدا کرانا مقصد ہے۔

جو آپ کو کہہ رہا ہوں کل میں نے سارے ضلع کے افسروں اور ڈی سی کی موجودگی میں بھی یہی ساری باتیں کہی ہیں۔ کہ ہمارا ملک یہ ہماری آماجگاہ اور پناہ ہے۔ اس ملک کی تخریب کرنے والا چاہے وہ مذہب کے نام سے یا کسی بھی محبت کے نام سے کرے ہم اُس کو نہیں برداشت کریں گے۔ چاہے وہ ملک کے اندر ہے، چاہے وہ ملک سے باہر ہے۔ اور آپ کو بھی یہی کہتا ہوں چوکنّے ہو کر رہو، ورنہ بڑی سازشیں ہو رہی ہیں۔ تو عقیدے کے لحاظ سے حضرت عمرؓ رسول اللہ کا مانگا ہوا، رسول اللہ کا دوسرا خلیفۂ راشد ہے۔ آپ کا دوسرا یار ہے۔ اور شہادت کا سلسلہ آپ سے شروع ہوا ہے، اُسی جماعت نے حضرت عثمان کو، اُسی جماعت نے حضرت علی کو، اسی جماعت نے حضرت حسن کو، اسی جماعت نے حضرت حسین کو اسی جماعت نے آگے تاریخ چلتے چلتے ابھی فلسطینیوں کو جو شہید کر رہی ہے یہ وہی جماعت ہے۔ وہی نظریہ ہے یہودیوں والا، صحابہ کی مخالفت والا، اللہ پاک اس کے شر سے بچائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

******

درسِ حدیث: برموضوع فضائل صحابہ کرامؓ

خطاب جامع مسجد ڈھوک منگال راولپنڈی ۸، محرم الحرام ۱۴۰۶ھ: بمطابق، ۲۳، ستمبر ۱۹۸۵ء

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّأٰتِ أَعْمَالِناَ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ ،وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ أَمَّا بَعْدُ : فَأَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ*

{ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا *

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْ هُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ ،فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَصْحَابِيْ كَا النُّجُوْمُ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔} او كما قال عليه الصلوٰة والسلام ۔

محترم حضرات:

محرم الحرام ۱۴۰۶ھ کی آج آٹھویں رات ہے ۔ اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب مدّظلہ العالی نے ابھی آپ کے سامنے اعلان کر ہی دیا ہے کہ فضائل حضرات صحابہ کرامؓ کے عنوان پہ اللہ تعالیٰ توفیق عنائیت فرمائے کہ میں کچھ عرض کروں ۔ فلہٰذا: میں بھی اور آپ بھی دعاء کریں ، اور اللہ سے تقاضہ کریں، اور دل میں چاہت اور طلب لے کر کے اور توجہ سے بیٹھ کر کے سماعت فرمائیں ۔

میں نے ایک آیت کریمہ کا کچھ حصّہ تلاوت کیا ہے ،جس میں حضرات صحابہ کرام کی سیرت ، صحابہ کرام کا مقام ، صحابہ اکرام کا ایمان صحابہ اکرام کا اخلاص، صحابہ کرام کی للّٰہیت اللہ ربّ العزت جلّ جلالہٗ نے بیان فرمائی ہے ۔ اور حدیث پاک ،

ارشادات نبی کریم ﷺ کے دومقدس اور مبارک ٹکڑے تلاوت کیئے ہیں ،دونوں حدیثوں کے ان جملوں میں سرور کائنات ﷺ کی زبان مقدّس جو وحی کا درجہ رکھتی ہے ،اللہ پاک نے اس زبان اقدس سے کہلوا کے حضرات صحابہ کرام کا مقام ،صحابہ کرام کا رُتبہ اور صحابہ کرام کی عزت اور صحابہ کرام کا ادب واحترام کی طرف اپنی امت کو قیامت تک کے لئے توجہ دلائی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور مسلک

الحمد للہ قرآن کی اس آیت کے مطابق ، اور حضور ﷺ کے ارشادات کی روشنی کے مطابق اہل سنت والجماعت کا فرقہ جو(۷۳) فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد {**مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِيْ**} کے معیار اور کسوٹی پر پورا اُترتا ہے۔ چاہے وہ حنفی المسلک مذہب ہو، چاہے، وہ شافعی ، چاہے وہ حنبلی اور چاہے وہ مالکی یعنی ان ائمہ اربعہ کے مقلّد ہوں یا غیر مقلد حضرات دونوں مل کر کے یہ فرقۂ ناجیہ کہلاتا ہے،اور یہ فرقۂ اہل سنت والجماعت کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ نے نام رکھ دیا تھا:

{ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةَ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ }

تو حضور کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرنی یہ پوری روئے زمین میں اہل سنت کا ایک امتیازی نشان اور ایک امتیازی مقام ہے ،اللہ پاک اس پہ استقامت عطا فرمائے ۔یہ آپ حضرات کا مذہب اور موقف اور عندیہ اور عقیدہ ہے ۔اللہ آنے والی نسلوں کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع نصیب فرمائے ۔مل کے آمین سارے کہا کرو۔

صحابہ نے فوراً پوچھا: مسجد نبوی میں اس طرح صحابہ کا بہت بڑا مجمع لگا ہوا تھا حضور علیہ السلام وعظ فرمارہے تھے حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ تہترواں فرقہ جو کہ نجات پائے گا، جنت میں جائے گا،بخشش ہوگی ،اللہ اُن سے راضی ہوگا ، {**مَنْ هُمْ**} وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور کسوٹی کے ، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناپ اور پیمانے کے جو جواب دیا، قیامت تک ہر انسان کو اس ناپ اور پیمانے اور کسوٹی پر تولا جائے گا،اور جو اس ناپ اور پیمانے اور کسوٹی پر پورا آجائے ،تو وہ تہترواں ہوگا ۔اور جو اس پر پورا نہ آئے وہ بہتر (۷۲) میں جائے گا اللہ تعالیٰ بہتر (۷۲) میں جانے سے بچائے ۔تو صحابہ نے حضور سے جب پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ تہترواں فرقہ جو کہ نجات پائے گا، جنت میں جائے گا،بخشش ہوگی ،اللہ اُن سے راضی ہوگا ، {**مَنْ هُمْ**} وہ کون لوگ ہوں گے؟ اُن کی کیا علامتیں، نشانیاں ہیں؟ تو حضور نے آگے سے جو جواب عطا فرمایا اس کو ملاحظہ فرمالیجئے گا، اور اپنا مسلک اور اپنا عقیدہ ،اور اپنا مذہب اپنے بڑوں کا اور پھر ان سے بڑوں کا۔ ان سے بڑوں کا رسول اللہ کے صحابہ تک بات پہنچا دیجئے گا ،اللہ پاک قبول کرے ، کتنی بڑی سعادت ہے۔

توحضور نے آگے سے ارشادفرمایا۔ {مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِیْ} جنت میں جانے والا،نجات پانے والا،بخشش پانے والا، یہ جوایک فرقہ ہے، یہ جوایک گروہ ہے، یہ وہ ہوگا {مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِیْ} جس عقیدے اور عمل پہ میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں، سمجھے؟

آگے سے جواب دیں، جلسہ نہیں ہے کہ آپ نے خاموش رہنا ہے، یا نعرے لگانے ہیں، یہ درس ہے آپ نے سمجھنا ہے، اور میں نے سمجھانا ہے، اللہ پاک توفیق دے۔ تو حضور نے رحمت کے لئے بخشش کے لئے، اللہ کی رضا کے لئے، علامتیں، نشانیاں جو بتائیں تو حضور نے فوراً فرمایا: {مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِیْ} یہ وہ لوگ ہیں مرد ہوں یا عورتیں ہوں، بوڑھے ہوں یا جوان ہوں، جس دور میں ہوں، جس صدی میں ہوں، دنیا کے جس کونے میں ہوں، قیامت تک اسلام کا نام لینے والے جس شخص کا عقیدہ {مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِیْ} جس پہ میں ہوں اور میرے صحابہ جس پہ ہیں، یہ وہ تہترواں (۷۳) فرقہ ہے جو رائے راست پر ہوگا۔ کہہ دو الحمد للہ!

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے حبیب کے صحابہ کرام کے عقیدے اور مسلک پہ جو آج تک توفیق دے رکھی ہے خدا آئندہ بھی اسی پر استقامت اور پختگی نصیب فرمائے۔حضور اور صحابہ کے مسلک پہ کوئی بھی فرقہ ہے، اس کے پانچ ٹکڑے ہو گئے لیکن جمع کرو تو ایک ہی ہے، چاہے وہ حنفی فقہ پر عمل کرے، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی ان چاروں اماموں کی تقلید کریں یا ان کی تقلید نہ کریں، اور بغیر تقلید کئے ہوئے، بغیر ان کی پیروی کئے ہوئے، اپنی عقل پہ اعتبار کر کے اور حدیث پہ عمل کریں تو مقلّد اور غیر مقلد دونوں کو ملادو، مقلد چار مذاہب والے، اور غیر مقلد، ان پانچوں کو ملادو تو یہ فرقۂ ناجیہ ہے، یہ فرقہ اہل سنت والجماعت، سنت رسول اللہ اور جماعت صحابہ کے عقیدے اور مسلک پہ جمع ہے۔ یہ فرقۂ ناجیہ ہے، نجات پانے والا ہے یہ اہل حق کہلاتے ہیں، یہ اہل بخشش کہلاتے ہیں، یہ اہل نجات کہلاتے ہیں۔ یہ ساری علمی اصطلاحیں ہیں، یہ میں نے کتابوں والی بولی میں آپ کو سمجھا دیا، فقہ اور عقیدے کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے، اللہ پاک ہمیں اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس پہ قائم رکھے۔

حضرات گرامی:......اس سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ اپنے صحابہ کو بھی نمونے کے طور پر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: جس مسلمان کا عقیدہ اور عمل {مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِیْ} میرے اور میرے صحابہ جیسے ہوگا، تو معلوم کر لیا آپ نے کہ خدا کی مرضی، خدا کی رضا، خدا کی چاہت یہ ہے کہ اسلام کے لئے، بعد والی نسلوں کے لئے، عقیدے، اور علم و عمل کے لئے نمونہ جیسے کہ رسول اللہ خود ہیں، ایسے ہی اللہ نے رسول اللہ سے کہہ کر کے، رسول اللہ سے کہلوا

کر کے حضرات صحابہ کرام کو بھی رہتی انسانیت کے لئے اسلام کا ڈیزائن، اسلام کا نمونہ اور انگریزی میں اسلام کا سیمپل بنا دیا۔

یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور مسلک ہے، چاہے وہ فقہ کے لحاظ سے کسی فقہ پر عمل کرے، مقلد ہوں یا غیر مقلد۔لیکن عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کا عقیدہ، صحابہ کو قول، صحابہ کا عمل، صحابہ کی سیرت اور صحابہ کا اسوۂ حسنہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق، رسول اللہ کی تعلیمات میں رنگا ہوا، رسول اللہ کی تربیت، یا رسول اللہ کا بتایا، دکھایا، سکھایا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو پاس کر دیا، اور اُن کو اللہ نے محفوظ کر دیا، جو جو غلطی ہوئی، لغزش ہوئی کسی قسم کی اجتہادی تو اللہ پاک نے ان صحابہ کو معاف کر دیا۔ یہ صحابہ کا رتبہ ہے۔

دوسری بات: میں نے جو حدیث پڑھی ہے اس میں رسول اللہ نے فرمایا: { اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ } لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈر کے رہو۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ کی پکڑ سے اپنے آپ کو بچا کے رکھو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب کے آنے سے اپنے آپ کو بچا کے رکھو، یہ رسول اللہ کی تربیت ہے، یہ رسول اللہ کی نصیحت ہے۔ کہہ دو صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس وقت روئے زمین پر جو بھی مسلمان ہے، حنفی ہے، شافعی ہے، مالکی ہے حنبلی ہے مشرق میں رہتا ہے، مغرب میں رہتا ہے، مقلّد ہے اماموں کا یا تقلید نہیں کرتا غیر مقلد ہے۔ سب کا یہی عقیدہ ہے کہ یہ رسول اللہ کی زبان سے وحی کے ذریعے اللہ نے کہلوایا ہے۔ یہ ہم سب کا عقیدہ ہے، اور اسی پر ہم سب کی بنیاد ہے کہ رسول اللہ نے جو بات بھی فرمائی وہ بات حقیقت میں خدا کی وحی ہے۔قران میں آتا ہے کہ { وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى } اللہ فرماتا ہے، رسول اللہ کی سیرت بیان کرتا ہے، رسول کی عادت، رسول اللہ کی چاہت، رسول اللہ کی فطرت خدا بیان کرتا ہے کہ میرے رسول کی فطرت و چاہت، میرے رسول کی سیرت، میرے رسول کا طریقہ، میرے رسول کا اسوۂ حسنہ اے انسانو! سن لو۔

{ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى } میرا رسول خواہشات نفس سے نہیں بولا کرتا نفس کے تقاضے اور نفس کی چاہت سے نہیں بولتا۔ اے اللہ! پھر کیا بولتا ہے؟ کیوں بولتا ہے، کیسے بولتا ہے؟ کب بولتا ہے؟ اللہ آگے سے جواب دیتا ہے { اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى } میرے رسول کا بولنا جو ہوتا ہے اللہ فرماتا ہے وہ میری طرف سے وحی ہوتی ہے، جو میری طرف سے کی جاتی ہے اور اُس وقت وہ بولتا ہے۔ اور وحی تلاوت والی نہیں ہے تیس سپاروں کی صورت میں جلد کے اندر، بلکہ اس وحی کو عرف میں وحی غیر متلو کہتے ہیں، ایسی وحی کہ جس کی نماز میں تلاوت نہیں کی جاتی۔ الفاظ حدیث کو نماز کے اندر قرأت کے طور پر تلاوت نہیں کرتے۔ بات سمجھے کہ نہیں؟ لیکن ہے وہ وحی۔ جیسے کہ الف، لام، میم (الٓمٓ) سے لے کر { وَالنَّاسِ } تک یہ وحی

ہے۔ یہ وحی تلاوت والی ہے اور احادیث رسول اللہ وحی غیر تلاوت والی ہے۔

رسول اللہ کا دین کی تشریح کرنا، حلال وحرام کا بتانا، عقیدہ سکھانا، علم سکھانا، عمل سکھانا، دین کے لئے رسول اللہ جب بھی بولا تو میرے دوستو، میرے بھائیو، میرے نوجوان عزیزو، برخوردارو، اور میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو، محلے میں آواز تو جا رہی ہوگی کہ رسول اللہ جب بھی بولے تو وہ خدا کی وحی ہوتی تھی اُن کی طرف، اور خدا ان سے بولواتا تھا۔ خدا اُن سے کہلواتا تھا۔ تو اس عقیدے کی بنیاد پہ جو حدیثیں رسول اللہ پر وحی کے ذریعے سے صادر ہوئیں، اور حضور نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں خدا کی پکڑ سے سے ڈریئو، خدا کے عذاب سے ڈریئو، خدا کے قہر سے ڈریئو، اور اپنے آپ کو بچائیو، میرے صحابہ کے بارے میں۔ اور آگے فرمایا:

{**لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ**} اے اہل سنت والجماعت اپنے عقیدے، اپنے مسلک اور اپنے مذہب کو سمجھ کے جاؤ۔ کہ میرے صحابہ کو طعن، میرے صحابہ کو الزام، میرے صحابہ کی غیبت، میرے صحابہ کی بدخواہی، میرے صحابہ کی بے عزتی، میرے صحابہ کو گالیاں، میرے صحابہ کا رُتبہ کم کرنے کے لئے ان کے خلاف کسی قسم کی سازش کرنا، اور تدبیر کرنا، یہ سب کی سب چیزیں اللہ پاک کے غضب کو دعوت دیتی ہیں لہٰذا: اپنے آپ کو بچا کر رکھو۔ یہ ہے رسول اللہ کی وصیت۔

اے نبی کے عاشقو! اے ایمان کے عاشقو! اللہ پاک اپنے نبی کے دین کی مکمل سو فیصدی عقیدہ اور عمل دونوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت ابا بکر، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے لے کر اور قیامت تک آخری جو مسلمان اس دنیا میں مرے گا، پوری امت مسلمہ کا جو صحیح عقیدہ ہے صحابہ کے بارے میں، وہ یاد رکھو کے صحابہ کا وہ رتبہ ہے جو رسول اللہ نے اس حدیث میں سکھا دیا، بتا دیا۔ درود شریف پڑھو۔

ایک آدمی کا جنازہ گزرا، اور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازے کو دیکھ کے کسی قسم کی حرکت تک نہیں کی، ہلے تک بھی نہیں، یوں محسوس ہوا کہ حضور نے میت سے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ سمجھے؟ میت کو دیکھ کر ہر آدمی اثر قبول کرتا ہے، موت یاد آجاتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام تو خود بھی یہ عمل کرتے تھے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے تھے کہ جب میت کو دیکھو تو اس کو کندھا دیا کرو، کم از کم دس قدم ساتھ چلا کرو، اور اگر چاروں کونوں کا دس دس قدم دیئے جائیں تو چالیس قدم ہو جاتے ہیں، اور اٹھانے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، حضور کا معمول یہ تھا۔ اُس دن حضور نے ہمیشہ کی اس عادت شریفہ اور ہمیشہ کے عمل کے خلاف اس دن یہ عمل کیا کہ میت پاس سے گزری اور حضور نے پرواہ بھی نہ کی۔ تو صحابہ کو تعجب ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! کہو: ﷺ، آپ نے ہمیشہ کی عادت کے خلاف آج یہ عمل کیا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

تو جواب سن لو اور اپنے مسلک کی حقانیت کے لئے رسول اللہ کی دلیل، اور صحابہ کے ساتھ دشمنی اور کینہ رکھنے والوں،عبداللہ ابن سبا اور عبداللہ ابن ابی کی سازشوں کا شکار ہونے والوں کی غلطی کا اندازہ لگا لو۔اللہ پاک ہماری راہنمائی صحیح کرے۔

ہم نے اپنے مسائل کوسنبھالنا ہے، اپنے گھر کوسنبھالنا ہے، اپنی اولاد کوسنبھالنا ہے۔ٹھیک ہے کہ نہیں، دنیا جو چاہے کہتی رہے، آگے اللہ نے حساب لینا ہے اورہم نے اللہ کوحساب دینا ہے۔ بات جوبھی ہے ہم اپنے گھر کے لئے کریں گے، اپنے لئے کریں گے۔ بات سمجھ گئے کہ نہیں۔

توحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب دیا سن لیجئے گا اے اہل سنت والجماعت ! سنت رسول اللہ، سنت خلفائے راشدین کے پیروکارو! والجماعت : جماعت صحابہ کے عقیدے، مسلک، ایمان اور نظریے پہ چلنے والے۔ یہ نام جو ہے ناں یہ یہ چیزیں بتلاتا ہے۔اس نام کے مقابلے میں جوکسی نئے آدمی کے پیچھے لگ جائیں اُس کا نام وہ ہوگا۔ سمجھے کے نہیں ۔ جیسے مرزا کے پیچھے لگ گیا تو نام مرزائی ہوگیا۔ پرویز کے پیچھے لگ گیا تو نام پرویزی ہوگیا، بہاء اللہ جس نے حج کا انکار کیا کہ حج فرض نہیں ہے اُس کے پیچھے لگ گیا تو نام بُہائی ہوگیا۔اور صحابہ کے عقیدے اور مسلک سے جو ہٹ گیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پرفتویٰ لگا دیا کفر کا، کہہ دو:العیاذ باللہ،توبہ استغفار،تو وہ خارجی کہلایا۔رسول اللہ اور صحابہ کے عقیدے و مسلک سے جو ہٹ گیا تو وہ معتزلہ کہلایا۔

لفظ اہل سنت والجماعت اسلام کے مین روڈ کا ترجمہ ہے۔لفظ اہل سنت والجماعت اسلام کے درمیانی سیدھی راہ کا نام ہے،اور وہ سیدھی راہ رسول اللہ کی، خلفائے راشدین کی، اہل سنت والجماعت جماعت صحابہ کی ہے۔فقہی مسلوں کے اندر جزئیات ہیں ۔حنفی فقہ کی تقلید کرنے والے، یا مالکی، یا شافعی، یا حنبلی کی تقلید کرنے والے، یا ان چاروں سے ہٹ کر جو غیر مقلد ہیں یہ پانچوں ملا کر اہل سنت والجماعت ہیں، اہل حق ہیں، اہل ہدایت ہیں، اہل رُشد ہیں، اور یہ صراط مستقیم والے ہیں اللہ پاک اس پہ قائم رکھے۔ سمجھے؟ یہ سب اہل حدیث ہیں ۔حدیث پہ ہم سب عمل کرتے ہیں،ابھی ہم نے عشاء کے چار فرض پڑھے ہیں اسی لئے پڑھے ہیں رسول اللہ کی حدیث سے عشاء کے یہ چار فرض ثابت ہیں۔اور مغرب کے تین اس لئے پڑھے ہیں کہ رسول اللہ کی حدیث ہے۔

یہ جو چارٹ اٹھا کر بازار میں پھرتے رہتے ہیں،اورخوامخواہ منافرت پھیلاتے ہیں کہ جی اسّی اہل حدیثاں۔ یہ جاہل ہیں، انہیں کچھ پتہ نہیں ہے، یہ وحشی پیٹ کے لئے روزی پیدا کرتے ہیں اور جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔

اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل سنت یہ سب کے سب اہل حدیث ہیں یہ یادرکھئے گا نوجوانو! تمہیں سمجھا

رہا ہوں۔ہم نے استاد کے سمیت چلنا ہے، یا استاد کے بغیر چلنا ہے؟ ہم مقلد جو ہیں ہم استاد کے ساتھ چلتے ہیں، استاد سے سیکھ کر چلتے ہیں، اور یہ بغیر سیکھے چلتے ہیں، اس لئے کہ رسول اللہ آج تو بیٹھ کر نہیں پڑھا رہے کہ یہ بیٹھ کر سیکھیں۔لہٰذا عام استاد چاہئے جس پر اعتماد کیا جائے، جس نے محنت کی ہو، وہ حضرات ائمہ مجتہدین ہیں۔ درود شریف پڑھ لیجئے۔

تو بات کو دوبارہ سمجھو کہ سرور کائنات نے وصیت فرما کے اور صراط مستقیم معیّن کر دیا ہے، جس پر اہل سنت چودہ سو اور سترہ سال سے عمل پیرا ہیں، غار حراء میں قرآن کی پہلی وحی جو نازل ہوئی ہے اس دن سے لے کر کے آج تک چودہ سو سترہ سال ہو گئے ہیں۔اور ہجرت سے لے لو تو جناب من چودہ سو چھے(۱۴۰۶) سال ہو گئے ہیں۔سمجھے کہ نہیں؟ چودہ سو چھے (۱۴۰۶) سال سے جو اہل سنت ہیں، جو صراط مستقیم پر ہیں عقیدے میں اور عمل میں تو وہ رسول اللہ اور صحابہ کرام کے طریقے کو سامنے رکھ کر کے اس پر چلتے ہیں، وہ دائیں بائیں کے کسی طریقے پر، اور نئے فتنوں کے پیچھے نہیں چلتے۔تو نئی شاخیں جس جس شخص نے نکالی ہیں وہ ان کے نام سے متعارف ہیں۔اور قرآن اور صاحب قرآن محمد الرسول اللہ ﷺ اور آپ کے تئیس (۲۳) سال کی پڑھائی ہوئی، سکھائی ہوئی جماعت، چار لاکھ مرد وعورتوں پر مشتمل صحابہ کے مسلک پر جو ہیں وہ اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں۔اللہ پاک اسی راستے پر قائم رکھے اور نئے راستے سے بچائے۔

تو حضور نے فرمایا: { **فَمَنْ أَحَبَّهُمْ** } جو کوئی شخص میرے صحابہ سے محبت رکھے { **فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ** } وہ میرے صحابہ سے جو محبت رکھے گا اس کا سبب میری محبت ہوگی۔یہاں پر ب سبب کی ہے، میرے صحابہ سے محبت رکھنا میری محبت کے سبب سے ہوگی۔صحابہ کی محبت علامت ہے، نشانی ہے، صحابہ کی محبت کسوٹی ہے، سرور کائنات سے محبت کرنے کی۔جس دل میں جس عقیدے میں، جس دماغ میں، جس جسم میں صحابہ کی محبت ہے تو اس میں رسول اللہ کی محبت ہوگی۔یہ لازم وملزوم ہے۔یہ رسول اللہ نے خود فرمایا ہے۔

جیسے کہ برادریوں میں بیٹھ کر آپ میں سے کوئی بھی شخص یہ اعلان کر دے کہ: جو شخص میرے سنگیاں دا احترام کرے گا، میں اُنہاں دا احترام کراں گا، میری اُنہاں نال صلح ہے، اور جیڑا میرے دھڑے دے، میرے ساتھیاں اور سنگیاں دا احترام، عزت اور لحاظ نہیں کرے گا، میں اُنہاں دا احترام نہیں کراں گا، یہ محاورے میں کہتے ہیں کہ نہیں؟ بولو!

ایسے ہی رسول اللہ نے بھی فرما دیا: جو میرے ساتھیوں کی، جو میرے رفقاء کی، جو میرے جانثاروں کی، جو میرے وفاداروں کی، جو میرا ساتھ دینے والوں کی دین کے معاملے میں جو ان کے ساتھ محبت کرے گا، وہ محبت نتیجہ ہے میری محبت کا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اور توفیق عطا فرمائے۔اور اگلا جملہ بھی سن لیں { **وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ** } اور ہر وہ

شخص چاہے وہ ، مجتہد ہو، وہ شاعر ہو، وہ مرثیہ خوان ہو، وہ ذاکر ہو، وہ مصنف ہو، وہ کتاب لکھتا ہے ، وہ وعظ کرتا ہے ، وہ جناب من بادشاہ ہے ، وہ کچھ بھی ہے ، عورتیں ہیں ، مرد ہیں جو کوئی بھی بغض رکھے گا، عناد رکھے گا، دشمنی رکھے گا، کینہ رکھے گا، برے ارادے رکھے گا، میرے صحابہ کے بارے میں {فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ }اس کا سبب یہ ہے کہ اس شخص کے دل کے اندر میرے ساتھ بغض ہے ۔بغض ایسا مرض ہے کہ اگر دنیا میں بغض کا علاج نہ کیا جائے تو مرنے کے بعد یہ مرض ٹی بی سے زیادہ خطرناک ہے ۔قبر میں عذاب دلواتا ہے یہ مرض وہاں بھی رہتا ہے ۔اور قیامت کے دن جب اٹھے گا تو یہ مرض اس کے جسم میں اسی طرح ہوگا، اور قیامت کے دن حساب و کتاب کے وقت میں یہ بغض جو ہے یہ کینہ اور حسد ، یہ وہاں پر بھی اپنا اثر دکھلا کر کے اور بغض جس شخصیت میں ہوگا یہ اس کو سزا دلوائے گا ۔ خدا بچائے ۔

اس لئے رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے ساتھ بغض؟ نہ رکھنا، اپنا مسلک سمجھ گئے؟ اپنا مسلک آپ کا یہ ہے کہ صحابہ کے ساتھ بغض نہیں رکھنا۔اور جو شخص ، یا گروہ یا جو طبقہ صحابہ کے ساتھ بغض رکھے تو ایمانی غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس جگہ، اس گھر ، اس آواز ، اس مجمع ، اس شخصیت ، اُس کتاب ، اُس وعظ ، اس نصیحت ، اُس شاعری ، اس ہر چیز سے اہل سنت والجماعت ، نبی کی محبت اور صحابہ کی محبت جن کے دل میں ہے تو وہ ان تمام چیزوں سے نفرت کرے گا۔

ہمارے گوشت کے دادا کو ، ہمارے گوشت کے باپ کو، ہمارے گوشت کے تایا کو، ہمارے گوشت کے چچا کو، ہمارے گوشت کے رشتے کے خسر کو اگر کوئی شخص برا بھلا کہے اور عادت بنا لے، اور ڈنکے کی چوٹ سے کہتا رہے ،تو ہم اس کو پکڑ لیں گے کہ کیوں تو ایسا کہتا رہتا ہے؟ تو ان کو گالیاں دیتا، برا بھلا کہتا ہے، اور لوگوں کو غلط فہمی کے اندر مبتلا کرتا ہے تو آپ اس کو اپنی عزیز ولی ، رشتہ داری ، جہانداری کے اعتبار سے بتائیں ۔ چاہے کوئی آدمی کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ اپنے بزرگوں سے نفرت کرنے والے کے ساتھ بائیکاٹ کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟ بولو! تو تم اپنے خون کے رشتے کے ، گوشت کے رشتے کے بڑوں اور بزرگوں پر تو اتنی غیرت کھاؤ۔ اور اللہ نے ارشاد فرمایا:

{ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ }

اے میرے نبی ! اے میرے رسول! قسم ہے تیرے رب کی ، یہ لوگ ایمان والے اُس وقت تک نہیں ہو سکتے کہ اپنی خواہشات کے مقابلے میں فیصلہ تم پر نہ چھوڑ دیں ،تمہیں نہ حکم بنا لیں۔

نبی کے ساتھ صحابہ کا عشق

اپنے خواہشات کو پیچھے لے لیں اور آپ کو مقدم رکھیں، کامل ایمان اس وقت ہو گا پہلے نہیں ہوگا ۔تو اپنے خون کے

رشتوں میں تو ہمیں غصہ آتا ہے، یہ ہماری خواہش ہے، جب تک ہم اس خواہش سے آگے نہ نکلیں اور جب تک ہم اپنی ان خواہشات کے مقابلے میں رسول اللہ کی خواہش کو پہلا مقام نہ دیں، اور رسول کی خواہش کو پورا نہ کریں، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔اور رسول اللہ کی خواہش یہ ہے کہ میرے امتی میرے صحابہ کا ادب واحترام کریں، ان کے ساتھ محبت کریں، اوران کے ساتھ بغض نہ رکھیں۔حضور نے فرمایا:

{ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ ،وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْن }

کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والانہیں ہوسکتا، تاوقتیکہ اس کے اندر یہ کیفیت نہ پیدا ہو جائے، یہ ڈسپلن اور یہ جرأت نہ پیدا ہو جائے، کہ: { **حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْه** } کہ اس کو میں زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں بمنزلہ کس کے { **مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ ,وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْن** } اُس کے باپ کے، اور اس کے اپنے بیٹوں کے اور سارے انسانوں کے۔میں جب تک پیارا نہ ہو جاؤں؟ محبوب نہ بن جاؤں؟ اس وقت تک کوئی شخص کامل ایمان والانہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت ابوبکر نے کر کے دکھایا۔ابوبکرؓ مسلمان ہو گئے تھے پہلے باپ مسلمان نہیں ہوا تھا، گھر میں بیٹھے بات چل پڑی دین اسلام کی، باپ مسلمان نہیں تھا اس نے رسول اللہ کے بارے میں کوئی بات کہی ایک بار دو بار تو ابوبکرؓ کے سامنے یہ حدیث آگئی۔اب توازن دیکھا محبت کا، تو توازن میں رسول اللہ غالب تھے باپ پیچھے تھا۔بات سمجھے کہ نہیں؟ ایک تقاضہ تھا باپ کے ادب کرنے کا۔دوسرا تقاضہ یہ تھا کہ باپ کے مقابلے میں رسول اللہ کے دفاع کرنے کا۔لہٰذا جب باپ باز نہ آیا تو ابوبکر صدیقؓ جس کے لئے حضور نے فرمایا { **أَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ** } ابوبکر کا رتبہ خدا کے ہاں نبیوں کے بعد ہے۔کُل جہان کے مسلمان نیک، غوث، قطب، شہید، ولی، اور صحابہ سارے اکھٹے ہو جائیں اور تینوں خلفائے راشدین، حضرت عمر، عثمان اور حضرت علیؓ بھی ایک طرف رکھ دیئے جائیں، تو قیامت کے دن رُتبہ ابوبکر کا ہے حضور فرماتے ہیں۔یہ ہے ابوبکر۔

اب محبت کا جب توازن ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ کی محبت غالب اور باپ کی محبت تھوڑی، لہٰذا پیچھے ہاتھ لیجا کر طاقت سے باپ کو ایسا تھپڑ مارا کہ باپ زمین پر گر گیا۔دیکھا؟ نبی کی محبت یہ ہے۔نبی کے ساتھ صحابہ کا ایسا عشق تھا، اسی لئے نبی نے صحابہ کو کسوٹی بنایا ہمارے لئے ایمان اور اسلام کا۔ابوبکرؓ کا باپ غصے سے بھرا ہوا حضور کے پاس پہنچ گیا۔

جیسے کسی بچے کو استاد مارے پڑھانے کے لئے، اور وہ کسی بڑے دولت مند کا، ڈنڈے مار کا ہوتا ہے، تو وہ نشے میں استاد پر مسجد میں چڑھائی کر دیتا ہے، وہ طاقت اور دولت کے غرور اور نشہ میں بپھر جاتا ہے۔ہمارے ساتھ ساٹھ سال یہی ہوتا

رہا ہے دہلی سے لے کر اپنے علاقے تک جہاں بھی گئے یہی دیکھا۔ سمجھے کہ نہیں، یہ مادی نسبتیں جو ہیں ناں یہ زمین، پیسہ، اور یہ رُتبہ شتبہ، یہ کرسی، شُرسی، یہ بڑا گندہ کرتی ہیں انسان کو، اللہ پاک یہ نعمتیں دے تو ساتھ اللہ پاک حوصلہ اور ہمت بھی دے، تاکہ اعتدال پہ رہے۔

تو ابوقحافہ پہنچ گیا حضور کی خدمت میں، اور بڑے غصے سے کہا: یہ تربیت دیتے ہو؟ جیسے آپ میں سے کوئی پنجابی میں کہے: اَے، مُنڈیاں نو پڑھاندیو؟ اے تربیت دیندیو؟ اے تساں دی تعلیم ہے کہ اٹھ کے اپنے باپ نوں مارے؟ اسی طرح اس نے عربی میں کہا، کہ یہ تعلیم دیتے ہیں؟ یہ اسلام ہے؟ یہ خدا کی تعلیم ہے؟ یہ نبیوں کا طریقہ ہے؟ اس نے مجھے مارا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں پیار سے بٹھایا، اور کہا آرام سے بات کریں۔

اور حضور نے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا، بیٹے سے پوچھا، باپ غصے کا بھرا ہوا، عقیدے میں ابولہب اور ابوجہل کی پارٹی کا ممبر ہے، اسی لئے ہمارا اور آپ لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کے ہاں بخشش نسب سے نہیں ہے، خدا کے ہاں بخشش عقیدے اور عمل سے ہے، یہ یاد رکھو۔ حضور نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیوں مارا؟

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کو گالیاں دے رہا تھا، اور گالیاں دیتے ہوئے حد سے نکل گیا تھا۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں باپ سے زیادہ میری محبت نہ ہو تو وہ ایمان والا نہیں ہے، تو میں نے جب اپنے دل میں جھانک کر دیکھا تو میرے دل میں آپ کی محبت کے جذبات غالب تھے، اس لئے آپ کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے مجھ سے برداشت نہیں ہوا اور میں نے انہیں تھپڑ دے مارا۔ یہ ہے محبت رسول۔ بات سمجھے کہ نہیں رسول اللہ کی خدمت میں فیصلہ ہو گیا، عدالت نبوی میں فیصلہ ہو گیا کہ خون کے رشتہ سے نبی کی محبت کا رشتہ مقدم ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

****

موضوع: محرم الحرام

بمقام جامع مسجد الفرقان ای، سیون اسلام آباد: بتاریخ 18/9/1985

آج اسلامی کیلنڈر کے حساب سے تین (۳) محرم الحرام ہے۔ عام لوگوں میں چونکہ نصاریٰ کی تابعداری اور نقالی ہے، وہ انگریزی تاریخ کو یاد رکھتے ہیں۔محرم الحرام اسلامی کیلنڈر کا سال کا پہلا مہینہ ہے۔اور اس کے بعد گیارہ مہینے اور ہوتے ہیں۔محرم الحرام کی ایک حیثیت شریعت اسلامیہ، قانون اسلامی،قرآن کریم، سنت رسول اللہ ﷺ، سنت خلفائے راشدین، اور عمل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، سلَفِ صالحین کے مطابق محرم کی جو کیفیت، اور اس کے جو مسائل اور جو اس کے فضائل رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کو تیئیس (۲۳) سال میں سکھائے، اور حضرات صحابہ کرام نے آگے پھر اپنے بعد تابعین، تبع تابعین کو سکھاتے ہوئے علم کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلائے، وہ تو جائز اور ثواب کی باتیں ہیں۔

محرم الحرام کی نسبت صرف اِن عجم کے ملکوں میں ہے،عربوں کے ملکوں میں نہیں،صرف ان عجم کے ملکوں میں جو لوگ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے، یا دوسرے مشرکوں سے مسلمان ہوئے،ان ملکوں میں ایک رواج چلا آتا ہےمحرم کا کہ جس بات کا تعلق خداوند قدوس جلّ جلالہٗ کے دین کے ساتھ اور شریعت کے ساتھ، اور اُس ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس ایمان کے لئے آپ حضرات اور ہم سب یہ محنتیں کرتے ہیں، یہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، پیسے لگاتے ہیں، مسجدیں بناتے ہیں، باغات، قبرستان، پانی کے کنویں وغیرہ وغیرہ صدقہ وخیرات حج،نماز، زکوٰۃ جو کچھ بھی مسلمان کرتا ہے، اس لئے کرتا ہے کہ ایمان مل جائے، مغفرت ہو جائے، بخشش ہو جائے، خدا راضی ہو جائے، رسول اللہ راضی ہو جائے اور خاتمہ ایمان پہ ہو۔ٹھیک ہے یہ بات؟ تو رواج کے طور پہ دین سمجھ کے مسلمان جو کام کرتے ہیں بوجہ جہالت کے،تو کسی بھی رواج پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ رواج نہ تو دین بن سکتا ہے، اور نہ وہ اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے،اور نہ اس پر ثواب ملتا ہے وہ ایک لغو اور ایک بے فائدہ کام ہے، جو مسلمان بے خبری میں کرتا ہے، ان کو پتہ نہیں ہوتا۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا ملک غریب ہے،تو عام لوگوں کو اپنی محنت،مزدوری، حلال کی روزی کے لئے کام کرنے سے فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ دین سیکھیں۔جائز وناجائز کی تفصیلات سیکھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں تو اُن کو بھی ہم کام پہ لگا دیتے ہیں،کوئی مال چراتا ہے،کوئی بکریاں چراتا ہے،کوئی بھینس چراتا ہے، یا کم ازکم سکول پڑھاتے ہیں کہ بڑا ہو تو کل کو کام کرے، مزدوری کرے۔

تو یہ جو قرآن کریم ہے تیس سپاروں کا طاقوں میں پڑا ہوا، اس قرآن کریم کا کیا حکم ہے؟ اللہ کا کیا ارشاد ہے؟ کیا کرنا چاہئے کیا نہ کریں، نہ اس کو پڑھتے ہیں، اور نہ مسائل سیکھتے ہیں۔ اسی طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نے تئیس (۲۳) سال میں غار حراء سے جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو تیرہ (۱۳) سال مکہ میں اور دس سال ہجرت کے بعد مدینہ میں جا کر رسول اللہ نے تئیس سال میں چار لاکھ دنیا کو مسلمان دیئے مرد اور عورتوں کی صورت میں، اور ان کو تئیس (۲۳) سال میں یہ قرآن پڑھایا اور سکھایا، اس کے احکام سکھائے، اس پر عمل در آمد سکھایا، جائز بھی بتایا، نا جائز بھی بتایا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس تئیس (۲۳) سال کا عمل اور آپ کی کی ہوئی محنت مسلمانوں کے سامنے ہے۔ تو تئیس (۲۳) سال میں حضرات صحابہ اور صحابیات جو مسلمان ہوئے اُن کی تعداد چار لاکھ ہے۔ رسول اللہ جب دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو مسلمانوں کی ٹوٹل تعداد چار لاکھ تھی، یہ یاد رکھو مرد اور عورت۔ اور رسول اللہ نے ان کو اسلام کی ٹریننگ تئیس (۲۳) سال میں دی۔ اور تئیس (۲۳) سال کے بعد پھر قرآن میں اللہ نے آیت اتاری حجۃ الوداع میں:

{ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا }

کہ ہم نے اپنا دین مکمل کر دیا ہے۔

غرباء پہلے جنت میں جائیں گے

تو میرے بھائیو! میرے عزیزو! آپ سب حضرات وہ ہیں جو اس وقت بیٹھ نہیں سکتے، آپ نے مزدوری کرنی ہے دن بھر، ابھی کھانے پکانے ہوں گے۔ اور یہیں سے اندازہ لگا لو کہ خداوند قدوس کی طرف سے کتنا بڑا امتحان ہے دنیا میں کہ جس خدا نے یہ نعمتیں دی ہیں، یہ کوٹھیاں دی ہیں جن میں یہ لوگ بس رہے ہیں، ان کو نہ نماز کی پرواہ ہے اور نہ کسی اور چیز کی۔ اگر آپ حضرات اس تنگدستی، غریبی اور غربت کے ہوتے ہوئے حرام سے بچیں، اور جائز پہ عمل کریں، نماز کے بعد وقت ملے اور دس منٹ قرآن کے سیکھنے پہ لگائیں، اور سیکھنا شروع کر دیں اپنے اپنے محلوں میں جہاں آپ رہتے ہیں، چند ایک عبادات ہیں جو آپ کرتے ہیں، نہ آپ پر مالی عبادت حج ہے، نہ آپ پہ مالی عبادت زکوۃ ہے، ہزاروں اور چیزیں ہیں جو اس تنگ دستی اور غربت اور کم مال کی وجہ سے بوجھ ہلکا ہے، بوجھ بڑا نہیں۔ تھوڑا سا خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ اور جس کے پاس زیادہ (مال واسباب) ہے، یاد رکھو اتنا آگے بڑا امتحان دینا پڑے گا جس کا کوئی حساب نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مال والے سے، دولت والے سے، سرمایہ والے سے، کوٹھیوں اور جاگیروں اور کارخانوں والوں سے، اور بڑے بڑے کھیتوں جنگلات اور محلات والوں سے قیامت کے دن پوچھا

جائے گا،مولوی ہو، پیر ہو، جو بھی ہو،جس کے پاس خدا کی زیادہ نعمت ہےقرآن میں آیت آتی ہے :{**ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ**} پھر قیامت کے دن تم سے حساب لیا جائے گا ، پوچھا جائے گا، چیکنگ ہوگی ، پرکھا جائے گا،ان نعمتوں کے بارے میں جو خدا نے دنیا میں دے رکھی ہیں۔

تو تفاسیر میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ رونے لگ گئے ،کسی نے پوچھا کہ روتے کیوں ہو؟ کہا ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو اُس زمانے میں ہمارے پاس یہ نعمتیں نہیں تھیں۔اب ہمیں پیٹ بھر کر روٹی مل جاتی ہے ، اور رہائیش کے لئے سہولتیں ہیں،حضور کے ساتھ تو ہم اس طرح زندگی گزارتے تھے کہ تنگ دستی تھی ،اور پیٹ پر پتھر باندھتے تھے ، اور چار چار وقت چھے چھے وقت کھانے کے لئے کچھ نہ ملتا تھا۔تو آج جونعمتیں ہمارے پاس ہیں ان کا ہم سے حساب لیا جائے گا ہم اس لئے روتے ہیں ۔صحابہ کرام کا تو یہ حال تھا۔اندازہ لگالو۔

ایک حدیث اور سن لیں : رسول اللہ کے بعض صحابہ نے ،بعض لوگوں نے ، رسول اللہ کے ساتھیوں نے ، پشتو میں کہتے ہیں (رسول اللہ مَلگرو) انہوں نے آ کر رسول اللہ کے سامنے اپنی شکایت کی ۔جیسے آپ میں سے کوئی اپنے والد ، چچا، ماموں یا استاد کے سامنے اپنی شکایت کرتے ہیں کہ فلاں بات ایسی ہوگئی ۔تو انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں فلاں فلاں تکلیف ہے ، کسی نے کہا کپڑے نہیں ،کسی نے کہا کہ فلاں چیز نہیں ہے یعنی اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا۔تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ دیکھو یہ دنیا کا معجزہ ہے۔ ہےتو تکلیف لیکن صبر کرو ، برداشت کرو۔تمہیں پتہ ہےجن کو خدانے بہت کچھ دیا ہے،ان سے دنیا کے مہینوں کے حساب سے پانچ سو سال کا جتنا عرصہ ہوتا ہے ناں حضور نے غریب لوگوں سے فرمایا:تم جنت میں پہلے جاؤ گے ۔تم جنت میں؟ پہلے جاؤ گے ۔کیوں؟ حضور نے فرمایا کہ مالدار سے پوچھا جائے گا: { مِنْ أَيْنَ كَسَبْتَ } ؟ مال کیسے کمایا؟ حلال سے کمایا تھا یا حرام سے ،{ وَأَيْنَ صَرَفْتَ } اور کمانے کے بعد خرچ کیسے کیا؟ عیاشیوں پہ، بدمعاشیوں پہ اور جناب من حرام کے کاموں پہ یا جائز کاموں پہ خرچ کیا تھا؟ حضور نے فرمایا: مال والوں سے حساب ہوگا،ایک ایک ٹکّے کا حساب ،گندم کے ایک ایک دانے کا حساب دینا پڑے گا کہ کیسے کمایا؟ حلال یا حرام ،اور پھر دنیا میں خرچ کیسے کیا؟ اُس امتحان سے ہم غریب لوگ جن کے پاس کچھ نہیں ہے ہم بچے ہوئے ہیں۔یہ ٹھیک ہے کہ کچھ نہیں ہے،لیکن ساتھ آگے کے لئے بوجھ بھی تو تھوڑا ہے ناں خدا کا یہ بھی تو احسان ہے ۔

ایک اور حدیث ہے کہ بعض صحابہ نے اللہ کے نبی ، اللہ کے حبیب ، اللہ کے دوست ، اللہ کے محبوب دونوں جہانوں کے سردار کے سامنے جب اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں اپنے بارے میں دل شکنی ہو،اور

تکلیف ہو اور یہ احساس ہو کہ پریشانی ہے کچھ ہے نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باہر نکل کر بازار میں اپنے سے زیادہ گرے ہوئے اور رکمزوروں کی حالت دیکھ لیا کرو، اپنے سے زیادہ تنگ دست، اپنے سے زیادہ غریب، اپنے سے زیادہ محتاج لنگڑے، لُولے، فلاں، فلاں، فلاں، اپنے سے زیادہ جو برے حال میں ہیں، حضور نے فرمایا ان کو دیکھ لیا کرو پھر تم اپنی حالت پہ خدا کا شکر ادا کرو گے۔ یہ نسخہ سارے یاد رکھو۔

شیخ سعدیؒ ایک بزرگ گزرے ہیں وہ اپنی کتاب گلستان میں فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ دمشق شام کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے پہنچا، میرے پاؤں میں جوتے نہیں تھے، مجھے اس بات پر شکوہ تھا کہ یا اللہ میرے پاؤں میں جوتے نہیں ہیں، پشتو میں (اخپو ناں اخپیا بلہ ہیمہ) اور میرے پاس اتنا کچھ نہیں ہے کہ میں جوتے خرید سکوں۔ اب میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ایک آدمی مسجد کی طرف جا رہا ہے اور وہ ٹانگوں سے اور پیروں سے محروم ہے اور مسجد کی طرف گھسیٹیاں کرتا ہوا آ رہا ہے۔ تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ میرے پاؤں تو سلامت ہیں۔ جوتے نہیں تو کیا ہوا۔ اپنے سے زیادہ گری ہوئی حالت والے کو جب دیکھا تو پھر اپنی حالت پر اطمینان ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ نسخہ ہے روحانی یاد رکھو کہ ربّ العالمین کو اپنے سامنے رکھو۔

اور اس محرم کے دس دنوں میں جن میں سے دو گزر گئے ہیں، یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں رواج۔ مسلمانو یاد رکھنا کل کے دن قیامت کے روز رسول اللہ شفاعت نہیں کریں گے یاد رکھو اہل سنت والجماعت مسلمان حنفی مذہب میں عقل بود اور مذہب و مسلک کے خلاف کوئی عبادت چاہے وہ مال میں سے ہو، چاہے دوسری طرح کی ہو، اور رسول اللہ کے صحابہ اور رسول اللہ کی ازواج مطہرات، اور رسول اللہ کی ساتھیوں میں سے کسی کی بے ادبی نہ کرو، اور نہ بے ادبی والی مجلس میں جاؤ ورنہ دن بھر تم سے رسول اللہ ناراض ہوں گے۔

سیدھی سی بات ہے آپ کا سورا (سسر)، میرا سسر، آپ کا داماد، میرا داماد، جو آدمی ان کو برا بھلا کہے آپ ناراض نہیں ہوں گے؟ تو رسول اللہ کا سورا (خسر) حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلا یار، رسول اللہ کا دوسرا سورا حضرت عمر فاروقؓ: فاروق اعظم جو یکم محرم کو شہید ہوا، حضرت فاروق اعظمؓ جس نے یہ ایران کا سارا ملک فتح کیا افریقہ سے لے کر، یہ اُس کا احسان ہے، ایران فتح کیا، عراق فتح کیا، شام فتح کیا، مصر فتح کیا، تیونس فتح کیا، لیبیا فتح کیا، یمن فتح کیا، افریقہ کے ملکوں تک اسلام پہنچایا، یہ بحرین، دوبئ وغیرہ سب کے سب سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں فتح ہوئے، یہ ان کی کمائی ہے، سنیو! یہ اُن کی کمائی ہے۔ حضرت عمرؓ کا اتنا بڑا احسان ہے۔

یکم محرم کو وہ شہید ہوئے اور دس محرم کو حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔ اور محرم کی دس ہی تاریخ کو اللہ پاک نے فرعون

کو اس کے لشکر سمیت ڈبویا۔اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے صحابہ بنی اسرائیل کو اس سے نجات دی ۔ یہ جو محرم کے مہینے میں دس محرم کو ہمارے گھروں میں تمہارے گھروں میں بوڑھے روزے رکھتے ہیں ناں، یہ روزہ اس نعمت کا شکرانہ ہے جو اللہ پاک نے فرعون کو بمع اس کے سارے لشکر کے،اور بمعہ اس کے وزیروں کے خدا نے ان سب کو ڈبویا، جو قرآن میں آتا ہے: { وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ} ہم نے آل فرعون کو غرق کیا، اور موسیٰ علیہ السلام رسول تھے،{لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ } جو آپ کلمہ پڑھتے ہیں، تورات شریف جن پر نازل ہوئی ،موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کو خدا نے سمندر خشک کر کے پار کرادیا،اس وقت بھی محرم کی دس تاریخ تھی ۔نوح علیہ السلام کی کشتی جو طوفان سے بچ کے جودی پہاڑ پر ٹھیری تو اس وقت بھی محرم کی دس تاریخ تھی ۔مائی حوّا جدے میں جب اُتری ہیں تو وہ بھی محرم کی دس تاریخ تھی ۔اور حضرت آدم علیہ السلام اور مائی حوا کی جب ملاقات ہوئی تو وہ بھی دس محرم کی تاریخ تھی۔ یہ محرم پہلے سے چلا آتا ہے ، یہ محرم کربلا سے نہیں شروع ہوا۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں یہ لوگ۔

رسول اللہ کے زمانے میں ، رسول اللہ کے (23) تئیس سال ، ابوبکر کے ڈھائی سال ،اور حضرت عمرؓ کے (10) دس سال خلافت، اور حضرت عثمانؓ کے (12) بارہ سال، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیرِ خدا کے ڈھائی سال ،اور حضرت حسن ؓ کے چھے مہینے ان سب کو اکھٹا کرلو، اس سارے دور کے اندر یہ طبقہ اور یہ ذہن نہیں تھا جناب من: یہ صرف عجم میں ، بھارت بنگلہ دیش، کشمیر، پاکستان اور یہ قبائلی علاقہ اور افغانستان میں اس وقت جو حرکتیں کرتے ہیں باقی دنیا میں تو ہیں ہی نہیں ۔ یہ طبقہ اس وقت میں نہیں تھا یہ بعد میں ایجاد ہوا ہے، سمجھے کہ نہیں؟ اور بنیاد اس کی یہ ہے کہ گالیاں دیں ۔ گالیاں دینا شرافت کے خلاف ہے، گالیاں دینا تبلیغ کے خلاف ہے، گالیاں دینا انسانیت کے خلاف ہے ۔ مرے ہوؤں کو، حضرت ابوبکر صدیقؓ ، حضرت عمرؓ کو، حضرت عثمانؓ کو حضرت عائیشہ صدیقہؓ رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ اور مسلمانوں کی ماں کو ۔ میں آپ کو ایک ہی بات کرتا ہوں یاد رکھیں کہ آپ کے بڑے بزرگ ،آپ کے سورے (خسر) یا آپ کے داماد، یا آپ کے بھائی، یا آپ کے چچا کو میں گالیاں دوں خدا نہ کرے تو آپ کو غصہ آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ بولو! ۔اور آپ اگر میرے بزرگوں کو دیں تو مجھے غصہ آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ تو یہ جو گالیاں دیتے ہیں یہ رسول اللہ کو دیتے ہیں یا اور کسی کو؟ ٹھنڈے دل سے سوچ لو۔

ہمارا اہل سنت والجماعت کا موقف اور ہمارا مطالبہ حکومت سے یہی ہے کہ ہمارے بزرگوں کو، ہمارے بڑوں کو دین کے جو بڑے ہیں ، رسول اللہ کے ساتھیوں کی بے ادبی ، گستاخی گالیاں ؟ نہیں ہونی چاہئیں ، جھگڑا اس بات کا ہے ۔ اور آپ لوگ میرے سمیت ہم تو ان بزرگوں کو جن میں حضرت علی، حضرت حسن ، حضرت حسین ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین یہ تو

رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں، ابوبکر بھی رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں سورا ہے، عمر بھی رسول اللہ کا سورا ہے، عثمان بھی رسول اللہ کا دوہرا داماد ہے، پہلی بیٹی فوت ہوئی تو حضور نے دوسری دے دی۔تو اہل سنت والجماعت تو کسی بھی بزرگ کی بے ادبی اور گستاخی کو کفر سمجھتے ہیں۔ہم تو کسی کو برا کہہ ہی نہیں سکتے۔ چاہے وہ وہابی ہوں، غیر مقلد ہوں، مقلد ہوں، حنفی ہوں، شافعی ہوں مالکی ہوں، حنبلی ہوں کسی بھی مسلک و مذہب کے ہوں ان بزرگوں کو کوئی بھی برا نہیں کہتا گناہ سمجھتا ہے۔

تو گالیاں جو ہے یہ طبقہ دیتا ہے جو صرف محرم میں نکلتا ہے آگے پیچھے ہوتا نہیں۔ اس لئے یہ درسوں کا انتظام علماء نے پورے پنڈی اسلام آباد میں اور سارے ملک میں رکھا ہے تاکہ نمازیوں کو یہ بات سمجھا دیں کہ محرم اس لئے نہیں ہے کہ مرے ہوئے بزرگوں کو رسول اللہ کے رشتہ داروں کو گالیاں دی جائیں۔

بلکہ محرم اس لئے ہے کہ اسلامی تاریخ میں جو کارنامے ہوئے ہیں پوری دنیا میں آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک وہ پوری دنیا کو بتائے جائیں، اور عبادات کی جائیں، نماز پڑھی جائے، قرآن پڑھا جائے، وعظ کیا جائے، صدقہ وخیرات کیا جائے اور دل میں ارادہ سب کے لئے ثواب کا کیا جائے۔آج کے دن سے لے کر بابا آدم تک جو بھی مرے ہیں سب کا ارادہ کرلو ثواب کا۔نماز کے بعد جب دعاء کریں تو کہیں کہ یا اللہ جتنے مر گئے ہیں سب کی مغفرت کر، سب کے درجے بلند کر، آپ کی طرف سے یہ ثواب پہنچا دیا جائے گا۔ ایصال ثواب پہنچانا کتنا اچھا اور کتنا آسان ہے۔

اور گالیاں دے کر اور بے ادبی و گستاخی کر کے یہ کہہ دینا کہ یہ ہماری محبت ہے حضرت علی کے ساتھ، یا حضرت حسن حسین کے ساتھ یا حضرت فاطمہ کے ساتھ۔ محبت کی آڑ میں دوسروں کو گالیاں دینا نہ یہ انسانیت میں جائز ہے، نہ یہ دنیا کے کسی مذہب میں جائز ہے۔ اور نہ یہ ہمارے جرگوں میں جائز ہے۔ یہاں سارے گاؤں دیہاتوں میں اپنی عزیز ولی پر نظر ڈالو، کہ ہر وہ شخص جو دوسرے کے بڑوں کو گالیاں دیتا ہے معاشرے کا ہر فرد اس کو برا کہتا ہے کہ نہیں؟

تو ہمارے اہل سنت والجماعت کا یہ مطالبہ ہے کہ گالیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ کوئی مرثیہ خوان، کوئی ذاکر و شاعر، نہ تو زبان سے گالیاں دے، اور نہ تحریر میں گالیاں دے۔ جب گالیاں نہیں ہوں گی تو محرم میں فساد بھی نہیں ہوگا، فساد جہاں بھی ہوتا ہے وہ گالیوں سے ہوتا ہے۔ بات سمجھ گئے کہ نہیں؟ دعا کرو۔ اور دو زانو ہو کر بیٹھ جاؤ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

****

خطاب برموقع آمد حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ :

معزز حاضرین: بندۂ ناچیز اور آپ حضرات آج اس محفل میں اللہ کی توفیق سے حاضر ہوئے ہیں ۔رئیس المحدثین، امام الموحّدین،اور استاد الکل ،حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کے فرزند ارجمند اور برصغیر کے عظیم دینی مرکز دار العلوم دیو بند کے استاد حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلّہ العالی کی ملاقات اور ان کے ملفوظات سننے اور علمی موتیوں سے مستفید ہونے کے لئے ہم سب حاضر ہوئے ہیں۔

حضرات : دارالعلوم دیو بند جس کا فیضان علمی، اور جس کا فیضان روحانی اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طریقے سے قبول کر کے اُس میں اثر پیدا کیا کہ آج چہار دانگ عالم میں جتنے بھی برّ اعظم ہیں چاہے وہ افریقہ کا ہو،لاطینی امریکہ کا ہو،مغرب ، ایشیاء، مشرق وسطیٰ ،جنوبی ایشیاء ہر طرف جہاں بھی آدمی جاتا ہے تو اس علمی روحانی مرکز کا براہ راست فیض یافتہ یا اس علمی روحانی مرکز کا بالواسطہ فیض یافتہ دنیا کے ہر کونے میں آج موجود ہے ۔

خدا نے اس علم کو ایسا قبول کیا ، اور اس علوم نبویہ کے فیوضات اور برکات کو اللہ نے ایسا پھیلایا،حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلوص اور ان کے تقویٰ اور اُن کی للّٰہیّت کو اللہ نے ایسا قبول فرمایا: کہ کسی شخص کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ قصبۂ دیو بند کی چھتے والی مسجد کے انار کے درخت کے نیچے ایک چھوٹا سا مکتبہ،مدرسہ نہیں مکتبہ ایک طالب علم سے محمود الحسن ہے جس کا نام اور استاد بھی اس کا ملّاں محمود رحمہ اللہ خدا دونوں پہ رحمتیں نازل کرے۔

تو حضرت نانوتویؒ نے اور حضرت گنگوہیؒ نے اور ان کے دیگر رفقاء،مشیر،ہم خیال،ان بزرگوں نے یہ سوچا اور خدا نے ان کے دلوں میں ڈالا غیبی طور پہ کہ اس برصغیر میں اگر مسجد نبوی کی سنت اور بیت ارقم کی سنت کو دُھرا کر کے از سرِ نو علوم نبوت کے تحفظ اور بقاء اور اشاعت کے لئے اس طرح کام نہ کیا گیا تو آٹھ سو سال کی حکمرانی کے باوجود بھی اس برصغیر کا انجام سپین جیسا ہوگا۔ طارق ابن زیاد کے فتح کردہ اندلس جیسا ہوگا۔آپ ٹھنڈے دل سے سوچ لیں:

صحابہ اور تابعین کی اولاد اندلس کو فتح کرتی ہے ،اور حضرت طارق ابن زیاد ان کی کمان کرتا ہے۔اور اتنا بڑا مؤحد

کہ وہ تمام بحری بیڑے کو جلا ڈالتا ہے، لانچوں کو جلا ڈالتا ہے، کسی ساتھی نے کہا کہ اگر شکست ہوئی اور واپس جانا پڑا تو کیسے جائیں گے؟ تو اس کا خدا پر ایمان، اور خدا پر یقین اور خدا کے ساتھ تعلق کا یہ عالم تھا (یہ آج کل کے جرنیل اس کے جوتوں کے ساتھ جو خاک لگتی تھی اس مٹی کے ساتھ بھی برابر نہیں ہیں علم اور تقویٰ تو بعد کی بات ہے) کہ وہ آگے سے جواب دیتا ہے کہ:

ؔ ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است

یہ بحری بیڑے، یہ لانچیں شانچیں، یہ بیڑئیں شیڑئیں یہ کشتیاں میں نے اس لئے جلائے ہیں تا کہ تمہارا ان کے اوپر بھروسہ نہ رہے، اور بھروسہ خدا پہ رہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ واپس جانے کا مت سوچو:

ؔ ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است ۔ یہ تم نے کیوں کہا کہ اگر ضرورت پڑ گئی تو اپنے ملک میں کیسے جائیں گے واپس، مکہ کیسے جائیں گے؟ دمشق کیسے جائیں گے، بغداد کیسے جائیں گے، یمن کیسے پہنچیں گے؟ یہ تم نے کیسے سوچ لیا۔ جانا وانا نہیں۔

ؔ ہر ملک ملک ما است : زمین کا ہر خطہ ہمارا ہے کیونکہ : کہ ملک خدائے ما است ۔ کہ یہ سب کی سب ملکیت ہمارے خدا کی ہے ۔ یہ سب مخلوق ہمارے خدا کی ہے ۔ اُس زمین پہ آٹھ سو سال اسلامی حکومت رہی ۔ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں آٹھ سو سال ۔ اور آٹھ سو سال کے بعد وہاں پر پھر آ گیا عیسائی۔

تو اس اُندلس میں اور آپ کے اس اسپین میں کوئی شاہ ولی اللہ، کوئی قاسم نانوتوی، اور کوئی رشید احمد گنگوہی، اور کوئی محمود الحسن ، اور حسین احمد مدنی ،اشرف علی تھانوی ، اور شبیر احمد عثمانی، اور حضرت انور شاہ کشمیری جیسا وہاں نہیں تھا کہ عیسائی اقتدار کے غالب آنے کے وقت وہ مسجدوں میں، جھونپڑوں میں، جنگلوں میں اس طرح بیٹھ کر پڑھانا شروع کر دیتا اور سزائیں اور مصیبتیں برداشت کرتا، اور اس سرزمین پر آج وہ صحابہ والا علم اور عمل موجود ہوتا۔

آج اسپین میں مسلمان ملکوں کے سفیروں کے علاوہ اصل آبادی میں سے کوئی مسلمان وہاں نہیں ہے جہاں آٹھ سو سالہ حکومت کی تھی ۔ عیسائی حکومت آنے کے بعد۔

اور اس کے مقابلے میں آٹھ سو سال برصغیر میں مغلوں کی حکومت گزری اور مغلوں کی حکومت کے بعد یہاں بھی عیسائی آیا، انگریز آیا ، دیکھ لو اور یہاں انگریز نے آکر کے نہ صرف یہ کہ ملک لیا، بلکہ ملک لینے کے ساتھ ساتھ مذہب بھی لیا، اور اعلان کیا کہ حکومت ملکہ برطانیہ کی، قانون ملکہ برطانیہ کا، لہٰذا تاج برطانیہ کے علاقے میں بسنے والے ہندوؤ، سکھو اور مسلمانو! تم اپنا مذہب چھوڑ کر تاج برطانیہ کے مذہب میں آجاؤ۔ یہ تاریخی واقعہ ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ : ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک اس ملک کے ذرائع ابلاغ ان واقعات کو نہیں دہراتے تا کہ

مسلمانوں کو پتہ نہ لگ جائے کہ یہ اسلام ہم تک کیسے پہنچا ہے۔ یہ اس ملک میں تأثر یہ دیتے ہیں کہ اسلام کو ان بریسٹروں نے یا ان جرنلوں، کرنلوں، برگیڈیئروں نے، یا ان وکیلوں نے، یا ان زمینداروں، جاگیرداروں، خانوں، نوابوں نے یا ان کارخانہ داروں نے پہنچایا ہے۔

اس لئے یہ لوگ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے ۱۹۴۷ء سے آج تک اس پاکستان کی نئی نسل کو یہ بات نہیں بتاتے کہ آخر آٹھ سو سالہ مغلوں کی حکومت جانے کے بعد اندلس کی طرح، غرناطہ، قرطبہ اور سپین کی طرح آٹھ سو سالہ مسلمانوں کی حکومت کے بعد وہاں عیسائی برسراقتدار آئے اور حکومت چلی گئی تو حکومت جانے کے بعد وہ آٹھ سو سالہ طارق ابن زیاد کا فتح کیا ہوا ملک اُس میں ایک بھی مسلمان نہ رہا۔ اور اقبال جب گیا تو اس نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے اور رویا ہے، قرطبہ کی مسجد میں جب وہ پہنچا ہے تو اس کے میناروں کو مخاطب کر کے اس نے جو اشعار پڑھے ہیں یہ آپ لوگوں کی لائبریریوں میں پڑھے ہوئے ہیں، ذرا اس سے اندازہ لگاؤ۔

تو میں بات یہ چھیڑ رہا تھا حضرت کے آنے سے پہلے کہ آپ کے مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت وہاں بھی گزری اور وہاں بھی عیسائی برسراقتدار آیا، کافر عیسائی، تو کافر کے برسراقتدار آنے کے بعد اور ملک لینے کے بعد وہاں پہ ایک مسلمان نہ رہا، ایک مکتبہ نہیں رہا، سوائے آج مسلمانوں کے سفارتخانوں اور سفارتکاروں کے مسلمانوں کے علاوہ اصل آبادی کا کوئی مسلمان نہیں رہا۔

اور اس برصغیر میں جو آج بدقسمتی سے بنگلہ دیش، اور پاکستان اور دو کشمیریں، اور قبائلی علاقہ اور کابل اور بھارت اتنے ناموں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ لیکن پہلے یہ ایک ملک تھا، اور تاج برطانیہ اس پر غاصب اور ظالم ہو کر کے مسلّط ہوا تو اس وقت میں یہاں بھی مغلوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے بعد انگریز آیا۔ یہاں بھی۔ اور یہاں انگریز نے تحریر اور تقریر، وعظ اور درس، پرائمری سکول سے لے کے یونیورسٹی تک کل مشینری کو محمد الرّسول اللہ اور صحابہ کے اسلام کے خلاف لگائے رکھا۔ پالیسی با قاعدہ لندن شہر میں طے ہوئی، اور اس پالیسی کو طے کرنے والے دو رکن تھے ایک لارڈ میکالے اور دوسرا کرزن۔ یہ مشہور واقعہ ہے اب تو پاکستان والے بھی کبھی کبھی اس پر بول لیتے ہیں تعلیمی پالیسی میں۔

انہوں نے یہ پالیسی طے کی کہ اس برصغیر کے اندر تعلیم کے راستے سے مولوی کو ختم کیا جائے، مسجد کو ختم کیا جائے، مدرسے کو ختم کیا جائے، تا کہ مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے بعد اندلس اور اسپین کی طرح یہاں پر بھی اسلام نہ رہے۔ اور اس کے لئے جو وسائل سیاسی وسائل، معاشی وسائل، ڈگری کے وسائل، نوکری کے وسائل، اور اُس کے ساتھ ساتھ پھر با اثر لوگوں کے وسائل، گاؤں کے جمعہ دار سے لے کر نمبردار، اور نمبردار سے لے کر کے اے سی اور ڈی سی، ڈی سی سے لے کر کے

کمشنر، اور کمشنر سے گورنر اور گورنر سے وائسرائے خود۔اور گدّی پہ بیٹھنے والا، کتے، افیون، اور چرس اور ہیروئین، اور تمام حرام اشیاء کا کاروبار کرنے والا ملنگ، اور فقیر اور پیر کے نام سے گدّی نشین جو انگریز کے حق میں اٹھارہ روپے نذرانہ لے کر کے کعبے پہ گولیاں چلانے کے تعویذ دیتے رہے، یہ طبقہ بھی مدرسے کے خلاف مولوی کے خلاف تھا،اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ ساری کی ساری رعایا مسلمانوں کے خلاف اور اسلام کے خلاف تھی۔

تو یہ اللہ کی طرف سے نامعلوم الہام ہوا، اللہ کی طرف سے نامعلوم کوئی اشارہ ہوا، بشارت ہوئی، بہرحال غیبی توفیق تو ظاہر بات ہے شامل حال ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریز نے غدر کیا،اور اُس کے ٹوڈیوں نے غدر کیا، بے وفائی کی اور اس ملک میں جہاد کا پہلا وار جو تھا وہ کامیاب نہ ہوسکا،تو اللہ کے غیبی اشارے سے دارالحکومت سے دور ہٹ کر کے ایک جنگل میں جیسے یہاں کے دارالحکومت سے دور ہٹ کر لتھراڑ، یا دریائے جہلم کے پاس، یا نتھیا گلی کے پیچھے پہاڑوں میں وہاں پہنچ کے بچوں کو اکھٹا کر کے اور رسول اللہ کا اور صحابہ کا لایا ہوا دین پڑھانا شروع کر دیا جائے۔

اس دور میں ذرائع ابلاغ کی طرف سے وہ اسلام سکھایا جا رہا ہے جو گزرے ہوئے چودہ سو چھے سال میں اس زمین میں کسی کا اسلام نہیں تھا۔ اس لئے اکابر نے یہ سوچا کہ اس انگریز کی غلامی میں رہ کر کے ہمارا گزارہ مشکل ہے لیکن اسلام کا بچانا ضروری ہے تاکہ انجام سپین جیسا نہ ہو، اندلس والا۔تو حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ قطب الاقطاب نے قصبۂ دیوبند میں ایک طالب علم بیٹھا کر مکتبہ کا آغاز کیا۔

ان مدارس کو اسلام آباد والو جتنے بھی مدارس ہیں چھوٹے ہیں یا بڑے ان کو معمولی چیز نہ سمجھو۔اگر ۱۸۵۷ء کے واقعہ کے بعد اکابر نے مدارس قائم کر کے،اور رضا کارانہ تحریک کے ذریعے سے، اور رضا کارانہ مومنٹ چلا کر کے امداد باہمی کے اصول پہ،خود کفالت کے اصول پہ اگر یہ علم دین پڑھا کر کے یہ حافظ اور یہ قاری، اور یہ محدّث اور یہ مفسّر، یہ مفتی، اور یہ علماء، اور یہ فضلاء نہ پیدا کیئے ہوتے تو آٹھ سو سالہ مغلوں کی حکومت کے بعد اس برصغیر کا انجام انگریز نے اپنے کنٹرول سے وہی کرنا تھا جو آٹھ سو سالہ طارق ابن زیاد کے فتح کئے ہوئے اندلس اور موجودہ اسپین کا ہوا۔

وہاں بھی آٹھ سو سالہ مسلمانوں کی حکومت تھی، اور انجام اور نتیجہ صفر بٹہ صفر ہے ایک بھی مسلمان نہیں ہے لوکل آبادی کا۔سفارتخانے سے متعلقہ مسلمانوں سے ہٹ کر۔اور یہاں بھی آٹھ سو سالہ حکومت مغلوں کی، اور بادشاہ شاہ ظفر کے گرفتار ہونے اور رنگون میں شہید ہو جانے کے بعد جس حالت میں اسلام کو وہ ملک میں چھوڑ کر گئے تھے، اُس سے آگے اللہ پاک نے بڑھا دیا۔

اُن مغلوں کے دور سے زیادہ آج حافظ موجود ہیں، اُن مغلوں کے دور سے زیادہ آج قاری موجود ہیں، اُن مغلوں

کے دور سے زیادہ آج محدّث موجود ہیں، رسول اللہ کی احادیث کے حافظ موجود ہیں، اور اُن مغلوں کے دور سے زیادہ آج دنیا میں قلم کا اور زبان کا اور عمل کا، اور ہتھیاروں کا جہاد کفر کے خلاف ہو رہا ہے۔ الحمد للہ:

تو اس تحریک کو، اس نظریئے کو، اس خیال کو، اور اس عمل کی جدو جہد کو کیا وڈیروں نے، سرداروں نے، چوہدریوں نے، خانوں نے، نوابوں نے، اور یہ کتّے رکھنے والے گدی نشینوں نے آگے بڑھایا، یا پھر اس تحریک کو ان گدّی نشینوں نے جو آپ لوگ بیٹھے ہیں؟ ٹھنڈے دل سے سوچو!

یہ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو گورنمنٹ کی گدّیوں پر حرام کھا کر بیٹھنے والے ہیں اُن کے سامنے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ برصغیر اہل علم کی قربانیوں اور دیندار مسلمانوں کی مشترکہ قربانیوں سے آزاد ہو کر کے یہ پاکستان بنا ہے۔ برصغیر کی آزادی ان لوگوں کے باپ دادوں کے مرہون منّت نہیں ہے جو اس وقت سے اقتدار پر بیٹھے چلے آتے ہیں۔

یہ بات میں باہر آئے ہوئے سی، آئی ڈی والے، اینٹلی جنس والے، سیکورٹی والے سارے آئے ہوئے ہوں گے میں اُن کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ سارے سمجھ جاؤ کہ اس ملک کی آزادی اہل علم کی ان پونے دوسو سالہ قربانیوں کی مرہون منّت ہے۔ ڈھاکے میں پھانسیوں کے ساتھ لٹکائے ہوئے علماء کی مرہون منّت ہے۔ لدھیانے سے انبالے تک درختوں کے ساتھ شہادت کی موت کے بعد لٹکائے ہوئے علماء کی مرہون منّت ہے۔

تو حضرات: تمہید کا مدّعا یہ ہے کہ چھتے کی مسجد میں ایک بچہ محمود الحسن کے نام سے جو بیٹھا یا حضرت گنگوہیؒ نے اور حضرت نانوتویؒ نے سارے کہو رحمہما اللہ۔ اور استاد ملّاں محمودؒ نے جو پڑھانا شروع کیا، قرآن ناظرہ، اس کے بعد حفظ اور اس کے بعد میزان ومنشعب جب شروع کی تو پاکستان اسلام آباد راولپنڈی کے میرے مخدوم علماء اور نوجوان ساتھیو! اور شہریو! ایک طالب علم سے شروع کیا ہوا یہ چھوٹا سا مدرسہ آگے جا کر دنیائے اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں تبدیل ہو گیا۔

اور یہ کس کے علم میں تھا کہ یہ ایک بچہ جو آج پڑھائی کے لئے بٹھایا ہوا ہے یہ بچہ آگے جا کر نہ صرف یہ کہ استاد بنے گا بلکہ استاد الکل بنے گا۔ یہ پھر باہتھیار جہاد کا بھی سربراہ ہوگا، اور یہ قلم کے جہاد کا بھی سربراہ ہوگا، اور یہ مناظرے کے جہاد کا بھی سربراہ ہوگا، اور یہ فنّ حدیث کا بھی امام ہوگا، اور یہ فن تفسیر کا بھی امام ہوگا، اور یہ فقہ اسلامی کا بھی امام ہوگا، اور یہ بیعت وارشاد اور ذکر وفکر کا بھی سب سے بڑا پیر ومرشد بنے گا۔ یہ کسے معلوم تھا؟ دیکھ لو آغاز چھتے کی مسجد میں ایک انار کا درخت، اور محمود الحسن ایک بچہ، اور انتہاء شیخ الہندؒ: کہہ دو رحمۃ اللہ علیہ۔

اور پھر شیخ الہند کے شاگردوں میں پھر آگے حضرت اشرف علی تھانویؒ نظر آتا ہے جو میدان تصوّف اور میدان تصنیف کا شہسوار ہے۔ اور پھر شیخ الہند کے شاگردوں میں شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نظر آتے

ہیں جو جدو جہد آزادی، اور اس کے ساتھ بیعت و ارشاد، اور اس کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے پڑھانے، اور علوم نبوت کے پھیلانے میں اپنے وقت کے امام ہیں۔اور پھر اسی شیخ الہند کے شاگردوں میں وقت کا دوسرا امام بخاری نظر آتا ہے۔آپ کے (یعنی مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کے) والد ماجد، ہمارے سب کے روحانی دادا،حضرت مولانا انور شاہ صاحب کاشمیریؒ ۔ پنڈی اسلام آباد والو! اہل علم کے کوششوں کے آغاز کے معمولی پنے کو نہ دیکھو، کہ جی" اے نِکا جہ مدرسہ ہے تعلیم الاسلام کسّی پیچ بنڈایا ہے" اس کو نہ دیکھو۔

رئیس المحدّثین اور قطب ولایت اور قطب علم اپنے صدّی کے دوسرے امام بخاری حضرت شاہ صاحبؒ کے آغاز کو بھی تو دیکھو۔اکابرین کی سوانح عمری میں حضرت شاہ صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے کاکول کی مسجد میں اور اس ہزارہ اور سرحد کے متعدد علماء وصلحاء کی خدمت میں رہ کر کے علوم نبویہ کی تکمیل فرماتے رہے ہیں۔وہ جو پرانے زمانے میں مسجدوں کا نظام تھا،جن کے ہم لوگ پیداوار ہیں،ہم نے تو ٹوکریاں اٹھا کر وظیفے بھی مانگے ہیں اور اس دور کے جتنے بھی طالب علم تھے،ہمارے بعد تو بجلی اور قمقموں اور سہولیات کا دور آ گیا ہے۔

معاف کرنا علماء کرام،معاف کرنا ہمارے مدارس پھیلتے جا رہے ہیں،لیکن ہمارے ہاں اہل علم،مدرس اور محقّق نہیں پیدا ہو رہے،دارالعلوم دیو بند نے حق ادا کر دیا ہے۔جانشین حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔اب ہم جو بیٹے ہیں روحانی اور پوتے ہیں دارالعلوم دیوبند کے،اور اپنے اکابر کے اب ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم گزرے ہوئے اکابر کی طرح ان مدارس سے ویسی ہی شخصیتیں پیدا کریں جو علم وعمل کے نمونے ہوں،اس مسلمان قوم کے پاس۔

ہمیں اپنی مسلمان قوم سے کوئی گلہ نہیں۔ ہماری اس مسلمان قوم نے ہر موڑ پہ اسلام کے جس عنوان پہ ہم نے ان کو پکارا ہے انہوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔مدارس کے لئے پکارتے ہیں تو ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، یہ ہزاروں مدرسے کھڑے ہو گئے ہیں ان کے تعاون سے۔خدا کے فضل سے، ان کے مالی تعاون سے۔ختم نبوت کے عنوان سے ہم اپنی عوام کو پکارتے ہیں تو ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ناموس صحابہ کے لئے پکارتے ہیں،تو ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔سیرت النبی کے لئے پکارتے ہیں ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔

اب یہ فرض میرا اور میری برادری کا ہے،علماء کا ہے کہ ہم اپنے آپ کو سنبھالیں،اپنی چھوٹی اغراض اور اپنی ذاتیات کو بالائے طاق رکھ کے،اور اپنے روحانی جذبہ جو دیوبند کی طرف سے ملا ہے علم والا، اور عمل والا، اور وہاں سے جو نسبت شاہ ولی اللہ اور مجدّد الف ثانی سے ہوتے ہوئے وہ مدینہ منورہ تک پہنچاتی ہے،اور اہل صفہ کے ساتھ جا کر جڑ جاتی ہے رسول اللہ کے مدرسے کے ساتھ،ہم اپنی اس نسبت کو تازہ کر کے وہ علم وعمل جو صحابہ نے بعد والوں کو دیا،آج ہمیں اُس کا نمونہ ہونا

چاہئے۔

تو حضرت اقدس مدظلّہ العالی، ہمارے مخدوم زادے یہ اُس قصبے سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس عظیم یونیورسٹی اور جامعہ سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا اتنا بڑا احسان ہے جس کے آغاز کی طرف میں نے اشارہ کردیا، اور پھر جو اس سے نکلنے والے اکابر ہیں جن کا تعلق برصغیر سے ہے ان سب کا نام میں لے نہیں سکتا۔ حضرت کا بیان سننا ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا نام لے لیں، امیر شریعت کا نام لے لیں، شیخ التفسیر کا نام لے لیں، شاہ عبدالرحیم رائے پوری صاحب، شاہ عبدالقادر رائے پوری کا نام لے لیں، مولانا عبداللہ صاحب خانقاہ سراجیہ مجددیہؒ کا نام لے لیں ہمارے پیرومرشد، جو براہ راست حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رئیس المحدثین کے شاگرد تھے۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کس کس کا نام میں لوں کروڑوں ہیں، ایک اور دو تو نہیں ہیں ناں۔

جیسے حضور نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں روشنی دینے میں، ہدایت دینے میں۔ ایسے ہی دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور پہلی جو کھیپ ہے شیخ الہند کے شاگردوں کی، اور حضرت شاہ صاحب کے شاگردوں کی یہ بھی علم وعمل کے تارے ہیں ہدایت کے پہنچانے میں۔ اللہ پاک جو جاچکے ہیں ان کے درجات بلند فرمائے۔

تو ہمارے مخدوم اور ہمارے مہربان اور ہمارے رہنماء اور ہمارے سرپرست حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی، کا جسمانی اور روحانی تعلق اُن اکابر سے ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں، ان کے کلمات غور سے سننے ہیں، اور خدا سے عمل کرنے کی توفیق مانگنی ہے، اور وہ جس علم کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، اُس علم کو آگے دنیا تک پہنچانے کے لئے یہاں سے خیالات لے کر کے جائیو۔ جن کلمات کے ساتھ میں درمیان میں خائل ہوا اُس کی معافی چاہتا ہوں۔

السلام علیکم۔



خطاب بر موقع ختم قرآن کریم

بمقام جامع مسجد چمن زار کالونی راولپنڈی: بتاریخ ۲۷، رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بمطابق: ۲۱، اگست ۱۹۷۹ء

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم *

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ * بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ *{ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ * وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ * لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ * تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ * سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ } صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمِ :
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ أَوْ عَلَّمَهٗ۔صدق اللہ و صدق رسولہ النبی الکریم:

میرے عزیزو! اور میرے بھائیو! زندگی میں یہ محلہ بھی پہلی مرتبہ دیکھا ہے، اور آپ میں سے بعض حضرات سے دوسرے مقامات پر ملاقات ہوئی ہوگی، کچھ چہرے رُوشناس اب نظر آرہے ہیں مجھے۔لیکن اس مسجد میں پہلی مرتبہ آیا ہوں تو ممکن ہے میری بعض باتیں آپ کو پسند نہ آئیں، اور جو نہ آئیں تو وہ آخیر میں آپ مجھے واپس کردیں، بہرحال میرا طریقہ یہ ہے کہ دعاء مانگ کر کے اپنے آپ کو اور آپ سب کو خدا کے سامنے پیش کردیا اور دعاء آپ نے سن لی، اب آگے اُس کی مرضی جو توفیق دلائے گا اُس کے مطابق کہلوائے گا، اچھی بات کہلوائے گا تو اُس کی مہربانی ہوگی۔اور اگر مسئلے کے حساب سے کوئی غلط بات ہوگئی تو وہ ہمارے گناہوں کی نحوست ہوگی، خدا ہمارے گناہ معاف کرے۔

دوسرا یہ دعاء اس لئے بھی پہلے کرانی پڑتی ہے کہ تا کہ جو آدمی تھک گئے ہیں، اور بیٹھنے کا ارادہ نہیں تو دعاء ہوجائے تا کہ جو دعاء کے منتظر ہیں وہ تشریف لے جائیں، اور اگر کسی نے سننا ہے تو تھوڑی دیر کے، چند منٹوں کے لئے میں ایک یا دو حدیثیں آپ کو سنادوں گا اللہ کی مہربانی سے۔

ایک تو میں بیمار ہوں عرصہ تین سال سے شوگر کا، اور دوسرا ہمارے ہاں ہم نے ایک شبینہ آج شروع کرایا ہے، اور ہمارے ہی طلباء اور اساتذہ تقریباً آٹھ آدمی یہ لیاقت باغ میں بھی پڑھ رہے ہیں، تو دو جگہ انتظام کی نگرانی بھی ہے۔تو یہ بھی ایک ضرورت ہے۔پھر سحری کو بھی اٹھنا ہے، اس لئے وہ لمبا چوڑا تقریریوں کا نہ وقت ہے اور نہ اُس کی ضرورت ہے، اور نہ ہی اس کی ہمارے اندر استطاعت ہے نہ مجھ میں اور نہ آپ میں۔تو مختصر وقت میں چند باتیں دعاء کرتا ہوں اللہ سے کہ وہ مجھ سے

کہلوا دے، وہ جو میری اور آپ کی مغفرت کا سامان بن کے ہماری نجات کو اچھا کر دے۔

میرے بھائیو! ان گزارشات کے ساتھ میں آپ سے یہی عرض کروں گا کہ آپ میری باتیں توجہ سے سنیں۔درود شریف پڑھ لیں:

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

بزرگو! غالباً آج کی تراویح میں آپ حضرات نے یہ سورۃ مبارکہ سنی ہوگی۔اس رات کی مناسبت سے میں نے یہ سورۃ مبارکہ تلاوت کی ہے،قرآن عزیز کے بارے میں آپ جانتے ہی ہوں گے میں آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں کہ قرآن پاک کے نزول کا خود اللہ پاک نے قرآن ہی کے ذریعے سے کلینڈر بیان کر دیا ہے،مہینہ بھی بتا دیا ہے اور رات بھی بتادی ہے بارہ مہینوں میں سے اللہ نے بتا دیا ہے کہ قرآن جو میں نے نازل کیا ہے تو فرمایا:

{ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآن }

رمضان کا مہینہ،شَہر ،عربی میں کہتے ہیں مہینے کو،شہر کہتے ہیں شہر کو اور زبر کے ساتھ شَہر کہتے ہیں مہینے کو عربی میں یہی ہے کہ زیر زبر کی تبدیلی سے معنیٰ بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔اسی لئے بزرگان دین مطالعہ کر کے مفتی بننے ،اور مطالعہ کر کے مفسّر بننے سے اور محدّث بننے سے روکتے ہیں کہ مطالعے سے بات بن نہیں سکتی تلفظ کانوں سے سننے سے بات بنتی ہے۔اور اگر زیر اور زبر کچھ بھی لکھا ہوا نہ ہو اور آدمی استاد سے پڑھا بھی نہ ہو تو لفظ شہر اور شَہر میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔لیکن زیر زبریں جو لگتی ہیں تو ایک تو اس سے فرق پڑتا ہے،اور دوسرے استاد سے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ فرق کیا ہے۔

تو {شَهْرُ رَمَضَان} مہینہ رمضان کا {الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآن} وہ ہے کہ جس میں نازل کیا گیا ہے قرآن کریم۔بارہ مہینے ہیں اسلامی کیلنڈر کے: محرم،صفر، ربیع الاوّل ، ربیع الثانی، جمادی الاوّل، جمادی الثانی ، رجب ،شعبان ، رمضان ،شوال ، ذی قعدہ ، ذوالحجہ۔بارہ مہینے ہو گئے ۔جیسے کہ انگریزی کے بارہ(۱۲) مہینے ہوتے ہیں،جس کے مسلمان بہت تابعدار ہیں۔

تو بارہ مہینوں میں سے بتا دیا کہ قرآن ہم نے جو نازل کیا اللہ فرماتے ہیں وہ رمضان کے مہینے میں نازل کیا ہے۔ یہ رمضان کی عظمت ، یہ رمضان کی برکت ، یہ رمضان کا تقدس ، یہ رمضان کی بڑائی ، یہ رمضان کی بزرگی ، اور یہ ساری بھلائیاں جو اکھٹی ہوگئی ہیں تو فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ {اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآن}اس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔اور قرآن چونکہ

برکات کا مجموعہ ہے، خزانہ ہے ۔تمام برکتوں کا مرکز خود اللہ کی ذات ہے، اور پھر برکتیں تقسیم کرنے والا وہ ربّ العالمین خود ہے تو قرآن پاک اُس کا کلام ہے یہ اس لئے متبرک ہے ۔تو جس مہینے میں نازل کیا وہ مہینہ دوسرے مہینوں سے زیادہ عظمت والا، رُتبے والا، بڑائی والا ہو گیا جیسے کہ عالم اسلام خود مظاہرہ کر رہا ہے رمضان کی عظمت کا۔

پھر یہ معلوم نہیں تھا کہ رمضان کے کس وقت کس دن، کس رات میں نازل ہوا، تو فرما دیا {**اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ**} کہ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے شب قدر میں۔مہینہ پہلے بتا دیا، اور پھر بتا دیا کہ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے برکتوں والی رات میں۔یہاں قدر کے معنٰی ہیں عظمت کے عربی میں، یہاں قدر کے معنٰی ہیں رُتبے کے، یہاں قدر کے معنٰی ہیں برکات کے، تو فرمایا کہ اس قرآن کو ہم نے نازل کیا برکات اور عظمتوں والی رات کے اندر، اللہ پاک وہ عظمتیں اور برکتیں ہم سب کو نصیب فرمائے ۔پھر فرمایا کیسی عظمتوں اور برکتوں والی رات ہے تو تھوڑی سی رات کی تعریف بھی کر دی آگے اور رات کی خصوصیت وہ بھی بتا دی، فرمایا:

{ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ }

اس رات کے اندر سپیشل ایک انتظام ہوتا ہے وہ یہ ہوتا کہ {**تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ**} عالم ملکوت سے تمام ملائکہ اترتے ہیں۔اور ملائکہ صرف اکیلے نہیں ہوتے {**وَالرُّوۡحُ**} ملائکہ کا ہیڈ، ملائکہ کا پرنسپل، ملائکہ کا سربراہ، اور ملائکہ کا استاد اور اُن کو کنٹرول کرنے والا وہ بھی ساتھ ہوتا ہے جس کو کہا جاتا ہے جبرائیل امین ۔درود شریف پڑھیں تا کہ رسول اللہ کی بات ہو۔

پہلے رسول اللہ کی روح پر درود پہنچے وہاں مدینہ منورہ میں، تا کہ رسول اللہ خوش ہوں اور پھر اُدھر سے اللہ کی رحمتوں کا جھونکا مڑ کر واپس ہماری طرف آئے، پھر ہم حضور کی بات کریں۔

اس آیت کریمہ کی تشریح اور اس کی توضیح آپ حضرات کو حدیث شریف کی کتابوں میں، بخاری شریف میں، مسلم شریف میں، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، اور جتنی بھی حدیث کی کتابیں ہیں۔یا پیران پیر غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین نام نوٹ کر لیا کرو، ان میں سے بعض کتابیں تمہارے کام آئیں گی، اب یہ غنیۃ الطالبین حضرت غوث پاک کی کتاب اردو میں ہے، اس کا ترجمہ کر دیا ہے علماء نے ۔آج سے کئی سال پہلے ہندوستان کے مسلمانوں کی سہولت کے لئے اور اس کا نام ہے فیوضات ربانی اس کتاب کو آپ دیکھیں گے تو اس کتاب کے اندر بھی اس شب قدر کی لیلۃ القدر کی فضیلت اور بزرگی کے اندر یہی حدیث وہاں بھی نقل کی گئی ہے ۔اور فضائل قرآن مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہیں، بہت بڑی ہستی ہیں اس صدی کے اس وقت میں، انہوں نے جو کتاب لکھی ہے فضائل قرآن، فضائل رمضان تو

اس کے اندر بھی اس حدیث کو انہوں نے ہمارے جیسوں کی آسانی کے لئے کہ مطالعہ کریں اور آسانی سے مل جائے بڑی بڑی کتابوں میں کہاں آدمی تلاش کرے۔تو اس میں بھی یہ حدیث پاک لکھی ہے۔

اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب لیلۃ القدر کی یہ رات ہوتی ہے، اور رات معین نہیں ہے کہ اکیسویں ہے، یا تیسویں ہے، یا پچیسویں ہے، یا ستائیس، یا انتیس۔ہمارے چاند کے دیکھنے کے حساب سے یا سعودی عرب کے چاند کے حساب سے یہ سارا نظام اللہ کے پاس ہے۔حضور پاک نے صحابہ سے فرمایا: {اُطْلُبُوْ هَا} لیلۃ القدر کو تلاش کرو،آپ نے فرمایا: اکیسویں شب کے اندر، یا تیسویں شب کے اندر، یا پچیسویں شب کے اندر، یا ستائیسویں شب کے اندر، یا انتیسویں شب کے اندر۔ایک موقعہ پر تو حضور نے یہ فرمایا:

نوجوانو! عزیزو! کبھی آپ حضرات کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا جو بوڑھے بزرگ بیٹھے ہیں انہوں نے شائد دیکھا ہوگا کہ اس دریائے سندھ کے کنارے قدیم زمانے میں، ہمارے بچپن کے زمانے کی بات مجھے یاد ہے کہ دریائے سندھ کے کنارے جب یہ پانی اتر جایا کرتا ہے تو مائیں بہنیں اور کچھ لوگ سارا دن ریت چھانا کرتے تھے،اور اُس میں سے سونے کے زرّات تلاش کیا کرتے تھے۔اس دریائے سندھ کے کنارے، کیونکہ پیچھے سے جہاں سے اس کا منبع ہے تو وہاں سے سنا ہے کہ سونے کا پہاڑ ہے۔ یا جیسے کہ کہیں ریت کے بہت بڑے ڈھیر کے اندر چھوٹا سا دانہ موتیوں کا گم ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں گرا ہوا ہے۔تو مثال میں سمجھاؤں اُس ایک موتی کے دانے کو تلاش کرنے کے لئے ،محنت اور جدو جہد دو گھنٹے کی ، چار گھنٹے کی، دس گھنٹے کی بھی اگر لگے تو تب بھی اس ایک دانہ موتی کی تلاش کے لئے محنت انسان کرتا ہے یا نہیں کرتا؟

اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اب لیلۃ القدر کی طرف آجاؤ۔ بزرگان دین کہتے ہیں، یہ چیزیں آپ کو کتابوں میں ملیں گی۔اور کتابیں بھی وہ کتابیں جو پرانے حضرات نے لکھی ہیں آج کل کے رسالوں میں نہیں۔آج کل کے رسالوں میں تو لڑوانے کی باتیں ہوتی ہیں ،فساد پھیلانا لڑوانا۔ حالانکہ اسلام جوڑنے کے لئے آیا ہے، اسلام توڑنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ یاد رکھو۔اسلام نے صرف دو ہی فرقے تسلیم کئے ہیں ایک مسلمان، اور دوسرا خالص کافر۔تیسرا فرقہ منافقین کا ہے جسے اسلام نے کافروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے:

{ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ }

کہ منافقین جو ہیں وہ کھلے ہوئے کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے،تو یہ بھی کفار کے ہی زمرے میں ہیں۔تو دو ہی طبقے ہیں اللہ نے فرمایا:

{ قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ★ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ }

اے میرے رسول اعلان کردو، اے کافرو! {لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ} میں نہیں مانتا بالکل قطعاً نہیں مانتا ان کو جن کو تم مانتے ہو، عبادت کرتے ہو، پکارتے ہو، اور ان کی تعظیم ذہنی طور پر تم قبول کرتے ہو۔

میں نہ ان کی عبادت کرتا ہوں، نہ ان کو پکارتا ہوں، نہ ان کی عظمت کرتا ہوں، میں ان کو کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ پنجابی میں کہتے ہیں: "میں کھکھ بھی نہ سمجھ داں" اور پشتو میں کہتے ہیں کہ "یوخس برابرنہ گیرزوم" سمجھے کہ نہیں۔؟

{وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ} اور تم بھی ایسے ضدّی ہو، اڑیل ہو کہ جس ہستی کی میں عبادت کرتا ہوں، مانتا ہوں بزرگ تسلیم کرتا ہوں، بڑا تسلیم کرتا ہوں تبرک والا، برکتوں والا، حاجت روا، مشکل کشا، روزی دینے والا، سانس پھیپڑوں میں پہنچانے والا، اور یہاں کی ایک مین پاور سے شلٹر بنا کر ساری خوراک کو، ادھر خون میں تقسیم کرا کے، ادھر پانی میں تقسیم کرا کے، ادھر ٹینکی میں گرم پانی جمع کروا کر، اُدھر سارا فضلہ اکٹھا کرا کے اور وہ کھاد بنالی۔ میں تو اس ذات کو تسلیم کرتا ہوں جس کی یہ قدرتیں ہیں، اور جو ان قدرتوں سے کنٹرول کر رہا ہے با قاعدہ، اور اس میں دوسرے کسی کا دخل نہیں چلتا۔

تو سورۃ الکافرون میں دو اٹل فیصلے سنا دیئے، ایک اسلام کے بارے میں اور دوسرا غیر مسلموں کے بارے میں۔ تو بات عرض کر رہا تھا۔ درود شریف پڑھ لیں۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: {تَنَزَّلُ الْمَلَآئِكَةُ} کہ لیلۃ القدر کی رات جونسی بھی ہو وہ تو حضور نے فرما دیا کہ لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اور طاق راتیں دیکھو آج ہمارے حساب سے طاق ہے اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے حساب سے کل ستائیسویں تھی آج اٹھائیسویں ہے۔ ہم سے مغربی کرۂ ارض میں جتنے شہر آباد ہیں ان میں چاند ہم سے پہلے دیکھا گیا، اور مشرقی جانب والے ہمارے بعد دیکھیں گے۔ تو خدا صرف ہمارے پاکستانیوں کا تو نہیں ہے۔

خدا ربّ العالمین ہے

خدا کیا ہے؟ رب العالمین ہے۔ عالَم عربی میں کہتے ہیں لام کے زبر کے ساتھ، عالم ملائکہ، عالم جنات، عالم سماوات، عالم خشکی، عالم تری، عالم نباتات، زمین سے جو چیزیں اُگتی ہیں ان کو نباتات کہتے ہیں۔ عالم حیوانات، عالم انسان

یہ سب چیزیں جدا جدا عالم ہیں۔سمجھے؟ جیسے آپ کرزن کی زبان میں کہا کرتے ہیں سیکشن ۔تو یہ جدا سیکشن ہیں ایک انسانوں کا سیکشن ہے، ایک جنات کا سیکشن ہے، ایک فرشتوں کا سیکشن ہے،ایک حیوانوں کا سیکشن ہے جس میں پھر آگے پرندے ہیں، چرندے ہیں، درندے ہیں، زمین پہ رینگنے والے ہیں، اُڑنے والے ہیں، خشکی والے ہیں،تری والے ہیں۔ان تمام سیکشنوں کوعربی میں عالَم کہا جاتا ہے۔تو خدا کیا ہے ربّ العالمین۔ پالنہار ہے ان تمام سیکشنوں کا۔

اس وقت میری گھڑی کے حساب سے ساڑھے گیارہ بجے ہوئے ہیں،تو میرے پھیپڑوں،انسان کے پھیپڑوں کو جس طریقے سے سانس اور ہوا کی ضرورت ہے ہمیں اُس طرح دے رہا ہے، اور پانی کی تہہ میں مچھلیوں اور دیگر حیوانات کو اسی سیکنڈ میں اُن کی ضروریات کے مطابق ہوا دے رہا ہے کہ نہیں دے رہا؟ انسان کو جس قسم کی خوراک کی ضرورت ہے،اس کو وہ خوراک دیتا ہے۔ اور درندوں کو ان کی ضرورت کی خوراک دیتا ہے جس سے ان کی زندگی بچ جائے ، اور پرندوں کو ان کی ضرورت کی خوراک دیتا ہے۔یہ نہیں کیا کہ ایک وقت میں ایک سیکشن کو چھٹی کرا دی اور دوسرے سیکشن کو دے دی۔ یہ ہے رب العالمین، پالنہار۔اب پالنہار کا معنیٰ سمجھ میں آیا کہ نہیں؟

یہ ہے خدا،جس خدا کو مسلمان مانتے ہیں،جس خدا نے اپنا تعارف کروانے کے لئے نظام یہ رکھا کہ اس نے اپنے نمائندے رسول بھیجے،اوراس نے اپنے آپ کو منوانا جو تھا تو وہ اس زمین پر بسنے والے انسانوں سے منوانا تھا، پرندوں سے، چرندوں سے، نباتات سے،درختوں سے، پتوں سے، پھولوں سے زمین کے ذرّات سے نہیں منوانا تھا۔

اللہ نے اپنی رحمت کے نمونے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے انسان کو خلیفہ بنایا

یہ احکام جس کو آپ کہتے ہیں کہ عدل قائم کرنا، انصاف قائم کرنا، صلہ رحمی بجالانا،عبادت بجالانا،غزا کرنا، برائیوں کو روکنا،قلم سے روکنا، زبان سے روکنا، ہاتھ سے روکنا، قانون بنا کے روکنا،تعلیم دے کے روکنا، یہ ساری ذمہ داریاں نبھانے کی استعداد خدا کی مخلوق کے سیکشنوں میں سے صرف حضرت انسان میں ہے باقیوں میں نہیں۔دیکھ لیجئے۔ جتنے بھی جانور ہیں، روح والی چیزیں، جانور کا معنیٰ روح والی چیزیں، پالنہار سب کا ہے۔لیکن اپنا نائب بنانے کے لئے،خلیفہ بنانے کے لئے تاکہ اس کی رحمت کے نمونے دنیا کے سامنے پیش کرے،اس کام کے لئے اس نے اپنے سارے سیکشنوں میں انسان کو منتخب کیا اوروں کو منتخب نہیں کیا۔ پورا تولنے کی ذمہ داری:

{ وَاَقِيۡمُوۡا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ }

قاری صاحب نے پڑھا اور آپ نے سنا خدا قبول کرے۔آرڈر دیا، جیسے انسان آرڈر دیتا ہے اس نے بھی آرڈر

دیا۔"وَاَقِيْمُوْا" برابر رکھو آرڈر ہے یہ"الْوَزْنَ" تولنے کو وزن کرنے کے سامان کو"بِالْقِسْطِ" انصاف کے ساتھ کسی طرف جھکا ہوا نہ ہو۔اب یہ ذمہ داری ہم انسان کر سکتے ہیں ، یہ عقل ہمارے اندر ہے ،حیوان سے تولواؤ تو وہ تول سکتا ہے؟ {اُسْجُدُوْا لِلّٰهِ} سجدہ کرو اللہ کے لئے ،اب اس آرڈر کی تعمیل، ڈسپلن میں رہنا، اس ڈسپلن کو عملی شکل میں پیدا کر کے اور یہ بتانا یہ صرف انسان کرسکتا ہے۔سجدے میں دو جگہ کا زمین کے ساتھ لگنا ضروری ہے یہ دیکھ لو،(ایک پیشانی اور دوسری ناک) اگر ان دونوں میں سے کسی ایک پر زخم ہوتو دوسرے پر اکتفا کیا جا سکتا ہے ،لیکن معذوری کوئی نہ ہوتو سجدے میں دونوں کا لگانا ضروری ہے ۔اور یہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوں نہ آگے ہوں اور نہ پیچھے۔اب اس ڈسپلن کا اس طریقے سے مظاہرہ کرنا اور اس طریقے سے سجدہ کر کے دکھانا یہ صرف انسان ہی کرسکتا ہے ، باقی مخلوق نہیں کرسکتی۔

روزی کے کھانے میں سارے محتاج ہیں اور اس میں سب شریک ہیں،لیکن جس کا نام عبادت ہے ،عبادت کا معنٰی ہے ڈسپلن کا مظاہرہ کرنا،سو فیصدی ڈسپلن کے اندر رہنا، پورا کا پورا،جس کو آپ کہا کرتے ہیں پروٹوکول کے مطابق ،اس قسم کے ڈسپلن کا نام عبادت ہے ،شریعت کے محاورے میں اللہ کے بتائے ہوئے ڈسپلن کو بجالانا اس ذمّہ واری کو حضرت انسان پورا کرسکتا ہے، باقی کوئی بھی نہیں پورا کرسکتا۔اس لئے اس نے فرمایا:

{ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً }

جب رب نے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ اپنا نائب پیدا کر رہا ہوں ۔

ایک تیسری مخلوق انسان پیدا کر رہا ہوں ۔ملائکہ اور جنّات دونوں پہلے سے موجود تھے ۔انگریز نے خلیفہ کے معنٰی رسول اللہ کے خلفاء کی توہین کرانے کے لئے ،رسول اللہ کے چار یاروں کی بے ادبی کروانے کے لئے ،انگریز نے ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۵۷ء تک اپنی قلم رو میں جہاں کہیں دنیا میں اس کا اختیار چلتا تھا،تہذیب چلتی تھی، تمدّن چلتا تھا، پالیسی چلتی تھی،تو اس نے لفظ خلیفہ ہمیشہ کہلوایا، حجامت کرنے والوں یا پانی بھرنے والوں مشکیوں کو ، مقصد حضرات صحابہ کرام کی توہین اور لوگوں کو دکھانا تھا کہ نبی کے خلفاء العیاذ باللہ ایسے ہوں گے،توبہ استغفار۔انگریز کی ہر بات میں پس پردہ مسلمانوں کی دشمنی مقصود ہوتی ہے یہ یاد رکھیئے گا۔سمجھے کہ نہیں ۔تو خیر بات دور نہ نکل جائے ۔

اللہ نے فرمایا کہ میں تو ایک خلیفہ اپنا بنانا چاہتا ہوں ،فرشتوں نے کہا اے اللہ! تعریف وتسبیح ، حمد وثناء کے لئے تو ہم کافی ہیں،تو اللہ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ۔{اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ} میں اچھا جانتا ہوں تم کچھ بھی نہیں جانتے ۔اور جب حضرت آدم کو علم دے دیا اللہ نے اور علم کے بعد ذمہ واری کا حلف لے لیا کہ اب تم نے ڈسپلن میں رہ

کر کے ہر کام میں پروٹوکول کے مطابق گزرنا ہے با قاعدہ ہر کام کو اُس کے ٹائم پہ کرنا ہے ۔اور یہ یہ تمام چیزیں تمہاری ضرورت کے لئے ہیں ۔ {وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا} جس تعلیم کو آج مسلمان کچھ نہیں سمجھتے، دیکھ لو! آدمی کا شرف تعلیم سے شروع ہوا ہے ۔ {وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا} سکھا دیئے خدا نے آدم کو نام تمام چیزوں کے، یہ جتنے ہم نام بولتے ہیں ناں، ان تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے ۔اور اس کے بعد {ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ} آدم کو جب سکھا دیئے تو انہوں نے چونکہ اعتراض کیا تھا لہٰذا ان سے کہا کہ اچھا جی پھر تم بتاؤ،تم تو پہلے سے ہو یہ تو اب آیا ہے بعد میں اور تم نے کہا ہے کہ اور کسی کی ضرورت نہیں ہے" اسّی کافی شافی ہاں" تو فرمایا کہ تم بتاؤ؟ فرشتے فرشتے تھے،انہوں نے صاف کہہ دیا:

{ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا }

اے ہمارے رب! تو ہر عیب سے پاک ہے ۔ یہاں "سُبْحَانَكَ" کا معنٰی یاد رکھو۔ سُبْحَانَكَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ: اے اللہ تو ہر عیب سے پاک ہے،بغیر حکمت اور بغیر کسی مطلب کے کام کرنا یہ بھی عیب ہے کہ نہیں؟ تو فرشتوں نے اقرار کر دیا کہ اے اللہ تیرا جو بھی کام ہے وہ کسی حکمت فائدے پہ منتج ہوتا ہے،اور مبنی ہوتا ہے تو ہر عیب سے پاک ہے ۔" لَا عِلْمَ لَنَا " ہمیں کوئی علم نہیں،ہم کچھ نہیں جانتے ۔" إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" ہاں جتنا آپ نے سکھایا ہے اُتنا ہی جانتے ہیں ۔تو اللہ نے پھر آدم علیہ السلام سے فرمایا: {قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ} آدم اب سناؤ ان کو! ان تمام موجودات اور مخلوقات کے نام جو میں نے تم کس سکھائے اور بتائے ہیں وہ سب ان کو بتا دو۔

{فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ} آدم علیہ السلام نے ان تمام چیزوں کے نام بتا دیئے،اس کا یہ نام ہے اس کا یہ ہے، یہ زمین ہے، یہ آسمان ہے، یہ سورج ہے، یہ ستارے ہیں، اس کا م نام چاند ہے، اس کا نام آدمی ہے، اس کا نام درخت ہے فلاں، فلاں سارے بتا دیئے ۔ اب دیکھ لو کہ وہ پروٹوکول پورا کرنا کہ علم سیکھ کر آگے فرشتوں کو نام بتا دینا یہ آدم کی استعداد تھی فرشتوں کی استعداد نہیں تھی ۔

نابالغ بچے کے اندر دو من سامان اٹھانے کی استعداد ہوتی ہے؟ آپ سے پوچھ رہا ہوں ہوتی ہے؟ نہیں ہوتی جوان آدمی اٹھائے گا،اس پورے چھت کو ہاتھوں کے ساتھ اٹھانے کی ہمارے دس بیس آدمیوں کی استعداد ہے؟ نہیں۔ ہر چیز کو خدا نے جدا جدا ضرورت کے لئے اور جدا جدا حکمت کے لئے پیدا کیا ہے ۔تو فرشتوں میں یہ خصلتیں نہیں جو ہمارے اندر ہیں، فرشتے کھاتے نہیں، پیتے نہیں، اولاد نہیں جنتے،سوتے نہیں،اور ان کے پیٹ کے اندر جناب من معدہ نہیں ہے ۔ وہاں کوئی چیز

جمع نہیں ہوتی، وہاں غلاظت جمع نہیں ہوتی، وہاں بول و براز کی ضرورت نہیں، وہاں یہ خواہش نہیں ہے جو بالغ ہونے کے بعد آدمی کو ہوتی ہے اپنے جوڑے کی۔ وہاں داج اکھٹا کرنے اور گھوڑی پر چڑھنے کی ضرورت نہیں، نہ بارات ہے نہ شادی ہے، نہ بیاہ، نہ بچے پیدا ہوتے ہیں، نہ کوئی مرد ہے نہ عورت ہے، نہ کسی کو حیض آتا ہے، نہ چلّہ ہوتا ہے، نہ ناک بہتی ہے کچھ بھی نہیں۔ خدا نے ایسی مخلوق پیدا کی ہے، فرشتہ ایسی مخلوق ہے، درود شریف پڑھ لیجئے گا۔

{ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد }

تو خیر بات دور نہ نکل جائے عرض کر رہا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

{ تَنَزَّلُ الْمَلاَ ئِکَۃُ حَوْلَ الْکَعْبَۃِ فِیْ کُبْکُبَۃٍ }

حدیث پاک کے الفاظ ہیں: کہ تمام فرشتے لیلۃ القدر کی رات جونسی بھی ہوتی ہے، یہ اتنی باتیں میں نے لیلۃ القدر کے بارے میں کیں کہ ہمارے حساب سے ہمیں معلوم نہیں کہ آج ہے یا کل ہے یا پرسوں ہے۔ اور اسی طرح ساری روئے زمین کے مسلمانوں کے حساب سے۔ دوسری حدیث میں ہے یہ سن لیجئے گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا صحابہ نے کہ یا رسول اللہ یہ لیلۃ القدر کب پائی جاتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے آگے سے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے سارے مہینے میں لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ اور معین کسی ایک رات میں نہیں ہوتی یہ پھرتی رہتی ہے۔

اولیاء اکرام میں سے امام رازیؒ، اور حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ، خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ، مجدّد الف ثانی سرہندیؒ، اور خواجہ باقی باللہؒ، خواجہ زکریاؒ اور اس سے پہلے کے حضرات میں سے اور خاص کر کے تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں سے امام اعظم ابو حنیفہؒ، جیسے ہزاروں بزرگان دین حضور کی حدیث کی تابعداری میں فرماتے ہیں، مشاہدات بتاتے ہیں، کسی نے خواب دیکھا ہے، کسی نے بیداری میں لیلۃ القدر کی رات دیکھی، اور یہ فرماتے ہیں کہ یہ رمضان کی سب راتوں میں سے کسی نہ کسی رات میں پھرتی رہتی ہے۔ کوئی ایک معیّن رات نہیں کہ جناب من اتوار کا دن ہے اور سینگ بج گیا، اور رات کے دو ڈھائی بجے گھنٹی بج گئی، ڈنگا، ڈنگا، ڈنگا، ڈنگا، اور دو چار گھنٹے بیٹھ کر پوجا پاٹ کر لی، اللہ اللہ خیر سلّہ، یہ اسلام ایسا دین نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلسل جدوجہد کا دین ہے، لگاتار عمل کرنے کا دین ہے۔

اور لگاتار عمل کرنے کے لئے لیلۃ القدر کی رات کو دوسری راتوں کے غلاف میں چھپا کر کے پردے میں رکھ دی ہے، اور پھر کہہ دیا کہ مجاہدو! کرو جدوجہد، نفلیں پڑھو، تلاوت کرو، ذکر کرو، دعاؤں میں لگو، مراقبہ کرو، جونسی عبادت جی چاہتا

ہے کرو۔لیکن اس موتی کو تلاش کرو کہاں سے نکالو گے؟ جیسے اُس ریت کے ڈھیر میں سے ایک دانہ موتی کو نکالنے کے لئے ساری ریت کو چھانتا ہے۔اور سمجھنے کے لئے درود پڑھیں تا کہ مسئلہ جلدی سمجھیں۔

درود شریف پڑھنے کی ترغیب

یادرکھو روحانیت کے اندر روحانی کرنٹ ہوتا ہے تو روحانیت چمکتی ہے، جیسے یہ پنکھا ہے جب تک اس کے ڈھانچے میں کرنٹ نہ پہنچے تو یہ ڈھانچہ آپ کو گھوم کر ہوا کی سہولت نہیں پہنچا سکتا۔ایسے ہی ہمارے جسم کا یہ جو ڈھانچہ ہے اس کو بھی روحانی کرنٹ کی ضرورت ہے۔تو یادرکھو قدرو قیمت روح کی ہوتی ہے، جیسے جب ہمارا کوئی اپنا مرجائے، اپنا سگا باپ مرجائے، بیٹا مرجائے، بیوی مرجائے، کوئی بھی مرجائے، روح جب جدا ہوتی ہے تو کیا پھر اس کے بعد اس کے ساتھ پھر وہی احساسات، اور وہی معاملات جو ساری زندگی کرتے ہیں، کرنے کے لئے کوئی تیار ہوتا ہے؟ او بولو! اس کی لاش پھر کوئی گھر میں رکھنے کے لئے تیار ہے؟

تو معلوم ہوا کہ قدرو قیمت اُس چیز کی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی، اور یہ اُس کا ظاہری ڈھانچہ ہے۔یہ ایسا ڈھانچہ ہے جیسے درزی بھائیوں کی دوکان میں میم کھڑی ہوتی ہے۔لیکن وہ صرف دکھانے کی ہوتی ہے اس سے آگے اور کچھ نہیں۔مثال سمجھا رہا ہوں، یا جیسے درزی بھائیوں اور کپڑے والوں کی دوکانوں میں صاحب بہادر کھڑا ہوتا ہے، اَیسے مونچھیں لگائی ہوئی ہیں، اور سر پر پگ باندھی ہوئی ہے اور لباس پہنایا ہوا ہوتا ہے، بابو بنا ہوتا ہے، اصلی بابو تو نہیں ہوتا ناں کہ خود اپنا لباس پہن لے، نکال لے۔اٹھ جائے، بیٹھ جائے۔

تو بات دور نہ نکل جائے عرض کر رہا تھا کہ جب تک بندے کا روحانی تعلق اللہ کے ساتھ، اور اللہ کی طرف سے دنیا میں جو روحانیت کا مین پاور ہے مدینہ منورہ، جناب رسول اللہ ﷺ کی ہستی، اور پھر اس کے لئے اللہ پاک نے جو بڑے بڑے ذریعے پیدا کئے ہیں کرنٹ پیدا کرنے کے لئے وہ یہ عبادات ہیں، قرآن پاک ہے، حضرات صحابہ ہیں، اہل بیت ہیں، اولیاء اکرام ہیں، ماں باپ کی خدمت ہے، استادوں کی خدمت ہے، خدا کے گھر کی خدمت ہے، وغیرہ وغیرہ۔یہ سارے اسباب جب پیدا کئے جاتے ہیں تو پھر یہ کرنٹ صحیح آتا ہے، پھر یہ ہوا دیتا ہے، پھر پسینہ خشک ہوتا ہے۔مثال میں سمجھا رہا ہوں۔اگر یہ کرنٹ نہ پہنچے اور ہوا نہ دے، اور کام کرنا چھوڑ دے، تو پھر یہ پنکھا جسے چھ سات سو روپیہ میں لائے تھے اسے کباڑیوں کے حوالے کرو گے یا نہیں؟ وہ چاہے پچاس روپے دیں، یا دس روپے دیں۔

ایسے ہی میرے اور آپ کے جسم میں ایمان اور روحانیت کی کرنٹ جب آتی ہے تو اس کی قدرو قیمت ہے خدا کے ہاں۔اور اگر یہ ایمان والا کرنٹ نہ رہے تو پھر اس کی کوئی قدرو قیمت نہیں۔یہ ڈھانچہ ہے، اور ڈھانچے کی کوئی ویلیو نہیں ہے،

ڈھانچے کے اندر کی بات کرو۔درود شریف پڑھیں۔

{ أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد }

ڈھانچے قیمتی ایمان سے بنتے ہیں

ایک شخص ہے حبشہ کا رہنے والا کالا سیاہ رنگ ہے، خدا ج پہ لے جائے سب کو تا کہ کالے دیکھو اپنی آنکھوں سے سوڈان اور دوسرے علاقوں کے۔تو ایک شخص ہے حبشہ کا رہنے والا کالا سیاہ رنگ ہے، اس کے گاؤں کا کسی کو پتہ نہیں، برادری کا کسی کو پتہ نہیں، کنبے کا پتہ نہیں، باپ کا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے، دادے کا بھی پتہ نہیں۔اور وہ مکہ مکرّمہ میں ہے، اور ہے بھی بیچارہ غلام ہے، آزاد بھی نہیں، بیگار کرتا ہے با قاعدہ، مصیبتیں جھیلتا ہے۔لیکن اُس کے دل کے اندر جب حرارت پیدا ہوتی ہے مقناطیسی۔

جیسے وہ سکے کے روپے ہوتے تھے تو مقناطیس اس روپے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔دیکھا ہے کہ نہیں دیکھا؟ تو اُس کے دل کے اندر جو کیفیت ہے، قابلیت، صلاحیّت اُس نے جب دیکھا ہے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، اور اس کے قرآن کو جب سنا تو وہ بیدار ہوا اور، اُس کی بیداری کے بعد اس کے دل میں حرارت پیدا ہوئی، تو وہ وہی الفاظ بولنے لگ گیا، اور وہی عقیدہ رکھنے لگ گیا کہ جس کو مکّہ مکرمہ کے چوہدری، مکّہ مکرمہ کے رئیس، مکّہ مکرمہ کے سردار، مکّہ مکرمہ کے خان بہادر، مکّہ مکرمہ کے وڈیرے، نمبر دار، ضلع دار، کارخانے دار، تاجر، اونٹوں والے، پیسے، ٹکّے والے نہیں برداشت کرتے تھے۔اُس نے وہی کلمہ زبان سے کہہ دیا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه : نام اُس کا ہے حضرت بلال حبشی۔اُن کا اتنا تو پتہ ہے کہ حبش کا باشندہ ہے اور نام ان کا حضرت بلال ہے۔

اور اس کے مقابلے میں جسم کا دوسرا ڈھانچہ ہے جو شجرہ نسب میں سیدنا خواجہ عبد اللہ کا بھائی، جو عبد المطلب کی اولاد ہے اور سلسلہ نسب چلتے چلتے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے جو دونوں نبی ہیں۔اور نیچے سلسلہ نسب میں اُن کا اپنا بھتیجا نبی کیا، نبیوں کا سردار، خاتم النبیّین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، کہہ دو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھتیجے کو خدا نے یہ مرتبہ دیا ہے۔اور اُوپر شجرۂ نسب میں پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ نبی ہے کہ جو تمام نبیوں کا باپ ہے۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار تقریباً رسول گزرے ہیں۔جن میں سے نو (۹) رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں یہ یاد رکھیں، آپ نے تو کتابیں نہیں پڑھیں، ہم مطالعہ کرتے ہیں تب آپ کو بتا رہے ہیں، نو (۹) رسول حضرت

ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں دسویں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔تو باقی ایک لاکھ سے زائد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں محمد الرّسول اللہ ﷺ سمیت۔سمجھ گئے کہ نہیں ۔ جو شخص اتنے انبیاء کا باپ اور پردادا ہے کوئی تھوڑی برکتیں جمع ہوں گی؟

تو اب یہ جناب من جس کو ابولہب کہتے ہیں ،جس نے رسول اللہ کو بد دعاء دی تو خدا کو غصہ آیا اپنے رسول کی بے ادبی کرنے پہ،خدانے اپنی غیرت میں اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس کو کہہ کر کے قیامت تک کے لئے اس کا نام ہی رکھ والیا ابولہب ۔اور تاریخ سے اصل نام ہی مٹ گیا۔

اور جو دوسرا اس سے بھی بڑا ہے، جو پنچائیت کا سربراہ ہے، جو قتل کے مقدموں کا فیصلہ کرتا ہے،اور جناب من خون بہا لوگوں کو دلاتا ہے،جھگڑے ہوتے ہیں پورے مکہ میں تو ان کے معاملات طے کرتا ہے،ابوالحکم اس کا لقب تھا،جیسے ہمارے ہاں لقب ملا کرتے ہیں ۔ ابوالحکم کا مطلب ہے فیصلوں کا باپ ۔ جیسے انگریزی میں کہتے ہیں چیف جسٹس، اور عربی میں کہتے ہیں قاضی القضاۃ ،ججوں کا جج ،اور چیف جسٹس کا معنیٰ تو آپ خود ہی جانتے ہیں ۔

میں نے تو یہ بولی پڑھی نہیں ، میں تو قبائلی علاقے کا باشندہ ہوں ،بچپن میں اُدھر پڑھا ہے اور آخری عمر میں جا کر کے دہلی میں اور میرٹھ میں اور رام پور میں پڑھا ہے ۔ درمیانی عرصہ سارا اُدھر ہی گزارا ہے ۔ نہ قاعدہ اُردو کا پڑھا نہ دوسری پڑھی، نہ تیسری پڑھی ۔ اور اچھا ہے کہ نہیں پڑھا، اس لئے کہ جس تعلیم کی ابتداء ہی شروع ہوتی ہو الف الُّو ،ب، بکری، لام ، لومڑی ،ک، کتا،ن ،نور جہان ۔خود انصاف کرو اُس تعلیم سے پڑھنے والے بچے کے ذہن میں کیا بیٹھے گا؟ یہ انگریز کی پالیسی تھی ،سمجھ جاؤ۔

اور اگر ہمارے پاس آئے گا تو ہم پڑھائیں گے : الف ،اللہ، ب: بسم اللہ ،میم ،محمد، کہہ دو ﷺ ، ح،حضرت ابراہیم ،حضرت اسماعیل ،حضرت نوح ،ک: کعبہ، ق،قرآن، ا: ابوبکرصدیق، ع: عمرفاروق، ع: عثمان غنی، ع: علی المرتضیٰ ۔ ح: امام حسین، ح: امام حسن ، ف: فاطمۃ الزہراء، ع: عائیشہ صدیقہ، خ: خدیجۃ الکبریٰ ،میم: مسجد، ر: روزہ مبارک ،تو جب بچہ یہ قاعدہ پڑھے گا تو تم ہی بتاؤ پہلے ہی سے بچے کے ذہن میں یہ چیزیں بیٹھیں گی یا نہیں بیٹھیں گی؟ لارڈ میکالے اور کرزن کو مولوی ویسے ہی گالیاں دیتے ہیں؟

تو خیر بات دور نہ نکل جائے : ڈھانچے پہ کرنٹ پہ بات کر رہا تھا، کہ اب دیکھ لیجئے گا شجرۂ نسب کے لحاظ سے ہاشمی، ہاشمی۔اتنا بڑا اچھا شجرۂ نسب ہے،قریش میں سے اور قریش میں سے پھر اوپر جا کر قبیلہ عرب ہے یعرب کی اولاد ہے ۔اور شجرۂ نسب یہاں سے شروع ہو کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام پہ ختم ہوتا ہے ۔لیکن کرنٹ وہ قبول نہیں کیا جس کرنٹ سے فائدہ ہوتا

تھا: {لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ}۔اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ان الفاظ کا اقرار بھی نہ کیا، اور آگے اس کرنٹ کو اپنے سینے میں جگہ بھی نہ دی۔تو شجرۂ نسب نے پھر ابولہب اور ابوجہل کو خاندان نبوت سے نکال کر کے قیامت تک کے لئے منحوس ترین نام اُن کے بن گئے، اور دنیا میں گالیوں کا سبب بن گئے کہ نہیں بن گئے؟ شجرۂ نسب دیکھو کہاں پہنچتا ہے؟ اسی لئے تو اللہ پاک نے اسلام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ اسلام عقیدے اور عمل دونوں کے جڑنے کے بعد جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسلام اس کو فوقیت دیتا ہے، قدر کرتا ہے۔اسلام شجرۂ نسب کو نہیں دیکھتا۔

وہ جو بلال کا ڈھانچہ ہے، بظاہر کالاکلوٹا ہے، بڑے بڑے ہونٹ ہیں، خاندانی طور پر اس کو کوئی نہیں جانتا، اس کو رُتبہ یہ ملا جناب من کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو فرمائیں کہ: "أَرِحْنَا یَابِلَال" کہہ دو صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

آذان کا وقت ہوتا ناں تو حضور فرماتے بلال! ہمیں راحت پہنچاؤ۔یعنی آذان دے۔اور حضرت بلالؓ مسجد نبوی میں اذان دیتے۔اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے تشریف لے گئے تو اتنا صدمہ ہوا رسول اللہ کی جدائی کا کہ کئی روز تک آذان دی ہی نہیں، صحابہؓ منتیں کرتے کہ آذان دے تو کہتے کہ جب میں آذان دیتا تھا تو حضور میرے سامنے تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اس لئے کہ میں آذان دیتا ہی تب تھا جب حضور مجھے آذان کا فرماتے تھے۔اب جب میں آتا ہوں ناں: {أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰہِ} جب اس جملے پہ آتا ہوں تو آقاء میرے سامنے نہیں ہوتے لہٰذا آذان مجھ سے نہیں دی جاتی۔

دیکھا کرنٹ کے فرق کو اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوئی تو بن گئے کیا؟ حضرت بلال: کہہ دو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اتنے القاب مل گئے، اور دوسری طرف اسلام قبول نہیں کیا اور یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی تو دیکھ لو کوئی دُور پار کی بات نہیں ہے جناب من باپ کے بھائی ہیں، چچا ہیں، سگے دادے کی اولاد ہے، لیکن آج دیکھ لو پوری روئے زمین پہ ان کے نام پر دنیا میں کوئی نہ مسجد کا نام رکھنے کے لئے تیار ہے، اور نہ کوئی سڑک کا۔کوئی نام رکھتا ہے شارع ابوجہل، کوئی کہتا ہے شارع ابولہب؟ اتنے منحوس ہوگئے اللہ کی توحید، اور محمد الرسول اللہ کی ختم نبوت کے ان دو پوائینٹوں کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے۔باوجود نسب ایک ہونے کے۔درود شریف پڑھ لیجئے:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ بھائیو! یہ جو ڈھانچے ہیں ناں، یہ ڈھانچے قیمتی تب ہیں جب ان کے اندر قیمتی چیز پیدا ہو جائے اور وہ قیمتی چیز ہے ایمان۔اللہ میرا اور آپ کا ایمان کامل فرمائے۔لیکن یہ صرف دعاؤں سے کامل نہیں ہوتا، اس کے لئے باقاعدہ نسخہ استعمال کرنا پڑے گا۔

نوجوانو! ایک بات کہہ کے ختم کرنا چاہتا ہوں، سخت سردیاں ہیں دسمبر اور جنوری کی۔اور ایک آدمی سردی کی وجہ سے

ٹھرٹھرا رہا ہے، کانپ رہا ہے، گرم کمبل اور گرم کپڑے لا کر کے اگر آپ اس کے سامنے رکھ دیں اور اُس کی تعریفیں شروع کر دیں کہ یہ ایسا کمبل ہے اور ایسا کپڑا ہے، اتنا گرم ہے، فلاں ملک کا بنا ہوا ہے، فلاں جگہ سے لایا ہے، اور اُس آدمی کے اوپر نہیں ڈال رہے، بتاؤ اس تقریر سے اس کی سردی دور ہوگی؟ کوئی تقریر نہ کرو، جو تھر تھر کانپ رہا ہے بلکہ عملی کام کرو کہ کمبل لاکر اس پر ڈال دو۔ اور گرم گرم دودھ چینی ڈال کر اسے ایک گلاس پلا دو، تقریر کچھ بھی نہ کرو۔ سردی ختم ہوگی یا نہیں ہوگی؟ او بولو! ہوگی۔

ساون کی شدید گرمی ہے، پسینہ نکل رہا ہے، بدبو آرہی ہے سب سے۔ اور میری پنکھوں کی دوکان ہے، پنکھے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور میں تعریف کر رہا ہوں کہ صاحب یہ ایسا پنکھا ہے، ایسی ہوا دیتا ہے، یہ کوثر وتسنیم کی ہوا، یہ فلانی ہوا، لقاطی کی جناب من انتہا کر دوں، تو آپ کہیں گے "مولوی جی تقریر اں تھوڑی کرو، مہربانی کرو چلا کے بھی ذرا دکھاؤ، ذرا ہوا بھی تے ساڈے اُتے لگے"۔

دوسری مثال: ایک آدمی بھوک سے مر رہا ہے، نڈھال ہو رہا ہے، آپ لاکر روٹیاں اس کے سامنے رکھ دیں، حلوہ بھی رکھ دیں، اور اُس کھانے کی تعریفیں کرو، کہ اتنا لذیذ ہے، فلاں باورچی سے پکوایا ہے، فلاں جگہ سے منگوایا ہے، اور اُس کے منہ میں لقمہ نہ ڈالو، یا وہ پیاس سے مر رہا ہے، اور اس کو پانی، شربت نہ پلاؤ تو صرف تعریفوں سے اس کی پیاس اور اس کی بھوک مرے گی؟ اور اگر یہ تقریریں نہ بھی ہوں پیاسے کے منہ میں پانی ڈال دو، اور بھوکے کے منہ میں دو لقمے ڈال دو تو جان آجائے گی کہ نہیں آئے گی؟ تو ان مثالوں سے بات کو سمجھو۔ اسلام عمل مانگتا ہے۔ عقیدے کی تصحیح اور زبان سے اقرار کے بعد مسلسل عمل مانگتا ہے۔ وہ شعر آپ جو پڑھتے ہیں کہ:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ۔۔۔ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

عمل ہی سے ہے جو کچھ بھی ہے۔ سرور کونین تاجدار مدینہ، رحمۃ للعالمین، تاجدار مدینہ ﷺ سے لے کر اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار جو ہستیاں گزری ہیں صف اوّل کی، نبیوں کی ہستیاں۔ صف دوم کی ہستیاں پھر ہر نبی کے صحابہ ہیں، چاہے ابراہیم علیہ السلام کے ہوں، چاہے موسیٰ علیہ السلام کے ہوں چاہے عیسیٰ علیہ السلام کے ہوں اور چاہے محمد الرّسول اللہ ﷺ کے ہوں۔ کسی ایک کے دور میں یہ بتاؤ کہ انہوں نے عملی طور پر کچھ نہ کیا ہو، اور صرف زبانی باتوں کا سہارا لیا ہو۔

آج ہماری دعاؤں میں اثر نہیں، آج ہمارے کاروبار میں برکت نہیں۔ آج ہمارے قانون میں جان نہیں، آج ہم پر حکمران ہو تو رحم نہیں کرتا، آج ہم رعایا ہوں تو ہم تابعداری نہیں کرتے، آج اولاد باپ کا ادب نہیں کرتی، آج ماں باپ

اولاد کے اوپر شفقت نہیں کرتے ،آج شاگرد استاد کا ادب نہیں کرتے ، ہر محاذ پر دیکھوتو رو رہے ہیں کہ جی کچھ نہیں ،لیکن یہ بھی کبھی دیکھا ہے کہ ان تمام چیزوں کو ہمارے مناسب حال کرنے والی ہستی کا نام کیا ہے؟ اللہ!

جب ہم اللہ کے نہیں ہیں تو اللہ پاک اپنے تابعدار تمام سیکشنوں کو کیوں کہے کہ تم اس کا کام کرو۔

{ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ }

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے کیا بنایا ہے؟ بولو! مائیکروفون جو کیچ کرتا ہے،سب کی گفتگو کو کیچ کر کے اندر پہنچاتا ہے کہ نہیں پہنچاتا؟{وَالْاَبْصَارَ} آنکھیں بنائیں،{وَالْاَفْـِٕدَةَ} دل بنایا۔

پیر بنائے ،ہاتھ بنائے یہ سب اللہ کے کنٹرول میں ہیں کہ نہیں؟ تو جب اس کی مرضی آتی ہے تو اس نے آنکھ کا کام یہ بنایا ہے کہ وہ دیکھے، کان سے کہا کہ خبردار تو نے دیکھنے کا کام نہیں کرنا تو نے سننے کا کرنا ہے۔زبان سے کہا کہ تم چکھنے کا کام کرنا دیکھنے سننے دونوں کا کام نہیں کرنا۔یہ تقسیم ، یہ ساری قوتیں ، یہ ایک مین پاور ہے جسے آپ جگر کہتے ہیں خون وہاں سے جاتا ہے کہ نہیں جاتا؟

تھوڑی سی ڈاکٹری بھی بتادوں، یہ جو ابھی مغرب کو لوگ کھا کر آئے ہیں جس کو جو بھی میسر تھا، اب اندر جا کر کے سارا مخلوط ہو کر کے ایک گارا بن کر کے جناب من چائے ، اور پانی اور نسوار اور تمباکو، اور پکوڑے دالیں، اور گوشت موشت سارا ایک جگہ گیا اور وہاں فلٹر بھی ہو گیا،اور فلٹر ہونے کے بعد مختلف سیکشنوں میں تقسیم بھی ہو گیا۔یہ اختیار کس کا ہے ذرا سن تو سہی۔

خدا کا یہ قرآن جو آپ نے سنا ہے اس میں وہ اپنی توحید سمجھانے کے لئے کہتا ہے: { وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ }تمہارے اپنے جسم کے اندر میرے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے کی دلیل موجود ہے،کیا تم دیکھتے نہیں؟

تو محمد الرّسول اللہ کا رب وہ رب ہے جس نے تمہارے اس گوشت کو سننے پہ لگایا،اس گوشت کو دیکھنے پہ لگایا، اس گوشت کو چکھنے پہ لگایا، اس کو ٹٹولنے پہ لگایا، یہ ٹٹول کے بتاتا ہے کہ سخت ہے یا نرم ہے یا گرم ہے۔قوت خمسہ ان کو کہتے ہیں، یہ پانچ قوتیں اللہ نے دے رکھی ہیں، سامعہ سننے والی ، باصرہ دیکھنے والی، ذائقہ، چکھنے والی ، لامسہ، چھونے والی اور ناطقہ بولنے والی ۔اب ذرا سوچ لیں یہ قوتیں ایک ہی جسم کے اندر ، ایک ہی خون جاتا ہے،ذرا سا یہاں سے کاٹ کر دیکھو اور یہاں سے خون نکلے گا کہ نہیں نکلے گا؟ تو خون کی ٹینکی ایک ہے یا دو ہیں؟ تو خون ایک ہے اور طاقتیں جدا جدا دے رکھی ہیں، جس نے یہ طاقتیں رکھی ہیں اُس کا نام اللہ ہے۔اور اُس اللہ نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے اپنا ایک بندہ منتخب کیا نبوت کے لئے ،اور اس کے اوپر قرآن نازل کیا،کس مہینے میں نازل کیا؟

{ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ }

رمضان میں، کس رات میں نازل کیا؟ لیلۃ القدر میں، کس مقام پر نازل کیا؟ غار حرا میں۔ غار حرا مکہ مکرمہ سے باہر ایک غار ہے۔

ایک بات پوچھتا ہوں۔ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات غار حراء میں نازل ہوئیں جب حضور وہاں تشریف فرما تھے۔ اگر حضور ﷺ اس پہلی نزول وحی کے وقت غار حرا میں نہ ہوتے اور مکہ مکرمہ کی کسی اور ڈھیری پہ اور کسی جگہ میں ہوتے تو آج متبرک وہ جگہ ہوتی یا غار حرا؟ وہ ہوتی۔ٹھنڈے دل سے سوچ کے بتاؤ؟ وہ ہوتی۔ یہ رمضان کا مہینہ خدا یہ سمجھا رہا ہے کہ میری تمام برکتیں جو میرے کنٹرول میں ہیں کسی اور کے کنٹرول میں نہیں ہیں، میں اپنی ان برکتوں کو اس اس طرح تقسیم کرتا ہوں اے میرے بندو! تم میرے ساتھ رابطہ پیدا کرو، لیکن میرے ساتھ رابطہ براہ راست نہیں ہوگا، میرے ساتھ رابطہ کرنا ہے تو میرے بھیجے ہوئے رسول محمد الرّسول اللہ ﷺ کی ہُو بہُو تابعداری کرو، یہ نہیں کہ جو پسند ہوا اُسے لے لیا، اور جو پسند نہ ہو اُس کو چھوڑ دیا۔

رواجات کو مت اپنائیں

آپ شہری ہیں آپ نہیں جانتے، ہم دیہاتی ہیں ہم جانتے ہم فصل میں گوڈی کرتے ہیں، تالی کرتے ہیں، تالی اس کو کہتے ہیں کہ مکی کے اندر سے اور دھان کے اندر سے گھاس نکالی جائے، اور گوڈی اس کو کہتے ہیں کہ کچی، بیلچہ شیلچہ لے کر گھاس وغیرہ کاٹ کر الگ کردیں، تو ہم دین کے اندر گوڈی، تالی کرتے ہیں، جو رواج ہمارے پسند کا ہوتا ہے ہم اسے دین بنا کر کے چھاتی سے لگا کر کے رگڑنا شروع کر دیتے ہیں۔اور جو ہمیں دشوار معلوم ہوتا ہے، جس میں جسم کو تکلیف ہو، وقت خرچ ہوتا ہو پیسہ خرچ ہو دین کے اُس حصّے کا ہم نام بھی نہیں لیتے ”اے مولویاں دا کم ہے جی، اسّی تے فارغ نہیں آں، اسّی اور بہوں کام کرنے ایں“۔ سمجھے؟ میٹھا میٹھا ہپ ہپ تے کڑوا کڑوا تھو۔

جب دین کے ساتھ ہم یہ مذاق کریں گے تو پھر خود ہی سوچ لو پھر اس دین اور عبادات اور دعاؤں کے ساتھ وہ برکتیں کہاں سے آئیں گی جو اگلوں کو نصیب ہوئیں۔ یہ دین وہی ہے، یہ قرآن وہی ہے، یہ عبادتیں وہی ہیں کہ جن کی برکات پیران پیر کو نصیب ہوئیں، مجدّد الف ثانی کو نصیب ہوئیں، خواجہ اجمیری کو نصیب ہوئیں، بہاؤ الدین زکریا کو نصیب ہوئیں، بری شاہ لطیف کو نصیب ہوئیں، یہ شاہ ولی اللہ کو نصیب ہوئیں، شاہ عبد العزیز کو نصیب ہوئیں، سید احمد شہید کو نصیب ہوئیں، جس دین نے ان میں تڑپ پیدا کر کے ان کو غازی بنایا، پھر وہ کفر سے ٹکرائے، شہید ہوئے۔ دین وہی ہے، نسخہ وہی ہے لیکن

نسخہ کو ہم استعمال غلط کر رہے ہیں۔

کوئی بیماری مجھ کو ہے اور آپ کے آدمی کو بھی ہے فرض کرو، وہ نسخہ لکھتا ہے، آپ اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ڈھنگ سے دوا استعمال کرتے ہیں، پرہیز کرتے ہیں، آپ تکلیف برداشت کرتے ہیں، اپنے آپ پہ، اپنے نفس پہ کنٹرول کرتے ہیں۔ اور وہی دوا میں استعمال کرتا ہوں، مجھے وہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرنا، میں جب حلوہ آتا ہے تو ہڑپ کرنا شروع کر دیتا ہوں، شربت آتی ہے تو غڑپ پی لیتا ہوں، اور پھر کہتا ہوں کہ حکیم صاحب یہ دوا تو کوئی اثر ہی نہیں کرتی، اثر خاک ہو اس نے پرہیز بھی تو بتایا ہے ناں۔

پرہیز کا نام ہے تقویٰ، پرہیز کا نام ہے نیکی۔ دنیوی زندگی کے اندر معاملات میں پرہیز کرنا اور ہر وہ بات جو قانون کے خلاف ہو صحیح آدمی جو ہے وہ اس کے خلاف کام نہیں کرتا، کہ میں قانون کے خلاف کام نہیں کرتا، اس کو کیا کہتے ہیں شریف شہری کہتے کہ نہیں، پرامن شہری کہتے ہیں کہ نہیں کیونکہ وہ قانون کے خلاف کوئی بھی کام نہیں کرتا۔ اور ہر وہ آدمی جو قانون کی پرواہ تک نہیں کرتا، جو جی میں آئے کر لیتا ہے، تو موقع اگر لگ جائے، مجسٹریٹ کا، یا ایڈمنسٹریٹر کا، تو پھر وہ بھی ڈنڈے کھڑکاتا ہے کہ نہیں کھڑکاتا؟ اس مثال سے سمجھ جایئے گا بات کو۔

خود آپ کے سارے لڑکے، سکول میں، کالج میں استاد کا کہنا مانتے ہیں صحیح ٹائم پہ حاضر ہوتے ہیں، پوریاں حاضری لگاتے ہیں، اور پورے آٹھ گھنٹے پڑھتے ہیں، اور استاد کا دیا ہوا کام گھر پہ جا کر کرتے ہیں۔ اور دوسرا میرا لڑکا بلا وجہ جناب من نہ سکول میں حاضر ہوتا ہے، نہ محنت کرتا ہے، نہ پڑھائی کرتا ہے، نتیجہ، ریزلٹ، پھر میرے لڑکے کا اور آپ کے لڑکے کا برابر ہو سکتا ہے؟ (سامعین) نہیں! او ہو سکتا ہے ناں یار ھذا من فضل بڈّی، یا ھذا من فضل ڈنڈا، لیکن اس کے بغیر تو نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ لیکن یہ دو چیزیں صرف بندوں میں چل سکتی ہیں، ربّ العالمین کے ہاں یہ دونوں چیزیں نہیں چل سکتیں۔ لہٰذا اس دنیاوی کالج میں جو بھی پڑھے گا، عبادت کرے گا، محنت کرے گا، وہ آگے جا کر پاس ہوگا، اس کا نام ایمان کامل ہے۔ اس کا نام نجات ہے۔ اور جو اس دنیاوی کالج کے اندر اپنی منہ مرضی کام کرے گا، کبھی حاضری دے گا، کبھی حاضری نہیں دے گا، تو یہ آگے جا کر اپنے دین کے معاملے میں فیل ہو جائے گا۔

ایک اور مثال دے کر سمجھاؤں؟ آپ بھی فوج میں ہیں، میں بھی فوج میں ہوں، آپ فوج کے باقاعدہ اصولوں کے مطابق پریڈ میں حاضر ہیں، ہر کام میں حاضر ہیں ڈسپلن کے مطابق رہتے ہیں، اور میں نے آج یہ عذر پیش کر دیا، ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کر دیا آج پیٹ خراب ہے، کپڑے خراب ہو گئے، آج یہ ہو گیا آج وہ ہو گیا تو مہینے دو مہینے کے بعد آپ مجھے ڈسچارج کریں گے یا نہیں کریں گے؟ اور اگر پتہ لگے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو کورٹ مارشل میرا ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ اتنی

مثالوں سے اے جنتیو! اگر تم نہیں سمجھتے ہو تو خدا ہی سمجھائے۔

یہی مثال ہے صراط مستقیم کی، اور اس دین کی، اور قرآن پاک کے تیس سپارے جو پڑھے ہیں اور آپ نے سنے ہیں، اس کے اندر بھی روزانہ کا پروگرام ہے، معاملات ہیں، عقیدے ہیں، آپس کے معاملات ہیں، رعیت اور حکمران کے معاملات ہیں، میاں اور بیوی کے معاملات ہیں، خرید و فروخت کے معاملات ہیں، شُفع کے معاملات ہیں، رہن کے معاملات ہیں، ناپ تول کے معاملات ہیں، ملاوٹ نہ کرنے کے معاملات ہیں، یہ سارا قرآن ہماری زندگی کا پروگرام ہے۔ اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق، جو محمد الرّسول اللہ نے بتایا، اور جس کی تین لاکھ آدمیوں کی تئیس (23) سال میں ٹریننگ کی، اور تئیس (23) سالہ ٹریننگ کے بعد عرفات میں جب اکھٹے ہوئے تو اللہ پاک نے جناب من آخری آرڈیننس نافذ کر دیا آپ کی بولی میں سمجھا رہا ہوں جو آج کل بولی جاتی ہے۔

آیت کریمہ نازل کردی: { اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ } آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے " آج میں نے مکمل کر دیتا تھواڈے واسطے"، "ئن ماں مکمل کو تاسولے پارا" یہ لکم کے مخاطب جو وہاں کھڑے تھے یہ تین اور پانچ لاکھ کے درمیان تھے جناب من؛ کیا مکمل کر دیا {دِیْنَکُمْ} تمہارا دین، کہنے والا کون ہے؟ اللہ۔ اور قرآن میں آتا ہے { وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا } کہ اللہ سے زیادہ سچ اور صحیح بات کہنے والا کون ہوسکتا ہے۔ یعنی کوئی نہیں۔ تو خدا تو فرماتا ہے کہ میں نے دین مکمل کر دیا ہے۔ اور مخاطب کس کو کرتا ہے؟ صحابہ کرام کو۔ تو ٹریننگ تئیس (23) سال میں دی ہے۔ مکہ سے شروع ہوئے تیرہ سال مکہ میں ماریں کھائیں، رگڑا کھاتے رہے۔ اور دس سال مدینہ میں جا کر کے معاملات، عبادات اور عقیدے، اور اجتماعی اور انفرادی، اور خارجی اور داخلی، سیاسی، ہر لحاظ سے تئیس (23) سال میں ٹریننگ دے کے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا قرآن عملی طور پر دکھا دیا کہ یہ قرآن ہے۔

رنگروٹ جب بھرتی ہوتا ہے اُسے فوجی ڈسپلن کی تعلیمات کا کچھ پتہ ہوتا ہے؟ کالج میں جو لڑکا جاتا ہے اسے پتہ ہوتا ہے کہ کالج میں کیا ہے؟ اور جب فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو تمام چیزوں کا پتہ لگ جاتا ہے کہ نہیں۔ مثال میں سمجھا رہا ہوں، ایسے ہی جب لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر رنگروٹ بھرتی ہوئے تو آگے تربیت شروع ہوگئی۔ ڈسپلن میں لگنا، پروٹوکول کے اندر رکھنا شروع کر دیا کہ یہ کرو اور یہ مت کرو۔ دو ہی تو باتیں ہیں اسلام کے اندر ایک کرنے کی اور دوسری نہ کرنے کی۔ نہ کرنے والی کرو گے تو گناہ ہے۔ اور کرنی والی کرو گے تو ثواب اور عبادت ہے۔ کرنے والے کام کو چھوڑ دیا جائے تو گناہ ہے۔ روزہ رکھنا ہے ناں؟ جنہوں نے نہیں رکھا گناہ کمایا۔ آپ نے رکھا ثواب کمایا خدا قبول فرمائے۔ تو حضور علیہ السلام کی یہ تربیت

یافتہ تین اور پانچ لاکھ کے درمیان جو جماعت ہے تئیس (23) سال کے عرصہ میں انہوں نے جو تعبیر اور جو تشریح عقیدے اور علم اور عمل کے بارے میں کردی اور عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا وہی اس قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور اسی لئے اللہ پاک نے اسی قرآن پاک کے اندر حکم دے دیا کہ:

{ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَآ آمَنَ النَّاسُ قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ كَمَآ آمَنَ السُّفَهَآءُ }

کہ جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے مدینہ کے اندر، ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے یہ لوگ تو وہ آگے سے کہتے کہ کیا ہم ایسے ایمان لائیں جیسے کہ کم سمجھ اور کم عقل والے ایمان لائے۔ تو خدا کو غصّہ آیا اور خدا نے فرمایا کہ:

{أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ} کہ یہ کہنے والے خود ہی سب سے بڑے بے وقوف ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

****

خطاب بر موضوع تاریخ شہادت

جامع مسجد اقصیٰ سٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی بتاریخ: 5/10/1984

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ★ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ★ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ★{ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَ قْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ★ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ★ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ } صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ :

میرے عزیزو! اور میرے بھائیو!......جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس کی روشنی میں میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کے سامنے تاریخ شہادت پر کچھ عرض کروں۔اور ہو سکے تو چیدہ چیدہ حضرات کا تذکرہ اس میں آتا رہے۔ایسے مسلمان جو دین کی سر بلندی کے لئے جدو جہد کرتے ہوئے موت کا پیالہ پئیں۔اس کو شہید کہتے ہیں۔اس آیت کریمہ میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا ذکر ہے کہ ان میں سے ایک کی قبول ہوگئی اور دوسری کی نہ ہوئی تو جس کی قبول نہ ہوئی اس نے غصہ میں آکر کے اور حسد میں آکر کے جس کی قربانی قبول ہوگئی اُس سے کہا کہ میں تمہیں قتل کروں گا، لمبا واقعہ ہے،قرآن پڑھیں۔

اور حضرت شیخ الہندؒ اسیر مالٹا نے تو تین سال مالٹا کی جیل میں رہ کر کے قرآن کا ترجمہ لکھا۔اور اُس پہ پاکستان کے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ،کا تفسیری خلاصے نوٹس چڑھے ہوئے ہیں،وہ مطالعہ کریں۔تو آپ کو اندازہ ہوگا ان تمام باتوں کا،تفاصیل کا۔خطیب تو کسی ایک مضمون پہ اشارے ہی کر سکتا ہے۔اگر مستقل بیان کرے تو چھے،سات آٹھ جمعوں میں بیان کرے اس مسئلے کو۔اب میں نے حج سے متعلق بیان کیا ہے تو میں شوال، ذی قعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے مسلسل دو مہینے دس دن میں جب بھی جمعہ آیا حج کے ہی مسائل بیان کئے۔اور ذی الحجہ کی پندرہ سے پھر میں نے محرم سے متعلقہ مسائل پر بیان

شروع کر دیا ہے۔آج میں آپ کے سامنے جو کچھ کہوں گا اشارے خلاصے خلاصے کے طور پہ کہوں گا،آگے آپ یا تو مطالعہ کریں اور قرآن پڑھیں یا پھر وقت نکال کر کے درس سنا کریں۔تفصیلی مسائل یاد رکھئے گا درس سے آتے ہیں۔وقت وسیع ہوتا ہے ایک ، دوسرا اس دوران میں پوچھ سکتے ہیں۔منبر پہ مولوی بول رہا ہو اور نیچے سے مقتدی مسئلہ پوچھے تو بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ذہن بنتے ہیں تو تب بھی درس سے بنتے ہیں ، اور پختگی آتی ہے تو تب بھی درس سے آتی ہے۔درود شریف پڑھ لیں:

{ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد }

حضرت ہابیل کی شہادت

تو یہ دو بھائی ایک ہے قابیل اور دوسرا ہے ہابیل ۔قابیل قاتل ہے ، اور ہابیل شہید ہے ۔تاریخ آدمیت اتنی لمبی ہے ، اور تاریخ انسانیت جتنی دراز ہے تو شہادت بھی اتنی ہی دراز چلی آرہی ہے ۔آدم کے دو بیٹے ہیں دیکھ لو ایک کے ہاتھوں دوسرا شہید ہوا۔یہ پہلا شہید ہے ، شہادت کہتے ہیں اُس موت کو کہ جس کو مارا جائے اُن اسباب کے تحت وہ موت کا حق دار نہ ہو۔اللہ کے قانون میں اور مروّجہ قانون میں وہ موت کا حق دار نہ تھا ، اور اُس کو مارا جائے۔

گو عقیدے کا مسئلہ رہتا ہے کہ تقدیر میں ایسا تھا وہ ٹھیک ہے اپنے مقام پر،لیکن اُس کو شہید کہا جائے گا۔تو ہابیل اور قابیل کا جھگڑا مذہب کا نہیں تھا، ہابیل اور قابیل کا جھگڑا مملکتوں کا نہیں تھا، بلکہ قابیل کو اپنے بھائی کے ساتھ رقابت اللہ کے ہاں مقبول ہونے پر پیدا ہوئی کہ اس کا صدقہ قبول نہ ہوا اور ہابیل کا قبول ہو گیا۔یہ تو اس قرآن کی ، شریعت کی رحمت ہے کہ اب آپ نے جتنی قربانیاں ذبح کی ہیں میرے سمیت کسی کے پاس یہ علم نہیں ہے کہ قربانی اللہ کے ہاں قبول ہوئی ہیں کہ نہیں ہوئیں۔جتنی ہم نے کل غیبتیں کی ہیں صبح ہمارے دروازے پر لکھا ہوا نہیں تھا کہ اس نے کل فلاں فلاں کی غیبت کی ہے۔

لیکن ابتدائی دور میں مسئلہ یہ تھا کہ انسان کو صدقہ کھانے کی اجازت نہیں تھی ، جو آپ نے اللہ کی رضا کے لئے صدقہ نکالا جو بھی چیز تھی اناج ، غلّہ وغیرہ جو کچھ بھی ہو لفظ صدقہ جنرل لفظ ہے،عمومی لفظ ہے ، ہماری بولی میں عمومی لفظ ہے اور سرکار کی بولی میں جنرل لفظ ہے۔

تو اس زمانے میں قانون یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا ہوا تھا کہ صدقہ کی چیز کو آدمی نہیں استعمال کرے گا رکھ لو اسے ،اور قدرت کی طرف سے جو بھی قوت اس پر مسلط ہو کر اسے نیست و نابود کر دے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ قدرت نے اسے قبول کر لیا ہے۔اور اگر ایسا نہ ہو تو سمجھو کہ قبول نہیں ہوا۔تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں بیٹوں نے جب ایسا صدقہ

پیش کیا، رشتوں کا معاملہ تھا،فیصلہ یہ ہوا کہ قرعہ نکالو جس کا قرعہ نکلے گا اس کو رشتہ دے دیا جائے گا، اور قرعہ اس طریقے سے نکالو کہ اللہ کی رضا کے لئے صدقہ نکالو،جس کا قبول ہوا اس کے ساتھ رقابت پیدا ہوگئ دوسرے کی حسد کی وجہ سے کہ اس کا کیوں قبول ہوا۔

روحانی بیماریاں

اور حسد بہت بری چیز ہے، دیکھو! اس قرآن میں جہاں اور چیزوں کی برائی آئی ہے وہاں حسد کی بھی برائی میں بھی آیات اتری ہیں اور اس کی مذمت کی ہے۔ یہ دنیا میں جتنے بھی فوجداری اور دیوانی مقدمات ہوتے ہیں ان کی ٹوہ لگا کر دیکھو کہ چلا کہاں سے؟ انگلی کس نے لگائی، تو وہاں سے پچاس فیصد حسد کی وجہ سامنے آتی ہے۔ یاد رکھیو! دو حکومتیں لڑیں، یا دو برادریاں لڑیں، یا دو خاندان لڑیں آپس میں یا دو افراد لڑیں ابتدا ضرور حسد سے ہوتی ہے۔

میری طرف دیکھتے رہیے تا کہ آپ کو نیند نہ آئے اور آپ کا وضو نہ ٹوٹے ورنہ نیند آئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ درود شریف پڑھ لیں:

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

روحانی جتنی بھی بیماریاں ہیں میرے عزیزو! نوجوانو! کینہ روحانی بیماری ہے، کینہ رکھنے کی بیماری، حسد رکھنے کی بیماری، بغض رکھنے کی بیماری، چغلیاں کرنے کی بیماری، اور کان لگا کر دوسروں کی بات سننے کی بیماری جس کو آپ ٹوہ لگانا کہتے ہیں، ان روحانی اور ان جیسی اور جتنی بھی روحانی بیماریاں ہیں، یہ بیماریاں نہ تو مطالعے سے جاتی ہیں، اور نہ ان مادی ٹیکوں سے، اور ویکسینوں سے، اور گولیوں سے اور حکیموں کے معجون کھانے سے جاتی ہیں۔ روحانی بیماریں، روحانی حکیم کی صحبت میں تربیت لینے اور روحانی حکیم کی تعلیم پہ عمل کرنے سے جاتی ہیں۔ یہ یاد رکھیں۔

اس قرآن پاک میں آیت ہے، ربیع الاوّل کا موضوع ہے وہ آگے نہیں چھیڑوں گا، ابراہیم خلیل اللہ اور اسمٰعیل ذبیح اللہ دونوں کی۔انہوں نے آخری امت کے بننے اور ٹریننگ کے لئے جو بات پیش کی کہ کفر اور شرک کی روحانی بیماریاں کیسے ہٹیں گی تو ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ ہماری اولاد میں آنے والا رسول نسخہ استعمال کرے گا، کونسا نسخہ؟:

{ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ }

اُس کتاب کی آیات کی تلاوت کرے گا، پھر تعلیم دے گا، پڑھائے گا بھی، اور پڑھانے کے ساتھ صحبت میں رکھ کر

کے تزکیہ بھی کرے گا۔ ہر پیغمبر مزکّی ہوتا ہے، وہ اپنے ساتھیوں کا تزکیہ کرتا ہے۔اور محمد الرّسول اللہ کی سیرت کے یہ چاروں پوائنٹ قرآن نے پیش کئے حضرت ابراہیم اور اسماعیل کی دعاء والے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت ۔تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی روحانی تزکیہ کیا،اور اُس تذکیہ سے پھر جو جماعت تیار ہوئی(۲۳) تیئیس سال میں تو اُس جماعت کا لقب(جیسے کہ آپ کے ہاں کی یونیورسٹی سے کوئی فارغ ہوتا ہےتو اسے کوئی لقب ملتا ہے،محمد الرّسول اللہ کی یونیورسٹی سے تیئیس (۲۳) سال میں جنہوں نے کورس مکمل کیا،اور وہ کورس آپ کے سامنے ہے جسے خدا نے قیامت تک کے لئے رکھ دیا ہے۔اور بتادیا ہے کہ اُس طرز پر ٹریننگ لیتے رہو،تو تمہارے اندر وہ کمالات پیدا ہوں گے جو تیئیس (۲۳)سالہ ٹریننگ لینے والوں کے اندر اللہ نے پیدا کئے) رضی اللہ عنہم ورضوعنہ ہوا۔ اللہ پاک نے اُن سے اپنی رضامندی کا اعلان دنیا میں کر کے ان کو رضامندی کی ڈگری دے دی، اور اُس جماعت کا نام پڑ گیا صحابہ۔

یہ ربیع الاوّل کا مضمون ہے ۔آپ ربیع الاوّل کا مضمون سمجھے ہیں جھنڈیاں لگانا،آپ ربیع الاوّل کا مضمون سمجھے ہیں چراغاں کرنا، آپ ربیع الاوّل کا مضمون سمجھے ہیں انبوہ عظیم جمع ہو جائے سڑکوں پر پھیل جائے تو اس سے فوجداری ، دیوانی،اخلاقی ،سماجی ، اقتصادی ،معاشرتی زندگی کے سارے ضابطے بھی پورے ہو جاتے ہیں ،اور حق بھی ادا ہو جاتا ہے اس انبوہِ عظیم کے سڑکوں پر نکل جانے سے کلاّ وخاشا ایسی بات نہیں ہے ۔

تو بات تزکیہ کی عرض کر رہا تھا کہ روحانی بیماریں روحانی حکیم کے علاج سے ٹھیک ہوتی ہیں ،اور روحانی حکیم علاج جب کرتا ہےتو علاج کے لئے پہلا نسخہ قرآن پاک میں تلاش کرتا ہے ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس (۲۳) سالہ زندگی میں تلاش کرتا ہے ۔تیئیس (۲۳)سالہ زندگی کے چلنے ، پھرنے ، بولنے ، فیصلے اور گھر اور انفرادی اور مجلس کی زندگی کے مجموعے کا نام ہے۔اور سنت رسول یا حدیث رسول تیئیس (۲۳) سالہ زندگی کا مجموعے کا نام ہے۔

روحانی حکیم وہ ہوتا ہے کہ روحانی نسخے ان دوسوغات سے لیتا ہے ،اور آگے پھر استعمال کرنے کی ترکیب بھی وہی رکھتا ہے جو ترکیب رسول اللہ نے سکھائی تھی۔اگر ترکیب اپنی ایجاد کر لے درمیان میں اور وہ پرہیز نہ کرے تو پھر بھی اس روحانی طبیب سے اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کا روحانی اعتبار سے نہیں ہوسکتا،ان کی وہی بری عادت رہے گی ۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جی دیکھو فلانا فلانے سے بیعت ہے اور پھر بھی چوریاں کرتا ہے،فلانا فلانے سے بیعت ہے اور پھر بھی جھوٹ بولتا ہے۔فلانا فلانے سے بیعت ہے اور پھر بھی کم تولتا ہے،فلانا فلانے سے بیعت ہے اور چار حج کئے پھر بھی اس کی برائی نہیں دور ہوئی،تو بات ذہن میں رکھ لیجئے گا کہ ہر نسخہ استعمال کرنے سے شفاء نہیں ملتی ہوتی۔

مجھے پرسوں سے ملیریا کا بخار ہوا ہے ،اور میں بخار ہی میں آیا ہوں صرف اس وعدے کو نبھانے کے لئے ورنہ مجھے

پورے بارہ بجے ڈاکٹر ٹیکہ لگا کر گیا اور کہا کہ مولانا چارپائی سے نہیں ہلنا۔تو میں نے اُس کو کہا تھا کہ ملیریا کی دوا مجھے دینی ہے اگر میں اس کو کہتا ہے مجھے نزلہ زکام کی دوا دوتو پھر سوچو ذرا ،نزلہ زکام کی دوائی دینے سے یا جوڑوں کے درد کی دوائی دینے سے کچھ بنتا؟ ٹھنڈے دل سے سوچو۔

لہٰذا بیعت کا سلسلہ تو بذات خود صحیح ہے،لیکن حج کا نسخہ ،نماز کا نسخہ،حلقۂ ذکر کا نسخہ،یہ نسخے جناب اثر تب کریں گے کہ استعمال کرانے والا بھی پابند ہو اُسی طریقے کا،اور نسخے لینے والے بھی اُسی طریقے پر آجائیں جو سب سے بڑے حکیم نے سکھایا ہے۔کم ازکم یہ بھی تو سوچا کرو۔اور جب اپنی مرضی اس میں شامل ہو جائے کہ جو مجھے پسند ہے میں وہ کرتا ہوں تو پھر وہ بات نہیں رہے گی،کنکشن رہے گا تو بات وہاں جائے گی،کنکشن نہیں رہے گا تو پھر بات وہاں نہیں جاسکتی۔کنکشن میٹر کے ساتھ ہے اور اس سے آگے کھمبے سے،اور کھمبے سے آگے ٹرانسفارمر سے رہے گا تو یہ پنکھے چلیں گے،اور اگر کنکشن درمیان میں نہ ہوتو کچھ بھی نہیں ہوگا چاہے آپ کہیں سے بھی لاکر لگا دیں۔ان مثالوں سے ذہنوں کو صاف کرو۔

سارے کام صحیح ہیں لیکن لوگ جب ان کو استعمال کرتے ہیں تو غلط استعمال کرتے ہیں،جس طرح کہ ٹیکہ غلط استعمال کرنے سے مضر ثابت ہوتا ہے،کھانا غلط استعمال کرنے سے مضر ثابت ہوتا ہے،کپڑا غلط استعمال کرنے سے مجمع میں آدمی برا لگتا ہے تو جناب من اسی طریقے سے شریعت کا کوئی بھی مسئلہ ہو اگر وہ اس طریقے کے مطابق ہے جس طرح کے معلم اوّل نے سکھایا ہے،مربّی اوّل نے تربیت دی ہے،تو تب تو صحیح رہے گا،اور جسمانی اور روحانی فوائد دے گا،اور اگر ایسا نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں۔ٹھنڈے دل سے سوچ لیجئے گا،درود شریف پڑھ لو۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

درود شریف پڑھنے کی ترغیب

سارے پڑھا کروناں آپ تو ہونٹ سی کے بیٹھے ہوئے ہو۔پہلا مسئلہ تو یہ سمجھو کہ جب نام لیا جائے حضور ﷺ کا اور عربی کا خطبہ نہ پڑھ رہے ہوں،نماز نہ پڑھ رہے ہوں،پیشاب پاخانے پہ نہیں بیٹھے،سارے کپڑے اتار کر غسل نہیں کر رہے تو پھر ہر آدمی حضور پہ درود شریف پڑھے جو نہیں پڑھے گا ،حضور نے فرمایا:"فَقَدْ جَفَانِیْ '' جس نے میرا نام سنا اور مجھ پر درود نہ پڑھی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔تمہارے اپنے جو بنائے ہوئے ڈھکوسلے ہیں وہ تمہارے اپنے دل کی تسلی کے لئے ہیں،محمد عربی کے دل کو تو تب تسلّی ہوتی ہے جب کہے گا ﷺ۔یا کہے گا:

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

سمجھے؟ لہٰذا درود شریف سارے حضرات پڑھا کرو، بعض آدمیوں کو مغالطہ ہوتا ہے کہ درود شریف پڑھنا شائد سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اللہ کے دربار میں کوئی سنجیدگی نہیں ہے، بڑی سنجیدگی یہ ہے کہ شریعت کے مسئلوں پر عمل کیا جائے۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

سو حضرات گرامی: بات دور نکل گئی ہے، روحانی امراض، حسد اور کینہ اور بغض، چغلی اور غیبت، کان لگا کر باتیں سننی، اور اس کے ساتھ ساتھ کم تولنے کا مرض، کم ناپنے کا مرض، جھوٹ بولنے کا مرض، جھوٹی قسمیں کھانے کا مرض، رشوت لینے کا مرض، ظلم کرنے کا مرض، یہ تمام روحانی امراض ہیں، روح کی بیماریاں ہیں اور یہ تب دور ہوں گی، کہ اللہ کا دیا ہوا نسخہ ان امراض کو دور کرنے کے لئے قرآن پاک، اور اس سے آگے رسول اللہ کی تعلیمات کو اپنائے گا، لیکن مربّی تربیت کرنے والے کی صحبت میں بیٹھ کر کے اپنا تزکیۂ نفس کرائے گا تو روحانی بیماریاں تب دور ہوں گی۔

دنیا کا پہلا شہید جو شہید ہوا تو وہ روحانی بیماری کے نتیجے میں شہید ہوا۔ اسی سے بات چلی تھی ناں، دنیائے انسانیت کی تاریخ میں پہلا جو انسان شہید ہوا وہ روحانی بیماری کے نتیجے میں شہید ہوا۔ وہاں ملک کا جھگڑا، قوم کا جھگڑا، برادری کا جھگڑا، زمین کا جھگڑا، دوکان کا جھگڑا، اسلام کا جھگڑا، کفر کا جھگڑا کچھ جھگڑا نہیں تھا، ہابیل اور قابیل دونوں ایک ماں باپ کے بیٹے تھے، قابیل نے اُٹھ کر ہابیل کو قتل کر دیا، اس حسد کے اندر کہ اس کی شہرت اور مقبولیت اتنی کیوں ہوگئی ملاء اعلیٰ میں کہ اس کا صدقہ قبول ہوا، قربانی قبول ہوئی میری قبول نہ ہوئی۔ قرآن تو آپ پڑھتے ہیں اگر آپ قرآن نہیں پڑھتے تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن پڑھا کرو:

قرآن میں آتا ہے کہ: { قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ } میں تو ضرور بالضرور تجھے قتل کروں گا۔

{ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ★ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ }

تو اگر ہاتھ آگے بڑھائے گا، { لِتَقْتُلَنِي } تاکہ تو مجھے قتل کرے۔

{ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ }

میں اپنے ہاتھ بڑھانے کے لئے تیار نہیں تا کہ تجھے قتل کروں:

{اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعَالَمِیۡنَ }

میں تو اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے۔

{ اِنِّیۡٓ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَاِثۡمِكَ }

میں تو چاہتا ہوں کہ میرے گناہ جو اس سے پہلے ہو چکے اور تیرے گناہ جو ہیں قتل سمیت یہ سب کے سب تو اٹھا کر لے جائے گا لہٰذا اگر تو یہ ظلم کرتا ہے اور مجھے قتل کرتا ہے تو کر، بھائی میں تجھے قتل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ اس قرآن میں موجود ہے۔

کیوں حافظ صاحبان یہ آیت موجود ہے کہ نہیں؟ ہاں گواہی دے دی، یہ گواہی میں اس لئے لے رہا ہوں کہ کل کوئی یہ نہ کہہ دے کہ جی سیاسی مولوی کو لے آئے تھے، سیاسی تقریر کر گیا۔ میں جس مقام پہ ہوتا ہوں، اُس مقام کے مطابق بولتا ہوں، یہ اکابر کی تربیت کا انعام ہے خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ مجھے ابھی بیان کے بعد جہاں آپ لے جائیں میں اُس موضوع پر بولوں گا، یہاں میں نے تاریخ شہادت پر آج وعظ کرنا ہے اور تاریخ شہادت بیان کرنی ہے۔تو انسانی تاریخ میں پہلا شہید حضرت ہابیل۔انسان کی تاریخ جتنی لمبی ہے ناں حضرت آدم تک پہنچتی ہے اس میں پہلا شہید حضرت ہابیل، اور شہید ہوا اس لئے کہ اس کی قربانی اللہ کے ہاں قبول ہوگئی اور دوسرے بھائی کی قبول نہیں ہوئی۔

تو حسد سے شہید کیا اس لئے میں نے ترجمہ جب کیا تھا تو یہ کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کی خاطر جو آدمی موت کا پیالہ پی بیٹھے اُس کو تم مردہ بھی نہ سمجھو، اور زبان سے مردہ بھی مت کہو۔اب موت کا پیالہ پینے کے لئے اسباب بے شمار ہیں، وہ پھندا بھی ہوسکتا ہے، وہ گولی بھی ہوسکتی ہے، وہ چائے کی پیالی بھی ہوسکتی ہے، وہ چھرا بھی ہوسکتا ہے، وہ بندوق کی گولی بھی ہوسکتی ہے، وہ دوائی کی گولی بھی ہوسکتی ہے اور وہ توپ بھی ہوسکتی ہے اور وہ مختلف طریقوں سے بھی ہوسکتی ہے۔وہ پہاڑوں سے گرانا بھی ہوسکتا ہے، وہ پانی میں ڈبونا بھی ہوسکتا ہے، وہ آگ میں جلانا بھی ہوسکتا ہے۔اسباب پہ بحث مت کرو اسباب اتنے زیادہ ہیں کہ کل انسانیت کے افراد اکھٹے ہو جائیں تو اسباب کو گن کر کے اکھٹا نہیں کر سکتے یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اسباب کتنے ہیں۔

اور اسی طرح نعمتیں بھی بے شمار ہیں، اللہ فرماتے ہیں:

{ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا }

خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گنو گے تو گن کر ٹوٹل نہیں نکال سکو گے چاہے ساری دنیا کے کمپیوٹر بھی لگا دو۔ اور ساری دنیا کے اکاؤنٹینٹ جنرل بھی اور ان کا سارا سٹاف بھی لگا دو، {**لَاتُحْصُوْهَا**} خدا کی نعمتوں کو تم گن کے نہیں پورا کر سکتے کہ اتنی نعمتیں ہیں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ:...... **ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات است وچوں بر می آید مفرّح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود ست و بر ہر نعمتے شکرے واجب۔**

جب سانس لیتے ہو اور باہر سانس آتا ہے اور اندر کی ہوا نکلتی ہے پھیپھڑے سے اس نعمت پہ بھی اللہ کا شکر ادا کرنا بندے پہ فرض ہے۔ اور اس کے بعد اندر کو سانس لے کر پھیپھڑے تازہ ہوا حاصل کریں تو یہ دوسری نعمت ہے اس پر بھی شکر فرض ہو جاتا ہے۔

اَوہ سوچ بھی ذرا ڈالڈے کے مارے آج کے پاکستانی جوان، یہ تھوڑا بہت مسجدیں، نمازیں اور یہ سلسلہ یہ سفید بال جس کے پیدا ہوئے ہیں (یعنی سفید داڑھیوں والے لوگ) بعض رہنے دیتے ہیں اور بعض خدا کی قدرت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، کہ اللہ ہم تیری قدرت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں کہ ہم نہیں رہنے دیں گے۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کی محنتوں کا نتیجہ ہے، اور ان پہ اثرات اُن علماء کا ہے جو فوت ہو چکے ہیں خدا اُن علماء کو غریقِ رحمت کرے۔ وہ لمبی داستان ہے دو سو سال کی۔ لیکن اگر میں کہہ دوں کہ نوجوانو! پچیس اور تیس سال والو! اور اس سے نیچے بیس اور پندرہ سال کے نوجوانو! آپ اپنی گریبان کی کتاب میں جھانک کر دیکھیں کہ آپ اپنے دین اور اپنے ایمان اور اپنے مذہب اور اپنے اس قرآن کے لئے روزانہ کتنا وقت نکالتے ہیں اس کو سیکھنے اور عمل کرنے کے لئے اور عمل کے لحاظ سے کتنا عمل کرتے ہیں۔ اپنی عاقبت اور دین کے لئے اور اپنی آئندہ آنے والی اولادوں کے لئے کتنا کچھ اپنے خیال کے خانے میں رکھا ہوا ہے۔ تو میرے خیال سے صفر بٹہ صفر ہی جواب آتا ہے کچھ بھی نہیں ہے۔

پاکستان کے جوانو! کچھ ذمہ واریاں آپ پر عائد ہو رہی ہیں، جس طرح کہ اگلوں نے معاملہ ہم تک پہنچایا ہے، اب جو جوان ہو گئے ہو آنے والی نسلوں تک اس مظلوم اسلام کو پہنچانا یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ لو سارے۔ درود شریف پڑھ لو۔

{ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

حسد کے مارے ہوئے نے اپنے ماں جائے بھائی کو قتل کیا۔ قاتل کا نام قابیل اور شہید ہونے والے کا نام ہابیل۔ بولو! ہابیل۔ ہاں میں سرسری وعظ نہیں کرتا یہ بھی آپ کو بتا دوں، میں پڑھا کر بھیجا کرتا ہوں، درس دے رہا ہوں۔ تو پہلا شہید ہابیل، تاریخ آدمیت آدم سے چلتی ہے، اور تاریخ آدمیت کا روئے زمین میں پہلا آدمی جو بلا وجہ قتل اور شہید ہوا حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا اُس کا نام ہے حضرت ہابیل۔ یہ پہلے شہید ہیں۔ اب تاریخ چلی جا رہی ہے۔

ستر انبیاء علیہم السلام کی شہادت

اس کے بعد درمیان میں شہید ہونے والوں کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ملتا سوائے اس کے کہ:

{ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ }

یہ پہلے سپارے میں آیت آتی ہے یہ اکسٹھ (٦١) نمبر آیت ہے پہلے سپارے کی کہ وہ :

{ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰه } پڑھنے والے { لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَاؤُدُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ } پڑھنے والے { لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰه }

پڑھنے والے، وہ اللہ کی توحید کا پرچار کرنے والے، اور نمازیں پڑھنے والے اور زور زور سے کلمہ پڑھنے والے، ان کا یہ بھی کرتوت تھا کہ:

{ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ }

کہ وہ قتل کرتے تھے نبیوں کو بلا وجہ۔ تو رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ، یہ بتاؤ کہ وہ نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے؟ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ، آسمانی مذاہب کے پیروکار، اور دین کے سب سے بڑے مدّعی، وہ اپنے اپنے وقت میں نبیوں کو اس لئے قتل کرتے تھے کہ مجھ سے پہلے ہر پیغمبر اپنی برادری اور قبیلے کے لئے نبی ہوتا تھا۔ سمجھے؟ فرض کرو، آرائیوں کا ایک نبی، شیخوں کا ایک نبی ہے، پٹھانوں کا ایک نبی ہے، راجاؤں کا ایک نبی ہے، اور کشمیریوں کا ایک نبی ہے، اس طرح آگے سمجھتے جاؤ۔ تو قصبے قصبے کے حساب سے نبی ہوتا تھا۔ اس لئے حضور نے فرمایا:

{ عُلَمَآءُ أُمَّتِيْ كَأَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْل }

میری امت کے علماء کی مثال دین کا کام کرنے کے لئے، آسمانی کتاب پہنچانے کے لئے یوں سمجھو! جیسے کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں نبی ہوتے تھے۔ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے نوجوانو! جیسے کہ یعقوب علیہ السلام کی

اولاد میں شادیوں کے بعد بیٹوں سے آگے بارہ قبیلے بنے ،اور بارہ قبیلوں سے پھیل کر آگے پھرعظیم قومیں بن گئیں ،مذہبی نام اُن کا یہودی ،اورنسبی نام اُن کا بنی اسرائیل ،جیسے اُن میں نبی تھے اور وہ دین کا کام کرتے تھے،حضور نے فرمایا:

{ عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل }

یہ تشبیہ جو دی تو ان ذمہ داریوں کے اعتبار سے دی جو محمد الرسول اللہ سے پہلے دنیا میں انسانوں کے چھوٹے چھوٹے گروپوں کے لئے ایک ایک نبی ہوتا تھا۔اور جو آسمانی کتاب ہوتی تھی وہ سارے نبی اس کا پرچار کرتے تھے۔تورات ہے تو تورات کا پرچار کررہے ہیں ،زبور ہے تو زبور کا پرچار کررہے ہیں ،اور انجیل ہے تو انجیل کا پرچار کررہے ہیں ۔اور انجیل کے بعد تو خدا نے سوائے محمد الرسول کے کسی کو بھیجا ہی نہیں ،یہ تھا سلسلہ۔

تو حضور نے صحابہ کے سامنے فرمایا: کہ ایک دفعہ قوم بنی اسرائیل نے ایکا کیا،غور سے سنو! ایکا کر کے خفیہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ ہماری آزادیوں میں مخل ہوتے ہیں یہ نبی ،اور ہمیں اپنی پسند کی زندگی ،اپنی پسند کی معیشت،اپنی پسند کی تجارت ، اپنی پسند کا بیاہ،اور اپنی پسند کی خوشیاں نہیں منانے دیتے ،ہر وقت پیچھے لگے رہتے ہیں کہ یوں نہ کرو اور یوں کرو،آؤ ان سے جان چھڑاتے ہیں۔ایکا کیا،ایکا کر کے شروع ہوئے اور خفیہ طور پر جتنی آبادیوں میں اللہ کے پیغمبر موجود تھے ایک لاکھ چوبیس ہزار جو آپ کہا کرتے ہیں ،وہ اسی لئے کہ اس دور میں ایک وقت کے اندر بہت سے پیغمبر ہوتے تھے۔تورات اور زبور کی اشاعت کے لئے اور اس کے پڑھانے کے لئے جتنے بھی رسول موجود تھے مختلف بستیوں میں ایک دن کے اندر ستر(۷۰) پیغمبروں کو شہید کیا گیا۔

{ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ }

کہ وہ قتل کرتے تھے نبیوں کو بلا وجہ۔پہلے سپارے کی (۶۱) اکسٹھ ویں آیت ہے جا کر دیکھ لو تفاسیر میں ۔سوچیو پیارو! یہ ہے شہادت کی تاریخ چلی آرہی ہے۔خدا بھی فرماتا ہے"**بِغَیْرِ الْحَقِّ** " کہ مارنے والوں کا ان پر کوئی بھی حق نہیں تھا کہ وہ ان کو مارتے۔نہ اخلاقی ،نہ سیاسی ،نہ سماجی ،نہ تمدنی ،نہ عقیدے کا کسی بھی اعتبار سے ،سوائے اس کے کہ وہ پیغمبر یہ کہتے تھے کہ اے ہمارے مسلمان بھائیو،تم تورات کی تعلیمات پر عمل کرو اپنی مرضی مت کرو۔

حکومت الٰہیہ کے مجاہدین کے سربراہوں کی شہادت

جیسے کہ ایکا کر دیا جائے خفیہ طریقے سے کہ بھائی پاکستان میں جو بھی بات کرنے والا بولنے والا مولوی ہے،ایک ہی رات کے اندر ان کا صفایا کر دیا جائے ۔مثال کے طور پہ انگریزوں نے ایسا کیا،حکومت الٰہیہ امیر المجاہدین ، امیر المؤمنین سید

احمد شہیدؒ کی سرکردگی میں حکومت الٰہیہ جو قائم ہوئی صوبہ سرحد میں قندھار کے راستے سے آ کے جس کا ایک کمانڈر انچیف سید شاہ اسماعیل شہیدؒ تھا، اور شیخ الاسلام مولانا عبدالحئیؒ تھے۔تو اُس وقت انگریزوں اور سکھوں دونوں کے جاسوسوں کے ذریعے سے یار محمد خان درّانی کی سرکردگی میں فیصلہ ہوا کہ پورے صوبہ سرحد میں مجاہدین کے جہاں جہاں انتظامی ہیڈکوارٹر تھے، اور ان میں مجاہدین کے سربراہ رہتے تھے ایک ہی رات میں ان کو شہید کیا۔

کتابیں اٹھا کر دیکھو، اردو میں غلام رسول مہر کی لکھی ہوئی، مولانا ابوالحسن علی ندوی کی لکھی ہوئی علی میاں کی لکھی ہوئی یہ کتابیں اٹھا کر دیکھو سرگزشت مجاہدین، مکّی کوٹنے کی رات۔ یہ اُس کا عنوان ہے۔آپ نے مکّی نہیں دیکھی، مکّی جو ہوتی ہے ناں یہ چھلیئں یہ جب خشک ہو جاتی ہیں تو لوگ جمع ہو کر اور لمبی لمبی ڈانگیں لے کر انہیں کوٹا کرتے ہیں اور ان سے نکلنے والے تکّے جدا کرتے ہیں اور اناج جدا کرتے ہیں۔تو پروگرام کے مطابق رات کے وقت سارے صوبہ سرحد میں لوگ اکھٹے ہو رہے تھے حجروں میں، اور ڈانگیں اُٹھائی ہوئیں تھیں، لوگ پوچھتے تھے کہ کیا پروگرام ہے تو کہتے تھے آج مکّی کُوٹنی ہے۔اُس کو نام دیا گیا تھا مکّی کوٹنے کا اور پھر رات کو مجاہدین کے انچارج جہاں جہاں تھے سب نے مل کر اُن تمام کو شہید کر دیا۔یہ آزادی جو تمہیں ملی ہے یہ اُن کے صدقے ہے، یہ اُن کی محنت کا نتیجہ ہے۔

آدمیوں پہ محنت کرو

تو انبیاء علیہم السلام نے آدمیوں پہ محنت کی۔پڑھے لکھے طبقے، آپ کو توجہ دلا رہا ہوں آدمیوں پہ محنت کرو۔آدمی ایک کام کا بن جائے تو وہ ہزاروں کو بنا دیتا ہے، اور بلڈنگیں نہیں بولتیں یاد رکھو۔لال قلعہ دہلی کا نہیں بولتا، عالمگیر کی شاہی مسجد نہیں بولتی۔لیکن عالمگیر کے زمانے کے جو علماء تیار ہوئے۔شاہ عبدالرحیم کا ایک بیٹا تیار ہوا جس کا نام شاہ ولی اللہ تھا، اُس نے انقلاب پیدا کر کے رکھ دیا کفر کے خلاف۔اس لئے اللہ نے نبیوں کو اس کام پہ لگایا کہ وہ آدمی تیار کریں۔ہمارا بھی فریضہ ہے کہ ہم آدمی تیار کریں، علماء پیدا کریں۔اگر علماء نہیں ہوں گے، جہلا ہوں گے تو جتنا آج لوگ ڈسے ہوئے ہیں بدعات سے، بکواسات سے، آنے والی نسلیں اس سے بھی زیادہ ڈسیں گی۔جب رواجات اور بدعات زیادہ ہوئیں تو دیکھ لو:

{ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰه { لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَاوٗدُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ }

پڑھنے والوں نے نمازیں پڑھنے والوں نے، محرابیں بنی ہوئی ہیں اُٹھ کر نبیوں کو شہید کر دیا۔

{ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ }

ایک دن میں ستر پیغمبر شہید کئے۔جیومیٹری کا سوال ہے پڑھنے والے بچو تم سے پوچھ رہا ہوں کہ ایک دن میں کتنے

پیغمبر شہید کئے؟ ستر (۷۰) پیغمبر شہید کئے یہ تاریخ شہادت چلی آ رہی ہے۔اُن کا کوئی قصور تھا؟ کوئی قصور نہیں تھا، اللہ کے دین کی دعوت پیش کر رہے تھے۔اور قوم کو وہ پسند نہیں آتی تھی، اس لئے کہ قوم کی پسند کے ساتھ ٹکراؤ تھا۔

جیسے کہ ہم وعظ کرتے ہیں تو ہمارے ساتھیوں میں سے بعضوں کو ہمارا وعظ پسند نہیں آتا خواہشات سے ٹکراتا ہے۔ غصہ آجائے کہ ہماری خواہشات کو کیوں ذبح کیا ہے، لہٰذا مجھے ذبح کر دے میں شہید ہو جاؤں گا۔اللہ تعالیٰ شہادت کی موت سب کو نصیب کرے۔ یہ تاریخ شہادت چلی آتی ہے۔

زکریا علیہ السلام کی شہادت

زکریا علیہ السلام کا چونکہ قرآن میں ذکر ہے لہٰذا اُن کا میں بھی نام لوں گا۔قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

{ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا * اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا }

یہ زکریا علیہ السلام اپنے دور کے مسلمانوں کو سمجھا رہے تھے کہ یہ کرو وہ نہ کرو، فلاں چیز شریعت میں حلال ہے، فلاں چیز شریعت میں حرام ہے۔ بااثر طبقے نے، معاشرے پر تین قسم کے آدمیوں کا اثر ہوتا ہے یاد رکھو، معاشرے پہ یا افسر جو ہوتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے، یا جو صاحب وجاہت ہوتا ہے دولت کی وجہ سے، اور یا روحانیت اور علمیت کی وجہ سے جو گدی نشین ہو، چاہے وہ علم کی گدی ہو یا قبر کی گدی ہو۔ معاشرے پہ ان تین کا اثر ہوتا ہے آج کے زمانے میں چوتھا کوئی نہیں ہوتا۔ ڈنڈا جس کے ہاتھ میں ہے جس کو افسر کہتے ہیں، یا دولت جس کے پاس ہے چاہے وہ کسی رنگ میں بھی ہے، کارخانہ ہے، یا زمین ہے، یا بلڈنگ ہے یا کچھ بھی ہے لیکن دولت ہے، اور یا معاشرے پہ اثر ہوتا ہے علمی اور قبر والی گدی پہ جو قابض ہوتا ہے بادشاہت ان تین کی ہے آج کے زمانے میں۔

تو زکریا علیہ السلام کے مقابلے میں امتیوں میں سے بااثر طبقے نے آپس میں جرگہ کیا، اور کہا کہ تنگ آ گئے ہیں ان کی تقریروں اور وعظوں سے، جو اَب ہماری زندگی میں ہماری آزادی میں مداخلت کرتے ہیں، لہٰذا اُن کو قتل کرنا چاہئے۔ فیصلہ ہو گیا، زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے ارادے سے وہ شہر چھوڑ کے دوسرے شہر کو جانا چاہتے تھے۔ جب ہجرت کے ارادے سے وہ نکل پڑے ہیں تو اب ان کے قتل کے لئے یہ لوگ دوڑے ہیں پیچھے تو راستے میں بہت بڑا درخت تھا جو درمیان سے کھوکھلا تھا، وہ اُس میں گھس گئے تو درخت خدا نے کناروں سے ان پر ملا دیا۔

خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ یاد رکھو، کہو خدا ہر بات پہ قادر ہے۔اور خدا کے مقابلے میں کوئی قادر نہیں۔ خدا کُل پہ اختیار رکھتا ہے، اور خدا کے مقابلے میں کوئی مختار نہیں۔ لاشریک لہ جب کہتے ہو تو ذہن میں جب یہ بھی ساتھ نہیں ہو گا کہ خدا

کے مقابلے میں کوئی مختارنہیں ہےتو خدا کی توحید کا حق ادانہیں ہوگا۔خدا قادر تھا اُس نے درخت کو ملا دیا، سائیڈ سے تھوڑا سا رومال یا کپڑا نظر آتا تھا،لہٰذا مسلمان قوم کے سرداروں، وڈیروں، خان بہادروں، چوہدریوں، دولت مندوں نے کہا کہ اس درخت میں چھپا ہوا ہے۔آرا رکھا اور آرے سے دوٹکڑے کرنا چاہا،تو سر پہ جب آرا آیا احادیث میں آتا ہے کہ حضرت زکریا کے سر پہ جب آرا لگنے لگا تو ان کے منہ سے سِہ سِہ سِہ کی جب آواز آنے لگی تو غیب سے آواز آئی کہ زکریا! میری رضا پہ راضی اگرنہیں رہو گے اور منہ سے اُف کرو گے تو نبوت کی فہرست سے تمہارا نام نکال دیا جائے گا۔سوچ لو! یہاں اللہ کا فیصلہ جب آتا ہے، اور کاروبار میں، یا ٹھیکے میں نقصان ہو جاتا ہے، یا مقدمے میں ہار گیا، مقدمہ خلاف ہوا، یا کوئی مرگیا، جو کچھ بھی ہوا تو اس کے بعد جناب من جزع فزع شروع ہو جاتا ہے، ہائے ہائے۔

حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرا مقابلہ کرتا ہے، مجھے گالیاں دیتا ہے، مجھے برا بھلا کہتا ہے،صحابہ نے پوچھاوہ کیسے؟ حضور نے فرمایا وہ ایسے کہ اللہ ارشادفرماتے ہیں میں جوفیصلہ کرتا ہوں وہ اس پر راضی نہیں رہتا، اور جو میرے فیصلے پر راضی نہیں ہےتو وہ اپنے لئے کوئی دوسرا خدا تلاش کرے جو میرے فیصلے کو کینسل کر کے اور تیری تمنا کے مطابق تیرے ساتھ برتاؤ کرے۔

(۷۰) ستر روحوں والا ڈھونسلہ

ہے کوئی اس کائنات میں ایسا؟ ڈھونسلے چھوڑ دو کہ فرشتے (۷۰) ستر روحیں لے کر جا رہا تھا،تو ایک بوڑھیا روتی ہوئی آئی، خدا کے ایک بندے نے مُکّہ مارا، عاجز بندہ، انسان تو عاجز ہے، اور فرشتے کی آنکھ نکال دی، اس کے بعد وہ تھیلا چھین لیا جس میں ستر روحیں تھیں وہ سب واپس کر دی گئیں دنیا کی طرف، یہ گویا العیاذ باللہ رشوت خور انتظامیہ کے بھیجے ہوئے چپڑاسی سے بھی زیادہ کمزور ہوئے اللہ کے فرشتے۔تو ٹھنڈے دل سے سوچو ایسے واقعات بیان کرنا اور سننا خدا کی وحدانیت کے ساتھ مذاق ہے۔لاشریک لہٗ، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔وہ جس کی موت کا فیصلہ کرتا ہے، خدا کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔درودشریف پڑھئے گا۔

{ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

تو زکریا علیہ السلام چپ ہو گئے چنانچہ آرے سے حضرت زکریا علیہ السلام کا جسم مبارک دوٹکڑے کر دیا گیا۔یہ ہے تاریخ شہادت۔محرم لئے بیٹھے ہو؟ اسّی سنی مسلماناں،اسّی سنی ہیں، سُن ہو گئے۔یہ اِدھر دیکھو یہ بھی سُن ہے

چونڈھی بھرتا ہوں تو پتہ لگتا ہے؟ یہ بھی سُن ہے ۔اس قسم کا سنّی ہے اس دور کا، سمجھے؟ شہادت کا یہ واقعہ بھی حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کی کوشش

اچھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام،

{ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰه }

جو اب بھی زندہ خدا نے رکھا ہوا ہے، رسول اللہ کی قبر مبارک کے ساتھ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبر کے ساتھ جو چوتھی قبر کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کمرے میں۔ بچو! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رہائیش تھی اس کمرے میں، آج وہ مسجد نبوی کے درمیان میں آ گیا ہے اور اس پر گنبد بن گیا ہے ترکوں نے بنایا۔ جس وقت یہ قبریں بن رہی تھیں تو وہ عائشہ صدیقہؓ کا گھر تھا، رہائیشی کمرہ تھا۔ اس میں چوتھی قبر کی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ اس دنیا میں اتاریں گے، تو لوگو، وہ بطور نبی کے اپنے آپ کو نہیں پیش کریں گے۔ وہ دنیا میں قرآن پاک کے مبلغ کے اور میری نبوت اور میری رسالت کے داعی کے طور پر اپنے آپ کو پیش کریں گے، اور جب وہ فوت ہوں گے تو ان کی قبر میری قبر کے ساتھ بنے گی۔ درود شریف پڑھ لو۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد }

کیا قصور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کہ انہیں پھانسی پہ چڑھانے کے لئے سارے اکھٹے ہو گئے۔ قصص القرآن مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی لکھی ہوئی، پیسے ذرا خرچ کرو، لے کر مطالعہ کرو، اگر وہ نہیں ملتی تو مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ کی لکھی ہوئی تفسیر معارف القرآن لے کر اس کا مطالعہ کرو، میں ہمیشہ اہل علم کا حوالہ دیا کرتا ہوں جو تمام احادیث کو اور تفاسیر کو دیکھ کر اور نچوڑ کر لکھا کرتے ہیں، مطالعہ کرو ذرا تفصیل سے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے لٹکانے کے لئے تیار ہو گئے بات کیا تھی کہ با اثر لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ دن بہ دن ان کا حلقہ بڑھتا جا رہا ہے، شاگردوں کا مریدوں کا، ایسا نہ ہو کہ حکومت لے لے۔ تو بادشاہ نے بنی اسرائیل کو کہا کہ ان کا انتظام کرو، کیسے انتظام کریں؟ اچھا بلاؤ جتنے بھی سرکاری ابوالفضل اور فیضی ہیں سب کو بلاؤ، اور فتویٰ دو کہ ان کو کیسے سزاء موت دی جا سکتی ہے، یہ لابی بنا کر کے ہمارے باپ دادوں کے خلاف کر رہا ہے، زیادہ مسئلہ خراب کر رہا ہے۔ لہٰذا

یہ واجب القتل ہے۔

انگریز کو جب ضرورت پڑی تو کہا کہ میں نے مرزا سے دعویٰ نبوت کا کرادیا لیکن کام نہ چلا اس کافر سے، مسلمان پھر بھی اس کو نہیں مانتے اور اس کے فتویٰ کو نہیں مانتے کہ جہاد حرام ہے، پھر بھی میرے ساتھ جہاد ہو رہا ہے، قلم کا ہو رہا ہے، زبان کا ہو رہا ہے، عمل کا ہو رہا ہے، پیسے کا ہو رہا ہے، ہندوستان کے سارے مسلمان فنڈز دے رہے ہیں، مصنف میرے خلاف کتابیں لکھ رہے ہیں، مفتی میرے خلاف فتوے دے رہے ہیں، واعظوں نے میرے خلاف سارے ملک کے اندر آگ لگا رکھی ہے، عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقابلے کا اس حکومت کے زمانے میں کوئی پیدا ہوا ہی نہیں ہے۔

تو یاروں نے کہا کہ یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، ہمارے اخراجات تم پورے کرو تمہارا کام ہم کریں گے، لہٰذا فتویٰ ٹھوک دیا کہ انگریز اولوالامر ہے، خدا کا سایہ ہے، اولی الأمر کی اطاعت فرض ہے، اور حکومت وقت کے خلاف باتیں کرنا یہ باغیانہ زندگی ہے، یہ جو جہاد جہاد کا نام لے رہے ہیں یہ سب وہابی ہیں، یہ منکر رسول ہیں، یہ گستاخ ہیں، یہ فلاں فلاں ہیں، فتوے ٹھوک کر کے سارے ہندوستان اور اس کے بعد ساری دنیا میں، پیسہ انگریز کا ہے، دولت انگریز کی ہے، جس کے نتیجے میں نہ انگریزی تہذیب اس ملک سے گئی، نہ انگریزی تمدن گیا اور نہ انگریزی فتویٰ گیا آج بھی چل رہا ہے۔ سمجھے کہ نہیں درود شریف پڑھ لو۔ میرے ذہن میں اسٹیشن مقرر ہے میں اس پر بات چھوڑ دوں گا۔

تو لہٰذا گھیرا ڈال دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل شریف پڑھا رہے ہیں، اور ان کے انصار بیٹھے پڑھ رہے ہیں ان سے: ان کے لئے لفظ انصار کا آتا ہے قرآن پاک میں:

{ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ } { قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ }

کہ میرا ساتھ دینے والے کون کون ہو؟ یہی آیت ہے قرآن کی کہ نہیں؟ کہا ساتھیوں نے ہم ہیں انصار خدا کے دین کے لئے، جان دینے کے لئے آپ کی نصرت کے لئے آپ کے ساتھ ہیں، یہ جو دلّالی کر کے لانے والا ہے یہ انہی حاضر باش شاگردوں میں سے، انہی انصار میں سے ایک ہے، اور جا کر کے پیسے لے کر کے دلّالی کر کے سرکاری مولویوں کا اور سرکاری شیخ الاسلام ابوالفضل، فیضی جتنے بھی تھے ان سب کو لے آیا، دروازہ پر آواز دی دروازہ کھلا، اور دیکھا کہ پیچھے سے حکومت کے سپاہی آ گئے، آگے میں دعوت دیتا ہوں کہ گھر جا کر سورۃ مریم پڑھو، اللہ نے ارشاد فرمایا:

{ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا }

اے میرے عیسیٰ فکر مت کر: { اِنِّىْ رَافِعُكَ اِلَيَّ } میں تجھے اپنی طرف اٹھا لیتا ہوں { وَمُطَهِّرُكَ } بولو! اے حافظو!

{ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا } ہاں ! تجھے پاک کر لیتا ہوں ان لوگوں سے جو یہ حرکتیں کرتے ہیں،کوئی فکر کی بات نہ کر۔

اللہ نے حضرت جبرائیل کو بھیجا، جبرائیل آیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا اور چھت خدا نے پھاڑ دی ۔ پتھر کس کی مخلوق ہے بولو! اللہ کی ، اللہ کے آگے بے بس ہے کہ نہیں بولو! پتھروں کا سیکشن ، پانی کا سیکشن ، ہواؤں کا سیکشن ، آگ کا سیکشن ، درندوں کا سیکشن ، کیڑے مکوڑوں کا سیکشن ، انسانوں کا سیکشن ، یہ جدا جدا سیکشن ہیں،تمہاری بولی میں کہتا ہوں ۔لیکن مخلوق ہونے کے لحاظ سے یہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔لہٰذا خالق کا حکم ہر ایک پہ ایسے لگتا ہے جیسے میرے پہ اور آپ پہ، آگ پہ حضرت ابراہیم کے وقت میں ، پانی پہ حضرت موسیٰ کے وقت میں ، اور جناب من : ہوا پہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ، اور ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے کے لئے چھت کو اٹھوانے کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے ۔

یہ مشکلیں تب آتی ہیں امریکہ کی گندم کھائی ہوئی ذہنیتوں میں، اور ڈالڈا کے نام سے گریس کھائے ہوئے ذہن میں کہ یہ کیسے ہو گیا؟ یہ کیسے میرے لئے اور تیرے لئے ہے ، جو خالق ہے اس کے لئے ایسے ویسے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔وہاں تو یہ ہے کہ:

{ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ }

ہو جا تو ہو جاتا ہے ۔وہاں اسباب کی ترکیب ضروری نہیں ہے کہ پہلے بنیاد ہو، پھر اس کے بعد دیواریں ہوں ، پھر اس کے بعد شیٹرنگ ہو، اور پھر اس کے بعد لینٹر ہو۔ یہ اسباب مخلوق کے لئے ہیں ،مخلوق اسباب کی محتاج ہے ،مسبّب الاسباب تو ان اسباب کو پیدا کرتا ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے ۔لفظ سبحانک کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عیبوں سے پاک ہے، اور دوسرے کا محتاج ہونا بھی عیب ہے ۔وہ خدا کسی کا محتاج نہیں ہے ۔

عیسیٰ کو اٹھا لیا اور دلالی کرنے والا بناوٹی مولوی جو صحابی بنا ہوا تھا حضرت عیسیٰ کا،حلیہ اس کا وہی کر دیا جو حضرت عیسیٰ کا تھا اور اگلوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اسی کو پکڑ کر لٹکا دیا ، اور خوش ہو گئے کہ ہم نے صلیب پر چڑھا دیا،موت دے دی اور ختم کر دیا۔تو اسباب کے درجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شہید کرنے کا پروگرام تھا کہ نہیں تھا؟

یہ ہے تاریخ شہادت جو چلی آ رہی ہے، یہ تو اللہ کا کام ہے کہ اُسے شہید نہیں ہونے دیا اور قرآن میں آتا ہے کہ:

{ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ }

اُن بنی اسرائیلیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا، { وَمَا صَلَبُوْهُ } اور اس کو سولی پہ نہیں چڑھایا، یہ جو سولی کا نمونہ

لٹکاتے ہیں یہ ان کا غلط عقیدہ ہے۔ یہ غلط عقیدہ ہے کہ عیسیٰ ہمارے لئے سولی پہ لٹک گیا، اور اب عیسیٰ کو ماننے والے جو چاہیں کریں کوئی کسی پہ پابندی نہیں ہے وہ ہم سب کی طرف سے فدیہ میں لٹک گیا ہے۔

نہ وہ فدیہ میں سولی پہ لٹکا ہے اور نہ وہ ذمہ دار ہے۔ وہ زندہ ہے، اور دنیا میں آ کر اسلام کی دعوت دے گا۔ اور باقی بھی کوئی پیغمبر اپنی امتیوں کے گناہوں کی اپنے اوپر ذمہ واری لینے کا ذمّہ وار نہیں ہے، کوئی بھی۔

{ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی }

کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یہ مغالطہ ہے۔ ہر آدمی اپنے عمل کا خود ذمہ وار ہے۔

تو آدم علیہ السلام سے جو تاریخ شہادت چلی آ رہی ہے، جو اب آئے ہیں دوبارہ سن لو، پہلا شہید حضرت ہابیل ہے اس کے بعد باقیوں کے نام ہمیں نہیں آتے لیکن پہلے سپارے کے اکسٹھ ویں (٦١) آیت میں:

{ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ }

اس کی تشریح کے اندر رسول اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قوم کے تورات اور زبور کے ماننے والے،

{ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰه }{ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَاوٗدُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ }

پڑھنے والوں نے اپنے زمانے میں ستر پیغمبروں کو شہید کیا۔ اور اس کے بعد حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسباب کے درجے میں قوم نے تو شہید کر ہی دیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت میں موت ان کی مقرر نہیں کی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا، اور بعد میں اعلان کر دیا کہ:

{ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ }

اُن بنی اسرائیلیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا، { وَمَا صَلَبُوْهُ } اور اس کو سولی پہ نہیں چڑھایا، دونوں کام نہیں کئے، سمجھے؟

انگریز کا دلّال آیا مرزا غلام احمد قادیانی دجّال، مرزائیوں کے بارے میں جو نرم گوشہ رکھتا ہے اپنی خیر منائے قیامت کے لئے۔ جیسے کے اندرا گاندھی اسلام سے باہر ہے اور جیسے کہ ریگن جہنمی ہے، اور جیسے کہ روس کا صدر جہنمی ہے، اسی طریقے سے ہر مرزائی اور مرزا غلام احمد قادیانی یہ سارے کے سارے جہنمی ہیں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اس وقت میں حضرت عیسیٰ نہیں مرے تھے لیکن اب کشمیر میں مر گئے، کشمیر میں ان کی قبر ہے۔ اور جس عیسیٰ کے آنے کے بارے میں حضور

نے خبر دی ہے وہ عیسیٰ میں ہوں۔ اللہ پاک بچائے دجّال سے، کہہ دو آمین۔ درود شریف پڑھ لیجئے گا۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد }

میں کوشش کر رہا ہوں کہ مضمون کو اختتام تک پہنچا دوں۔ حضرت عیسیٰ کے بعد یاد رکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں کوئی نبی نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، رسول نہیں ہے، پیغمبر نہیں ہے تقریباً چھے سو(۶۰۰) سال تک یہ اندھیرے کا زمانہ ہے، جاہلیت کا زمانہ ہے، اور تقریباً چھے سو سال کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جو دعاء بیت اللہ کی تعمیر کے وقت کی تھی وہ پوری ہوئی اور عبداللہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا دادے نے اس کا نام رکھا محمد۔ کہو، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جو نہیں پڑھے گا، دس نیکیوں سے محروم ہوگا، ثواب سے محروم ہوگا۔ دادے نے نام رکھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

چالیس سال کی عمر میں جب آپ پر {اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ} کی آیت اتری تو اب پروگرام شروع ہو گیا تھا وعظ کا نصیحت کا، تو اب قوم اور برادری کے دو ٹکڑے ہو گئے کچھ مان رہے ہیں، کچھ نہیں مان رہے، سختیاں جھیل رہے ہیں، تیرہ سال مکے کے اور دس سال مدینے کے۔ تیرہ اور دس کتنے ہوئے؟ (۲۳) تیئیس۔ یہ قرآنی ٹریننگ اتاری خدا نے صحابہ پہ تیئیس سال میں، سمجھے؟ اور آپ دو رکعت پڑھ کے اس انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ اب میرے پہ وحی آئے گی میں نے نماز پڑھی ہے۔ سوچو ذرا۔

(۲۳) تیئیس سال کی محنت کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کا واقعہ ہوا، اور آپ کی جگہ ابوبکر بیٹھے، ابوبکر صدیق نے ڈھائی سال خلافت کر کے جب بیماری میں مبتلا ہوئے تو آپ نے حضرت عمرؓ کا نام لے کر کے نامزدگی کر دی کہ میں اپنا جانشین، اپنی وصیت، اپنی ذہانت، اپنے تقویٰ اور خدا کے سامنے جواب دینے کی بنیاد پہ اس کو نامزد کرتا ہوں اب مسلمانوں کا نظم و نسق یہ چلائے گا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت

پھر حضرت عمر نے دس سال اور چھے مہینے نظام مملکت، نظام الٰہی، نظام شریعت، نظام فتوحات اور نظام حکومت چلا کر کے بچو! ہوشیار ہو جاؤ جیومیٹری کا سوال ہے تم سے پوچھا جائے گا کہ کتنا زمانہ عمر کی خلافت ہوئی؟ دس سال اور چھے مہینے اور یہ جو مہینہ گزر رہا ہے قربانیوں والا ذوالحجہ کا اس کی (۲۶) چھبیس تاریخ کو ایک ایرانی غلام جس کا نام فیروز تھا اور ابولؤلؤ اس کی کنیت تھی، اُس نے زہر میں ٹھنڈا کیا ہوا چُھرا عبداللہ ابن سباء یہودی منافق کی تحریک کا وہ ممبر تھا اُس نے فجر کی نماز پہ مصلّے پہ

حضرت عمر جب پہلی رکعت پڑھا چکے اور دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو اُس نے حضرت عمر پہ حملہ کیا، تین وار کئے،اور جب آپ گرنے لگے تو پیچھے جو نمازی کھڑا تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس کو کھینچا،آگے کھڑا کیا اور دوسری رکعت اُس نے پوری کرائی، اس کو کہتے بناء کرنا، یہ تم نہیں کر سکتے ہو امام کو بھی مسئلہ معلوم ہو اور مقتدی جو پیچھے کھڑا ہو اس کو بھی مسئلہ معلوم ہو تو تب ایسا ہو سکتا ہے۔

آپ بے ہوش ہو گئے، اور گھر پہ جب ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کس نے مجھ پر حملہ کیا تھا، بتایا گیا کہ فیروز نے کہا شکر الحمد للہ کہ میرے خون کا ذمہ وار خدا کے ہاں مسلمان نہیں ہے۔ستائیس، اٹھائیس، انتیس ذوالحجہ چار (۴) دن زخمی حالت میں رہ کر کے اور یکم محرم کو آپ شہید ہوئے،اور یکم محرم کو آپ کا جنازہ ہوا، اور یکم محرم کو رسول پاک کے قدموں میں، ابوبکر صدیق کے پہلو میں روضہ پاک میں آرام کر رہے ہیں۔ یکم محرم بائیس (۲۲) ہجری کو۔ہجرت کے بائیس سال گزرنے کے بعد یکم محرم کو حضرت عمرؓ شہید ہوئے۔ تاریخ شہادت کی کڑیاں ملاتے جاؤ۔ آپ نے زخمی ہونے کے بعد ان چار دنوں میں چھے آدمیوں کو نامزد کر دیا۔جیسے کہ آپ مسجد میں چھے آدمی نامزد کر دیں کہ جو فیصلہ وہ کریں گے ساری آبادی کو منظور ہو گا۔

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین کی خلافت اور شہادت

تو اُن چھے آدمیوں نے آپس میں بیٹھ کر کے سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین، جامع قرآن، کامل الحیاء کے حق میں بیعت کی، اور اس بیعت کے بعد پھر سارے ملک میں بیعت ہوئی،اور حضرت عثمان بارہ (12) سال خلیفہ رہے۔تمہارے خلیفہ نہیں جو انگریز نے نام رکھوایا ہے۔ ماشکی کو خلیفہ کہتے تھے اُن خلفاء کی توہین کرانے کے لئے۔خلیفۂ رسول اللہ، خلیفۂ فاروق اعظم رہے، آج کل کے محاورے میں پریزیڈنٹ کہو یا سربراہ مملکت،اُن کے زمانے میں فتوحات افریقہ سے آگے نکل گئیں۔اور پھر جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے مظلومیت کی حالت میں مسجد نبوی مدینہ منورہ میں تو حضرت عثمانؓ نے وصیت نہ کی۔اور جب شہید ہو گئے تو شہید کرانے والے عبداللہ ابن سباء اور عبداللہ ابن ابی یہودی جو منافقین تھے، مجھ سے بھی زیادہ لمبی لمبی داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں، پہلی صف میں کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے تھے، ظہر،عصر کی اور محرابیں بھی بنائے ہوئے تھے پیشانی پر،لیکن دل سے مسلمان نہیں تھے۔ یہ تحریک انہوں نے چلائی تھی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے۔حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فٹوفٹ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ لگ گئے، اور محبت، محبت، محبت کا پرچار کرتے ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شہادت

اور حضرت معاویہؓ یہ کاتب قرآن ہیں، اور ان کی ہمشیرہ رسول اللہ کے نکاح میں ہے۔حضرت امیر معاویہؓ امت

محمد یہ کے روحانی ماموں ہیں، رسول اللہ کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں، قرآن کہتا ہے: {وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ} آپ ﷺ کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ جب حضور کی ازواج ہماری مائیں ہوئیں تو رسول اللہ کی زوجہ کا بھائی پھر ہمارا روحانی ماموں ہوا، کاتب قرآن ۔ یہ قرآن جب رسول اللہ پر نازل ہوتا تو حضور پاک حضرت امیر معاویہؓ سے لکھواتے تھے۔ سمجھے کہ نہیں سمجھے؟ صحابی بھی ہیں، مدبّر بھی ہیں ۔ دونوں کا اختلاف رائے ہوا درمیان میں کردار انہوں نے ادا کیا۔حضرت علی دوسال اور کچھ مہینے خلافت کر کے جب وہ شہید ہوئے تو ان کا بڑا بیٹا حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے۔

جب انہوں نے چھ مہینے خلافت کی ۔ (وہ دو بزرگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں میں دیکھ رہا ہوں بہت بری بات ہے، اب میں بات حضرت حسن پہ ختم کر رہا ہوں) حضرت حسن دوسال کے تھے یا ڈھائی سال کے اور رسول اللہ ممبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے، میری طرف دیکھو۔حضرت حسن دوڑتا ہوا آیا حضور نے یہاں بٹھایا اور یہاں بٹھا کر حضرت حسن کو بوسہ دیا اور مسجد نبوی میں مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے اس نواسے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری امت کے دوگروہوں کا خون بہانا بند کرادے گا۔ حضرت حسن کے لئے یہ حضور نے فرمایا تھا، وہ پیشن گوئی پوری ہوئی ۔حضرت حسنؓ نے چھ مہینے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لی اور نظام مملکت چلانے سے نظام خلافت سے دستبردار ہو گئے بحق امیر المؤمنین سیدنا حضرت امیر معاویہؓ ۔لہٰذا امیر معاویہؓ مسلمانوں کے دونوں دھڑوں کے متفقہ امیر المؤمنین اور امیر عالم اسلام ہو گئے ،اور فتنہ فساد مٹ گیا۔کوئی اختلاف،کوئی انتشار،کوئی خلفشار کسی قسم کا نہ رہا۔ نہ کوئی مرثیہ خوان، نہ کوئی ذاکر کوئی سلسلہ نہ رہا۔

سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادت

اور جب امیر معاویہؓ کے بعد یزید کا وقت آیا تو سیدنا حضرت حسینؓ کو ان کے ساتھ اختلاف رائے تھی، ہر آدمی کو اختلاف رائے کا حق ہوتا ہے ۔شرعی دینی فضائل کے اعتبار سے وہ زیادہ تھے،علمیت میں زیادہ تھے،تقویٰ میں زیادہ تھے، برگزیدگیوں میں زیادہ تھے،لہٰذا انہوں نے ان کی باتیں نہیں مانیں ، جیسے کہ اس دور میں علماء حکومتوں کی ہزاروں باتیں نہیں مانتے آپ دیکھ لیں ،قرآن کی روشنی میں نہیں مانیں، ان کو حق پہنچتا تھا کہ نہ مانیں۔ اختلاف رائے ہوا،اقتدار کے بھوکوں نے ،نوکریوں کے لالچیوں نے ، اپنی طرف سے مسالے لگا لگا کر نوبت یہاں تک پہنچائی کہ دس محرم کو میدان کربلا میں سیدنا حضرت حسنؓ بھی شہید ہو گئے۔

ایک جملہ ساتھ اور لگا دوں: دس محرم ہی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بمعہ اپنے اصحاب کے ہجرت کر کے دریا سے پار ہوئے تھے، اور دس محرم کو فرعون کو بمعہ اس کی قوم اور فوج کے خدا نے ڈبویا ہے وہ بھی محرم کی دسویں تاریخ تھی۔تو جب سے

آسمان پہ سورج چمک رہا ہے اس وقت سے محرم کا مہینہ بھی چلا آ رہا ہے، اور دیگر سال کے گیارہ مہینے بھی، محرم بھی پہلے سے ہے اور شہادتوں کی تاریخ بھی پہلے سے چلتی آ رہی ہے۔

یہاں سے آگے اگر میں ذکر کروں تو پھر آپ حضرات میں سے ایک بھی مجھے معاف نہیں کرو گے، جب کہ مضمون میں آگے بھی چلانا چاہتا تھا، جملہ سن لو: شہیدوں کی سیرت کو، شہیدوں کے عمل کو، شہید ہونے والوں کی تعلیمات کو اپنے پہ لاگو کرو گے تو دنیا بھی بنے گی، اور آخرت بھی بنے گی۔ اور اگر شہیدوں کے تذکرے ہی کرتے رہو، تو کچھ بھی نہیں بنے گا جیسے کہ دس دن کا بھوکا بیٹھ کے یا روٹی یا روٹی کہتا رہے تو اس سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا، جب تک کہ عمل کر کے منہ میں ڈال کر کے پیٹ تک نہ پہنچائے۔

باقی رہے فضائل تو فضائل پہ بحث ہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے دینے ہیں جتنے دینے ہیں وہ مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شہیدوں کا ہمیں عمل میں جانشین بنائے۔ اور محرم میں کوئی ایسی بات نہ کرو جس کی تمہاری شریعت میں اجازت نہیں ہے اہل سنت والجماعت کے مسلمانوں کو کہہ رہا ہوں، سنت رسول اللہ اور جماعت صحابہ کے پیروکاروں کو۔ محرم اس لئے نہیں ہے کہ اس میں بدعات کی جائیں، بلکہ محرم یاد دلاتا ہے اس تاریخ کو جو ہابیل سے لے کے چلتے چلتے حضرت حسینؓ تک جو میں نے گن لئے اس ساری تاریخ شہادت کی یاد محرم یاد دلاتا ہے۔ اور ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ تم بھی حق کا ساتھ دو، سچائی کا ساتھ دو، اور باطل کو مٹانے کی کوشش کرو جس طرح بھی ہو سکتا ہے یہ محرم کا پیغام ہے۔

اللہ نے جو کہلوایا ہے میرا کوئی کمال نہیں ہے، اللہ نے جو کہلوایا ہے اُس کی مہربانی ہے، ہم تو سراسر لاعلم ہیں، اور اگر آپ کو کوئی بات پسند نہیں آئی تو نماز کے بعد میری بات مجھے واپس کر دو۔ باقی تھوڑا سا وقت اوپر ہو گیا ہے معافی چاہتا ہوں۔ السلام علیکم۔



اہمیت رمضان



جامع مسجد کرتار پورہ راولپنڈی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ * قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ ، وَأَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَ اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ او کما قال علیه الصلوٰۃ والسلام ۔

درود شریف پڑھ لیجئے گا تا کہ میں حدیث پاک کا ترجمہ کروں۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد }

اللہ پاک کی نعمت اللہ پاک نے آپ حضرات کونصیب کی ہے ائیر کنڈیشن لگا ہوا ہے، وقت اور پیسہ اور انتظام جن ساتھیوں نے کیا ہے، خدا ان کے لئے قبول کرے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ سر نیچے کر کے بیٹھے رہیں گے تو آپ سو جائیں گے، وضو ٹوٹ جائے گا اور آپ بغیر وضو کے نماز پڑھو گے ۔ سر او پر کریں اور مجھے دیکھتے رہیں اور زبان سے درود شریف پڑھیں سارے حضرات ۔

{ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارِکَ وَسَلَّمْ }

حضرات گرامی: اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے، لاکھ لاکھ کیا بلکہ اربوں کھربوں کے حساب سے خدا کے لئے شکر وحمد و ثناء ہے کہ اُس اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اپنی مخلوق میں سے انسان، اور انسانوں میں سے مسلمان، خداء وحدہ لاشریک، جل جلالہٗ کو ماننے والا، جناب محمد الرسول ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے کے اوپر پختگی کے ساتھ اور حضرات صحابہ کرام کل کے کل خدا کے برگزیدہ، پسندیدہ، پاکیزہ ہستییں، صحابیات، اہل بیت، تابعین، تبع تابعین کے تقدس اور عظمتوں کے عقیدے پہ خدا نے ہم سب کو معتکف کیا ہوا ہے۔ کہہ دیجئے الحمد للہ!

یہی نجات کا راستہ ہے۔ اس عقیدے سے ادھر اُدھر ہٹ جانا خدا وند قدوس کی توحید کے سلسلہ میں جیسے اللہ کی منشاء ہے اس کے مطابق نہ ہوتو تب بھی نجات نہیں مل سکتی بارہا عرض کیا ہوا ہے۔ نبوت کے بارے میں بھی عقیدہ جیسے کہ محمد الرسول اللہ ﷺ نے تئیس سال صحابہ کوسکھایا۔ اور حضرات صحابہ کامیاب ترین ٹرینگ کے بعد پاس ہو گئے ۔ اللہ نے سرٹیفکیٹ

دے دیا، {اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ} کے ساتھ تو اللہ پاک نے رہتی دنیا کے لئے قیامت تک کے لئے خداوند قدوس نے صحابہ کرام والے ایمان کو ڈیزائن کے طور پہ معیّن کر کے اور مطالبہ کر دیا کہ ایسے تمہارا ایمان ہوگا تو اللہ کے ہاں نجات تب ہوگی خدا ہم سب کا ایمان کہہ دو صحابہ کی طرح کرے۔آمین

اہل سنت والجماعت کے معنیٰ یہ ہیں سنت رسول اللہ، سنت خلفائے راشدین، والجماعت: جماعت صحابہ کے عقیدے پہ رہنا، اور جب حضور کی اور خلفائے راشدین کی سنت پر نہ ہو رواجات کرے، جماعت صحابہ والے عقیدے پر نہ ہو تو پھر ظاہر بات ہے جس راہ پر وہ چل رہا ہے تو پھر اس کا وہ نام پڑ جاتا ہے، کبھی بدعتی کہلاتا ہے، کبھی کیا کہلاتا ہے۔حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ چھوڑا بہاء اللہ کے پیچھے لگ گیا تو بہائی کہلایا، مرزا کے پیچھے لگ گیا تو مرزائی کہلایا، پرویز کے پیچھے لگ گیا تو پرویزی کہلایا، ایسے ہی عرب ملکوں میں اور کئی شخصیات گزری ہیں، جیسے قدریہ، اور فلانا اور فلانا اور فلانا، اللہ تعالیٰ ان تمام فتنوں سے بچائے۔آمین کہہ دو۔رمضان دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے، بھولے، بھالے ہوئے نوجوانو، اُوے رمضانیو، آپ کو کہہ رہا ہوں، رمضان دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے۔تو یہاں دل کی گہرائیوں سے دعاء مانگا کرو تا کہ سال بھر کے لئے معاملہ بن جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس مہینے کی رحمتوں سے محروم نہ فرمائے۔آمین۔

تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کا لاکھوں اربوں شکر ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب جناب محمد الرسول اللہ کی ختم نبوت کے عقیدے پر اُس طرح ہمیں توفیق دی جیسے کہ حضرات صحابہ کو توفیق ملی، الحمد للہ! اور پھر اس پہ بھی خدا کا شکر ہے کہ رب العالمین نے جون کے مہینے میں روزے رکھنے کی توفیق دی اسی طرح جیسے کہ حضرات صحابہ کرام نے اٹھارہ رمضان کا روزہ رکھ کر کے، اور گرمی کے رمضان میں غزوۂ بدر کا معرکہ، اسلام میں پہلا معرکہ جو ہوا ہے۔

پنڈی والو! اللہ تعالیٰ سب کو حج اور عمرے پر لے جائے۔تو آج کل کا آدمی نہیں سمجھ سکتا کہ صحابہ کرام نے کیا مشقتیں برداشت کی ہیں۔اس لئے کہ آج کل تو ائیر کنڈیشن کاروں میں ہم لوگ آتے جاتے ہیں، بسیں ہیں تو وہ ائیر کنڈیشن ہیں، اور رفتار جو ہے وہ ڈیڑھ سو کلومیٹر فی گھنٹہ ہے، اتنی تیز رفتار، تو آج کل کا مسافر کیسے اندازہ کر سکتا ہے کہ جناب محمد الرسول اللہ، کہو صلی اللہ علیہ وسلم۔اور حضرات صحابہ کرام، مدینہ منورہ سے ڈیڑھ سو میل، رمضان کا روزہ رکھا ہوا، پیدل چل کر کے مکہ کی طرف دریاء کے کنارے آ کر کے ابوجہل کی فوج اور ابوجہل کے حامیوں اور اس کے طرف داروں کے راستے میں مورچہ بنا کر کے بیٹھے، سترہ رمضان کو اور اٹھارواں روزہ تھا اور باقاعدہ عملی جہاد ہوا، جب کہ اس ڈیڑھ سو میل کے راستے میں ایک بھی کہیں کنواں نہیں تھا اس زمانے میں سوائے بدر کے مقام کے، اور سائے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۹۵۸ء میں تو میں پہلی دفعہ گیا ہوں اللہ کی توفیق سے اور اُس سے بھی پہلے جو گئے ہیں اگر ان میں سے کوئی زندہ

موجود ہے یہاں پہ تو ان سے پوچھ لیجئے گا کہ کیا تکالیف ہوتی تھیں۔ سن اٹھاون (۱۹۵۸ء) میں جب ہم گئے تھے تو کچی سڑکیں ہوتی تھیں، اور پانی خرید کر کے مشکیزوں میں ساتھ لیجاتے تھے، تو ہم سوچا کرتے تھے کہ چودہ سو سال بعد آج جب یہ حالات ہیں تو چودہ سو سال پہلے کیا حالات ہوں گے؟ اس سے اندازہ لگائیے گا کہ حضرات صحابہ کرام نے یہ اسلام جس پر عمل کر کے اور نجات تک جانے کے لئے اللہ پاک نے ہمارے لئے راستے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ اور آج یہ نعمتوں کی فراوانی ہے۔ حضرات صحابہ کرام نے اس اسلام کو ہم تک پہنچانے میں کتنی تکلیفیں برداشت کیں۔

پنڈی والو! آج گرمی ہے، سب کہتے ہیں ہائے ہائے بڑی گرمی ہے۔ تو اس گرمی کو جو محسوس ہوتی ہے تو ذرا رسول اللہ اور صحابہ کے دور کی گرمی کو بھی سوچ لیا کرو۔ آج بھوک ہے تو ذرا وہ بھی دور سوچ لیا کرو کہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک کھجور کے ساتھ ہم دو دو صحابہ نے افطار کیا بدر کے مقام پر، ایک کھجور دو آدمیوں نے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، سوائے پانی کے کہ وہ پی لیا اوپر سے۔

تو ایک دفعہ ہم نے کہا کہ اس تجربہ کو دھرائیں افطار کرنے کے لئے حرم شریف میں، میں چونکہ شوگر کا بیمار تھا تو میں بھی ایک کھجور کھا کر کے اس کے بعد پانی پیتا تھا اور اس کے بعد طواف کرتا تھا، اُدھر آذان مغرب کی ہوتی ادھر میں طواف کرتا اس لئے کہ رش نہیں ہوتا، بوڑھے ضعیفوں کے لئے جب آپ عمرے کے لئے جائیں تو آپ کو طریقہ بتادوں۔ تو اندازہ ہوا کہ خدا کتنی برکتیں دیتا ہے حضرات صحابہ کے عمل سے اندازہ لگایا کرو۔ یہ جو مغرب کے وقت نفس امارہ جو حملہ کرتا ہے ناں اور فوجیں پھر نفس کی ھیّا ھیّا، غڑپا غڑپ، ادھر سے پانی پیو، کھانا بھی، پینا بھی۔ اور پندرہ منٹ کے بعد پھر جو ہے مسجد میں آنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ "اوہ اوہ، بہت زیادہ پیٹ اکڑ گیا ہے، پانی بہوں پی گیاں" یہ حالت ہوتی ہے۔ جب دن میں سولہ گھنٹے اللہ کی توفیق سے اور اس کی مہربانی سے اس نفس پہ کنٹرول ہوسکتا ہے تو پھر اس وقت بھی دس منٹ اس نفس پر کنٹرول اللہ کی توفیق سے اس طرح ہونا چاہئے کہ حد کے اندر رہ کر کھائے تاکہ مغرب کی نماز بھی ضائع نہ ہو اور مغرب کے بعد پھر عشاء بھی ضائع نہ ہو۔

بعض ساتھیوں میں یہ مرض ہے کہ روزہ تو رکھ لیا لیکن پھر نمازیں بھی ضائع کر دیں، تو نقصان تو پھر بھی اسی طرح کا رہا۔ فائدہ تو کچھ نہ ہوا، ایک فرض ادا کیا دوسرا فرض چھوڑ دیا۔ نقصان تو ویسا کا ویسا رہا۔ کمال تو تب ہے کہ روزہ بھی رکھ لیا، صبح سے شام تک کسی کی غیبت بھی نہیں کی، اور یہ سولہ سترہ گھنٹے وقت گزارنے کے لئے کیسٹیں لگا کر کے ڈوموں اور میراثیوں سے گانے بھی نہیں سنے۔ روزہ بھی رکھ لیا، اور تاش کھیلنے جیسا شیطانی کام بھی نہیں کیا۔ اور جناب روزہ اگر رکھ کر کے اور کہا کہ دن گزارنے کے لئے تاش پہ لگ گئے تو تم ہی بتاؤ پھر کمایا کیا؟ بھائی یہ جو روزہ رکھ کر کے ثواب کما رہے تھے، ادھر تاش کھیل کر

کے اپنے ہاتھوں سے یہ ثواب دیتے گئے ۔بیلنس میں تو کچھ بھی نہ رہا۔عزازیل نے ،ابلیس نے تو صفائی کے ساتھ اپنا ہاتھ ایسا مارا کہ جو محنت مزدوری کی تھی اس کا سارا اکاؤنٹ اپنے بیلنس میں جمع کرا لیا۔

اس لئے حدیث میں آتا ہے ،حضور نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: میرے بندو! مجھے صرف تمہارا کھانا چھڑانا، پینا چھڑانا اس کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں تو تمہارے اندر تقویٰ پیدا کرانا چاہتا ہوں ۔نیکی کا جذبہ ساتھ ساتھ پیدا کرانا چاہتا ہوں، اور نیکی کا جذبہ تب پیدا ہوگا کہ روزہ رکھ کر کے روزہ دارو! باقی جتنے گناہ ہوتے ہیں ان گناہوں سے خود رکنے اور اپنے اہل وعیال ،مزدور نوکر چاکروں ،زیر دست خاندان ،فیملی والوں کو روکنے کے لئے تدبیریں بھی سوچنی چاہئیں۔ وہ حدیث میں جو آتا ہے بارہا سنائی ہے کہ کانوں سے بھی خدا روزہ مانگتا ہے کہ ان سے بھی غلط نہ سنا جائے ،آنکھوں سے بھی روزہ مانگتا ہے کہ ان سے بھی حرام نہ دیکھا جائے ،سمجھے کہ نہیں یہ مائی حوا کی بیٹیاں جو بن سج کر پھرتی ہیں ،اور ان کو جو غور سے دیکھتے رہتے ہو تو روزہ کہاں رہا۔اور زبان اور ہونٹوں کا بھی روزہ ہو کہ ان سے غیبت ،چغلی اور بہتان تراشی ،اور گانا گانا ،اور بیہودہ شعروشاعری ،گالم گلوچ وغیرہ یہ تمام چیزیں اس زبان سے نہ نکلیں ۔

ہمارے عوام میں یہ بھی تو ایک مرض ہوتا ہے کہ بے تکّا گالیاں دیتے ہیں ،ظہر سے لے کر مغرب تک گھر میں گھر والیوں کو بھی گالیاں دے گا، بچوں کو بھی گالیاں دے گا،مال رکھا ہوا ہے تو مویشیوں کا گالیاں دے گا، بکریوں کو گالیاں دے گا،ریڑھا چلا رہا ہے تو ریڑھے کو گالیاں دے گا۔بازار میں تجربہ کرلو۔اگر پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب ملے گا "اَجی روزہ لگ گیا ہے" وہ روزہ ہی کیا ہے ؟ حالانکہ خدا تو کہتا ہے اس قرآن کریم میں کہ روزہ تم سے اس لئے رکھوا رہا ہوں : { **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** } تاکہ تم متقی بن جاؤ۔اور جو متقی بنے گا تو اس کا تو زبان پہ کنٹرول ہوگا جناب من: وہ تو جس اللہ کی رضا کے لئے روزہ رکھ رہا ہے ،اسی اللہ کی رضا کے لئے جناب من: وہ زبان کا بھی روزہ کرے گا۔آنکھ کا بھی کرے گا، ہاتھ کا بھی کرے گا، پاؤں کا بھی کرے گا، کان کا بھی کرے گا، ترازو کا بھی کرے گا،قلم کا بھی کرے گا، ہر چیز کا کرے گا۔ نہ ملاوٹ کرے گا، نہ کم تولے گا، نہ رشوت لے گا، اور نہ کوئی اور خرابی کرے گا۔ وہ اس نفس کو روزے کا عادی بنائے گا کہ یہ نفس ہر چیز کا روزہ رکھے ۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ۔

ہمارے ہاں کی گرمی سارے عرب ملکوں کے مقابلے میں ایک فیصدی ہے ۔وہاں اس سے زیادہ ہے ۔آپ یقین کریئے گا ، یکم جون سے بارہ جون تک ٹینکیوں کی ٹوٹیوں سے وضو کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی تھی ،چھلکا اترتا ہے اس قدر پانی گرم ہوتا ہے ۔یہاں ایسی صورت تو نہیں ؟ بولو۔آپ نے وضو کیا ہے میں بھی ابھی وضو کر کے آیا ہوں ، پانی اُبلا ہوا تو نہیں

ہے ایسی گرمی ہے لیکن کوئی شخص سنا بھی نہیں گیا کہ روزہ کھاتا ہے۔کوئی چیز کھلی ہوئی نظر نہیں آتی ،ایسا نظام ہے۔ اللہ ربّ العزت کے ساتھ معاملہ ایسا کرو۔

دولت مندوں اور غریبوں کے لئے پیغام

پیسے والو! خفا تو ہوں گے دل میں ، اور مجھے رقعے بھی ملا کرتے ہیں ، اور ہمارے ساتھیوں کو لوگ شکایتیں بھی کرتے ہیں کہ جی مولوی صاحب جمعے میں بڑی تیز باتیں کرتے ہیں ۔لیکن میں عادت سے مجبور ہوں ، یہاں کی سخت باتیں آگے مجھے اور آپ کو جنت میں لے جائیں گی ، خدا ہم سب کو لے جائے ۔ آسائیشوں والو! یہ آسائیشیں ہمیشہ نہیں رہیں گی۔ جن کو آسائیش ہے،آرام ہے، دولت ہے وہ بھی خدا کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ آسائیشیں ملی ہوئی ہیں تو کہتا ہے کہ استطاعت نہیں ہے ۔اور غربت والو سوچو تو سہی ، جب آسائیشیں یہاں بھی نہیں ملیں ،غربت ہے ، تنگدستی ہے ،مزدوری کرتے ہو، ہاتھ سے کام کرتے ہو، پسینہ نکلتا ہے ،اور عبادت بھی نہ کرو اور آگے جا کر آخرت میں بھی کچھ نہ ملا تو دنیا اور آخرت دونوں خسارہ میں رہیں گے کہ نہیں رہیں گے۔ اس لئے یہ دونوں چیزیں عارضی ہیں ۔ دولت والو! حضرت عثمان غنیؓ کو سامنے رکھو، اس سے زیادہ دولت مند تم نہیں ہو۔ اُس کا تقویٰ اور اس کی عبادت سامنے رکھ کر کے عبادت میں اور تیز ہو جاؤ۔ اللہ کی مرضی کے مطابق عبادت کرو۔ اور غربت والو، حضرت بلال حبشیؓ ،حضرت عمار، حضرت یاسر اور حضرت امیّہ جیسے لوگوں کی غربت اور تنگی کو سامنے رکھو کہ کس مشکل کے ساتھ وہ زندگی گزارتے تھے ۔حضرت یاسر کا بار بار میں نے سنایا۔آج بھی سن لو: کہ وہ بھٹی میں جب لوہا گرم کر کے لوگوں کے اوزار بناتا تو مکہ کے بڑے بڑے مُہا بدمعاش ،غنڈے ، ابوجہل ، عتبہ ،شیبہ کے بھیجے ہوئے وہی گرم لوہا لے کر ان کے جسم کے ساتھ پکڑتے جس سے ان کا گوشت جلتا جیسے کہ تکّے جلتے رہتے ہیں باہر سڑکوں پے،اور کفار ٹھا ٹھا کر کے ہنستے اور کہتے کہ انکار کر کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے ،اور نماز پڑھنے سے ہم تجھے چھوڑ دیں گے تو حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر اور ان کی والدہ یہ لوہاروں کا گھرانہ پھر بھی کہتے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ۔اور عربی میں کہتے یہ سختی کوئی سختی نہیں ہے خدا دوزخ کی سختی سے بچائے۔تنگی اور غربت والو! آگے کی غربت سے خدا بچائے آمین کہہ دو۔ یہ کوئی تکلیفیں نہیں ہیں یہ دیکھو یہ خدا نے ائیر کنڈیشن لگوا دیا ہے،اگر یہاں اس نفس کی مخالفت کرو گے تو قبر میں بھی جا کر ایسی راحت ملے گی خدا نصیب کرے ۔ برزخ میں بھی یہی راحت ہوگی ، پھر جنت میں بھی یہی راحت ہوگی ، کہہ دو ناں: خدا نصیب کرے۔

آمین تو کہہ دیا کرو۔لڑوانے کے لئے تو آمین بڑے زور سے کہتے ہو، پندرہویں صدی کا مسلمان لڑوانے میں بڑا تیز ہو گیا ہے ۔ضمناً بات آگئی ہے عرض کردوں ، ہم وہاں بھی پڑھتے رہے ہیں ۔مسلک کے نام سے، مذہب کے نام سے ، عقیدے کے نام سے۔ پیسہ مرزائیوں کا چل رہا ہے ، عیسائیوں کا چل رہا ہے ، کمیونسٹوں کی تحریک کام کر رہی ہے، بین

الاقوامی یہودی تحریک کا سارا کنٹرول ہے، اور بظاہر مولوی صاحب ہیں، اور جناب من پیر صاحب ہیں، اور مساجد کو اکھاڑا بنایا ہوا ہے، ساری دنیا میں قومیں مذاق اڑا رہی ہیں ۔سمجھے کہ نہیں، اور یہاں بھی پمفلٹ آتے رہتے ہیں۔تو وہ لڑوانے کی باتیں تو بڑی تیزی سے کہتے ہیں، اور یہ جو نجات والی بات ہے اس کو آہستہ سے کہا، زور سے کہا کرو۔اللہ تعالیٰ برزخ اور قبر اور آخرت کے عذاب سے بچائے، آمین یہ روزہ یہ عبادت اس لئے ہے۔

حضرات: تو میں نے حدیث پڑھی تھی، حضور نے فرمایا: {شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ} یہ ایسا مہینہ ہے کہ ابتداء کے دس دنوں میں رحمت ہی رحمت نازل ہوتی ہے۔دل دھویا جاتا ہے، نرم کیا جاتا ہے، تیار کیا جاتا ہے، {وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ} اور درمیان کے دس دنوں میں پھر مغفرت اور بخشش ملتی ہے، صفائی شروع ہو جاتی ہے، نزول رحمت کے بعد۔{وَاٰخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ} اور اخیر میں تو پھر بالکل آگ سے رہائی ملے گی، خدا نصیب کرے۔اسلام اور یہ عبادتیں سارے طبقوں کے لئے ہیں، نہ کہ صرف مولویوں کے لئے، نہ پیروں کے لئے، نہ پہلوانوں کے لئے، نہ ریڑھا چلانے والوں کے لئے اور نہ جناب من کھوکا چلانے والوں کے لئے، نہ کوئی مزدوری کرنے والوں کے لئے۔نبی کریم کی جماعت میں سارے طبقے موجود تھے اور اسلام سارے طبقوں کے لئے ہے، اور یہ عبادتیں سارے طبقوں کے لئے یکساں ہیں، یہ شہر اور دیہات کے لئے، یہ زراعت اور تجارت کرنیوالوں کے لئے، یہ ملازمت اور تعلیم سیکھنے والوں کے لئے یہ امیر اور غریب کے لئے عبادت سب کے لئے یکساں ہے۔سفر کی حالت بیماری کی حالت اور زچگی کی حالت، ماہواری کی حالت، چار حالتوں کو مستثنیٰ کر دیا۔اور پانچویں حالت ماں بہن کو اللہ نے اولاد کی نعمت دے رکھی ہو۔

اولاد کی نعمت کون دیتا ہے، بولو! اللہ، عقیدے ٹھیک کرو، لسوڑھے شاہ نہیں دیتا، گھوڑے شاہ بھی نہیں دیتا، اولاد کون دیتا ہے؟ اللہ دیتا ہے۔اور دیکھو اللہ بندوں پر کتنا رحمٰن ہے کہ اپنا حق معاف کرتا ہے۔تو اللہ نے اولاد دے رکھی ہے، یا تو پیٹ میں ہے ابھی ولادت نہیں ہوئی، یا ولادت ہو چکی ہے اور گود میں ہے دو سال سے کم عمر کا بچہ ہے۔دودھ ماں کا پیتا ہے، تو ہر دو حالت میں اُس ماں کے لئے رمضان کے یہ روزے، اُس کو کہہ دیا کہ تجھے یہ کنسیشن دیتا ہوں، اس رمضان میں نہ رکھ، بچے کو دودھ پلا، تا کہ اس کی زندگی بچ جائے۔اور جب یہ دودھ پینے سے بیزار ہو گیا تو پھر رمضان کے روزے، دور ہے، دس رہے، بیس رہے یا تیس رہے بعد میں پھر گنتی کر کے قضا کر لینا۔دین آسان ہے یا مشکل؟ بولو۔

یہ تو تمہارے لارڈ میکالے نے دو سو سال پروپیگنڈا کرایا کہ مولویوں کا مذہب بڑا اوکھا ہے۔مولوی کا مذہب تو بڑا ہی آسان ہے، پادری کا مذہب بڑا اوکھا ہے۔یہ تو بڑا آسان ہے دیکھ لو، اللہ پاک ہم کو آخرت کی آسانیاں نصیب کرے۔کہہ دو آخرت کی آسانیاں؟ نصیب کرے۔

تو میرے بھائیو، میرے عزیزو! دس دن تو گزر چکے ہیں، اور مغفرت کے بھی پانچ دن گر چکے ہیں لہٰذا سیزن کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ جیسے تاجر بھائی تجارت کے سیزن کو نہیں جانے دیتے، جیسے بجٹ کی افواہ لگ جائے تو ناجائز کی کمائی والے سیزن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، اور جیسے رشوت لینے والے سیزن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، ایسے ہی ہر ایک اپنا سیزن نہیں جانے دیتا۔ تو خدا کی مغفرتیں سمیٹنے کے خواہشمند، نیک بختو، آپ بھی اللہ کی مغفرتوں کے سیزن کو ہاتھ سے نہ جانے دو، پندرہ دن تو گزر چکے ہیں اور نا معلوم باقی پندرہ ہیں یا چودہ یہ تو ہلال کمیٹی نے حلال کرنا ہے، اور اس دفعہ تو اتفاق کی بات ہے کہ مکہ مکرمہ اور یہاں پر ایک ہی دن جمعہ کا روزہ ہوا ہے۔ درود شریف پڑھ لو۔

تو یہ جو دن رہ چکے ہیں اس میں ہر عمل میں کوشش کرو کہ مغفرت مل جائے، جو بھی عمل کرو۔ قدم اٹھاؤ تو بھی سوچو کہ اس پر مغفرت ملے گی یا نہیں، ہاتھ ہلانا ہے تو تب بھی سوچو، آٹا پیسہ کسی کو دینا ہے تو تب بھی سوچو کہ یہ مغفرت کا سبب بنے گا یا نہیں بنے گا، شہرت ساتھ نہیں ہونی چاہئے، ربّ العالمین توفیق عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیجئے گا۔

مظہر الدین قریشی صاحب بیمار ہیں، عبدالغفور انصاری صاحب کا آپریشن ہوا ہے، ہسپتال میں ہیں اور ایک صاحب نے پہلے بھی رقعہ دیا ہے، سب کے لئے اجتماعی دعاء بھی کراؤں گا نماز کے بعد۔ اور آپ سے عرض کردوں میری تو دعاء ویسے بھی لمبی مشہور ہے، عمرے کے سفر میں اللہ کے فضل سے، عمرہ نام ہے دعاء مانگنے کا، طواف کے سات چکر لگائے طواف پورا ہو اور پھر اس کے بعد تو کام ہے دعاء مانگنے کا چاہے آدھا گھنٹہ مانگو یا دو گھنٹے، اس کے بعد پھر صفا ومروہ ہے، یہ دو ہی تو جگہیں ہوتی ہیں تو سب کے لئے دعائیں مانگی ہیں۔ اور میں تو اس بیماری میں سوائے دعائیں مانگنے کے اور تو کچھ کر بھی نہیں سکتا۔

مدرسہ کے لئے اپیل

قاری صاحب نے یہ سرٹیفکیٹ بھیجا ہے بینک کا جمعے کے نمازیو! آپ کے علم میں لانے کے لئے کہ ہمارے پاس مدرسے کا خرچ کم ہو گیا ہے، اور کل موجودہ رقم (284.90) رہ گئی ہے۔ جبکہ ماہانہ خرچ بیس پچیس ہزار ہے۔ اور یہ چونکہ سیزن ہے، یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں آپ نے زکوٰۃ تو دینی ہی ہے، صرف آپ کی توجہ کی ضرورت ہے کہ آپ اپنی بہنوں کو بھائیوں کو، ماؤں کو، اپنے ساتھیوں کو، بازار میں اپنے ملاقاتیوں کو ترغیب دیتے رہیں کہ بھائی جس مد میں بھی کوئی پیسہ ہے، صدقہ ہے، خیرات ہے، نذر ہے نیاز ہے، زکوٰۃ ہے، عطیہ ہے، مدرسہ فرقانیہ میں دیتے رہو، تعلیم جاری رہے گی صدقہ جاریہ قیامت تک رہے گا، تو آپ حضرات کا میرا اور جو پیسہ دیں گے سب کی مشترکہ نجات کا سامان ہوگا، بنیاد جو بن چکے ہیں میرے ساتھی محلے کے اور باہر کے ان کا تعاون تھا، زبان کا میرا مسئلہ اور باقی آپ حضرات کا ہوتا ہے، اللہ نے یہ بھی ڈھانچہ کھڑا کر دیا، وہ بھی کر دیا، اب یہی دعاء ہے کہ خدا دونوں ڈھانچوں کو قیامت تک چلائے رکھے۔ یہ نماز کی جگہ، وہ تعلیم کی جگہ

حضور کے اوپر دو ہی چیزیں اتری ہیں، عبادات، اور اس کے ساتھ قرآن کریم، نبی کا معجزہ قرآن کریم ہے، قرآن کو جتنا پھیلاؤ گے تو کمیونزم، اور عیسائیت، مرزائیت، تمام الحاد اور دھریوں سے ملت اسلامیہ تب بچے گی۔ اور اگر تعلیم نہیں پھیلے گی تو کوئی دنیا کی طاقت کفر کو روک نہیں سکتی، اندلس اور سپین کا انجام آپ کے سامنے ہے دیکھ لو۔ وہاں علماء نہیں تھے، تو آٹھ سو سالہ مسلمانوں کی حکومت کے بعد جب وہاں عیسائی آئے تو دیکھ لو آج وہاں ایک مسلمان بھی نہیں ہے۔ اور یہاں آٹھ سو سالہ مغلوں کی حکومت کے بعد جب عیسائی آئے تو زمین پہ موجود مسلمانوں میں اللہ پاک نے مولانا قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی جیسے علماء سے جنہوں نے چٹائیوں پر بیٹھ کے تعاون مسلمانوں کا لے کے، دیہاتوں میں بیٹھ کے پرائیویٹ دینی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا، جو کرتار پورہ تک پہنچ گیا ہے اور ساری دنیا میں چل رہا ہے۔

تو انگریز اپنا سارا زور لگا بیٹھا، لیکن دیکھ لو کسی چیز کو بگاڑ نہیں سکا۔ کیوں؟ کہ یہ دینی تعلیم کا سلسلہ ہے جو پرائیویٹ طور پر چل رہا ہے، سرکاری نہیں۔ مغالطے میں مت رہنا، سرکاری پروپیگنڈہ ہی پروپیگنڈہ ہے سینتیس (37) سال سے۔ رسول اللہ کے دین کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر کرسی پہ بیٹھنے والا حکمران اپنی کرسی مضبوط کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ یہ یاد رکھیئے گا۔ نام ضرور اسلام کا استعمال کرتا ہے ملت اسلامیہ کو دھوکہ میں رکھ کر کے اپنے فیور میں لگانے کے لئے۔ لیکن پختہ جو کرتا ہے تو فرنگی نظام کو، اور اپنی کرسی کو، رسول اللہ کا دین، اور رسول اللہ کی تعلیمات ملت اسلامیہ کے نیک بخت مسلمانو! وہ صرف آپ کی ذاتی محنت کے نتیجے میں قائم ہے چاہے وہ مساجد ہیں یا مدارس ہیں، چاہے حفظ کا سلسلہ ہے، چاہے تجوید ہے قرأت ہے، تفسیر ہے، حدیث ہے، فقہ ہے۔ سارے شعبے اسلام کے وہ آپ حضرات کی توجہ سے چل رہے ہیں۔

تو مدرسہ کا سال کا دو ڈھائی لاکھ روپے کا جو بجٹ ہے وہ آپ حضرات کی دعاؤں اور رمضان کے مہینے میں توجہ سے پورا ہوتا ہے میں آپ حضرات کو دعوت دوں گا کہ آپ اس میں حصہ لیجئے گا اور اس کی طرف توجہ دیجئے گا۔ یہ مسجد میں ائیر کنڈیشن لگوا دیئے ہیں، جن حضرات نے پیسے، زبان، وقت دیا ہے اللہ قبول فرمائے، اور باقی جو ضروریات ہیں مسجد کی تو نوجوانو ہمت کرو، پوری کرو، رمضان کا مہینہ ہے تاکہ ہمیشہ ثواب رہے۔ بڑے جا چکے ہیں، ان کی گلیوں میں بیٹھے ہوئے نوجوانو عبرت حاصل کرو، جن بڑوں نے یہ دوکانیں یہ مکانات بنا کر دیئے دیکھو آج وہ چلے گئے ہیں، آپ کی نیکیوں سے ان کو ثواب پہنچے گا، سب سے بڑا صدقہ یہ ہے۔ عورتیں جو ٹونے ٹانے کراتی ہیں ان سے کوئی ثواب نہیں پہنچتا۔ ان کاموں سے ثواب پہنچتا ہے۔ اللہ پاک مجھے اور آپ کو توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

موضوع: زکوٰۃ آرڈیننس کا نفاذ

جمعہ خطاب مسجد کرتار پورہ راولپنڈی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

{ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا }

حضرات گرامی: زکوٰۃ کے نام سے اس ملک کے تینتیس سالہ بیوروکریٹس، افسر شاہی قسم کے لوگوں نے جو تحریر بنا کے، منصوبہ بنا کے اور صدر صاحب سے دستخط کروائے، نافذ کروایا، نام صدر کا ہے کہ صدر نے آرڈیننس نافذ کروایا زکوٰۃ کے بارے میں، اور کام سارا کا سارا وزارت خزانہ کے سیکشن افسروں کا اور سیکرٹریوں کا، ڈپٹی سیکرٹریوں کا، اسسٹنٹ سیکرٹریوں کا اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا ہے جو اس مالیات کے نظام سے وابستہ ہیں۔ اور اُن کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اسلام کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں، سنی سنائی بات جاننا اور چیز ہے اپنے علم کے اعتبار سے کہ قرآن پاک سے پڑھا ہو، یا قرآن پاک کی تشریحات حدیث رسول اللہ پڑھی ہوتیں، یا فقہ کی کتابیں پڑھی ہوتیں، تو اس وادی سے وہ گزرے نہیں۔

انگریزی کی ڈگری کی بنیاد پہ بدگمانی ان کو اپنے بارے میں یہ ہے کہ ہم پڑھے لکھے ہیں۔ تو ٹھیک ہے پڑھے لکھے ہیں مگر انگریزی کے پڑھے لکھے ہیں۔ انگریزی تحریر کے پڑھے لکھے ہوں، انگریزی زبان کے پڑھے لکھے ہوں تو انگریزی زبان میں جو کتابیں انہوں نے پڑھی ہیں اُن کتابوں میں اسلام اور قرآن اور حدیث تو نہیں ہوتی تھی، اس میں تو تاریخ ہندوستان ہوتی تھی اور دوسرے مضامین ہوتے تھے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے اس ملک کی تینتیس سال سے کہ اسلام کی تعبیر، اسلام کی تشریح، اور اسلام سے متعلقہ تفاصیل یہ بیٹھ کر کے وہ لوگ طے کرتے ہیں جو اسلام کے کوچے سے ہی نہیں گزرے۔ اس لئے بعد میں نزاع پیدا ہوتا ہے۔

لیاقت علی صاحب کے زمانے میں بھی یہ ٹکراؤ رہا، مذہب اسلام اور بیوروکریٹس کا۔ سکندر مرزا کے زمانے میں بھی یہ ٹکراؤ رہا، یہ غلام محمد کے دور میں بھی، چوہدری محمد علی، اور محمد علی بوگرہ کے دور میں بھی، ناظم الدین کے دور میں بھی اور صدر

ایوب کے دور میں بھی آپ کو یاد ہے کہ یہ ٹکراؤ رہا، اور یہ یحییٰ کے دور میں بھی، بھٹو کے دور میں بھی اور اب یہ ضیاء الحق کے دور میں بھی یہ ٹکراؤ رہے گا۔

جب تک اسلام کی بات کا فیصلہ اسلام کے ماہر علماء کرام سے نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک یہ تنازعہ رہے گا۔حکومت اپنے بیوروکریٹس اور افسر شاہی کے رعب اور دبدبے میں آ کر کے اور اُن سے فیصلہ کرا کے حکومت اپنی حکومتیّت کی طاقت سے جو چیز نافذ کرتی ہے، مسلمان جب اس کو یہ دیکھتا ہے کہ یہ ناجائز ہے، یہ حرام ہے، یہ گناہ ہے یا یہ ظلم ہے تو مسلمان آخر کار مجبور ہوتا ہے کہ وہ فریاد کرتا ہے، نظرِ ثانی کی اپیل کرتا ہے۔

مخالفت نہیں کرتا، یہ رپورٹر لوگ گورنمنٹ کو جو ادھوری بات پہنچاتے ہیں یہ جھوٹ بولتے ہیں، یہ کذّاب ہیں، مخالفت اور چیز ہے۔مسلمان رہنمائی کراتے ہیں، مسلمان صحیح راستہ بتاتے ہیں کہ صاحب یہ فیصلہ غلط ہوا ہے اس کو تبدیل کر کے اس کے بجائے یہ فیصلہ کرو۔ یہ نصیحت ہے، خیر خواہی ہے، راہنمائی ہے۔اور علماء بھی یہی کرتے ہیں۔

تو اب آپ نے دیکھ لیا ہے کہ وہ ہفتے کے دن سے باقاعدہ نفاذ ہوا، اور اس کے بعد سے جو کچھ ہوا ہے، اس کا جو کچھ انجام ہوا ہے سامنے آیا ہوا ہے۔ پریس پر تو چونکہ پابندی ہے وہ تو لکھ نہیں سکتے کھل کر کے عوام کی ترجمانی کیا کریں گے یہ یکطرفہ پالیسی اور نظریات کا اعلان ہوتا رہتا ہے گورنمنٹ سائڈ سے۔عوام کی بات تو ان کے دلوں میں دبی رہتی ہے، یا زبانوں پہ آتی ہے اور آپس میں بیٹھ کے بات کر لیتے ہیں۔

تو اب حکومت نے کروٹ بدلی اور پرسوں جناب من: اے سی صاحبان کا گروہ آیا ہم لوگوں کے پاس اور بھی علماء کے پاس گئے اے سی صاحبان اندرون شہر کہ جی ہم پیغام پہنچاتے ہیں کہ شریعت کے خلاف اگر کوئی بات ہوئی ہو تو ہمیں بتائی جائے ہم اصلاح کریں گے، ہمارے ساتھ تعاون کریں مخالفت نہ کریں۔یہ اے سی صاحبان پیغام لے کر آئے صدر صاحب کا۔اور کل پھر میٹنگ بلائی تھی ڈی سی صاحبان نے، میں تو اُس میں گیا نہیں، اور کیوں نہیں گیا اس کے بارے میں اخیر میں بتاؤں گا کہ کیوں نہیں گیا۔اور جو لوگ گئے تھے وہاں بھی یہی بات چلی۔

علماء نے کہہ دیا کہ یہ کوئی ذاتیات کا مسئلہ نہیں ہے، زکوٰۃ عبادت ہے نماز کے بعد، اور خالص عبادت ہے، اس میں حکومت کے وقار کا بھی سوال نہیں ہے، اور صدر صاحب کی پوزیشن کا بھی سوال نہیں ہے، اور مولویوں کی پوزیشن کا بھی سوال نہیں، یہ تو عبادت ہے۔عبادت کو عبادت کے طور پر ادا کیا جائے گا تو یہ عبادت بنے گی۔عبادت کو ڈنڈے کے طور پر، رعب کے طور پر ادا کیا جائے گا تو یہ گورنمنٹ کا آرڈر تو ہو سکتا ہے یہ خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

تو اب یہ ملک بھر میں تنازعہ چل پڑا ہے اس لئے حکومت کو نیک مشورہ دینے کے لئے یہ آیتیں میں نے پڑھی ہیں

کہ اس تنازعے کو یہ کیسے حل کریں۔ کیوں کہ ہماری بات تو بالواسطہ پہنچتی ہے ناں، لکھنے والے سی، آئی، ڈی کے رپورٹر کی مرضی ہے صحیح لکھے یا غلط لکھے، لیکن فرض تو ادا ہو جائے، مسئلے کی صحیح صورت سامنے آجائے۔ ملت اسلامیہ کا، مسلمانوں کا، دیندار مسلمانوں کا، اور افسر شاہی کا اس وقت تنازعہ چل گیا ہے۔ ملت اسلامیہ اس گول مول فیصلے کو زکوٰۃ نہیں مانتی، اور یہ زکوٰۃ کا قانون نہیں ہے ملت اسلامیہ کے نزدیک۔

اور افسر شاہی یہ چاہتی ہے کہ اس کو ہم منوالیں، لیکن اگر افسر شاہی کی ایسی باتیں مان لی جائیں تو پھر تو یہ سارے دین کے معاملے میں اپنے سیکرٹریٹوں میں بیٹھ کر جو فیصلے کر کے نافذ کرتے رہیں گے اور مسلمان اُس کو مانتے جائیں گے تو یہ دین تو لنگڑا لُولا ہو جائے گا۔ اب اس تنازعے کا حل اللہ کا قرآن پیش کرتا ہے۔

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا } اے ایمان والو! سب کو ایک آواز ہے، مولوی بھی آ گئے، زکوٰۃ دینے والے بھی آ گئے، اور اس کے اندر گورنمنٹ کے تمام پُرزے بھی آ گئے بمعہ صدر صاحب کے، جو بھی اپنے آپ کو ایمان والا کہتا ہے، ایمان والے تو آ گئے، مرزائی بے ایمان اس کے اندر نہیں آ رہے، ملحد دھریہ بھی نہیں آ رہے، { يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا } اے ایمان والو! {اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ} کہنا مانو اللہ کا اور اللہ کے رسول کا، {وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ }اور کہنا مانو ان کا جو صاحب علم ہیں، اور علمی مہارت کے وہ مالک ہیں ان کا کہنا بھی مانو، فتویٰ ان کا مانو جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔

{ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ }

اگر تمہارا تنازع ہو جائے گا کسی معاملے کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں، جیسے زکوٰۃ آرڈیننس کے بارے میں ہو گیا ہے کہ اس میں بہت ساری باتیں ناجائز ہیں، تو ایسی صورت میں اس تنازع والے مسئلے کو اللہ کی طرف لوٹاؤ، خدا کے دین کی طرف، خدا کے قرآن کی طرف، شریعت اسلام کی طرف، " وَالرَّسُوْلِ " اور اُس تنازعے والی بات کو رسول اللہ کی طرف لوٹا دو۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف لوٹو وہاں سے تلاش کرو کہ تنازعہ کا کیسے فیصلہ ہو سکتا ہے، اور کیا فیصلہ ہونا چاہئے۔ تو فرمایا:

{ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ}

اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور اللہ کے رسول پر تو سیدھی بات ہے، آپس میں کیوں لڑتے ہو، اپنی اس بات کو لوٹا دو اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی شریعت کی طرف جو جائز ہے اُس کو مانو، اور جو ناجائز ہے اس کو چھوڑ دو۔ جھگڑے کی اس

میں کوئی بات نہیں۔

اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے کہ مسلمان ملک میں نظام زکوٰۃ عملاً جاری ہو، اور دی بھی جائے، اور وصولی بھی ہو۔ اس میں تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔ اس میں تو جو بھی مسلمان ہے وہ اس پہ متفق ہے۔ یہ تمام تاجر اس پہ متفق ہیں، تمام مسلمان ملازم اس پہ متفق ہیں، تمام مسلمان پیسے والے اس پہ متفق ہیں کہ یہ عبادت ہے نماز کے بعد اور یہ ادا ہونی چاہئے۔ اس میں اختلاف نہیں۔

اختلاف جو ڈھونسلہ آیا ہے سیکرٹریوں کی طرف سے، ڈپٹی سیکرٹریوں کی طرف سے اور افسر شاہی کی طرف سے اختلاف اس میں ہے کہ جو دین نہیں ہے اور اس کو دین بنا دیا گیا ہے، اس میں اختلاف ہے۔ اس کی اصلاح کر دیں۔ اپنی مے کا سوال نہ بناؤ بلکہ اللہ کے دین کی عزت کا سوال بناؤ۔ ہمیشہ گورنمنٹ جتنا دور گزرا ہے، ہماری یادداشت کام کرتی ہے، یہ اچھی بات کو اپنی میں کا سوال بنا کر کے بگاڑ دیتی ہے۔ اور خرابی بسیار کے بعد پھر وہی بات کرتی ہے، لیکن وقت کا بھی نقصان پیسے کا بھی نقصان، ملک کا بھی نقصان اور اس کے ساتھ ماحول کا بھی نقصان ہو جاتا ہے۔ تو عقلمندی، ہوشیاری، دانائی، سنجیدگی اور قرآن کی زبان میں:

{ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ }

اللہ پر ایمان اور اس کے رسول پر ایمان۔ ایمان کا تقاضہ یہ ہے۔ تو جو بات شریعت کے خلاف ہے اسے چھوڑ دو، واپس لے لو، جو بات رسول اللہ کی سنت کے خلاف ہے، اسے چھوڑ دو، یہ قرآن کریم کی آیت کریمہ جو میں نے پڑھی ہے، یہ اصول ہے ہر مسلمان کے لئے۔ یہ پیغام ان مولویوں کے لئے بھی ہے کہ دو مولوی اگر کسی مسئلے پر لڑ جائیں تو اپنا وہ مسئلہ اللہ اور اللہ کے رسول کے دین کے آگے پیش کریں، سنت کے مطابق جس کا مسئلہ ہے وہ مان لے، اور جس کا غلط ہے وہ باز آجائے

یہ دو آدمیوں کے آپس کے معاملے کا، کاروبار کا مسئلہ ہے، بیاہ کا مسئلہ ہے، نکاح کا مسئلہ ہے، صلح کا مسئلہ ہے، کرایہ کا مسئلہ ہے، ادھار کا مسئلہ ہے، لین دین کا مسئلہ ہے، بھینس خریدی ہے، کپڑا خریدا ہے، اناج خریدا ہے، بیچا ہے، قرضہ لینا ہے، قبضہ لینا ہے، یا کوئی اور معاملہ ہے، یا دس آدمیوں کے جھگڑے کا مسئلہ ہے، یا سو آدمیوں کے جھگڑے کا مسئلہ ہے، یا گاؤں گاؤں سے لڑ جائے، محلہ محلہ سے لڑ جائے، انجمن انجمن سے لڑ جائے، بھائی دوسرے بھائی سے لڑ جائے یا رعایا اور حکمران آپس میں کسی مسئلے پہ اختلاف کر بیٹھیں تو اللہ فرماتا ہے:

{ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا } اے ایمان والو! { اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ } کہنا مانو اللہ کا اور اللہ

کے رسول کا، {وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ } اور اس آیت کے مخاطب حضرات صحابہ ہیں یہ بھی یاد رکھو، اور اے نبی کے ساتھیو! جو تم میں سے معاملات کا اختیار رکھتا ہے، خلیفہ منتخب کیا گیا ہے، حضرت ابوبکرؓ، اور حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ ہیں، حضرت علیؓ ہیں، حضرت امیر معاویہؓ یا دوسرے حضرات جو تم میں سے مشورے سے چاہے" اُولِی الۡاَمۡرِ " بنائے گئے ان کی بات کو مانو۔

پنجاب کے جاہل گدی نشینوں نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک لفظ" اُولِی الۡاَمۡرِ " کو انگریز پہ بھی چسپاں کیا تھا یہ ظلم عظیم ہوتا رہا یہ یاد رکھو۔اور کافر و دہریہ اور منکر، مرزائی، عیسائی، اور جو اس قسم کے اور بے دین ہوں یہ {وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ } ان کے لئے نہیں ہے۔اوپر ذرا مخاطب کو تو دیکھو: { یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا } نزول آیت کے وقت مدینہ منورہ میں اس آیت کے مخاطب حضرات صحابہ کرام ہیں، اللہ فرماتا ہے: اے ایمان والو! حضرات صحابہ ایمان والے ہیں۔ پھر ان کے نقش قدم پر اور قانون پر عمل کرنے والوں کے لئے قیامت تک کے لئے ہم سب کے لئے یہ حکم بن گیا کہ جس معاملے میں بھی اختلاف ہو تو {فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ } اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف اس بات کو لوٹاؤ۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ زکوٰۃ: عاقل بالغ مالدار مسلمان آدمی کے مال پہ زکوٰۃ کا فرض ہونا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا، اور زکوٰۃ کا وصول کرنا یہ اختلاف کی بات نہیں ہے۔سی، آئی، ڈی والو! غلط رپورٹ نہ دیا کرو، تمہاری حکومت کے پرزے بہرے ہوتے ہیں، کہ دیکھو جی یہ اختلاف کرنے لگ گئے ہیں۔

اوہ تمہیں خدا راہ لائے، کرزن کے روحانی بیٹو! مدینے کی راہ پہ خدا تمہیں لگائے، تم بات کو کیوں نہیں سمجھتے ہو؟ اختلاف اور چیز ہے، نصیحت کر کے صحیح راستے پہ لگانا خیر خواہی کی بات اور چیز ہے یہ اختلاف کی بات نہیں ہے، اختلاف تو تب ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ جی نہیں نہیں نہیں، بالکل زکوٰۃ کے اس قانون کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے، قانون نہیں بننا چاہئے، یہ اختلاف ہوتا۔

تو اہل حق، مسلمانان پاکستان جو مسلمان ہیں وہ زکوٰۃ کی فرضیت کے بھی منکر نہیں، وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بھی منکر نہیں۔ ادا کرتے رہتے ہیں، اور ہمیشہ ادا کی ہے۔لیکن زکوٰۃ آرڈیننس کے نام سے کچھ باتیں جو غلط مسلط کی گئی ہیں ان غلط باتوں کی نشاندہی کر کے مسئلے کو ٹھیک کرانا مقصود ہے۔

اہل علم یہ سمجھانا چاہتے ہیں۔ اگر اس کی اصلاح کر لو، اور اوپر ہماری بات پہنچاؤ صدر صاحب کو اور اور جو بڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بڑوں سے مراد بڑی تنخواہوں اور بڑے اختیارات والے، جہاں یہ ہوا بھی نہیں چلتی بغیر ائیر کنڈیشن کی ہوا

کے، سمجھے؟ اس ملک کوتینتیس سال سے اسی افسر شاہی نے ڈبویا ہے ۔ یہ کسی کو چلنے نہیں دیتے ، یہ یادرکھو۔مولوی آجائے تو سب کو سیدھا کردے گا۔مفتی صاحب جب بیٹھے وزیر اعلیٰ بن کر صوبہ سرحد کے اندرتو راستے پہ چلتے ہمیں گالیاں ملا کرتی تھیں۔یہ ایسا طبقہ ہے، سمجھے؟

تو آرڈیننس کی بعض شقیں غلط ہیں ان کی اصلاح کرو۔یہ اختلاف نہیں ہے یہ نصیحت ہے ،قرآن سنانا ہے۔ ہمارا اورآپ کا تنازعہ ہے،اورقرآن کہہ رہا ہے کہ:

{ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ }

اگرتمہارا تنازع ہو جائے گا کسی معاملے کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں تو اُسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف موڑ دو۔ سب سے پہلے یہاں شریعت کا مسئلہ ہے ، پہلے علماء سے پوچھا ہوتا۔ ڈی،سی صاحبان اب ہمارے پیچھے تھانیداروں کو بھیجواتے ہو۔

پتہ ہے آپ کو کیا ہوا؟ پرسوں جو ہے اے،سی صاحبان آئے اور کہا کہ جی صدر صاحب کا سلام پہنچانے آئے ہیں، اور یہ کہ زکوٰۃ آرڈیننس کے بارے میں اگر کوئی غلطی ہے تو تعاون کرو۔اور بتاؤ ہم ٹھیک کر دیں گے ، میں تو نہیں تھا، قاری صاحب سے ملاقات ہوئی ۔جمعرات کے دن جناب من میں گھر میں نہیں تھا کہیں گیا ہوا تھا: نماز ظہر کے بعد جب آیا اور نماز پڑھ کر جب میں لیٹ گیا کرتا اتار کر پسینے سے شرابور،تو باہر سے لڑکا آیا کہ جی پولیس والے آئے ہیں ایک پرچہ لے کر اور اس پر دستخط کرانا چاہتے ہیں تو میں نے کہا اُن سے کہہ دو،ساڑھے پانچ بجے آئیں ۔کوئی مجرم تو نہیں ہیں کہ ابھی ہی نکلیں۔ساڑھے پانچ بجے آئے، پرچہ بھیجا اندر، جب میں نے پڑھا تو اعلیٰ حضرت جناب فیض علی فیضی صاحب سے شروع کر کے جتنے خطیب ہیں سب نے حاضری لگائی ہوئی ہے اور سب نے دستخط کئے ہوئے ہیں ۔

پتہ ہے اس پر کیا لکھا ہوا تھا؟ اوپر لکھا ہوا تھا کہ مندرجہ ذیل کو مطلع کیا جائے کہ صبح ٹھیک آٹھ بجے ڈی،سی،صاحب کے رُو برو پیش ہوں ۔ سمجھے آپ؟ اس زبان کا انداز سوچو!

مندرجہ ذیل کو مطلع کیا جائے کہ صبح ٹھیک آٹھ بجے ڈی،سی،صاحب کے رُو برو پیش ہوں ۔

تو میرے مزاج کے آپ واقف ہیں اٹھائیس انتیس سال ہو گئے ہیں۔میں نے اپنے نام کے نیچے پوری ایک سطر لکھ دی، میں نے لکھا کہ چونکہ جرم بتایا نہیں گیا، اور جرم کے معلوم ہوئے بغیر میں تو حاضری سے معذور ہوں۔تو پولیس والے بڑے سٹپٹاتے رہے کہ جی یہ کیا کر دیا آپ نے وہ تو میٹنگ ہے ۔پیش ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے ۔ میں نے کہا، کاغذ پر جو

کچھ لکھا ہے میں تو اس کو جانتا ہوں۔جو کاغذ میں لکھا ہے یہ تو اتنے توہین آمیز الفاظ ہیں کہ جنہوں نے کئے ہیں ان مولویوں کو ڈوب مرنا چاہئے تھا اور دستخط نہ کرتے۔اگر میٹنگ تھی تو یہ لکھتے کہ مندرجہ ذیل علماء کرام کے ساتھ ڈپٹی کمشنر صاحب میٹنگ کرنا چاہتے ہیں، زکوٰۃ آرڈیننس کے بارے میں ضروری مشورہ ہے۔ برائے مہربانی تشریف لے آئیں۔یہ کیا کہ مندرجہ ذیل کو مطلع کیا جائے کہ صبح ٹھیک آٹھ بجے ڈی،سی،صاحب کے رُو برو پیش ہوں۔

اور آگے آدمی ہے صوبہ سرحد کا جناب من: بزرگوں کی غیرت کا تھوڑا سا اثر ہے۔میں نے اس پر لکھ دیا کہ چونکہ جرم معلوم نہیں ہے،اور جرم معلوم ہوئے بغیر پیش ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ثمن ہے نہیں۔دس بجے کل پھر ٹیلی فون آیا کہ جی آپ کا انتظار ہو رہا ہے، میں نے کہا جی بارش برس رہی ہے،گاڑی اپنے پاس ہے نہیں۔میٹنگ میں بلایا ہے ہر آدمی اپنے پندرہ بیس روپے خرچ کر کے جائے تم اپنی گاڑی میں لے جاؤ۔میں نے کہا گاڑی بھیج دو،گاڑی آگئی تو میں آجاؤں گا۔چنانچہ میں تو نہیں گیا۔

زکوٰۃ آرڈیننس میں خلاف شریعت باتیں

پتہ لگا ہے کہ وہاں یہی بات تھی کہ جی زکوٰۃ کے بارے میں تعاون کرو،اور جو بات شریعت کے خلاف ہے وہ بتاؤ تو ہم اوپر بھیج دیں گے اوپر سے آرڈر ایسا آیا ہے۔تو میں بھی آج اوپر کے آرڈر کے بارے میں ہی یہ سنا رہا ہوں کہ سب سے پہلے اس آرڈیننس کے ذریعے سے شریعت کے بارے میں غلطی تم نے یہ کی ہے کہ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ سال بھر میں کھا پی کے،خرچ کر کے،غمی شادی کے،موت کے،مرگ کے،علاج کے،کپڑے بنانے،گھر کی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد گذشتہ رمضان میں جو اثاثہ تھا اس رمضان میں اب پھر اس کا حساب کرو،جو بچ جائے اس کے حساب سے اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔اور وہ زکوٰۃ کسی غریب کو دی جائے۔اور اس کو مالک بنایا جائے۔

اور بینک تو مالک نہیں ہوتا۔اور جن لوگوں نے بینکوں میں پیسہ رکھا ہوا تھا یہ امانت ہے ان لوگوں کی،یا یہ تصرف کے ساتھ قرض دیا ہوا ہے۔کسی شخص نے اپنی طرف سے یہ نیت کر کے یہ رقم جمع نہیں کرائی کہ ہماری طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا۔زکوٰۃ دینے والے یتیموں کو دیتے ہیں، بیواؤں کو دیتے ہیں مدرسے میں طلباء کو دیتے ہیں،اپنے خاندان رشتہ داروں میں ضرورت مندوں کو دیا کرتے ہیں۔

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ امانت ہے،اور آرڈیننس میں یہ غلطی کی کہ کاٹ دو،رات کو آرڈیننس نافذ کیا اور صبح زکوٰۃ کاٹ دو، بھائی آرڈیننس کیا ہے تو سال انتظار کرو،سال کے بعد پھر اس آرڈیننس کے دن سے شریعت کے قانون کے مطابق جو پیسہ نصاب کو پہنچے تو اس کے بعد ان سے کہا جائے کہ بھائی زکوٰۃ کا ارادہ کر کے ان بینکوں والوں کو اپنا وکیل بناؤ کہ وہ

تمہاری طرف سے زکوٰۃ ادا کریں۔شریعت شریعت ہے یہ جیل نہیں ہے، کہ کرسی کے زور پہ بیٹھ کہ اس کو مذاق بنالیا جائے ،اور جس جس نے تاریخ میں ٹکر لی ہے شریعت کے ساتھ اُس کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔ یہ بھی مغالطہ نہ رہے ۔ان سیکرٹریوں کو سب کو کہہ دو۔کل والی میٹنگ میں کسی نے نہیں بتایا، میں یہاں بتا رہا ہوں میری یہی میٹنگ ہے۔

دوسری غلطی یہ کہ جس کے کھاتے میں ہزار روپے یا اس سے اوپر ہیں اس سے زکوٰۃ کاٹتے جاؤ۔انہیں یہ پتہ نہیں کہ پیسے والا مرزائی ہے، پیسے والا عیسائی ہے، نام مسلمانوں کا ہے،اور ہے وہ عیسائی یا مرزائی تو وہ تو کافر ہے اس پر زکوٰۃ ہے ہی نہیں ۔سمجھے؟

تیسرا نقصان : سعودیہ میں لیبیا میں باہر کے ملکوں سے مزدوری کرنے والے ہزاروں لوگ یہاں جس پر اعتبار ہوتا ہے اس کے اکاؤنٹ میں پیسے بھیجتے ہیں ،اور پیچھے ان غریبوں میں سے بعض کے اپنے گھر تک نہیں ہوتے ، شادیاں نہیں ہوتیں ،بعض ان میں سے بارہ تیرہ (۱۲، ۱۳) ہزار روپے قرض لے کر جاتے ہیں ،اور ابھی ان کے قرضے بھی نہیں اُترے ہوتے ،اور جناب من : یہاں اس کی زکوٰۃ بھی کٹ گئی ۔ذرا سوچ لو،شریعت کہتی ہے مقروض پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

شریعت کہتی ہے نابالغ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ بوڑھا آدمی ہے بیچارہ ، اور ورثاء کے ظلم سے ڈرتا ہے، اور اولاد نابالغ ہے ،اُس بوڑھے نے اپنے روپے بینک میں اپنے نابالغ بچوں کے نام پہ رکھے ہیں ،اور یارلوگوں نے ان نابالغ بچوں کے پیسوں سے بھی زکوٰۃ کاٹ لی۔کون سی دنیا کا مولوی کہے گا کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی ۔شریعت کے اصول کے مطابق وصول کرو، خدا بھی راضی ہوگا، رسول اللہ کی سنت بھی ادا ہوگی ،خدا کی رحمت بھی اترے گی ،ملت اسلامیہ بھی خوش ہوگی ۔

پھر اس کے ساتھ شریعت نے زکوٰۃ رکھی ہے ظاہری مالوں کے اوپر جو نظر آتے ہیں،جیسے گائے ،بھینس بیل ، بکریاں، اونٹ ہیں جو چر رہے ہیں نظر آتے ہیں ،اور اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ کسی کے گھر میں پڑی ہوئی ہے تو شریعت نے زکوٰۃ کے وصول کنندہ محاسب کو یہ حق نہیں دیا کہ کسی شخص کے گھر کی تلاشی لے لے کے،اور اس کی جاسوسی کر کے کہ تیرے گھر میں بھی سونے کا ٹکڑا یا چاندی کا ٹکڑا چھپا ہوا پڑا ہوا ہے۔

وہ جو مفتی صاحب نے بیان دیا تھا اس کو سمجھ جاؤ کہ زکوٰۃ ظاہری مال پر ہوتی ہے، باطنی مال پر نہیں ہوتی ۔ باطنی مال کی زکوٰۃ مسلمان خود دیتا ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کے سامنے خود جواب دہ ہے۔

پھر شریعت کہتی ہے کہ سب سے پہلے اپنے اقرباء سے شروع کرو، ذوی الارحام سے شروع کرو، پہلے ان کو دو، ان کے بعد دوسرے حاجت مند مسلمانوں میں تقسیم کرو،کیا اس ملک کے تینتیس سال کے اندر بیوروکریٹس کے ہاتھوں سے جو چیز تقسیم ہوئی ہے وہ بھی کبھی مستحقین کو پہنچی ہے ؟وہ تو ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو دی جاتی ہے اور باقی ساری کاغذی کاروائی ہوتی

ہے۔اب بھی میں یہی مشاہدہ کر رہا ہوں۔

تو یہ تنازعہ اب چل پڑا ہے،کل بھی علماء نے وہاں صاف کہہ دیا ہے میں نے پھرفون کر کے ان سے پوچھا،انہوں نے کہا کہ جی ہم نے ان سے کہہ دیا کہ بات صاف ہے یہ ہے دین کا مسئلہ،نہ ہماری ذات کا مسئلہ ہے اور نہ تمہاری ذات کا،ہمارا پیغام صدر صاحب تک پہنچاؤ کہ جو جو باتیں اس میں اسلام کے خلاف ہیں پہلے ان کوتبدیل کرو۔خدا کا دین تبدیل ہو جائے ، رسول اللہ کی سنت تبدیل ہو جائے ،تمہاری بات نہ تبدیل ہو،تم ہوکون؟ پہلے ان باتوں کوتبدیل کرو جو شرعاً ناجائز ہیں۔نابالغ بچوں کی بھی کاٹ لی جائے ،غیر مسلموں سے بھی کاٹ لی جائے ۔ایک آدمی قرض کرو لاکھ روپے قرض لے کر بھیجتا ہے کہ وہ مکان کا کام شروع کرے گا اور اس کی بھی زکوٰۃ کاٹ لی جائے جب کہ وہ قرض کے پیسے ہیں۔یہ ہے اندھا قانون۔

اس لئے یہ شریعت کا مسئلہ ہے اور شریعت کا قانون یہ ہے : { وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ } سورۃ النساء ہے ، پانچواں سپارہ ہے، پہلا ربع ہے،رکوع ختم ہوتا ہے اسی آیت کے اوپر:

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ،اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ }

اے ایمان والو! کہنا مانو اللہ کا اور اللہ کے رسول کا،{وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ } اور اے ایمان والو جوتم میں سے اسلام کی بات کوسمجھتے ہیں،اہل علم ہیں اور خدا کا خوف رکھتے ہیں ان کی بات کو مانو۔

{ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ }

اگر تمہارا تنازع ہو جائے کسی معاملے کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں جیسے کہ اس آرڈیننس کے بعد یہ تنازعہ پیدا ہوگیا ہے،تو اُسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف موڑو۔جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے، اللہ کے رسول کے مطابق ہے،اس کو قبول کرلو،اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف ہے اس کو چھوڑ دو:

{ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ}

اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور اللہ کے رسول پر ایمان ہے،آخرت پر ایمان ہے

تو یہ آسان طریقہ ہے اس میں نہ کسی کے ملک کا سوال ہے،نہ کسی کی عزت کا سوال ہے، یہ حقوق اللہ کا سوال ہے۔

فقہ کے مسائل کی تفاصیل کا وقت نہیں ہے ، علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ میرا روپیہ آپ کے پاس پڑا ہوا ہے،میں نے آپ کو یہ نہیں کہا ہوا کہ ہے میرے ان پیسوں سے آپ زکوٰۃ ادا کر دیں ،اور میں نے آپ کو دیتے وقت اس کا

ارادہ بھی نہیں کیا۔آپ اگر اس کا حساب کر کے اس میں سے زکوٰۃ کے پیسے دیتے رہیں گے دیتے رہیں گے،اور میں جب وہ امانت واپس لینے کے لئے آپ کے پاس آؤں گا مجھے ٹوٹل رقم واپس کرنے کے آپ ذمہ دار ہوں گے،جو آپ نے ادا کیا ہے وہ اپنی مرضی سے کیا ہے،میں نے آپ کو اجازت تو نہیں دی۔اور میں اس کے بعد یہ ساری زکوٰۃ بعد میں ادا کروں گا۔

جیسے دیوالیہ ہو جاتا ہے ایک آدمی، یا ایک آدمی کا قرضہ ہے کسی کے ذمّہ اور مقروض دیوالیہ ہو گیا اس کے دس ہزار، بیس ہزار روپے ڈوب گئے، دیوالیہ پن کے بعد خدا نے پھر اس کو مال دار کر دیا اور اس نے وہ پیسے موڑ دیئے، بھائی بہشتی زیور ہی کم از کم دیکھ لو، وہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ جس آدمی کا قرضہ کسی کے ذمہ ہو تو اب جس دن اس کو یہ قرضہ وصول ہو گا تو وہ گذشتہ تمام برسوں کی زکوٰۃ ادا کر دے گا۔زکوٰۃ کا مسئلہ نماز کی طرح براہ راست جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس کی نیت سے اس کا تعلق ہے۔

نمبر دو: زکوٰۃ کی رقم مسجد کی تعمیر پر بھی نہیں لگ سکتی، زکوٰۃ کی رقم مردے کے کفن کے لئے نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہ مردہ تصرّف نہیں کر سکتا اس مال کے اندر، زکوٰۃ تصرف والی جگہ میں لگ سکتی ہے۔

صدر صاحب! میں نے آپ کی خدمت میں آج سے تین سال پہلے چٹھی لکھی تھی جس کی نقل میرے پاس ہے اور رسید بھی ہے۔اس زکوٰۃ کے مسئلے پر جب پہلی دفعہ وہ بولے تھے تو میں آج جو بول رہا ہوں یہ سب لکھ کر بھیجا تھا کہ آپ کے مذہب کے اندر زکوٰۃ کے خرچ کرنے کے وہ مصرف ہی نہیں تو زکوٰۃ کیسے ادا ہو گی؟ مسلمانوں کی زکوٰۃ تو نہیں ادا ہو گی۔اس لئے کہ وہ بیوروکریٹس تو اپنی مرضی سے منصوبے بناتا ہے زکوٰۃ کے خرچ کرنے کے لئے۔اور قرآن تو زکوٰۃ کے مصارف اس طرح بیان کرتا ہے۔

{ اِنَّمَا الصَّدَ قٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ }

یہ زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔تو جو زکوٰۃ کمیٹی کے ممبر اور چیئرمین بنائے جائیں گے اپنے منظور نظر چن چن کر کے ان کو خود پتہ نہیں ہے زکوٰۃ کے مصرف کا تو وہ جب فہرست بنائیں گے تو کیسے بنائیں گے؟ یہ دینی ادارے جو پونے دو سو سال سے چل رہے ہیں یہ ان مسلمانوں کے تعاون سے چل رہے ہیں۔

صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں مسلمانوں نے ہر مسجد کے اندر بیس طالب علم تیس طالب علم ٹھرائے ہوئے ہیں ہر مسجد میں،اور عالم مفت پڑھا رہا ہے،اور ایک طالب علم جا کر روٹیاں مانگ کر لے آتا ہے اس کو وظیفہ کہتے ہیں، وہ کھا کر علم

حاصل کر رہے ہیں، یہ علم تو یوں پڑھا گیا ہے۔اور پھر جو شیعہ ہیں انہوں نے لکھ کر دے دیا کہ ہمارے مذہب میں زکوٰۃ ہوتی ہی نہیں لہٰذا ہمارا پیسہ واپس کرو،اس طرح جو شیعہ نہیں بھی ہے ان کے لئے بھی شیعہ بننے کا دروازہ کھول دیا۔سمجھے؟

صدر صاحب تاریخ سے عبرت حاصل کیجئے،اور ان سیکرٹریوں پر اعتماد نہ کریں یہ پرواہ نہیں کرتے۔اگر آپ واقعی زکوٰۃ کا حکم اس ملک میں زندہ کرانا چاہتے ہیں تو اس میں اختلاف کسی کو نہیں ہے۔یہ مسلمان زکوٰۃ کے جاری ہونے پہ،زکوٰۃ کے عمل کو عمل میں لانے کا کوئی بھی مسلمان مخالف نہیں ہے۔

لیکن مہربانی کر کے اس ملک کے مدارس کے چوٹی کے بڑے بڑے محدّث اور مفسّر اور فقیہ علماء کو بیٹھا کر کے مسئلہ صحیح کر دیجئے گا، انتظام آپ کیجئے گا،ہمیں انتظام کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے کہ ہمیں منتظم بناؤ،مسئلہ ٹھیک کرو یہ مسئلے کی بات ہے۔تا کہ ملک کے، اسلام کے جو لوگ مخالف ہیں اس مسئلے کو وہ آڑ بنا کر اپنی ناجائز اغراض نہ پوری کریں۔ملک بڑے نازک حالات سے جا رہا ہے آپ کو پتہ ہے،آپ کے دائیں آپ کے بائیں،آپ کے آگے،آپ کے پیچھے غیر مسلم قوتیں سازشیں کر رہی ہیں مسلمانو! بڑی خطرناک حالت ہے۔

اور ان شیعہ بھائیوں کو بھی سمجھاؤ کہ وہ اپنا مسئلہ تحریری طور پہ سامنے پیش کریں، ملاقاتیں کریں، یہ روزانہ وارننگیں دینا اور یہ کہنا کہ گرفتاریاں دیں گے اور کنونشن وغیرہ ایسا مت کرو،جو تمہارے بے لگام قسم کے آدمی حضرات خلفائے راشدین کو گالیاں بھی دے رہے ہیں،ایسا نہ ہو کہ تصادم ہو جائے اور معاملہ اور بگڑ جائے۔

وقت ایسا ہے کہ عوام میں ہر حال میں اتفاق چاہئے، اتحاد چاہئے، یکجہتی چاہئے، اور گورنمنٹ کو اور ان کے پرزوں کو بھی چاہئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے یہ عوام بیچارے رنجیدہ ہوں، یا یہ مشتعل ہوں، اور یا یہ کہ یہ پھر تمہارے سامنے آنکھیں نکالیں،اور پھر اس کا بوجھ تمہارے اوپر لدا جائے۔یہ تھیں میری گزارشات، اور زکوٰۃ کے کھاتے سے متعلقہ مرزائیوں کو جہاں جہاں لگایا گیا ہے برائے مہربانی ان کو ہٹایا جائے۔ان گذارشات کے ساتھ میں اس آیت کا ترجمہ ایک مرتبہ پھر عرض کر دیتا ہوں۔

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا } اے ایمان والو! {اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ} کہنا مانو اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا،یعنی سنت کی پیروی کرو۔ {وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ }اور کہنا مانو ان کا جو صاحب علم ہیں،اور علمی مہارت کے وہ مالک ہیں سمجھدار ہیں۔

{ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ }

اگر تمہارا تنازع ہو جائے گا کسی معاملے کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں ،تو ایسی صورت میں اس تنازع والے مسئلے کو اللہ کی طرف لوٹاؤ، "وَالرَّسُوْلِ" ، اور اُس تنازعے والی بات کو رسول اللہ کی طرف لوٹا دو۔

{ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ }

اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور آخرت پر ایمان ہے تو

{ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا }

یہ بہتر ہے تمہارے لئے ،اور اس کا بہترین انجام اور بہترین توجیہ ہوگی ۔

{ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ }

اور جو اللہ کا فیصلہ نہ مانے تو وہ ظلم کرتا ہے بہت ۔{وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْن} وہ اللہ کے حکموں سے باہر نکلتا ہے {وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْن} اور وہ اللہ کے احکام کا انکار کرتا ہے ۔تو ظلم اور انکار اور فسق سے خدا بچا کر کے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کو فقہ اسلامی کے مطابق ماننے کی ہم سب کو،اور صدر صاحب کو اور اس کے وزیروں ،مشیروں اور اس کے پرزوں کو خدا یہ توفیق دے ۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

****

موضوع: قربانی

جمعہ خطاب جامع مسجد کرتار پورہ راولپنڈی: 19/10/1989

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم * أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ * بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ *

{ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ ؕ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْ بِہٖۤ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَۃٍ اَوْ نُسُکٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ ؕ ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ }

درود شریف پڑھ لیں: حضرات گرامی:......فرمایا کہ جو شخص بھی تم میں سے حج اور عمرہ ایک سفر میں ادا کر لے، نیتیں اکھٹی ہوں یا جدا ہوں، تو اس شخص پر بھی قربانی کرنی وہاں پر ضروری ہے اور اس کو عربی میں اضحیۃ کہتے ہیں۔ اگر ایک آدمی نے حج اور عمرے کو ادا کیا ایک سفر میں نیت جدا جدا کی تو اس کو تمتع کہتے ہیں فقہ میں۔ اور یا نیت دونوں کی اکھٹی کی تو اس کو قران کہتے ہیں۔ قدرت کی بات ہے اگر کسی کے پاس سے پیسے گم ہو گئے، یا کم ہو گئے کہ جانور خریدنے کے لئے پیسے نہ رہے تو اب یہ جانور ذبح کرنا چونکہ اس پر واجب ہے ضروری ہے، تو اب شریعت کی آسانی دیکھو فرمایا:

{ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ }

جس شخص کو جانور ذبح کرنے کی مالی استطاعت نہ ہو اور اس نے حج اور عمرہ ایک سفر میں اکھٹے کر کے ادا کئے، تمتع کر کے یا قِران کی صورت میں تو وہ تین روزے تو رکھ لے (۹) نو ذوالحجہ سے پہلے پہلے۔ اور باقی سات روزے رکھے جب وہ کنکریاں مار کر کے فارغ ہو کر کے بارہ تاریخ کو جب منیٰ سے وہ واپس چلا جائے، مکّے چلا جائے یا مدینہ چلا جائے، یا کراچی چلا جائے، یا انڈونیشیاء چلا جائے یا دنیا کے کسی کونے میں چلا جائے، کنکریوں کے مارنے کے دن جب ختم ہو گئے

چودہ (۱۴) ذوالحجہ یا اس کے بعد سات روزے وہ اور رکھ لے، { تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ } یہ دس روزے مکمل کے مکمل اس قربانی کے قائم مقام لگیں گے اس شخص کے لئے جس پر قربانی واجب ہوگئی تھی بوجہ حج اور عمرہ دونوں ایک سفر میں اکھٹے کرنے کے جو اس نے تمتع یا قران کیا تھا۔ تو یہ اس کے لئے فرمایا۔

آگے ربّ العالمین فرماتے ہیں کہ:

{ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ }

کہ حج کی نیت باندھنے کے، سفر کرنے کے مہینے بالکل معلوم ہیں۔

یہ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے پہلے بھی ایک جمعہ میں بیان کیا تھا، کہ رمضان کے مہینے کے بعد جو مہینہ ہے جس کو شوال کہتے ہیں، اور یہ اب جو مہینہ جا رہا ہے جس کو ذیقعدہ کہتے ہیں۔

اپنے مہینوں کے نام یاد رکھو، دوسرے انگریز کے مہینے اس طرح رٹے ہوئے ہیں، اور علماء کو طعنے دینا، علماء کو کوسنا۔ آدمی کہتا ہے کہ بہت بڑے متقی، پرہیز گار قرآن کے حافظ ہیں تفسیریں پڑھی ہوئی ہیں، حدیثیں پڑھی ہوئی ہیں، اور بڑے متقی ہیں، اور اندر حال یہ ہوتا ہے کہ نماز صحیح پڑھنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ لیکن ہر چیز میں ٹانگ اڑائے گا، اور خود اپنا حال یہ ہوتا ہے کہ اسلامی مہینوں کے نام بھی نہیں آتے، اور شور مچائے گا۔

ہمارے پہ اقتصادی عذاب آئے، ہمارے پہ بارش نہ برسے اور خشک سالی کا عذاب آئے، ہمارے اوپر امراض کا عذاب آئے، یا کوئی اور صورت عذاب کی پیدا ہو۔ یہ سب چیزیں اس وجہ سے ہیں کہ ہم دین کا اور اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ہم دین کی اسلام کی توہین کرتے ہیں، اور اس سے بڑی توہین کوئی نہیں کہ آدمی نہ سیکھے نہ عمل کرے، اور ویسے دین کا نام لیتا رہے، تو یہ سب سے بڑی بے ادبی ہے، اس بے ادبی سے اللہ پاک بچائے۔

تو حج کے یہ دو مہینے اور دس دن ہیں۔ جیسے کہ نماز ظہر کا وقت بارہ بجکر بیس منٹ سے شروع ہو کر تین بجکر تیس یا چالیس منٹ تک یہ ٹائم رہے گا، یہ ابتداء اور وہ انتہاء ہے ظہر کے ٹائم کی، اور جو ظہر کا وقت ہے وہی جمعہ کا بھی وقت ہے۔ تو اسی طریقے سے حج کے ارادے اور حج کی نیت باندھنے کے لئے { اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ } یہ معلوم مہینے ہیں اللہ فرماتا ہے: شوال، ذیقعدہ، اور دس دن ذی الحجہ کے۔

ایک آدمی اتنی دیر سے گیا کہ وہ بیچارہ ذی الحجہ کی نو (۹) تاریخ کو جہاز کے ذریعے سے جدہ اترا۔ اور وہاں جب وہ اترا تو غروب آفتاب میں بڑی مشکل سے دو گھنٹے رہتے تھے، اُس نے گاڑی دوڑائی اس طریقے سے کہ خدا سب کو لے جائے

آمین کہو۔عرفات کی حدود جہاں سے شروع ہوتی ہیں وہاں بڑے بڑے مینارے بنائے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے کہ یہاں سے آگے عرفات کی حد شروع ہوتی ہے ۔اُدھر غروب آفتاب میں ابھی دومنٹ رہتے تھے اور اس کی گاڑی ان میناروں سے اندر عرفات کی حدود میں داخل ہوگئی ۔اور دومنٹ کے بعد غروب آفتاب شروع ہوا نویں ذی الحجہ کا، وہاں توپ کا گولہ چھوٹا اور حاجیوں کی واپسی شروع ہوئی ۔جناب من:

دیکھ لو دین کی آسانی باقی حاجی تو آٹھ کومنیٰ گئے رات گزاری نویں ذی الحجہ کا سارا دن عرفات میں گزارا، اور یہ شخص اس وقت پہنچا،تو اللہ کے ہاں اس کا اور باقی حاجیوں کا حج ایک ہی طرح برابر برابر رہا۔وہ ظاہر ہے کہ ایک آدمی ظہر کی آذان ہوئی اور اسی وقت سے آکر مسجد میں بیٹھا رہا، اس نے تحیۃ المسجد پڑھی ہے،صلوٰۃ التسبیح پڑھی ہے، استغفار پڑھتا رہا ہے، اور وہ کہ خطبہ ختم ہونے کے بعد اور تکبیر تحریمہ کے بعد جب قرأت کی جارہی ہو اور وہ آکر جماعت میں شریک ہو جائے ،نفس جمعہ کی نماز پڑھ لینے میں تو دونوں برابر ہیں لیکن ثواب میں تو برابر نہیں ہیں ناں۔

بھائی دیکھیں: دس روپے گھنٹے کے حساب سے مزدوری ہے اور ایک آدمی نے صبح سے شروع ہو کر بیس گھنٹے مزدوری کی ،اور دوسرے نے آکر کے صرف پندرہ منٹ کام کیا ہے تو اس کو ان پندرہ منٹ کے کام کی اجرت ملے گی اور جس نے بیس گھنٹے کام کیا ہے دس روپے گھنٹے کے حساب سے سارے حساب دان حساب لگالیں دونوں کی اجرت میں فرق ہوگا کہ نہیں ہوگا؟

لیکن فرض ادا ہو جائے گا آخری وقت میں جانے والے کا۔نو (۹) ذی الحجہ کو ایک آدمی نے حج کا احرام باندھا، جہاز سے اترا، وہاں سے گاڑی لی اور غروب آفتاب سے پہلے اس نے عرفات کی حدود میں قدم رکھا، اور اُدھر سے توپ کا گولہ چلا اور غروب آفتاب ہو گیا،تو اللہ اتنا کریم ہے کہ اس نے فرض کو پھر بھی قبول فرمالیا، سمجھے؟ اسلام کی تعلیمات کو سیکھو۔اچھا ہے کہ بہت ساری چیزوں پہ آج پابندی لگ گئی ،اخبارات جو لغویات سے بھرے ہوئے تھے ،اب دینی کتابوں کا مطالعہ کرو تا کہ کچھ اسلامی معلومات حاصل ہوں ۔اور جو حضرات اب جارہے ہیں حج پہ یا جن کے عزیز جارہے ہیں وہ ان مسائل کو یاد رکھیں اور ان کو بتائیں ۔

تو فرمایا کہ حج جو ہے وہ معلوم مہینے ہیں،شوال، ذی قعدہ جو اب جارہا ہے، اور ذی الحجہ کے دس دن ۔اللہ پاک صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔چونکہ اگلا جمعہ بھی ہے اور اس سے اگلا بھی اسی لئے میں نے یہ سارا رکوع پڑھ لیا تھا، اسی پر اللہ نے چاہا تو معروضات پیش کرتا رہوں گا۔

اب چونکہ حج کی قربانی کا ذکر آیا ہے تو اپنے ہاں کی قربانی کا ذکر بھی کردوں۔ بہت سارے احباب میرے سے

چلتے پھرتے پوچھا کرتے ہیں کہ جی قربانی کا حصہ کتنا ہے؟ کیوں کہ بہت سارے احباب اس شہر میں اور ملک میں جو قربانی کرتے ہیں اکیلے وہ جانور ذبح نہیں کر سکتے تو وہ حصّہ ڈالا کرتے ہیں۔ مدرسہ میں جو انتظام کیا کرتے ہیں محلے کے دوست و احباب رَل کے،تو میں نے ابھی معلومات کی ہیں، اور اپنے اس سفر کے دوران بھی میں نے یہ دیکھا ہے کہ بارہ سو، ساڑھے بارہ سو، تیرہ سو، اور چودہ سو کے درمیان اچھا جانور جو ہے وہ مل جاتا ہے۔تو اس حساب سے احتیاطاً ایک سو پچھتر یا دوسو روپے (200) یا(175) کے حساب سے پیسے آپ جمع کرائیں جیسے کہ ہر سال کراتے تھے،کمی بیشی پوری کردی جائے گی،جس کے پیسے بچیں گے وہ ان کو دے دیئے جائیں گے،اوراگر لینے ہوں گے تو وہ بھی حساب کر کے لے لئے جائیں گے۔

ایک بات جو میں ہر سال کہا کرتا ہوں، اور اب بھی عرض کردوں کہ بعض حضرات کا مثلاً دادا غریب تھا، پڑدادا غریب تھا،اُس نے غربت کی وجہ سے قربانی نہیں کی اور اب اللہ نے دولت دے دی۔تو لاکھوں پتی مالک ہوتے ہوئے، کاروبار ہے، بازار ہے،کوئی نہ کوئی دنیا کا کام کرتا ہے۔ پیسے ہیں،مگر اس وجہ سے قربانی نہیں کرتے کہ" جی ساڑھے باپ دادے نے نہیں کیتی" تو اس رواج کو توڑو، مہربانی کرو۔قربانی کا تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ چونکہ باپ دادے نے نہیں کی تو لہٰذا آئندہ اولاد بھی نہ کرے۔

رواجات یہاں اسلام میں نہیں ہیں، یہ تو دارو مدار ہستی پر ہے۔جس کے پاس بھی ہو۔جیسے کے زکوٰۃ ہے، نصاب پورا ہوگا تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔نصاب نہیں تو زکوٰۃ بھی فرض نہیں۔جیسے کہ حج ہے نصاب ہے تو زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہو گا نہیں ہے تو نہیں ہوگا۔ایسے ہی قربانی جو ہے وہ نصاب والے آدمی کے اوپر ہے،اور یہ اسلام کی باقاعدہ مالی عبادت ہے۔وہ جو تیسویں (۳۰) سپارے کی آخری سورتوں میں ہے ناں کہ :

{ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ }

پس نماز پڑھ اپنے رب کی رضا کے لئے اور نحر کر۔

جولوگ حج کے لئے گئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں اونٹ کی چھاتی میں بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کے چھرا مارتے ہیں اور پھر خون کے فوارے جاری ہو جاتے ہیں نحر اس کو کہتے ہیں۔اور باقی دوسرے جانوروں کے لئے نحر کرنے کے بجائے ذبح کرنے کا حکم ہے۔

تو یہ اسلام کا ایک شعار ہے،اس کو عبادت سمجھ کر کے کریں،اور نفلی قربانی ہر ایک کی طرف سے کی جاسکتی ہے، اپنے والدین کو ایصال ثواب، دادے، پڑدادے،نکڑ دادے کے ایصال ثواب،حضرات صحابہ کرام کو، خلفائے راشدین کو، نبی کریم

ﷺ کو، اور نبی کریم سے پہلے سارے رسولوں کے ایصال ثواب کے لئے ایک حصہ رکھ دیا کہ سارے رسولوں کو اس کا ثواب ملے، اللہ کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔ثواب پہنچانے میں ہر ایک کو مستقل قربانی کا ثواب دے گا۔

اور باقی مسائل پوچھ لیا کریں، قاری صاحب سے، میرے سے، قاری یوسف صاحب سے جو آپ کو معلوم ہی ہیں کہ قربانی کے جانور کے کان کٹے نہ ہوں، دم کٹا نہ ہو، اس قدر لنگڑا نہ ہو کہ چل پھر نہ سکے، اس طرح وہ نابالغ نہ ہو، گائے بکرے دنبے ہر ایک کی عمر کی حد جدا جدا ہے، بکری کی نسل میں یاد رکھو عمر کے لحاظ سے سال بھر کا چاہئے چاہے قد کے لحاظ سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔اور اُون والے جانور جیسے بھیڑ دنبہ وغیرہ وہ اگر جسامت کے لحاظ سے سال بھر کے معلوم ہوتے ہوں اور عمر کے لحاظ سے چھوٹے ہوں آٹھ دس مہینے کے ہوں تو ان کی قربانی جائز ہوگی۔ باقی گائے بھینس، اونٹ ان کی عمریں وہی ہیں جو آپ بڑے بوڑھوں کو یاد ہیں۔

اور جو نوجوان ہیں تو آپ کا تو شوق ہے بال بنانے کا، سرمہ لگانے کا، پتلون پہننے کا۔ مسئلے تو آپ پوچھتے ہی نہیں۔

تو مسائل سیکھا کرو، مسائل سیکھنے سے آتے ہیں نوجوانو!۔اور یہ دین سیکھنے سے اور سکھانے سے پھیلا ہے، اور یہ دینی مدارس کی محنت سے یہ اسلام پھیلا ہے، کسی اور کی محنت سے نہیں پھیلا۔اللہ نے چاہا تو باقی باتیں پھر کرتے رہیں گے۔اللہ پاک میرے اور آپ کے اور تمام مسلمانوں کے عیوب پر یہاں بھی پردے ڈالے اور آخرت میں بھی پردے ڈالے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

****

تعزیتی خطاب بر وفات شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ: مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

بمقام حنیف آباد واکبری جامع مسجد محلہ موہن پورہ راولپنڈی

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ * أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ * بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ *{ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ } وقال تعالیٰ:

{ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ * رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ، وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ * رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ } صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔

صدر محترم، حضرات علمائے کرام، معزز حاضرین۔

آپ کے بیٹھنے اور سننے کا اور ہمارے بولنے کا مدعاء اور مقصد استاد العلماء شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لئے یہ جلسۂ بیان اور وعظ اور دعاؤں کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے، تاکہ حضرات علماء کرام ذرا ذرا سے وقت کے اندر وعظ کے ذریعے سے ثواب میں شریک ہوں اس کے لئے ہم لوگ حاضر ہوئے ہیں۔ تاکہ جو دل مغموم ہیں، ان عبادات کے انوار سے ان کے غم کو ہلکا کرنا مقصود ہے۔ اور مستقبل کے لئے اللہ سے توفیق مانگتے رہیے کہ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم کوئی کام کریں۔

شیخ القرآنؒ اپنے پچاس ساٹھ سالہ توحیدی اور دینی اور تعلیمی بابرکت کام کی وجہ سے ہم لوگوں کی تعریف کے اور

اچھے کلمات کہنے کے محتاج نہیں ہیں۔وہ محتاج صرف ربّ العالمین کے فضل و کرم کے ہیں اور دارالعمل کے منتخب مقام اجرت اور معاوضہ ملنے کے مقام پہ پہنچ چکے ہیں۔خداوند قدوس انہیں ان تمام اعمال حسنہ اور کمالات مبارکہ جو انہوں نے سرانجام دیئے انہیں قبول فرما کر اجرعظیم عطا فرمائے۔یہ بہتر ہدیہ، اور بہتر عقیدت اور بہتر ہمدردی ہوتی ہے دنیا سے جانے والی ہستی کے ساتھ۔

یہ تعزیتی جلسہ ہے۔لمبی چوڑی تقریریں،مسائل پر آئندہ اللہ نے توفیق دی اور حضرات علماء کرام نے انتظام کیا تو عرض کیا جائے گا۔میں صرف اتنا عرض کردوں کہ اللہ پاک نے ارشادفرمایا:

{ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ }

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم اور خوشی ،دونوں وقت کے معمولات اے امّتیو! تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

عقیدے کے لئے بھی ،عمل کے لئے ، انسانوں کے حقوق اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی ۔محبت کا برتاؤ کرنا خدا کے ساتھ ، خدا کے رسولوں کے ساتھ ، اولیاء کرام کے ساتھ،شہداء کے ساتھ ،صلحاء کے ساتھ ۔تو اس وقت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل سامنے رکھ کر برتاؤ کریں گے تو خدا بھی راضی اور رسول اللہ بھی راضی ہوں گے۔اور اگر کسی کے ساتھ نفرت کرنی ہے یا کسی کے ساتھ عداوت کرنی ہے تو فرمایا کہ اس عداوت کرنے کے معاملے میں بھی اتباع سنت کے معاملے کو ہاتھ سے مت جانے دو۔

{ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ }

حکومت کرنی ہے تو تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تئیس (۲۳) سالہ نظم ونسق اور آپ کے فوجداری،اور آپ کی دیوانی ، اور آپ کے غذوات اور آپ کی فتوحات ، اور آپ کے رات کے سفر اور آپ کے دن کے سفر چاہے وہ حنین کے ہوں یا بدر کے ہوں ، چاہے وہ احد کے ہوں یا تبوک کے ہوں ۔اور اگر زبان سے اسلام اور دل میں کفر رکھنے والے منافقین سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کے ساتھ برتاؤ کرنے میں بھی اللہ نے فرمایا کہ تمہارے سامنے رسول اللہ کی سیرت اسوہ حسنہ موجود ہے اس کے مطابق نباہ کرتے رہو۔

تو اسی اسوۂ حسنہ کے مطابق اللہ پاک توفیق دے ہم نے حضرت مولانا شیخ القرآن مرحوم کی جدائی کے غم کو بھی اسوۂ

حسنہ کے مطابق برداشت بھی کرنا ہے اور اس سے آگے نکلنا بھی ہے۔

یہ نکلنے والا جو لفظ میں نے کہا ہے اس کو ذرا سمجھو۔ کہ ملت اسلامیہ کا مزاج ایسا ہے کہ جانے والے اکابر اور اسلاف کے غم کو لے کر کے ملت اسلامیہ کو نبوت کی تعلیم میں یہ کہیں بھی نہیں ملتا کہ اُس غمی کو لے کر بیٹھ جاؤ اور جب اس کی جدائی کا وہ دن آتا ہے یا مہینہ آتا ہے، یا وہ سال آتا ہے تو بیٹھ کر روتے رہو۔اس طریقے سے اگر اسلام کا نظام ہوتا تو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد الرسول اللہ ﷺ تک اور اس کے بعد سے لے کر آج ہمارے اپنے دادے اور پڑدادے تک کونسی ہستی ایسی ہے جو قابل عزت اور قابل عظمت اور قابل بزرگی و ادب نہیں تھی۔تو پھر غم ہی مناتے رہتے اور روتے ہی رہتے۔

تو اس لئے فقہ حنفی کے لحاظ سے، شافعی کے لحاظ سے، مالکی کے لحاظ سے، حنبلی کے لحاظ سے، اور تصوف میں پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ،تصوف میں سلسلہ قادریہ کو دیکھو یا خواجہ معین الدین اجمیری چشتیؒ ،اور یا خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ یا مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کو دیکھوتو اس میں یہ طرز اور طریقہ کہیں بھی نہیں ملے گا کہ اتباع سنت رسول کریم ،سنت صحابہ کو چھوڑ کر اور صرف لفظ محبت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہو۔اور عمل کچھ بھی نہ کرو۔اور ملت اسلامیہ کو اپنے طرز عمل سے بے عملی بھی سکھاتے رہو، اور نام لیتے رہو محبت ولی، محبت غوث، محبت پیغمبر، اور محبت علی اور محبت عمر، اور محبت ابو بکر صدیق ؓ کا ،ملت اسلامیہ نے یہ نمونہ کہیں نہیں دیکھا۔

ورنہ تو حضرت ابا بکر الصدیق ؓ سے زیادہ محب کون ہے رسول اللہ ﷺ کا کہ جس کے لئے رسول اللہ فرمائیں کہ ابو بکر صدیق کے مال اور جان اور اس کی اولاد نے خدا کے دین کے لئے جتنا فائدہ مجھے پہنچایا ایسا کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا۔سمجھے؟ اور جس ابو بکر کے لئے قرآن نازل ہو، اور { ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ } کی وحی نازل ہو کہ قیامت تک کے لئے ابو بکر کے رتبے کا خدا نے اعلان کر دیا۔لیکن وہ ابو بکر بھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد باہوش ہے۔اور اس طرح باہوش ہے کہ صدمات میں آنے والے فاروق اعظم ؓ پر محبت کے غلبے کی وجہ سے ایک کیفیت جلال کی طاری ہوگئی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ جمال میں موجود ہوتے ہوئے تقریر فرماتے ہیں کہ:

{ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتْ }

جو تم میں سے محمد الرسول ﷺ کی عبادت کرتے تھے تو محمد ﷺ تو اپنی عمر طبعی پوری کر کے اور اللہ نے اپنے قانون کے مطابق انہیں اس دنیا سے بلا لیا ہے۔لہٰذا وہ پھر عبادتیں چھوڑ دیں۔

{ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ قَيُّوْم }

اور جوتم میں سے اللہ کی عبادت کرتے تھے تو پھر اللہ زندہ ہے، اور ایسا قیوم ہے کہ تمام کائنات کا انتظام اس نے اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔مختار کل بھی وہی ہے۔

تو حضرت ابوبکر کی سنت جو ہے جناب من: اس نے راہنمائی کر دی ہے قیامت تک اہل علم اور ہر مغموم کے لئے کہ محبوب سے محبوب ہستی بھی جب جدا ہو جائے تو اس کی جدائی کے غم میں بھی اتباع سنت کرتے ہوئے سیرت صدیق اکبر پہ عمل کرنا ہے۔اللہ پاک توفیق عطا فرمائے۔

تو بات عرض کر رہا تھا حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ اس قافلے کے ایک فرد، اس جماعت کے ایک ممبر، اس مکتب کے ایک طالب علم، اور اُس دار العلوم کے ایک مدرس، اور اس خانقاہ کے ایک اللہ اللہ کرنے والے فرد تھے، کہ جس خانقاہ اور جس مکتب اور جس قافلے کی سرپرستی اللہ پاک نے تئیس سال تو محمد الرسول ﷺ سے کرائی۔اور ڈھائی سال ابوبکر صدیقؓ سے کرائی، اور اس کے بعد دس یا بارہ سال حضرت عمرؓ سے کرائی۔(میں شوگر کا بیمار ہوں اگر کوئی بات غلط ہو تو علماء بعد میں میری راہنمائی کر دیا کریں)۔اور بارہ سال تقریباً پھر حضرت عثمان غنیؓ سے تربیت کرائی امت اسلامیہ کی، اور پھر اس کے بعد پھر حضرت علی المرتضیٰؓ اور اس کے بعد پھر آگے صحابہ کرام، عشرہ مبشرہ سے ہوتے ہوتے صدیوں کے بعد جب وہ علم وعمل منتقل ہوا برصغیر میں اور اسلام یہاں پہنچا تو اللہ پاک نے پھر اسی سنت نبوی، اسی اسوۂ صحابہ کرام، اور اسی اسوۂ حسنہ کے علم و عمل کو اللہ پاک نے امت کو سکھانے کے لئے پھر ان میں ایک شخصیت پیدا کی جس کا نام ہے سید احمدؒ، سیدنا فاروق اعظمؓ کی اولاد میں فاروقی۔اور پھر اُس نے اپنے علم وعمل سے اس کفر کدہ کے اندر اللہ کی توحید کو ایسے بیان کیا، اور رسول اللہ کی سنت کو ایسے عمل، اور ایسی دعوت اور ایسی تحریر اور تقریر سے اس کی اشاعت کی کہ برما سے لے کر کے، روس اور ایران کی سرحد تک جہاں حکومت تھی مغلوں کی۔

اور پھر اُس وقت کی حکومت کے تخت و تاج کے اندر جناب من وہ حرکت پیدا ہو گئی۔اور وہ ایران سے آئی ہوئی جو نور جہان تھی اُس وقت کی نور جہان تھی اس نور جہان نے پھر اسلام کو بگاڑا اور یہ نور جہان بھی اسلام کو بگاڑ رہی ہے۔دیکھ لو۔تو اس وقت پھر عبداللہ ابن سبا کی پارٹی کے ممبروں نے حکومت کا وفادار بن کر حضرت مجدّد الف ثانی کے خلاف جو جو شکایتیں اور سازشیں کرائیں کہ یہ ملک لیتے ہیں یا حکومت لیتے ہیں۔

علماء ملک یا حکومت نہیں لیتے بلکہ ملک میں اسلام مانگتے ہیں کہ ملک میں خدا کا دین ہونا چاہئے۔حضرت لاہوریؒ ملک نہیں لے رہے تھے جب وہ صدر ایوب کو للکارا کرتے تھے۔اور جب اس نے ملک میں عائلی قانون نافذ کیا تو دہلی دروازے کے باہر جلسہ کرا کر جو للکارا تھا تو ڈھائی تین سو علماء ملک کے اس کے اندر جمع تھے، سمجھے؟ حضرت امیر شریعتؒ ملک

نہیں لینا چاہتے تھے، حکومت نہیں لیتے تھے وہ ہمیشہ ناظم الدین کو اور غلام محمد کو کہا کرتے تھے کہ حکومت تم کرو لیکن اس ملک میں قانون لارڈ میکالے اور کرزن کا نہیں ہونا چاہئے ۔محمد الرسول اللہ کی شریعت ہونی چاہئے ۔ اور شریعت کی تکمیل ختم نبوت کے تحفظ کے بغیر ہو نہیں سکتی ۔اور شریعت کا نکھار جو ہے وہ حضرات صحابہ کرام خصوصاً حضرات خلفائے راشدین چاروں کے چاروں کی عزت ، وعظمت اور ان کے ادب و احترام کے تحفظ کے بغیر شریعت کی تکمیل ہو نہیں سکتی ۔دین کا کہیں دنیا میں نمونہ نظر نہیں آ سکتا جب تک کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور عشرۂ مبشرہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سیرت کا جب تک پاس نہ رکھا جائے گا اسلام اسلام نہیں رہے گا۔ دین دین نہ رہے گا۔

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ ایسے ہی حضرت مجدّد الف ثانیؒ بھی اس وقت اتباع سنت کا سبق دے رہے تھے، آگے نہیں جاتا آپ کو معلوم ہے کہ پھر ٹکراؤ ہوا ۔حکومت کا ٹکراؤ ہوا علم کے ساتھ اور عمل کے ساتھ ۔حضرت قاسم نانوتویؒ بانی تحریک دارالعلوم دیوبند اور ان کے استادوں اور ان کے شاگردوں کا پہلا آدمی جو ان سے پہلے کام کر گیا وہ مجدّد الف ثانیؒ تھے۔تو دیکھ لو علم جیت گیا، کتاب اللہ کا مبلغ جیت گیا، توحید کا مبلغ جیت گیا، سنت کا مبلغ جیت گیا، اور طاقت جو ہے اور طاقت کے ساتھ ساتھ جتنے بھی ڈھول ڈھمکا کرنے والے، گدیوں والے اور خانقاہوں والے جو تھے، اور اس کے ساتھ بے عمل، رفض وخارجیت کی جتنی مسلح قوتیں تھیں وہ سب کی سب شکست کھا گئیں جس کو علامہ اقبالؒ نے کہا کہ گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے۔

میرے دوستو! حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحبؒ اُس پروگرام کے ایک مبلغ تھے ، اپنا فرض ادا کر گئے خدا قبول فرمائے ، بات اپنی کیجئے گا، اے علماء اور اے عوام اور اے طلباء عبدالحکیم سمیت کہ اب ہماری ذمہ واریوں کا کیا بنے گا؟ حضرت شاہ جی امیر شریعت اپنا فرض پورا کر گئے ۔حضرت شیخ التفسیر قطب الوقت مولانا احمد علی لاہوری اپنا فرض پورا کر گئے ، حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری اپنا فرض پورا ادا کر گئے ، حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ تمام اکابر اللہ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے وہ تو اپنی طرف سے جو ان کے بس میں تھا وہ تو اپنا کام پورا کر کے چلے گئے ۔علم بھی بکھیر گئے ،عمل بھی اپنا بتائے گئے ،تصنیفات بھی چھوڑ گئے، اور دار العلوم بھی جگہ جگہ بنا گئے ،اور ملت اسلامیہ کو محمد الرسول اللہ کی سنت اور حضرات صحابہ کی سیرت اور اولیاء اکرام کے عمل کا نمونہ بتا گئے کہ ولی ایسے ہوتے ہیں ۔

کیا آپ بھول گئے کہ حضرت لاہوریؒ جہاں کہیں بھی جاتے تو وہ ہر جگہ اُس وقت تک وہاں کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کہ خود ان کو تسلی نہ ہو جاتی کہ اس آدمی کا کھانا حلال کی کمائی سے ہے ۔ اور کیا آپ بھول گئے کہ اس پنجاب یونیورسٹی

کی لیبارٹری میں ریسرچ ہوتی رہی ہے اُس مٹی کی کہ جس سے خوشبو آیا کرتی تھی بڑے عرصے تک، اور مخالف جو ہیں جیسے اب بکواسات کرتے ہیں حضرت شیخ القرآن کے بارے میں کہ جی منہ نہیں دکھایا۔ سمجھے اگر منہ نہ دکھانے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے تو اے اللہ کے نبی کی سنت اور حضرات صحابہ کرام کی سنت کے دشمنوں، اے بدعت کے عاشقو! پھر تمہارے راہنما مولانا سردار احمد صاحب لائل پور والے کا منہ پھر تم نے کیوں نہیں دکھایا؟ یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ جی منہ کیوں نہیں دکھایا؟ معلوم ہوتا ہے کہ عقل کی رتی نہیں ہے کہ ایک آدمی دوبئ میں فوت ہوا ہے۔ دل کا وہ بیمار ہے، گرمی کا زمانہ ہے، اور ڈاکٹر جب لکھ دیتے ہیں کہ اب اس کے منہ کو نہ کھولا جائے۔ اور پھر یہ جنازہ؟ اس جنازے کو اگر تابوت کا منہ کھول کر دکھاتے تو کونسی ضمانت تھی اس بات کی کہ ہر شاگرد اور ہر تعلق والا پھر اُن کا چہرہ دیکھنے کی کوشش نہ کرتا، تو اس دھوپ میں دس بارہ بیس گھنٹے پھر میت یوں ہی پڑی رہتی؟ یعنی اعتراض کرنے کی اٹکل بھی نہیں آتی عجیب چیزیں ہیں اور کیسے آئے؟ جب آدمی شرک و بدعات کرتا ہے خدا اُس سے عقل سلیم لے لیا کرتا ہے۔ عقل سلیم نہیں ہوتی تبھی تو درختوں کے سامنے جھکتا ہے، پتھروں کے سامنے جھکتا ہے اور بتوں کے سامنے جھکتا ہے۔

تو میرے دوستو! میرے عزیزو! میں بات عرض کر رہا تھا، کہ اس وقت میں بھی اس طبقے نے حضرت لاہوری کی دعوت توحید سے جو تنگ آئے ہوئے تھے، اور سنت پر عمل کرنے کی اس کی تبلیغ سے جو تنگ تھے، اور عوام میں جو رجحان تھا اتباع سنت اور سلف صالحین کی طرف اس سے تنگ تھے تو مرنے کی خوشی منا رہے تھے کہ جی خوشبو کہاں سے نکل گئی؟ تو کیا یونیورسٹی کے یہ سائنس دان، اور یہ فلاسفر اور یہ ریسرچ کرنے والے، اور یہ ٹیسٹ کرنے والے، اس وقت کے اخبارات آج بھی اٹھا کر دیکھ لو کہ انہوں نے اعلان کیا تھا کہ یہ مصنوعی خوشبو نہیں ہے، بلکہ یہ قدرتی خوشبو ہے اور یہ حقیقی خوشبو ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ جب اللہ پاک خود فرماتا ہے کہ:

{ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبِ }

کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے اطمینانی قلبی نصیب ہوتا ہے۔

کاش کہ میں قرآن کا حافظ ہوتا اس قرآن کو پڑھیں، اپنی اولاد کو قرآن حفظ کراؤ، اسلام اس ملک میں قرآن کے حفظ کرنے اور قرآن کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے سے یہ اسلام اس ملک میں بچا ہوا ہے آج تک۔ ورنہ اگر اس ملک میں قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا کام نہ ہوتا تو یہ جاگیرداروں، نوابوں اور یہ خانوں اور سرداروں کے ہاتھ سے نہ اس وقت اسلام کی کوئی خدمت ہوئی ہے اور نہ اب ہوسکتی ہے، اور نہ یہ آئندہ کریں گے۔ یہ تو وقت کے ساتھ چلتے ہیں، کرسی پہ جو ہو اس کا کلمہ پڑھتے

ہیں، کرسی پر اگر کوئی جانور بٹھا دو تو یہ اس کا بھی کلمہ پڑھتے ہیں۔

یہ نواب آف کالا باغ امیر محمد کا جملہ میں نے نقل کیا ہے جب حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ العالی، شیر ببر اسلام کے لئے جس نے ساٹھ سال اس ملک میں خدمت کی ہے۔ یہ علاحدہ بات ہے کہ ہماری قوم جب آدمی بوڑھا ہوجایا کرتا ہے تو اسے چھوڑ دیتی ہے، یہ اُس نے ان کے منہ پہ کہا تھا کہ فلاں آدمی جس کو تم نے گورنر بنایا ہوا اور بٹھایا ہوا ہے یہ تو ملک اور اسلام دونوں کے لئے خطرناک ہے اور یہ تو حکومت نہیں چلا سکے گا۔ تو امیر محمد خان نے کہا کہ مولانا اس کرسی پر اگر الّو کا پٹھا بھی بٹھا دو تو تب بھی کام چلتا رہتا ہے۔ سمجھے کہ نہیں؟

تو بات عرض کر رہا تھا دور نہ جائے گا کہ اُس طبقے نے اسلام کی خدمت نہیں کی، اسلام کی خدمت اس طبقے نے کی ہے یہ جو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں ناں، یہ جو نماز پڑھتے ہیں، جمعہ پڑھتے ہیں، درس سنتے ہیں، یہ متوسط درجے کے تاجر، اور یہ متوسط درجے کے بیچارے ملازم، یہ مزدور، کسان، کاشتکار، اور یہ غرباء طبقہ، اسلام ان کی محنت سے پھیلتا ہے، اور ان ہی کی محنت سے یہ مدارس چلتے ہیں، اللہ پاک ان کے مالوں میں برکتیں پیدا کرے۔

تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ جن کی ابتداء حرا سے شروع ہو کر کے اور گجرات کی مدرسی سے، اور پھر اس مسجد کی خطابت اور یہاں کے درس سے شروع ہو کر کے اور چلتے چلتے راجہ بازار، اور راجہ بازار سے پھر درس قرآن کے ذریعے سے ساری دنیا کے اندر شاگردوں کے ذریعے سے اللہ پاک نے پہنچایا۔ یہ وہی کڑی ہے جس نظام کو خدا نے اصحاب صفہ سے چلایا، اور اس کے بعد وہ جناب من وہ برصغیر میں سرہند میں آیا، اور سرہند میں جب مجدد الف ثانی کی کامیابی کے بعد پھر اللہ پاک نے اس علم و عمل کا مرکز دہلی میں مدرسہ رحیمیہ میں منتقل کر دیا۔

شاہ عبدالرحیم کی اولاد میں پھر اللہ نے شاہ ولی اللہ پیدا کیا، فاروقی۔ دیکھ لو فاروق اعظمؓ کی اولاد میں سے۔ اور پھر شاہ ولی اللہ کو اللہ نے وہ بیٹے دیئے کہ دیکھ لیجئے گا آج بھی دنیا ان بیٹوں پر ناز کرتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر، اور شاہ رفیع الدین۔ سمجھے؟ لیکن پھر ان پر بھی حملے کروائے گئے۔ یہ سنت الٰہیہ ہے کہ دین سیکھو گے، دین سکھاؤ گے، سنت کی دعوت دو گے، بدعات کی تردید کرو گے تو پھر گالیاں بھی سننی پڑیں گی اور مار بھی کھانی پڑے گی۔ جیسے کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ پر حملہ نہیں ہوا تھا پشاور میں؟۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانگی ہوئی چھے دعائیں

☆ دوسری بات: میں نے جو آیت کریمہ پڑھی ہے:

{ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيلُ }

اُس کا ترجمہ، اور آیت کریمہ میں جو چھپے باتیں ہیں اُن کی نشاندہی اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ معمار کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو لائن مقرر کی تھی دعائیں اس وقت مانگ کر محمد ﷺ کے لئے، محمد الرسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد قیامت تک کے لئے اُس لائن پر کام جیسے کہ چودہ سو سال تک علماء ہی نے کیا، آگے قیامت تک کے لئے بھی اس ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کے نقوش پہ چلتے ہوئے ختم نبوت کے ان تمام علوم کو امت میں تقسیم یہ علماء ہی کرتے رہیں گے۔ اللہ توفیق دے۔

توحضرات: کئی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے حکم سے جب اللہ نے ان کو حکم دیا اور وحی ہوئی، اور اللہ نے انہیں بیت اللہ کی جگہ دکھائی، اور حکم دیا کہ یہاں تم بنیادیں اٹھاؤ زمین سے، تو قرآن عظیم اس کی طرف اشارہ کررہا ہے:

{ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ، مِنَ الْبَيْتِ، وَاِسْمٰعِيلُ }

وہ وقت کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بنیادیں بیت اللہ شریف کی اٹھا رہے تھے زمین سے اور ان کے ساتھ بیٹا ان کا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

باپ اور بیٹا دونوں آج کل کے محاورے میں کیا کام کررہے تھے؟ راج کا کام کررہے تھے۔ باپ راج کا کام کر رہا ہے، چنائی کررہا ہے اور بیٹا گارا، اور پانی اور پتھر لا لا کر دے رہا ہے۔ اس لئے اسلام کہتا ہے کہ ان ہاتھوں سے حلال کا کام کرنے والا جو آدمی ہو اس کو پیشے کی وجہ سے، ہنر کی وجہ سے ذلیل مت سمجھو، کمینہ مت سمجھو، یہ انگریز نے اس ملک کے اندر لعنت بھیجی ہے جو ابھی تک نہیں جارہی۔ ورنہ وہ راج گیری کا کام ہو، یا بڑھئی کا کام ہو، یا لوہار کا کام ہو، یا قبریں کھودنے کا کام ہو، یا سینے کا کام ہو، یا اور کوئی کام ہو یہ سب کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سکھائے ہیں۔ اور جو بھی مسلمان یہ کام کرتا ہے، وہ مسلمان جب مسلمان ہے، عقیدہ صحیح ہے توحید کا، عقیدہ صحیح ہے ختم نبوت پہ ایمان کا، عقیدہ صحیح ہے خلفائے راشدین کو تمام صحابہ سے افضل اور پھر خلفائے راشدین میں سب سے افضل ابوبکر کو سمجھے، اور اس کے ساتھ کوئی حرام نہ کرے اور دین کی حفاظت کرے، وہ غریب جو دن بھر اینٹیں لگاتا ہے، یا دن بھر گارا بناتا ہے، اور دیتا ہے۔ وہ اُس کروڑ پتی بے نماز، بدعقیدہ دولت مند سے کروڑوں درجے یہ غریب مسلمان اللہ کے ہاں معزز ہے شریف ہے۔

عقیدے کی درستگی

یہ ہے خلاصہ دارالعلوم دیوبند کی سو سالہ تحریک کا، مجدّد الف ثانی کی تحریک کا، اور شاہ ولی اللہ کی تحریک کا، جو رسول اللہ ﷺ سے تعلیمات سیکھ کر کے صحابہؓ نے آگے پہنچائیں اور برصغیر میں اس علمی یونیورسٹی نے دنیا کو یہ عقیدہ دیا کہ اسلام میں کام کی وجہ سے اونچ، نیچ، یا قبیلے اور برادریوں کی وجہ سے اونچ نیچ نہیں ہے یہ تو اسلام کے دشمنوں نے پیدا کی ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھے دعائیں مانگیں تھیں۔ پہلی دعا یہ ہے کہ:

{ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ }

اے ہمارے رب ہمارے اس کام کو، اس سعی کو اور اس دیور کی تعمیر کو، اور اس پر جو ہم چھت ڈالیں گے ہم سے قبول فرمالیجئے۔ اے اللہ تیرے سے دعاء اس لئے مانگ رہے ہیں کہ تو ہی تو سنتا ہے اور تو ہی تو جانتا ہے۔

نہ اور کوئی ہماری نیتوں کو جانتا ہے اور نہ ہماری دعاؤں کو اور کوئی قبول کرسکتا ہے، اور خود نہ ہم کوئی دعاء قبول کرواسکتے ہیں اور نہ اور کچھ کر سکتے ہیں، سننا اور قبول کرنا یہ دونوں اختیارات تیرے ہیں، اے اللہ! ہمارے اس عمل کو، اس کام کو، اس تعمیر کو، اس چار دیواری کو اور اس کے بعد جو ہم چھت ڈالیں گے اس کو تو قبول فرمالے۔

ہزاروں سال پہلے کی بات تھی خدا کے گھر میں بیٹھے ہو، انصاف سے سوچ کر کے کہو قبولیت کی دعاء جدّ الانبیاء نبیوں کا دادا کس سے مانگ رہا ہے؟ اللہ سے، خود مختار نہیں ہے، ورنہ خود لکھ دیتا کہ جاؤ قبول ہے۔ اور آگے سننا بھی اور اس کے ساتھ جاننا بھی دونوں صفات کی نسبت وہ کرتا ہے کہ سنتا بھی تو تو ہی ہے، اور جانتا بھی تو تو ہی ہے ہمارے اخلاص کو کہ ہم نے کتنے اخلاص کے ساتھ یہ تعمیر شروع کی ہے۔ یہ جو لوگ بدبخت طعنہ دیتے رہتے ہیں ناں گستاخی کا کہ نبیوں کی گستاخی، ولیوں کی گستاخی کا شیخ القرآنؒ پر، اور ان کے ہم خیال تمام علماء پر، اور اکابر پر جو گزر گئے ہیں امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہزاروں کروڑوں یہ علماء، یا آگے پھر جو ہے حضرت شیخ الاسلام یا ان سے آگے کے حضرات یہ سب بہتان ہے۔

یہ علماء اکرام تو اس قرآن عزیز کی ان آیات کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق عقیدہ مسلمانوں کو سکھاتے ہیں، کہ سننا اور جاننا یہ دونوں صفات اللہ کے ساتھ خاص ہیں، اسی لئے تو ایک لاکھ دس ہزار یا تقریباً بارہ ہزار پیغمبروں کا دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیٹا اسمٰعیل بھی تو اللہ ہی سے مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ قبول بھی فرما، اور اس کے ساتھ ہماری نیّتوں اور دلوں کو بھی تو جانتا ہے کہ ہم یہ خاص تیری رضا کے لئے کر رہے ہیں۔ یہ عقیدہ اس لئے صحیح ہے کہ یہ

انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کے ساتھ مطابق ہے۔

یہ تو ایک پوائنٹ ہو گیا دعاء کا کہ اس کو قبول فرما۔آگے آپ ہی بتائیں کہ پھر اللہ نے اس چار دیواری کو، وہ جو پتھروں کی دیوار بنی ہوئی ہے اور جس کے ارد گرد طواف بھی ہوتا ہے، اور یوں گول صفیں کھڑی ہو کر اس کے گرد نماز بھی ہوتی ہے، دنیا کے چاروں کونوں میں اِس وقت جو ایک ارب مسلمان ہیں، جب بھی یہ نماز پڑھنا چاہیں تو رُخ پھر اُس چار دیواری کی طرف کرتے ہیں کہ نہیں کرتے ؟ جس کی چنائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ کے ہاں قبول ہوئی کہ نہیں قبول ہوئی؟ یہ ہے دیوبندیّت ۔تحریک دارالعلوم دیو بند اس چیز کو کہتے ہیں کہ ان نبیوں کی تعلیم کی روشنی میں اپنے آپ کو بنائے انسان، اپنا عمل اور عقیدہ۔اگلی دعاء کا پھر حصہ کیا ہے؟

{ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ }

یہ دوسرا حصہ ہے دعاء کا، دوسرا پوئنٹ ہے۔اے اللہ! ہم دونوں باپ بیٹوں کو اپنے حکموں کا تابعدار رکھیو!

یہ کون کہہ رہا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام! جو اسمٰعیل کا بھی باپ ہے، یعقوب کا بھی باپ ہے، اسحٰق کا بھی باپ ہے، موسیٰ علیہ السلام کا بھی دادا ہے، ہارون علیہ السلام کا بھی دادا ہے، سلیمان علیہ السلام کا بھی دادا ہے، داؤد علیہ السلام کا بھی دادا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کا بھی دادا ہے، یونس علیہ السلام کا بھی دادا ہے، لوط علیہ السلام کا بھی دادا ہے اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دادا ہے۔تو ٹھنڈے دل سے سوچو، اپنا اختیار ہوتا تو دوسرے سے سوال کیوں کرتے۔وہ تو یہ مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ آپ اپنے حکموں کا ہمیں تابعدار رکھ، کہ ہمارا دل، اور ہمارا وجود اور ہمارا ذہن یہ بھی تیرے اختیار میں ہے۔اور اس دعاء کو بھی ساتھ ملا لیجئے گا سمجھنے کے لئے کہ حضور ہمیشہ دعاء مانگتے:

{ أَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْب ثَبِّتْ قُلُوْبُنَا عَلٰى دِيْنِکَ }

اے دلوں کو پھیرنے والے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی رضا اور اپنی عبادت کی طرف پھیرے رکھئے گا۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ دعاء مانگی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی یہ دعاء مانگی۔کیوں؟۔امت اور انسانوں کو یہ سمجھانے کے لئے کہ کنٹرول اور اتھارٹی، یہ اختیار مند اتھارٹی، یہ دلوں کو پھیرنے والی اتھارٹی اور یہ دلوں کو کنٹرول کرنے والی طاقت، اور یہ ذہنوں اور خیالات پر کنٹرول کرنے والی طاقت، چاہے وہ نبی کا دل ہو، چاہے وہ رسول کا دل ہو اور چاہے وہ فرشتے کا دل ہو، چاہے وہ صحابہ کا دل ہو اور چاہے وہ اس سے نیچے مخلوق کا دل ہو، تمام کے دلوں پہ کنٹرول کس کا؟ اللہ کا۔اس لئے ابراہیم علیہ السلام دعاء مانگتے ہیں کہ:

{ رَبَّنَا وَا جْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ }

اے اللہ! مجھے اور میرے بیٹے اسمٰعیل کو اپنے حکموں کا تابعدار رکھئے۔

آپ اس کے بعد پھر قرآن کی روشنی میں دیکھ لو کہ جو جو مرحلے آتے گئے امتحان کے تو ابراہیم اور اسمٰعیل دونوں کو اللہ نے اپنے حکموں کا تابعدار ہی رکھا۔حکم ہوا کہ نمرود سے ٹکر لے لو، لے لی ٹکر،حکم ہوا کہ عراق سے ہجرت کر کے جاؤ مکہ مکرمہ پہنچو۔حکم ہوا کہ اپنی نئی نویلوی دلہن حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اور یہ جو اسّی ، پچاسی سال کی عمر میں اب بیٹا ملا ہے،اس سے پہلے کوئی اولاد نہیں تھی ،حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ ان کو یہاں بیابان میں چھوڑ کر چلے جاؤ، یہ تعمیر خانہ کعبہ سے پہلے ۔اور اس کے بعد پھر حکم ہوا کہ یہ اب جوان بیٹا جس کی مونچھیں آرہی ہیں ،اور جس کے حسن کو دیکھ کر اس کے باپ کی شفقت ڈھیروں کی طرح اس پر بہے جا رہی ہے۔اور بڑھاپے کا سہارا ہے۔حکم ہوا کہ اس بیٹے کو میرے راستے پہ قربان کر دو،تو پھر:

{ وَا جْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ }

کے حکم کی کیسے تعمیل اور تابعداری ہو رہی ہے؟ دیکھ لیجئے گا۔ہمیں تو سال کے بعد سو روپے میں سے ڈھائی روپے صحیح طور پر زکوٰۃ کے نکالنے کی طاقت نہیں ہوتی ، اس میں بھی بخل کرتا ہے ۔اور گرمیوں میں جناب من صبح کو اٹھ کر نماز تک بھی نہیں پڑھ سکتے ، اپنے نفس کا اتنا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے ۔اور وہاں " مُسْلِمَیْنِ" مسلم کے مظاہرے اس طریقے سے کئے کہ بیٹے کو لٹا کر کے اور اللہ اکبر پڑھ کر کے چھری پھیرنے شروع کر دی ۔اسلام اس کا نام ہے ۔کوئی غلطی ہو جائے تو بعد میں بتا دینا علماء کرام سے کہتا ہوں ۔ چونکہ بڑھاپا ہے ،شوگر ہے ، بات یاد نہیں رہتی ۔تو آگے دیکھ لو پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کیسے حکموں کے تابعدار ہوئے کہ باپ سے کہتے ہیں کر گزریئے جو اللہ کا حکم ہے۔

آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے دعاء کیا مانگی: یہ تیسری دعاء ہے:

{ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ }

اور اے اللہ ہماری ذریت میں میری اور اسماعیل دونوں کی اولاد اور نسل میں ایک امت پیدا کیجئے جس کا نام کیا ہو؟ قران کہتا ہے امت مسلمہ۔

یہ اکبری مسجد میں بیٹھی امت مسلمہ اس کی دعاء مانگی جا رہی ہے کتنے ہزار سال پہلے بیت اللہ کی چونائی کے وقت میں،معمار کعبہ ابراہیم اور اس کے ساتھ گارا اور پتھر لا کر دینے والا اسماعیل ، دونوں باپ بیٹا دعاء مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ!

ہماری نسل میں سے، ہمارے شجرۂ نسب میں سے امت کا وجود پڑے دنیا میں اور اس امت کا نام کیا ہو؟ امت مسلمہ!
یہ بھی قبول ہوگئی کہ نہیں؟ آج آپ کہتے ہیں دنیا میں ایک ارب مسلمان ہیں۔ یہ ایک ارب مسلمانوں کا نام یہ لفظ مسلمان جو ہے اس کی دعاء کس نے مانگی تھی؟ ابراہیم علیہ السلام نے: {وَاَرِنَامَنَاسِکَنَا} اے اللہ! ہمارے حج کے جتنے کام آئندہ ہوں گے اس بیت اللہ کے اردگرد مناسک حج ہمیں سکھا دیجئے۔تو وہ دعاء بھی قبول ہوئی کہ نہ ہوئی؟

اس وقت وہ دعائیں مانگ رہے تھے اللہ سے کہ قاضی الحاجات اللہ ہے، مجیب الدعوات اللہ ہے، مشکل کشا اللہ ہے۔ لہٰذا اللہ نے مشکلیں بھی آسان کر دیں اور حاجت بھی پوری کردی اور دعاء بھی قبول کر لی اور دونوں کو حکموں کا تابعدار بھی بنا دیا، اور آنے والی مشکلات کے اوپر قابو بھی دے دیا، اور اس کے ساتھ ساتھ مناسک حج بھی اللہ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو سکھا دیئے جو قیامت تک کے لئے ہیں، جنہوں نے حج کیا ہے خدا قبول کرے، اور باقیوں کو خدا حج کرائے۔ دیکھ لو دعائیں ایسے قبول ہوتی ہیں۔ چار دعائیں ہوگئیں۔

{وَتُبْ عَلَيْنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ}

اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔
پانچ دعائیں قبول ہوگئیں، اور اس کے ساتھ اگلی پہ پھر بات ختم کرتا ہوں:

{ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ }

اے اللہ ہماری اولاد امت مسلمہ میں بھیجئے ایک عظیم رسول، رتبے، اور امت اور کام کے اعتبار سے بڑا عظیم رسول ہوگا۔ اور وہ رسول ہو کس میں سے: مِّنْهُمْ " ہماری اولاد میں سے، ہماری ذریت میں سے، ہماری نسل میں سے۔

پنجابی میں کہتے ہیں" اے فلانڈ اں تواڈی ذُریت وچو اے" ذریت اولاد اور خاندان اور قبیلے کو کہتے ہیں کہ نہیں کہتے؟ تو فرمایا ہماری ذریت میں سے، ہمارے خاندان میں ایک رسول بھیج دیجئے۔ اللہ پاک نے مکہ مکرمہ میں عبداللہ نامی شخص کے گھر میں لڑکا پیدا کیا، جس عبداللہ کے باپ کا نام ہے عبدالمطلب۔ اور عبدالمطلب سے چلتے چلتے شجرہ نسب کسی کتب خانے سے کتاب لے کر دیکھو تو آگے جا کر شجرہ نسب ملتا ہے اسماعیل علیہ السلام سے اور اسماعیل بیٹا ہے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ خدا نے یہ چھٹی دعاء بھی قبول کر لی کہ نہیں؟

تو شجرۂ نسب اگر تسلیم کرنا ہے تو مسئلہ بشریت خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اولاد اسماعیل اور اولاد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے قرش نامی شخص کی نسل میں سے قریش، اور آگے یعرب کی اولاد میں سے عرب قبیلہ، اور عرب بڑا قبیلہ ہے

اس میں سے ایک چھوٹا قبیلہ جو ہے وہ بنو ہاشم کا ہے، اور بنو ہاشم میں سے عبداللہ نامی شخص کے گھر میں اللہ پاک نے لڑکا پیدا کیا مکہ مکرمہ میں جس کا نام دادے نے رکھا محمد! کہہ دو: صلی اللہ علیہ وسلم۔ سمجھے؟

تو یہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ دعاء جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مانگی تھی، اور ان کی چھے کی چھے دعائیں قبول ہو گئیں کہ نہیں؟

چھٹی دعاء کے چار پوائنٹ

ان چھے دعاؤں میں سے پھر جو چھٹی دعاء ہے اس کے چار پوائنٹ ہیں کیا؟ {يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ} اے اللہ وہ رسول ایسا بھیجنا ہماری اولاد میں عربی، قریشی، رسول۔ اس کا کام کیا ہوگا؟ اس کا منشور کیا ہوگا؟ اس کی ذمہ واری کیا ہوگی؟ تو چار باتوں کا منشور بتادیا۔ اس کا منشور یہ ہوگا کہ ہماری اولاد کے سامنے {يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ} وہ تلاوت کیا کرے گا تیری آیات کا۔ تو دعاء کا یہ حصہ خداوند قدوس نے قبول کر کے عملی جامہ کہاں پہنچایا غار حراء میں۔ غار حراء میں:

{ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ }

سے جو معاملہ شروع ہوا تو {يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ} ابراہیم علیہ السلام کی دعاء پوری ہو کر اس نے عملی جامہ لے لیا کہ نہیں لے لیا؟

اور اس کے بعد پھر ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں کہ اس رسول کا کام یہ ہوگا، اُس کی سیرت یہ ہوگی کہ تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ دوسرا کام کیا ہوگا کہ با قاعدہ بیٹھا کر کے {وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ} تعلیم بھی دیا کرے گا۔ زید ابن ارقم کے مکان میں ہجرت سے پہلے مکہ میں، اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں با قاعدہ مسجد نبوی میں اصحاب صفّہ حاجی جتنے بھی بیٹھے ہو وہ چبوترہ دیکھ کر آئے ہو اصحاب صفہ کا۔ تو تعلیم کا کام وہاں سے شروع ہو گیا۔ اور حضور فرمایا کرتے تھے:

{اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا} اللہ پاک نے مجھے معلم، پڑھانے والا بنا کر کے بھیجا ہے۔

اس قریبی چالیس پچاس سالوں کے اندر اس بھرتی کے علاقے میں جو انگریز کو اٹھارہ روپے کی بھرتی دے کر کے، اور پھر ان گدیوں والوں کے تعویذ باندھ کر کے جا کے اس وقت گولیاں چلانے کا یہ جو علاقہ ہے ان اضلاع کے اندر خدا کے قرآن کے ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا منشاء رسول اللہ کی سنت کو پورا کرنا، کہ تلاوت قرآن بھی ہو رہی ہے، اور کتاب اللہ کی تعلیم بھی ہو رہی ہے، رسول اللہ کی ان صفات اور سیرت کے ان عنوانوں کو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے یہاں

پورا کیا کہ نہیں کیا؟ لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری نے تقسیم سے پہلے پورے پنجاب میں کوئی درس گاہ نہیں تھی قرآن کی ،تو حضرت لاہوری نے یہ کام پورا کیا کہ نہیں کیا؟ان باتوں کو ملا کر ذہن نشین کرو،دو باتیں اور کہہ کر بات ختم کرتا ہوں ۔

{يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ} رسول ایسا بھیجو جو ہو بھی ہماری اولاد میں سے ،اور وہ کرے کیا؟ اس کی سیرت کیا ہو؟ اس کی سیرت کے اندر وہ چیزیں نہ ہوں جو چودھویں صدی میں حلوے کھانے کے لئے لوگ جو کچھ سیرت کے نام سے اور میلاد کے نام سے کریں گے،اُس میں کہیں جھنڈیوں کا ذکر نہیں ہے ،اُس میں کہیں ناچنے اور کودنے کا ذکر نہیں ہے ،اس میں کہیں یہ نہیں کہ خلق خدا کو بے لگام بنانے کی ترغیب ہو گی ۔ ابراہیم علیہ السلام جو رسول اللہ کی سیرت خود متعین کرتے ہیں کہ ہمارے اُس پوتے کی سیرت یہ ہو کہ :

{يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ} وہ تیری آیات کی تلاوت کرے ،اور اس کے بعد :

{وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ} وہ انہیں کتاب کی با قاعدہ تعلیم دے :

{وَالْحِكْمَةَ} کتاب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پھر وہ اپنی سنت بیان کرے ،شریعت بیان کرے جس کو حدیث کہیں گے ،جس کو سنت کہیں گے ،جس کو فقہ اسلامی کہیں گے ۔ اور چوتھا کام پھر وہ یہ کرے کہ:

{وَ يُزَكِّيْهِمْ} با قاعدہ لوگوں کا تزکیہ کرے ، بیعت کرے ،اور ان سے بری عادتیں، بری خصلتیں ، برے اخلاق اور اس کے ساتھ گناہ کی تمام چیزوں کو ان سے چھڑوایا کرے بیعت کرا کے ،شریعت پر عمل کروائے تزکیہ یہ ہوتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حضرات صحابہ کرام کا تزکیہ کیا اپنی صحبت میں رکھ کر کے ،اور صحابہ کرام سے چلتے چلتے پھر ہم تک مسئلہ پہنچا ۔ برصغیر میں ان چاروں باتوں کو :

{يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ} اللہ کے قرآن کی تلاوت کا کام دہلی میں شاہ ولی اللہ کے خاندان نے کیا ،انگریز جب آئے تو سقوط دہلی کے بعد پھر اسی تلاوت قرآن کے کام کا مرکز پھر قصبۂ دیوبند میں منتقل ہوا اور دار العلوم دیوبند بنا۔

اور آگے پھر مدرسے بنتے گئے بنتے گئے ،تو دار العلوم تعلیم القرآن بھی بن گیا ،تقسیم سے پہلے اور یہاں بھی تلاوت قرآن کا کام شروع ہو گیا۔

{وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ} اور پھر باقاعدہ کتاب کی تعلیم بھی شروع ہو گئی:

{وَ يُزَكِّيْهِمْ} اور تزکیہ بھی شروع ہو گیا باقاعدہ ۔کبھی مفتی مفتی محمود الحسن صاحب آ رہے ہیں اور کبھی حضرت

بخاریؒ آرہے ہیں، اور کبھی حضرت مولانا عبدالمالک صاحب خانیوال سے آرہے ہیں، اور کبھی قاری محمد طیب صاحب مدّظلہ آرہے ہیں، اور کبھی کوئی بزرگ آرہا ہے اور با قاعدہ سلسلہ نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ میں مجلس ذکر بھی ہو رہی ہے، مراقبے بھی ہو رہے ہیں، سب کچھ ہو رہا ہے۔

اور شیخ القران خود بھی نقشبندی مجددی با قاعدہ۔لیکن خوش قسمتی سے ڈھول نہیں ہے، ڈھمکا نہیں ہے، عورتوں کا میلہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ بھنگی، چرسی کا ڈھنگا ڈھنگا ڈھنگا نہیں ہے۔ اس لئے نقشبندیت، قادریت، چشتیت، سہروردیت، مولانا غلام اللہ خان کی، اور عبدالحکیم کی، اور مولانا عبدالستار کی اور اس کے ساتھ ان تمام علماء کرام کی پیری مریدی اور فقیری اور اہل اللہ سے تعلق اس لئے نہیں چمکتا کہ یہاں پر شیطانی حرکات نہیں ہے۔ اس قوم کا مزاج یہ ہے کہ انہوں نے ولی اور ولایت کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ محمد الرسول اللہ کے دین کے پرخچے اُڑادیئے جائیں بس وہ ولی ہے۔ اللہ پاک اس خباثت سے بچائے۔

اب میں صرف یہ بات کہہ کے بات ختم کر رہا ہوں کہ ابراہیم علیہ السلام نے محمد الرسول اللہ کے لئے جو چار کام خدا سے مانگے تھے۔ پھر رسول اللہ نے تئیس سال کی زندگی میں یہ چاروں پوائنٹ پورے کر کے دکھا دیئے کہ نہیں؟ تلاوت قرآن کا کام: وقت نہیں ہے کہ آپ کو بتاتا کہ کیسے تلاوت ہوتی تھی۔ ایسی تلاوت ہوتی تھی کہ جب تلاوت کی آواز لوگوں کے بچوں اور عورتوں کے کانوں میں پڑتی تو کھڑے ہو کر سنتے تھے، اور پھر مسلمان ہوتے تھے۔ کفار کی با قاعدہ جنرل اسمبلی بلائی گئی اسمبلی ہاؤس مکے کے اندر اور جناب من: میٹنگ کرنے کے بعد با قاعدہ ریزولیشن پاس ہوتا ہے جسے خدا نے نقل کر کے رسول اللہ کو سنا دیا، خفیہ میٹنگ رسول اللہ کو سنا دی:

{ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ }

اللہ فرماتا ہے اے میرے رسول: ان کافروں نے آپس میں فیصلہ کیا ہے، اور یہ فیصلہ دیا ہے اس قرآن کو مت سنا کرو۔ اور شور مچاؤ، اتنے لغویات اور بکواسات کرو، تالیاں بجاؤ، سیٹیاں بجاؤ، جو تم سے ہوسکتا ہے وہ کرو تا کہ اس قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ جائے، اور کوئی سن نہ لے۔ اس طرح شائد تم محمد الرسول اللہ پر غالب آجاؤ۔ رسول اللہ میں کہہ رہا ہوں وہ نہیں کہتے تھے۔ وہ منصوبے کر کر کے عاجز آ گئے لیکن خدا نے پھر بھی انہیں کامیاب نہ کیا۔ خدا نے رسول اللہ ہی کی تعلیم کو کامیاب کیا۔ تو ہزاروں واقعات ہیں ان آیات پر جو یہ دوسرے علماء کرام سنائیں گے۔ اور آئندہ یہ جلسے ہوتے ہی رہیں گے۔

اور اپیل کرتا ہوں کہ تعلیم القرآن کے سالانہ جلسہ کو اتنا کامیاب کرو اتنا کامیاب کرو کہ دنیا یاد رکھے کہ یہ سلسلہ صرف مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا دین کا اور یہ اخلاص کے ساتھ اسی طریقے سے اشاعت دین ہوتی رہے گی۔

اسی طرح ایمانی غیرت، توحید کی غیرت، اتباع سنت کی غیرت، اور حضرات صحابہ کرام کی تابعداری کی غیرت اپنے عمل میں لانی چاہئے۔ تو میں صرف اتنا عرض کر رہا تھا توجہ دے کر کے کہ آپ قرآن سے معلوم کریں کہ آیا مسلک دیوبندیت کی ڈیڑھ سو سالہ یہ تحریک پوری طرح رسول اللہ کی سیرت کے رنگ میں رنگی ہوئی اور حضرات صحابہ کرام کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے امت مسلمہ کی راہنمائی کے لئے ہے۔ اس میں شرک و بدعات سے بچا کے اس قافلے کو مدینے پہچانے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ دنیا بھی اچھی ہو اور آخرت بھی اچھی ہو۔

اور جو سنت کے خلاف کام کیا جائے اس کا نام ہے بدعت، اور اس کا نام ہے بریلویت، اس کا نام ہے رضا خانیت، اور اس کا نام ہے رفض، اور اسی کا نام ہے خارجیت، مرزائیت، عیسائیت، دہریت، الحاد اور فلاں وفلاں وہ تمام اہل باطل۔ اور اس کے مقابلے میں رسول اللہ کی سنت، عین حق، صحابہ کی سنت عین حق اور صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات اولیاء کرام اور علمائے ربانییّن کا مسلک وہ ھو بہو حق اور سچائی ہے۔ خدا اس کی اتباع کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی پروگرام کو پڑھا کے، سکھا کے، بتا کے اور دکھا کے حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اپنا فرض پورا کر کے چلے گئے، خدا ان کے لئے قبول کرے۔ اور ہم جو زندہ رہ گئے ہیں خدا ہمت دے توفیق دے اور جرأت دے کہ ہم اس نبی کی سیرت کے پروگرام کو چلاتے رہیں تا کہ قیامت کو ہماری بھی نجات ہو جائے۔

تو حضرات گرامی: تعزیت کا جلسہ ہے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ مستقبل کی ذمہ واری تمام حضرات کی یہ ہے آپس میں اتحاد اور اتفاق کر کے اتباع سنت، اور اللہ رب العزت جل جلالہ کی توحید کی اشاعت اور شرک اور بدعات کی نفی کے لئے ملت اسلامیہ کی ویسے ہی جذبے کے ساتھ خدمت کرنی چاہئے جیسے کہ شیخ القرآن اور ان سے پہلے کے اکابر جن کے نام میں نے لئے ہیں یہ کر گئے ہیں تا کہ ہمارا بھی انجام ایسا ہی با کمال ہو، اور ہمارے بھی پیچھے صدقہ جاریہ کے اسباب پیدا ہو جائیں جیسے کہ خدا نے ان کو دیئے تھے۔ اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے اور اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

السلام علیکم:

☆☆☆☆☆☆

دعاء حضرت مولانا مرحوم بر موقع ختم قرآن کریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْن ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ ، سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ شَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ، وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْن۔

یا اللہ ! ہم گناہ گار، خطا کار، سیاہ کار، محتاج تیرے فضل و کرم ، تیری توفیق سے، تیرے گھر میں اے اللہ ! تیرے بھیجنے سے آ گئے ہیں، تیرا اربوں کروڑوں کے حساب سے شکر ہے ۔خدایا ایک مہربانی تو آپ نے وہ فرمائی کہ جو توفیق دی یہاں حاضری کی۔ اے اللہ ! اب مہربانی فرما ، ہماری دعاء قبول فرما۔ اے اللہ ! تیرا وعدہ ہے کہ میرے بندوں میں سے جنہوں نے قانون شکنی کی ہے، اپنے پہ ظلم کیا ہے، گناہ کئے ہیں، میری رحمتوں سے نا امید نہ ہوں ، ہم اس آیت کریمہ کا سہارا لے کر، اے اللہ ! قرآن کریم کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے ، جو تکمیل ابھی ہوئی ہے تراویح میں ،سنت رسول اللہ کے یا اللہ دو وسیلے، تراویح کا وسیلہ، قرآن کے سننے کا وسیلہ، تیرے دربار میں پیش کرتے ہیں، اور اپنی توبہ اور اپنی مغفرت اور معذرت پیش کرتے ہیں خدایا! تو ہمارے سب کی توبہ قبول فرما۔ ہماری معذرت قبول فرما، ہماری معافی قبول فرما۔ ہماری زندگی کی خطائیں معاف فرما دے۔ اے اللہ ! جو تیرے حقوق ہیں وہ معاف فرما، اور جو تیرے بندوں کے حقوق ہیں ہمیں توفیق دے کہ ہم بندوں سے معافی مانگ لیں، معاف کروائیں یا رب العالمین!

یا اللہ اس رمضان کریم میں جو جو رحمتیں ، برکتیں، سعادتیں امت کو نصیب ہوئیں، اے اللہ ! چودہ سو انیس سال میں، خدایا تو وہی رحمتیں ، برکتیں، سعادتیں ہمیں بھی نصیب فرما۔ ہم اہل تو نہیں ہیں، لیکن نام لیوا تو تیرے اور تیرے رسول کے ہیں تیرے رسول کے صحابہ کرام کے پیروکار ہیں، صحابہ کا ادب واحترام اور تعظیم اپنی نجات کا سرمایہ سمجھتے ہوئے ، اے اللہ تیرے نبی کی سنت اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ کو اپناتے ہوئے ، اے اللہ تیرے آگے پیش ہوئے ہیں ، ہمیں معاف فرما دے۔ ہماری دعائیں قبول فرما۔ اے اللہ جسمانی، روحانی، اخلاقی ،عقیدے کی بیماریاں دور فرما۔ ظاہری باطنی اے اللہ اصلاح فرما۔ ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی صحت نصیب کر۔

اے اللہ ! تو شرک سے بچا، یا اللہ تو بدعات رسم و رواج سے بچا، یا اللہ ہماری نسلوں کو بچا، یا اللہ آنے والی نسلوں کو بچا، یا اللہ ! تو ہمیں علوم نبوت کے ساتھ وابستہ کر دے ۔علوم نبوت کی اشاعت اور اس کو عمل میں لانے کی توفیق دے ،علوم

نبویہ اسلامیہ،قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی ،اور اس کے لوازمات، جتنے بھی علوم ہیں اے اللہ ان کو پھیلانے کی جانی ، مالی ، زبانی توفیق عطا فرما۔ اپنی اولاد کو پڑھانے کی ،مسلمانوں کی اولاد کو پڑھوانے کی توفیق عطا فرما۔علم دین کا صدقہ جاریہ ہمارے بعد رہے،علم دین کو اپنے لئے صدقہ جاریہ بنانے کی ہمت ،شوق اور محبت عطا فرما۔

اے اللہ! اس برصغیر کے مسلمانوں نے ، علمائے دین نے،صوفیاء اکرام نے،بزرگان دین نے ، اے اللہ تیری توحید اور تیرے نبی کی ختم نبوت ،تیرے نبی کے صحابہ کرام کا تقدّس اورعظمت ہم تک پہنچائی ، خدایا ان لوگوں کے درجات بلند فرما۔ ہمارا وعظ ان کے لئے قبول فرما۔اے اللہ! ہماری عبادات کا ثواب اُن کو بھی پہنچا۔ یا اللہ ہماری نسلوں کو ایک کر۔ ہماری اولاد در اولاد در اولاد قیامت تک جونسلیں چلیں گی خدایا تو نیک بنا۔نیک عمل، نیک خصلت ، نیک سیرت ، نیک عقیدہ بنا۔ یا اللہ جو بگڑے ہوئے ہیں اُن کی اصلاح فرما۔ ماں باپ کا تابعدار بنا۔اپنا اور اپنے رسول کا تابعدار بنا۔

یامقلب القلوب : دلوں کو پھیر دے ۔مدینے کی طرف پھیر دے ،حرم کی طرف پھیر دے ۔رسول اللہ کی طرف پھیر دے،خلفائے راشدین کی طرف پھیر دے،قرآن کریم کی طرف پھیر دے ۔اے اللہ ! جس کی اولاد نہیں ہے اُن کو سعادت منداولاد،عمر دراز والی اولاد دے دے۔

یا اللہ! اس مدرسے اور اس کے ساتھ ساری دنیا کے دینی مدارس کو جو توحید اور سنت کے مراکز ہیں ،اشاعتِ دین کے مراکز ہیں، خدایا تو سب کو ترقی عطا فرما۔ضرورتیں پوری فرما۔مسلمانوں کو ہمت عطا فرما،دینی مدارس کو چلائیں ۔ دینی مدارس کو اپنے لئے صدقہ جاریہ بنائیں ۔ملت اسلامیہ کی اولاد کو پڑھائیں ،کل قیامت کو ہمارے کام آئیں ۔ یاربّ العالمین ! ہمارے ذمّے جن جن مدارس کی دیکھ بھال ہے ،خدایا اس بوجھ کو پورا کرنے کے لئے غیب سے اسباب پیدا فرما۔اخراجات کا انتظام کروا۔اے اللہ ! اہل ثروت کے دلوں میں خدایا قرآن کی محبت پیدا فرما۔تلاش کر کر کے یہ اپنی ذمہ واری کو خود نبھائیں اورخرچہ کریں،تاکہ قیامت کے دن قرآن شفاعت کرے۔

یا اللہ ! حفظ کرنے والے بچوں کے حافظے میں قوت پیدا کر،بھولنے کے مرض سے بچا۔نسیان کے مرض سے بچا، یا اللہ ! تیرے حبیب کا جو وعدہ ہے قیامت اور دنیا دونوں میں ہمارے ساتھ پورا فرما۔ دنیا میں اس قرآن پاک کی وجہ سے ہمیں عزّت عطا فرما۔ رُفعت عطا فرما، بلندی عطا فرما، اور قیامت میں اس قرآن کی وجہ سے ہمیں مغفرت ،نجات عطا فرما۔بخشش عطا فرما۔

یا اللہ ! قرآن پاک کی شفاعت قبول کیجیو۔ یا اللہ تیرے حبیب کا وعدہ ہے سات پشتوں تک شفاعت ہوگی ،خدایا تو ہمارے لئے قبول فرما۔ یا اللہ ! ہمارے دوست احباب، ساتھی، معاون ، ہمارے دستگیری کرنے والے، اے اللہ ! جو بھی فوت

ہو گئے ہیں خدایا تو سب کی مغفرت فرما۔ جو یاد ہیں اُن کی بھی مغفرت فرما، جو یادنہیں آ سکے خدایا اُن کی بھی مغفرت فرما۔ یا اللہ ! جان ، مال ، پیسہ ، وقت اور مشورہ دے کر جن بھائیوں نے ، بہنوں نے مسجد میں مدرسے میں اے اللہ حصہ لگایا ہے وہ حصہ قبول فرما۔اے اللہ ! جو اپنی نادانی سے رکاوٹیں مخالفتیں کرتے ہیں یا اللہ انہیں راہ راست پر لگا کہ وہ کار خیر میں رکاوٹ نہ بنیں۔اور آخرت کے لئے ذخیرہ بنانے میں شامل ہو جائیں۔

یا اللہ ! اس نفس خبیث اور شیطان کے شر سے بچا۔زمین اور آسمان کے حادثات سے بچا۔ اے اللہ تو آفتوں سے بچا، ناگہانی آفتوں سے بچا، اچانک کی موت سے بچا۔ حادثات سے بچا۔ یا اللہ ! تو ظلم سے بچا، ہمیں ظالم بھی نہ بنا، مظلوم بھی نہ بنا۔اے اللہ تو ہمیں بدعقیدہ ہونے سے بچا، یا اللہ ! تو ہمیں مشرک بدعتی ہونے سے بچا، ملحد دہریہ ہونے سے بچا، کمیونسٹ ، مرزائی ہونے سے بچا، عیسائی ، یہودی ہونے سے بچا، ہندو، دہریہ ہونے سے بچا۔ اے اللہ ! تو ہر باطل فرقے سے بچا، باطل فرقوں کے اثر سے بچا۔

یا اللہ ! اس جمعیت کو تو ایسے ہی قائم رکھ۔ یا اللہ ! نمازیوں کا یہ جوش ایسے ہی قائم رکھ، سارے سال یا اللہ یہ جوش قائم رکھتے ہوئے استقامت عطا فرما۔ یا اللہ قرآن کے ساتھ یہ عقیدت ہمیشہ قائم رہے ،مسجد کے ساتھ یہ محبت اور نماز با جماعت کی ہمّت قائم رہے۔ یا اللہ نوجوانوں میں مزید جذبہ پیدا فرما، یا اللہ بوڑھے ضعیفوں میں مزید جذبہ پیدا فرما۔ چھوٹوں میں شفقت اور محبت کی یا اللہ رسول اللہ کی سیرت پیدا کر دے۔اور چھوٹوں کو اپنے بڑوں کا ادب اور احترام کرنے کی عادت عطا فرما۔ یا اللہ ! دینی کاموں میں جو مال لگتا ہے اُس سے سات سو گنا زیادہ عطا فرما۔ اے اللہ اپنے رسول کے وعدے سارے پورے فرما۔ یا اللہ ! ساری دنیا میں اسلام پھیلا، ساری دنیا میں انسانوں کو مسلمان بنا دے، یا اللہ ساری دنیا میں اسلام کی آواز جو لگ رہی ہے اس میں اثر پیدا کر، یا اللہ ! ساری دنیا کے انسانوں کو متوجہ کر دے، یا اللہ ! ساری دنیا میں اسلام کے لئے کام میں طاقت پیدا کر۔اثرات پیدا کر، مقبولیت پیدا کر۔

یا ربّ العالمین ! تو ہماری مساجد و مدارس کو علوم نبوت کا مرکز بنا۔افراد پیدا فرما، یا اللہ تو انتظام کرنے والوں میں ، پڑھانے والوں میں، میرے جیسے اے اللہ تو کمزور خادموں میں اخلاص پیدا کر۔ہمیں یا اللہ بد دیانتی سے بچا، ہمیں اپنے اسلاف اور اپنے اکابر کا اخلاص عطا فرما، اُن کا تقویٰ عطا فرما، اُن کی للٰہیّت عطا فرما۔مستجاب الدعاء بنا دے، یا اللہ ! ہماری دعائیں قبول فرما، ہماری ماؤں بہنوں کو رسول اللہ کی ازواج مطہرات کی سیرت کا پابند بنا۔رسول اللہ کی بنات کی سیرت کا پابند بنا، صحابیات کی سیرت کا پابند بنا۔ یا اللہ تو بے حیائی، عریانی سے بچا، مغرب کی تقلید سے بچا، یا اللہ ملحد ، دہریہ ، حیا باختہ دنیا داروں کی بیگمات کی تقلید سے بچا۔اے اللہ ! مسلم خواتین کی جو سیرت ہے وہ اپنانے کی توفیق عطا فرما۔اے اللہ ! ہماری بہو،

بیٹیوں ، ماؤں بہنوں کی گود میں اولیائے کرام پیدا کر، مجاہدین عظام پیدا کر، حفاظ اور قراء پیدا کر، عابد اور زاہد پیدا کر، اے اللہ ہماری ماؤں بہنوں کی گود کو اولیائے کرام کی دعاؤں کے مطابق تو اپنے دربار میں قبول فرما۔ اے اللہ ! تو نیک خصلت بنا، نیک سیرت بنا۔

یا الٰہ العالمین تو عہد حاضر کی بے دینی سے بچا، عہد حاضر کے الحاد اور دہریت سے بچا، حکومت کے بلوں میں جو بد دینی پھیلائی جا رہی ہے اے اللہ تو اس سازش سے بچا۔ صحابہ کرام کی توہین اور بے ادبی کے عذاب سے بچا، اُس فتنے سے بچا، انکار حدیث کے فتنے سے بچا۔ یا اللہ تو مرزائیت عیسائیت سے بچا، ہماری نئی نسل کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ! مجاہدین کو کامیاب کر۔ یا اللہ مقبوضہ مقامات سب کے سب آزاد کروا، یا اللہ ہندوستان، برطانیہ، امریکہ، روس، دنیا کے جتنے کافر ہیں خصوصاً یہودی اور اسرائیل اور ان کے ایجنٹوں کے شر سے پورے عالم اسلام اور پاکستان کو بچا، یا اللہ اُن کے دلالوں کے شر سے بچا۔ حرمین کی حفاظت کر۔ اے اللہ! پاکستان میں جو ملاّں اور دین کو بیچنے والی جو پارٹیاں ، اور جو مسلمان حکومتیں حرمین کے خلاف دنیا میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، خدایا تو ان لوگوں کے شر سے حرمین کو بچا، حرمین کی آزادی قائم رکھیو۔ یا اللہ تو اقوام متحدہ اور یہودیوں کے قبضے میں جانے سے بچائیو۔

یا ربّ العالمین تو ہمیں بار بار حج اور عمرہ نصیب کر، یا اللہ جن بھائیوں نے ،جن بہنوں نے دعاؤں کے لئے کہا ہے، لکھا ہے، فون کئے ہیں دعاء کرو اُن تمام لوگوں کی اللہ مرادیں پوری فرمائے ۔ اللہ ان کی نیک حاجتیں پوری کرے، اللہ ان کی پریشانیاں دور کرے ، اللہ ان کو مصائب سے نکالے ، جن بھائیوں پہ مقدمات ہیں دعاء کرو اللہ کامیاب کرے ۔ میں بھی پریشان ہوں مقدمے میں ، کئی آدمی پریشان ہیں دعاء کرو اللہ پریشانیوں سے نجات دلائے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم سے بچائے ، خدا ہمیں مظلوم اور ظالم نہ بنائے ، اللہ ہمیں مظلوموں کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے ۔ اے اللہ ہمیں مانگنا تو آتا نہیں ہے ، اے اللہ ! تیرے رسول نے ، صحابہ کرام نے ، اولیائے کرام نے ، مومنین کاملین نے ، اللہ والوں نے جو کچھ آج تک مانگا ، اے اللہ وہ سب ہمیں عطا فرما ۔ ہمیں اس میں شامل فرما۔ اور اے اللہ ! جس بری بات سے انہوں نے پناہ مانگی ، اے اللہ ہمیں بھی بچا۔ یا ربّ العالمین ہمارے سب کا خاتمہ ایمان پہ فرما۔ یا اللہ میری بیماریاں ساری دور فرما، کل بیماروں کو شفا عطا فرما۔ میرے ابا جی بیمار ہیں ، دعاء کرو اللہ ان کو صحت عطا فرمائے ۔ اُن کی تندرستی قائم ہو جائے ۔ اللہ ان کا سایہ میرے سر پر قائم رکھے دعاؤں کی جگہ ہے، اللہ ہمیں دعاؤں سے محروم نہ کرے۔ اللہ ہمارے استادوں، ہمارے پیر و مرشد اور ہمیں علم پڑھانے والے سارے مسلمانوں کے درجات خدا بلند فرمائے ۔ اللہ اس وعظ کا ثواب ، دعاؤں کا ثواب رسول اللہ کو، صحابہ کو، اور جن مسلمانوں نے ہمیں علم پڑھایا خدا ان سب کو ثواب پہنچائے ۔ اللہ ہماری نسلوں کو اس قابل بنائے ، یا اللہ جان و مال و پیسہ اور مشورہ جس

لحاظ سے بھی آبادی والوں نے قرآن کریم کی تعلیمات مسجد و مدرسے کے سلسلے میں تعاون کیا خدایا قبول فرما۔ان کا تعاون فرما، ان کی سرپرستی فرما،اور اے اللہ جوغفلت میں ہیں ان کو بیداری عطا فرما، جومخالفت میں ہیں ان کوتوبہ تائب ہونے کی توفیق عطا فرما،تعاون کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا ربّ العالمین ! ہم ضعیف ہیں ،کمزور ہیں ، بے بس ہیں،کر کچھ نہیں سکتے غیب سے توفیق عطا فرما، امداد عطا فرما، مدارس کی ضروریات پوری فرما،فرقانیہ مدنیہ جس کا میں چپڑاسی ، چوکیدار، خادم ہوں طلباء کا،اے اللہ بڑھاپے کی وجہ سے بے بس ہو چکا ہوں اپنے بندوں کے دل میں ڈال کے مہمانان رسول کی ضروریات پوری کروا۔ اے اللہ ! اپنے بندوں تک آواز پہنچوادے ، یاربّ العالمین اس ادارے سمیت سارے ہمارے اداروں کوترقی عطا فرما۔ اے اللہ ! یہ دعائیں قبول فرما۔ یہ حاضری قبول فرما۔ قاری صاحب نے جو پڑھا ہے اس ختم قرآن کوقبول فرما۔جنہوں نے سنا قبول فرما۔جنہوں نے نہ سنا آئندہ سننے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ تو حافظوں کے حفظ کومضبوط فرما۔ بھولنے کے مرض سے بچا، حفظ کرنے والے بچوں کو حافظ بنادے ۔علم کے شوقین بچوں کوعلم باعمل عطا فرما۔اور ہمارے سارے بھائیوں کو اپنے بچوں کوعلم دین سکھانے کی بھی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ! تو رزق حلال میں برکات پیدا کر،حرام کی روزی سے بچا، گناہ کی زندگی سے بچا، برے خاتمے سے بچا۔ اچانک کی موت سے بچا، اے اللہ تو بے دینی کی زندگی سے بچا۔ برے لوگوں کی رفاقت اورصحبت سے بچا، یا ربّ العالمین تو ہماری دینی اور دنیاوی بھلائی قبول فرما،اور ہمیں نیک بندوں کی رفاقت میں چلا۔نیک بندوں کے ساتھ ہمیں ملا۔ نیک بندوں کے ساتھ ہماری دوستی محبت پیدا کر، اے رب العالمین تو ہماری راہنمائی فرما۔فضل وکرم شامل فرما، آج کی رات طاق رات ہے، شب قدر ہوسکتی ہے ،خدایا تو شب قدر کی برکتیں سارے مجمعے کو ساری امت کونصیب فرما۔ سارے مجمعے کی دعائیں میرے لئے قبول فرما۔اے اللہ تو ہمارے سب کے گناہ معاف فرما۔ زندگی کی خطائیں دھو دے، زندگی کی خطائیں معاف فرمادے ۔ سارے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دے ، اے اللہ ! توہمیں ایسے پاک کر دے جیسے کہ ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک دنیا میں آئے تھے ۔اے اللہ توہمیں نیک رکھتے ہوئے دنیا سے ایمان کے ساتھ لیجائیو۔ یا اللہ دنیا سے جائیں تو ایمان نصیب ہو،موت آئے تو زبان پر جاری ہوکلمہ طیب :

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه ۔صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔



خاتمہ

الحمد للہ ربّ العزت کا ار بہاء کھر باء احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر کچھ لکھ سکوں ۔ یہاں پر اس کتاب کو حضرت مولانا مرحوم کی دعاء پر ختم کر رہا ہوں ۔ اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے احباب سے عرض گزار ہوں کہ وہ مجھے اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں ۔ ربّ العزت ہم سے راضی ہو جائے ، اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے دین متین کی خدمت گزاری کی توفیق عطا فرمائے ،اوراس کتاب کو نافع اور قبولیت عامہ نصیب فرمائے ۔اور میرے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنادے۔آمین

{ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى تَوْ فِيْقِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ،وَأَسْأَلُهُ تَعَالىٰ الْمَزِيْدَ مِنْ فَضْلِهٖ، وَأَنْ يَّرْزُقَنِىْ مَحَبَّةَ لِقَآئِهٖ عِنْدَ مفَارِقَةِ هٰذِهِ الدُّنْيَا الْفَانِيَةَ اِلَى الدَّارِ الْأَبَدِيَّةِ الْخَالِدَة "مَعَ الَّذِيْنَ اَ نْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآء وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُوْلٰٓئِكَ رَفِيْقًا" }

(مولانا) محمد موسیٰ شاکر غفراللہ لہٗ

بہ تاریخ: بروز بدھ :10 ذوالقعدہ 1441ھ : مطابق یکم جولائی 2020ء

﴿حضرت مولانا مرحوم کی چند تصویری جھلکیاں﴾



